9.15

گردشِ آفاق

گردشِ آفاق

گردشِ آفاق

گردشِ آفاق

گردشِ آفاق

گردشِ آفاق

گردشِ آفاق

Please read this novel fully.
Reading of few lines is of waste

Fayaz Ahmad Khan.
M. Com (Final).

زبردست سوشل افسانہ

گردش آفاق

جوزف ولمٹ کا اردو ترجمہ

جلد چہارم

مصنف
جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

مترجم
تیرتھ رام فیروزپوری

قیمت فی جلد چھ روپے

پبلشرز

نرائن دت سہگل اینڈ سنز دریبہ کلاں۔ دہلی

پرنٹر:۔ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

(امیر حسن رضوی تحریر نمود)

Fayyaz Ahmad Khan.
M. Com (final)

گردشِ آفاق

چوتھی جلد

پہلا حصہ

باب ۱۷

معاہدہ

وہ تیز چلتا میری طرف آیا۔ عین اس وقت دروازہ پھر کھلا اور وہ نوکر جس نے کل رات مجھے دروازہ کھولا تھا، دو خادماؤں کے ساتھ داخل ہوا۔ ان میں سے ایک انگلستان کی رہنے والی تھی۔ اور وہ الفاظ جو اس کے ساتھیوں کے کلمۂ حیرت سے ملے ہوئے اس کے منہ سے نکلے میرے بدترین اندیشوں کی تصدیق کرنے والے تھے۔

"آہ۔ مر گئی!" یہ فقرہ تھا جو انگریز خادمہ کے منہ سے بھرائی ہوئی آواز میں نکلا۔

"اسی بدمعاش نے اس کو مارا ہے۔" لینووَر نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی قدرتی سخت آواز میں کہا۔

"کاذب! شیطان!" سخت غصہ اور جوش کی حالت میں میرے منہ سے نکلا۔ "تو نہیں جانتا کہ اس کو مارنے کا ذکر کیا۔ اگر کسی طرح اس کو دوبارہ زندہ کرنا ممکن ہوتا تب مجھے اس کے عوض اپنی جان دے دینے سے بھی دریغ نہ تھا۔ چند منٹ پیشتر میں اتفاقاً اس جگہ آیا تو وہ فرشِ زمین پر مردہ اور بے جان پڑی تھی ..."

"آپ کا کہنا صحیح ہے"۔ انگریز خادمہ نے بدنصیب کیلنتھ کا دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا (کیونکہ اس کا ایک ہاتھ اب تک میرے ہاتھ میں تھا) "اس کی حالت ظاہر کرتی ہے کہ اس کو مرے چند گھنٹے ہوگئے ہیں"۔

"کیوں مارگریٹ۔ تم نے کیوں اس کا خیال نہ رکھا"۔ مسٹر لینوور نے اب انگریز خادمہ کی طرف مڑ کر غضبناک لہجہ میں پوچھا۔ "کیوں تم نے اس کی نگرانی میں غفلت کی؟"

"دیکھیے۔ لاش کی موجودگی میں اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑنا سخت ناشائستہ حرکت ہے"۔ میں نے اپنے کیرٹے ماموں سے کہا۔ "اس لئے تھوڑی دیر اپنے غصہ کو ضبط کیجیے"۔

"چل نابہنجار لڑکا!" لینوور نے قہر آلود نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہا مگر الفاظ اس کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ اس کے انداز میں ایک فوری تبدیلی واقع ہوگئی کسی نامعلوم مصلحت سے اس نے اپنا غصہ ضبط کر لیا اور چہرہ پر حلم کے آثار پیدا کر کے نرم آواز میں کہنے لگا "تمہارا کہنا صحیح ہے۔ مُردہ کی موجودگی میں آپس کی تلخ گوئی واقعی زیب نہیں دیتی۔ خیر تم لاش کو نوکرانیوں کے حوالہ کردو اور میرے ساتھ آؤ"۔

ایک آخری الوداعی بوسہ بدنصیب کیلنتھ کی سرد پیشانی کو دے کر میں اٹھا آنسوؤں کے قطرے بے اختیار میری آنکھوں سے نکل کر اس کے رخساروں پر گر رہے تھے۔ اس کی لاش خادماؤں کے حوالے کر کے لینوور کے حکم کو بالکل نظرانداز کرتے ہوئے فی الحقیقت اپنے بڑھتے ہوئے جوش اور مایوسی کی حالت میں اس بات کو فراموش کر کے کہ مجھے کوئی اس طرح کا حکم دیا گیا ہے۔ میں تابوت کی طرف گیا، اور اس طرح کی ذہنی حالت میں جب رنج و غم کا احساس حرمت کے زیر اثر دبا ہوا تھا میں نے سیاہ چادر اٹھا کر اپنے عزیز بچہ کے تابوت کی طرف دیکھنا شروع کیا

بہتے ہوئے آنسوؤں کی وجہ سے میری آنکھوں کے سامنے جو دھند چھائی ہوئی تھی' اس کی راہ سے یہ الفاظ اس ڈھکنے پر لکھے ہوئے نظر آئے۔

جوزف ڈنڈاس

وہیں اس تابوت کے پہلو میں دو زانو ہوکر میں بڑی دیر تک زار زار روتا رہا۔ رو دھوکر میں نے اس قادرِ مطلق کی بارگاہ میں اس غم نصیب خاتون کی بخشش کے لیے دعا کی اور اس کے ساتھ ہی اپنے گناہوں کی معافی کے لیے بھی۔ کیونکہ میں اس حقیقت کو نظر انداز نہ کر سکتا تھا اور نہ میں نے ایسا کرنے کی کوشش کی کہ حقیقتاً میں ہی ان ساری خرابیوں کی جڑ ہوں جن کا نتیجہ اب میری نظروں کے سامنے تھا۔ امرواقعہ یہ ہے کہ میں نے ہی اپنے آپ کو کیلینھ کی محبت کے حوالے کرکے اور ان تحریصوں کے بس میں ہوکر جو اس کے عشقِ عظیم میں پوشیدہ تھیں' اس سانحہ عظیم کی بنیاد قائم کی۔ جس کا اختتامی منظر یہ تھا۔ ندامت اور پشیمانی کا احساس میرے دل کو ہونے لگا اور میں بڑی دیر تک گردن جھکائے وہیں اس ننھے تابوت کے پہلو میں کیلینھ کی روح کے بخشے جانے اور اپنے گناہوں کی معافی کے لئے دعا کرتا رہا جبکہ عزیز ننھے بچہ کی روح کے لئے کسی دعا کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ اس نے معصومی کی حالت میں اس عمر سے پیشتر جو گناہ کی حقیقت سے خبردار ہوتی ہے' جان دے دی۔ اس حالت میں بیٹھا ہوا میں گردونواح کی ساری کیفیتوں سے لاعلم تھا۔ قابلِ نفرت لینوور یا نوکروں کی موجودگی کا حال بھی مجھے معلوم نہ تھا۔ کیونکہ میرے خیالات اس معبودِ حقیقی کی طرف لگے ہوئے تھے۔ جس کی بارگاہِ پاک میں توبہ و استغفار کا باب ہر وقت کھلا رہتا ہے۔

بڑی آہستگی سے آخر کار میں اٹھا۔ اور اس بات سے قطعاً بے خبر کہ لینو ور اسی کمرہ میں موجود ہے، اپنے خیالات کی الجھن میں اس کی موجودگی کو بالکل نظر انداز کر کے باہر نکلا۔ زینہ کے سرے پر وہی نوکر ملا جس نے شب کو دروازہ کھولا تھا اور میں نیم بے خبری کی حالت میں اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ وہ مجھے زینہ سے اُتار کر اس کمرہ میں لے گیا جس میں کل رات اس نے سب سے پہلے مجھے بٹھایا تھا۔ آتشدان میں تیز آگ روشن تھی۔ اور میز پر تین آدمیوں کے لئے ناشتہ چُنا ہوا تھا مجھے اشتہا بالکل نہ تھی البتہ سردی اور ضعف جانی کا احساس غالب تھا جلتی ہوئی آگ کے پاس ایک کرسی لے کر بیٹھ گیا۔ اور آگ تاپنے لگا۔ لاتعداد خیالات میرے دماغ میں پیدا ہو رہے تھے۔ اسی حالت میں تھوڑی دیر گذری۔ اور اس کے بعد دروازہ کھلنے کی آواز سُنائی دی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو لینو ور کھڑا تھا۔ میں نے اس کی صورت دیکھ کر معلوم کیا اب وہ اپنے چہرہ پر مصالحت کے آثار پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور مجھ سے دوستانہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن میں چونکہ اچھی طرح جانتا تھا کہ جب کبھی یہ شخص دوستی کی خواہش کرے اور نرم ہو کر پیش آئے تو سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس لئے میں جھٹ چوکنا ہو گیا اور اپنے جی میں اس بات کا فیصلہ کر لیا، کہ مجھے اس موقعہ پر انتہائی دور اندیشی سے کام لینا چاہیئے۔

"جوزف" اس نے میری طرف آتے ہوئے کہا "کیا تم ارادتاً اس جگہ آئے تھے یا ڈاک گاڑی کے الٹنے کا حادثہ تمہارے یہاں آنے کا ذریعہ ثابت ہوا؟"

"حادثہ محض حادثہ" میں نے سرد مہری سے جواب دیا "گو میں دیکھتا ہوں کہ اپنی بُری طینت کی وجہ سے تم ہر شخص کی نیت پر فوراً شک کرنے لگتے ہو۔"

"جوزف" اس نے ملامت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہنا شروع کیا "کس قدر افسوس ہے کہ تم جب کبھی مجھ سے ملتے ہو، ہمیشہ سخت الفاظ ہی سے مجھ کو

مخاطب کرتے ہو۔"

"اور کیا آپ بھول گئے کہ خود آپ کی طرف سے میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا رہا ہے؟" میں نے جواب دیا۔ "کبھی ملامت اور گالیاں اور کبھی مطلب برآری کے لئے چاپلوسی اور خوشامد۔ بہت دیر نہیں گزری کہ آپ مجھے قاتل ٹھہرانے کی کوشش کر رہے تھے اور اب اس کے مقابلہ میں مظلوم بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر اطمینان رکھیئے کہ میں نے ان باتوں کو پیشتر کتنا ہی کیوں نہ برداشت کیا ہو آئندہ ان کے سہنے کے لئے تیار نہیں ہوں! اس کے علاوہ یہ وقت اس بحث کو لمبا کرنے کا نہیں ہے۔ جس صورت میں اس مکان کے اندر ایک موت واقع ہو چکی ہے ہمیں چاہئے کہ اپنے غصہ اور جوش کو ضبط کرنے کی کوشش کریں۔"

"بے شک تمہارا کہنا صحیح ہے۔" مسٹر لیبنوور نے تسلیم کیا۔ "اور میں یہ بھی ماننے کے لئے تیار ہوں کہ تم قصداً اس جگہ نہیں آئے۔ بلکہ محض ڈاک گاڑی کے حادثہ کی وجہ سے تمہیں اس جگہ ٹھہرنا پڑا۔ تاہم... کتنا عجیب اتفاق ہے! چنانچہ آج صبح جب نوکر نے مجھ سے بیان کیا کہ شب گذشتہ کو اس نے ایک انگریز نوجوان کو رات بسر کرنے کے لئے دروازہ کھولا تھا تو میرے دل میں بعید ترین شبہہ اس بات کا پیدا نہ ہو سکا کہ وہ نوجوان تم ہو۔"

"مسٹر لیبنوور۔ خدا کا اپنا ہاتھ ان سارے اتفاقات کی تہ میں کام کرتا نظر آتا ہے" میں نے جواب دیا۔ "لیکن آپ شاید خدائی ہستی کے ہی قائل نہیں ہیں۔ اس لئے ضرور میری باتوں پر ہنسیں گے۔ رہ گیا میری اپنی ذات کا سوال تو میں تسلیم کرتا ہوں کہ بے شک مجھ سے خطائیں سرزد ہوئی ہیں، اور میں کئی طرح کی حماقتوں اور ناعاقبت اندیشیوں کا مرتکب ہوا ہوں۔ تاہم... افسوس! افسوس! بے چاری کیلنتھ!" اور یہ کہتے ہوئے آنسوؤں کے قطرے پھر ایک بار میری آنکھوں سے بہنے لگے۔

"جوزف۔ یہ معمہ اب تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تم جو انیبل سے محبت کا دعویٰ کیا کرتے تھے، تم اس عورت کیلنتھ سے کیونکر واقف ہوئے؟ اور یہ کہتے ہوئے گو اس نے اپنے چہرہ پر کسی طرح کے آثار نہ پیدا ہونے دیئے۔ تاہم میں نے دیکھا کہ چھپا ہوا طنز مسٹر لیبنوور کے لہجہ میں موجود تھا۔ "مجھے اچھی طرح یاد ہے" اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "کہ اس روز جب تم آلڈرس گیٹ سٹریٹ میں مجھ سے ملے تھے تو یہی بات تم نے مجھ سے کہی تھی۔ حالانکہ آج کے واقعہ کو دیکھ کر صاف ثابت ہوتا ہے کہ تم اپنا دل لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس کو دے چکے تھے۔"

"نہیں مسٹر لیبنوور یہ غلط ہے۔" میں نے استقلال کے ساتھ ملے ہوئے افسوسناک لہجہ میں جواب دیا۔ "بے شک لیڈی کیلنتھ کو مجھ سے بہت گہری محبت تھی۔ اور وہ محبت اس لائق بھی تھی کہ میری طرف سے اس کا جواب دیا جاتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی محبت مجھے اس سے کبھی نہیں ہوئی۔ البتہ انیبل کے بارے میں ..."

"کیوں تم میری بیٹی کا نام اس طرح لیتے ہو؟" کبرٹ نے ضبط کی انتہائی کوشش کے باوجود قہر آلود نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کی بیٹی! معاف کیجئے ایسا نہیں ہے" میں نے سرد مہری سے جواب دیا "اگر تقاضائے حالات سے اس کی بیوہ ماں نے آپ کے ساتھ شادی کرلی تو اس سے یہ کسی طرح لازم نہیں آتا ..."

"ٹھہرو" مسٹر لیبنوور نے جس کا چہرہ مارے غصہ اور جوش کے سیاہ ہو رہا تھا بے صبری کے اشارہ سے مجھ کو روکتے ہوئے کہا۔ "تم کو یہ حالات کیونکر معلوم ہوئے؟"

"اوہ۔ تو کیا آپ حال کے واقعات سے لاعلم ہیں؟" میں نے کہا۔ "مگر سچ پوچھئے تو

آپ کو ان کا علم بھی کیونکر ہو سکتا تھا۔ آپ چونکہ اس بات کی اطلاع دیئے بغیر گھر سے چلے آئے تھے کہ آپ کو کہاں جانا ہے۔ اس لیے اگر کسی طرح کے واقعات آپ کے آنے کے بعد پیش آئے تو آپ کو ان کا حال کیونکر معلوم ہو سکتا تھا۔ البتہ آپ جس وقت لندن واپس جائیں گے تو گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان پر بعض پرائیویٹ خطوط آپ کو ملیں گے ...“

”پرائیویٹ خطوط!“ مسٹر لیبنوور نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر میرے ہی لفظوں کو دُہرایا۔ ”کیسے اور کس کی طرف سے؟ غالباً کچھ حال تم کو معلوم ہے۔ جسے تم ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ جوزف۔ جو کچھ تمہیں اس بارے میں معلوم ہے، مجھ سے بیان کرو۔“

میں چند منٹ گہری سوچ میں رہا اور اس کے بعد یہ دیکھ کر کہ چیدہ چیدہ حالات بیان کرنے میں کسی طرح کا ہرج نہیں ہے، آمادۂ اظہار ہو گیا۔ علاوہ بریں یہ بھی مجھے یاد تھا کہ سر میتھیو ہیسلیٹن کا ارادہ مسٹر لیبنوور سے خط و کتابت کر کے وہ شرطیں دریافت کرنے کا ہے جن کی بنا پر وہ انیبل اور اس کی ماں کو ہمیشہ کے لئے اس نئے گھر میں جس میں وہ اب پہنچ چکی تھیں رہنے کی اجازت دے سکتا ہے۔

”مسٹر لیبنوور“ میں نے سارے پہلو سوچ کر جواب دیا۔ ”آپ کے آنے کے بعد کئی غیر معمولی واقعات پیش آئے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی بیوی کی اپنے باپ کے ساتھ صلح ہو چکی ہے۔“

”صلح ... اپنے باپ کے ساتھ؟“ کبرٹے نے جس کے چہرے پر مسرت کے ساتھ ملے ہوئے بے اعتباری کے آثار نمودار تھے پوچھا۔ ”کیا جو کچھ تم کہہ رہے ہو صحیح ہے؟“

”معاف کیجیے، میں جھوٹ بولنے کا عادی نہیں ہوں۔“ میں نے سرد مہری سے کہا۔

"نہ ہی میری عادت ہے کہ ایک اس طرح کے نازک معاملہ میں آپ سے مذاق کروں"

"بے شک مجھے معلوم ہے" اس نے نرم ہو کر کہا "لیکن یہ خبر جو تم نے دی ہے اتنی عجیب و حیرت خیز ہے... کم از کم میں اس کے سننے کے لئے بالکل تیار نہ تھا تاہم بیان کرو کہ یہ واقعہ کیونکر پیش آیا؟"

"سچ پوچھئے تو کسی حد تک میں ہی اس مصالحت کا ذمہ دار ہوں" میں نے جواب دیا "میں ان دنوں سر میتھیو ہیملیٹن کا ملازم ہوں۔ اور واقعات ایسے پیش آئے ہیں کہ سر میتھیو کو میری ذات پر کامل اعتماد ہو چکا ہے۔ پچھلے دنوں حالات نے کچھ ایسی صورت اختیار کی کہ سر میتھیو کا دل رفتہ رفتہ نرم ہونے لگا۔ حتیٰ کہ آخر کار وہ اپنی مدت کی بچھڑی ہوئی بیٹی سے ملنے پر آمادہ ہو گیا"

"لیکن میں نے سنا ہے کہ وہ بے حد مالدار ہے" مسٹر لینوور نے بے خبری میں اپنے دلی خیالات ظاہر کرتے ہوئے کہا" اور کیا میری بیوی اور انیبل..."

"وہ دونوں ہیملیٹن ہال میں مقیم ہیں۔ میں ہی صلح کی خوشخبری ان کو پہنچانے گیا تھا"

"کتنی عجیب بات ہے کہ میں اس موقعہ پر لندن میں نہ تھا" لینوور نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ گو میں نے اس کے الفاظ اچھی طرح سن لئے "لیکن ہاں تم کہہ رہے تھے کہ بعض پُراہمیت خطوط میرے لندن والے مکان پر آئے ہوئے رکھے ہیں..."

"یہ صحیح ہے۔ سر میتھیو ہیملیٹن اور آپ کی بیوی نے صلح کے ایک دو روز بعد کچھ خطوط آپ کے نام لکھے تھے۔ گو مجھے ان کے مضمون سے واقفیت نہیں ہے"

"مگر کچھ اندازہ تو تم نے کیا ہوگا؟" لینوور نے پُرشوق نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میری رائے میں بہتر ہوگا کہ آپ ان خطوں کو پڑھنے کے بعد ہی ان کے متعلق رائے

قائم کریں۔ اور اب آپ سے اس قدر حالات بیان کرنے کے بعد کیا میں بھی آپ سے دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ کونسے حالات تھے جن میں آپ کو اسی مکان کے اندر رہنا پڑا۔ جس میں بدنصیب متوفی خاتون اور اس کا بچہ رہتے تھے ؟"

"اس کا جواب بالکل سہل ہے " لینوور نے کہا " ارل آف مینڈیول کو ایک معتبر آدمی کی ضرورت تھی جو اس کی بیٹی کو کسی محفوظ مقام پر رکھے اور اس کے ساتھ ہر طرح اچھا سلوک کرتے ہوئے اس کی نگرانی اور حفاظت کرتا ہے۔ کسی طرح میرا حال مینڈیول کو معلوم ہوگیا اور جب یہ کام میرے سپرد کیا گیا تو میں نے اسے فوراً منظور کر لیا۔ قریباً تین مہینے گذرے کہ میں لیڈی کیلنتھ کے لئے فرانس میں کوئی اچھا سا مکان تلاش کرنے اس جگہ آیا تھا۔ اور چونکہ یہ کوٹھی خالی تھی اس لئے میں نے اسے ارزاں کرایہ پر لے لیا۔ بعد ازاں لیڈی کیلنتھ اور اس کے بچّہ کو اس جگہ پہنچا دیا گیا۔ اور میں یہاں ان کی حفاظت اور آسائش کا سامان کرنے کے بعد لندن واپس چلا گیا۔ آج سے دو یا تین ہفتے بیشتر ارل آف مینڈیول کو اطلاع ملی کہ لیڈی کیلنتھ کے حواس میں فرق آ گیا ہے۔ اس پر فیصلہ کیا گیا کہ ایک دور کی رشتہ دار عورت کو یہاں پر اس کی حفاظت کے لئے بھیجا جائے میں خود مسز بورتھ وک کو اس جگہ چھوڑنے ساتھ آیا۔ مگر حالات ایسے پیش آئے کہ مجھے امید سے چند دن زیادہ ٹھہر جانا پڑا۔ بعد ازاں لیڈی کیلنتھ کے بچّہ کی موت واقع ہوئی۔"

" مگر کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس بچّہ کی موت کن اسباب سے واقع ہوئی تھی؟ میں نے ہلکی افسوسناک آواز میں پوچھا۔

" اسے بخار آنے لگا تھا " مسٹر لینوور نے جواب دیا۔ " جو تین دن کے عرصہ میں اس کی جان لے کر گیا۔ جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو اس کے دفن کے سارے انتظامات مکمل کر دیئے جا چکے تھے اور آج اسے دفنانے کی رسم ادا ہونی تھی۔ لیکن اب مجبوراً اُسے ملتوی کرنا پڑے گا۔"

"ہاں۔ اس لئے کہ ایک ہی وقت میں دو جنازے اٹھیں گے۔" میں نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ اور یہ سوچ کر کہ کیلنتھ کی پیش از وقت موت در اصل میری ہی اس کمزوری کا نتیجہ ہے کہ میں اس کے عشق کی تحریص میں آ گیا۔ میرے سینہ میں برچھیاں سی چبھنے لگیں۔

"جوزف" مسٹر لینو ورفے پُرخیال انداز سے کہا۔ "تم میری اس وقت کی حیرت کا اندازہ کر سکتے ہو جب ارل آف مینڈیول نے پہلی ملاقات پر اپنی بیٹی کی المناک داستان مجھ سے بیان کی اور اس سلسلہ میں تمہارا نام بھی لیا۔ جیسا کہ تم خود سمجھ سکتے ہو ارل کے لئے سارے حالات بیان کرنا ضروری تھے۔ تاکہ میں اس بات کا خیال رکھوں کہ تم دونوں کی آپس میں خط و کتابت نہ ہو۔ چنانچہ یہ بھی اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ پیشتر تم اسے برکشائر کے کسی مقام سے جہاں وہ علیحدگی اور تنہائی میں رہا کرتی تھی بھگا لے گئے تھے۔ اور اب جوزف۔ اس قدر حالات بیان کرنے کے بعد میں تم سے ایک طرح کا معاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارے بیان سے پایا جاتا ہے کہ تم حال میں میری بیوی اور بیٹی سے ملے ہو۔ اور میرا خیال ہے کہ ان کی گفتگو سے تم نے معلوم کیا ہو گا کہ میں نے لیڈی کیلنتھ سے تمہارے تعلق کے بارے میں ایک لفظ تک ان سے نہیں کہا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ بھی اس بارے میں بالکل خاموش رہوں گا۔ بشرطیکہ تم بھی ان تکلیفوں کے بارے میں جو تمہارے خیال کے مطابق میرے ہاتھوں تمہیں پہنچی ہیں، چپ رہنے کا وعدہ کرو۔ عنقریب تم کو مسز بودھوک سے ملنے کا اتفاق ہو گا۔ جس کا ذکر پیشتر میں نے تم سے کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے بھی تم میرے برخلاف کچھ نہ کہنے کا سچا وعدہ کرو۔ کیونکہ ارل آف مینڈیول میرے نہایت مہربان آقا ہیں اور مجھے ان کی طرف سے کئی ایک کاموں کا اہتمام تفویض کیا گیا ہے۔ جن کے لئے وہ مجھے نہایت معقول معاوضہ دیتے ہیں۔"

"اور آپ نہیں چاہتے کہ انہیں آپ پر بے اعتمادی ہو؟" میں نے جواب دیا۔

"بہت اچھا مجھے آپ کی شرطیں منظور ہیں" اور اس رنج وغم کی حالت میں بھی مجھے یہ سوچ کر اطمینان ہوا کہ بدنصیب کیلنتھ سے میرے تعلقات کو انیبل، اس کی ماں اور سر میتھیو ہیبلیٹن سے پوشیدہ رکھا جائے گا۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی میں اچھی طرح سمجھتا تھا کہ وہ کوئی خاص ہی وجہ ہو گی جس کو مدنظر رکھ کر مسٹر لیبنو ور مجھ سے اس قسم کا معاہدہ کر رہا تھا۔ پس مجھ کو یقین تھا کہ جہاں تک اس کی اپنی ذات کا تعلق ہے وہ اس معاہدہ کی شرطوں کو ضرور پورا کرے گا۔ اس کے بعد دفعتاً کچھ سوچ کر میں نے کہا: "آپ کی رائے میں یہ عورت مسز بورتھوک جس کا ابھی آپ ذکر کر رہے تھے مجھے جنازہ میں شریک ہونے کی اجازت دے گی یا نہیں؟ کیونکہ میرا یہ فرض ہے کہ اپنے عزیز بچّہ کی لاش کے آخری مراسم اپنی آنکھوں کے سامنے پورے ہوتے دیکھوں۔ اور گو بدنصیب کیلنتھ کے متعلق بھی میری خواہش یہی ہے۔ تاہم اگر اس کے بارے میں مجھے اجازت نہ دی جا سکے تو ایک جُداگانہ بات ہے۔"

"تم اگر خواہشمند ہو تو میں یہ اجازت مسز بورتھوک سے لے دوں گا" مسٹر لیبنو ور نے جواب دیا: "ضرورت پیش آنے پر میں اس بارے میں اس سے تمہاری سفارش بھی کر دوں گا۔ اور اب جوزف۔ میں ایک اور سوال تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ یعنی یہ کیونکر ممکن ہوا کہ تم اس آسائش و فراغت سے برِاعظم کا سفر کرتے پھر رہے ہو؟"

"یہ سر میتھیو ہیبلیٹن کی فیاضی کا نتیجہ ہے" میں نے جواب دیا۔ گو میں نے اس معاملہ کے متعلق تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت نہ سمجھی اور نہ یہی بتایا کہ انیبل سے شادی کرنے کی یہ شرط مجھ پر عائد ہوئی ہے کہ دو سال کا عرصہ اس طرح سیر و سیاحت میں گذاروں۔

"اور کیا تمہارا ارادہ عرصہ دراز تک باہر رہنے کا ہے؟" مسٹر لیبنو ور نے دریافت کیا۔

"میرا خیال ہے کم از کم دو سال کا عرصہ اس سفر میں لگ جائے گا۔"

"اچھا تو جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں غور کے ساتھ سنو۔" مسٹر لیبوور نے پُراہمیت انداز سے کہنا شروع کیا۔ "اب تک شاید تمہارا خیال ہو کہ میں نے تمہیں تنگ کیا یا بعض حالات میں تکالیف پہنچائی ہیں۔ بہرحال آئندہ میری طرف سے ایسی کوئی حرکت نہ ہو گی جو تمہارے لئے باعث شکایت ہو۔"

"مجھے یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ ایسا ارادہ رکھتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "اور اگر واقعی آپ کا یہ وعدہ سچا ہے تو اس سے پایا جاتا ہے کہ آپ کی ذہنی حالت پہلے کی نسبت کافی اصلاح پذیر ہو چکی ہے۔ اور گو مجھے اس بات کا پورا یقین نہیں کہ آپ اس وعدہ کے پابند رہیں گے۔ تاہم سچ پوچھئے تو اب مجھے اس کی بہت زیادہ پروا بھی نہیں ہے کیونکہ میں اب وہ خورد سال بچہ نہیں ہوں جسے آپ اپنی مرضی کے مطابق ڈرا دھمکا لیا کرتے تھے، اور نہ وہ حالات باقی ہیں جن کی وجہ سے میں اس وقت تک آپ کی شرارتوں کو حکام کی نظروں میں لانے سے گریز کرتا تھا۔ دراصل یہ محض آپ کی بیوی اور انیبل کی خاطر تھا..."

"ٹھہرو۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ سر میتھیو ملیلینٹ سے تم نے میری نسبت کیا کچھ بیان کیا ہے؟" مسٹر لیبوور نے جلدی سے پوچھا۔

"اس کا جواب اگر آپ ایماندارانہ چاہتے ہیں تو یہ ہے..."

"بس بس! میں سمجھ گیا۔" اس نے بے صبری کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ایک لحظہ کے عرصہ خفیف کے لئے اس کے شیطانی چہرہ پر خوفناک آثار نمودار ہوئے۔ مگر اس نے مصالحت کی خاطر فوراً ان کو ضبط کیا اور کہا۔ "خیر جو ہو چکا سو ہو چکا۔ جو نیا معاہدہ آج ہم میں ہوا ہے اس نے حالات کو بالکل ہی بدل دیا ہے۔ اب ہم کو چاہیئے کہ عہد ماضی کو بالکل فراموش کر دیں۔"

"اپنی طرف سے میں بصد شوق اس کے لئے آمادہ ہوں"۔ میں نے جواب دیا۔ "آپ اپنے وعدہ کو پوری طرح ایفا کریں۔ رہ گیا آپ کے مجھ کو دھمکانے یا تنگ کرنے کا سوال تو اس بارے میں آپ کے وعدہ کا تبھی مجھ کو یقین آئے گا جب آپ اپنے اقرار کی عملاً تصدیق کریں گے۔ تاہم ایک بات یاد رکھئے۔ اب میں آپ سے اس طرح نہیں ڈرتا جس طرح کبھی ڈرا کرتا تھا۔ اور اگر کسی موقعہ پر آپ نے جبر و تشدد سے کام لینا چاہا تو میں نہ صرف ذاتی طور پر اپنے بچاؤ کی کوشش کروں گا۔ بلکہ مجھے اس مطلب کیلئے قانون کی امداد حاصل کرنے سے بھی دریغ نہ ہوگا۔ معاف کیجئے میں اس صاف بیانی پر مجبور ہوں۔ تاہم حالات ایسے پیش آئے ہیں جن میں صاف گوئی کی ضرورت ہے"۔

"چپ! خاموش! کوئی آرہا ہے!" مسٹر لینوور نے دبی آواز سے کہا۔ اور اس کے فوراً بعد دروازہ کھلا۔

ایک سن رسیدہ عورت جس کے فیاضانہ چہرہ پر رنج و غم کے ساتھ ملے ہوئے یاس و اضطراب کے آثار نمودار تھے داخل ہوئی۔ یہ مسز بورتھوک تھی۔ مگر میں نے دیکھا کہ خاندان مینڈیول کا قدرتی غرور اس میں بالکل موجود نہ تھا۔ شاید اس لئے کہ وہ اس خاندان کی دور کی رشتہ دار تھی۔ ورنہ میں نے اچھی طرح دیکھا تھا کہ غریب کیلینتھ کے سوا اس خاندان کے ہر فرد میں انتہا درجے تمکنت پائی جاتی تھی۔

وہ میری طرف آئی اور کہنے لگی "میں نہیں جانتی تم سے کیا کہوں یا تمہیں کیونکر مخاطب کروں۔ بہرحال اس قدر مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ تمہارے ذریعہ سے بڑی خرابی واقع ہوئی ہے۔ گو اس کے ساتھ ہی میں اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ یہ وقت ایسا نہیں جب تم کو ملامت کی جائے۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم کون ہو...؟"

"میڈم!" میں نے نرم ہو کر کہا۔ "آپ کے اس عنایت آمیز رویہ کے لئے میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خطائیں بے شک مجھ سے سرزد ہوئی ہیں مگر میں ان کیلئے

تہ دل سے پشیمان ہوں۔ کاش کوئی ذریعہ ایسا ہوتا کہ میں ان خرابیوں کی تلافی کر سکتا مگر افسوس یہ ممکن نہیں ہے۔ اور اب سوائے اس کے کہ میری طرف سے اظہار تاسف ہو اور کوئی بات ممکن نہیں ہو سکتی۔ تاہم آپ سے میں پھر ایک بار معافی طلب کرتا ہوں۔"

"اور میں بخوشی تم کو معافی دینے کے لئے تیار ہوں۔" مسز بورتھوک نے جس کے رخساروں پر آنسو بہ رہے تھے کہا۔ "تمہاری پشیمانی اتنی صادق ہے کہ کلمۂ انکار میرے منہ سے نکل نہیں سکتا۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کیا اور مسٹر لینوورنیا اس قدر دبی آواز میں جو بہر حال میرے کانوں تک پہنچ گئی اس سے کہا۔ "نوکر نے اس کے لئے ہماری میز پر کھانا پروسا ہے۔ در اصل اب اس کی حالت میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے، یعنی اب وہ ادنیٰ نوکر نہیں ہے ..."

"مسٹر لینوورر۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔" مسز بورتھوک نے قطع کلام کر کے کہا۔ "کہ میں اپنے اندر کسی قسم کا غرور بالکل نہیں رکھتی ..."

"بانو۔ مجھے معلوم ہے۔" گبرٹ نے فوراً تسلیم کیا۔ "مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ اخلاق وانکسار کا مجسمہ ہیں۔ بہر حال یہ نوجوان جیسا میں نے پیشتر آپ کو بتایا تھا میرا بھانجا ہے اور فی الحال میں اس کے لئے آپ سے ایک رعایت طلب کرنا چاہتا ہوں وہ رعایت یہ ہے کہ جب تک دونوں لاشوں کے دفن کی رسم ادا ہو، اسے اس جگہ رہنے کی اجازت دی جائے۔"

مسز بورتھوک تھوڑی دیر اس سوال پر غور کرتی رہی اس کے بعد دبی آواز میں جو بہر حال میرے کانوں تک پہنچ گئی، اس نے کہا۔ "غور کیجئے۔ ارل کو جب اس کا حال معلوم ہوگا تو وہ کیا کہیں گے؟"

"ان کو ناراضگی بے شک ہوگی۔" مسٹر لینوورنے جواب دیا۔ "لیکن غور سے دیکھا

جائے تو جو ہونا تھا ہو چکا۔اب اگر یہ نوجوان دفن کے وقت موجود ہے تو کیا۔ اور نہ ہو تو کیا؟"

"یہ صحیح ہے" مسز بورتھ وک نے افسوسناک لہجہ میں تسلیم کیا۔ "غریب کیلینتھ اس دنیا میں جا چکی ہے جہاں اس عالم کی باتیں کوئی نیک و بد اثر پیدا نہیں کر سکتیں اس لئے خیر میں انکار نہیں کرتی۔ اور آپ مسٹر ولمٹ جنازے اور یہاں ٹھہر سکتے ہیں... فی الحقیقت آپ کی مرد نے سے اس خواہش کا اظہار آپ کی نیک دلی کی دلیل ہے اور اسی لئے میں آپ کی درخواست قبول کرتی ہوں؟"

کھانے کے دوران میں بہت کم گفتگو ہوئی۔ گو جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میں نے اس کھانے میں بہت کم حصہ لیا۔ کیونکہ حال کے سانحۂ غمناک کی وجہ سے میری اشتہا بالکل زائل ہو چکی تھی۔ کھانا ختم ہونے کے بعد مسز بورتھ وک نے مسٹر لیونورڈ سے کہا کہ آپ شہر میں جا کر کیلینتھ کے جنازہ کا انتظام کریں۔ جس کے بعد وہ رخصت ہو گیا مگر جاتے ہوئے اس نے ایک تیز نظر مجھ پر ڈالی جس کا مطلب بظاہر یہ تھا کہ جو معاہدہ ہم میں ہوا ہے اس کی شرطوں کو نہ بھولنا۔ اور چونکہ میں اس معاہدہ پر قائم رہنا چاہتا تھا اس لئے میں نے اشارہ سے اس بارے میں اس کا اطمینان کرا دیا۔

"مسٹر ولمٹ!" اس کے چلے جانے کے بعد مسز بورتھ وک مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ "غریب کیلینتھ کو آپ سے محبت تھی۔ اور وہ ہر وقت آپ کو یاد کیا کرتی تھی تاہم یہ بتایئے کہ آپ گرجا میں کس لئے گئے تھے؟"

میں نے شب گذشتہ کے واقعات جو اس سے پہلے مفصل درج کئے جا چکے ہیں اس سے بیان کئے یعنی کس طرح کیلینتھ میرے سوتے میں کمرہ کے اندر آئی۔ اور ان دردناک لفظوں میں جو پیشتر درج ہو چکے ہیں اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"سارا قصور اس عورت مارگریٹ کا ہے" مسز بورتھ وک نے انگریز نوکرانی

کا ذکر کرتے ہوئے کہا: "اس کی خدمات محض اس لئے حاصل کی گئی تھیں کہ وہ کیلینتھ کی نگرانی کرے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود پڑ کر سو رہی اور کیلینتھ آوارہ پھرتی رہی۔ جب سے میں اس جگہ آئی ہوں کئی بار میں نے دیکھا ہے کہ اس نے آدھی رات کو اٹھ کر کپڑے پہنے اور اس طرح مختلف کمروں میں پھرنے لگی۔ گویا کسی کو تلاش کر رہی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کل رات بھی وہ اسی طرح پھرنے لگی تھی۔ دراصل اس کے حواس کچھ مدت سے جواب دینے لگے تھے۔ اور اسی لئے میں اس کی نگرانی کو اس مکان پر آئی تھی۔ دو راتیں میں نے اس کے غریب بچہ کی تیمارداری کرتے ہوئے جاگ کر گذاریں۔ اور اس کے بعد دو راتیں میں کیلینتھ کے سرہانے بیٹھی رہی۔ اس سے میں خود بیمار ہو گئی۔ اور مجبوراً نگرانی کا فرض مارگریٹ کے سپرد کرنا پڑا۔ آہ میں بیان نہیں کر سکتی کہ غریب کیلینتھ کی ذہنی حالت کیسی تھی۔ عجیب و غریب خواب اس کو ہر وقت دکھائی دیتے تھے۔ اور وہ چار دن کا عرصہ جو اس کے بچہ کی موت کے بعد گذرا ہے وہ تو "حقیقتاً" اس نے خواب کی سی حالت میں ہی بسر کیا تھا۔ سچ پوچھئے تو مجھ سے اس کی یہ حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کا پیارا "بچہ" مر گیا تو نہ وہ دھاڑیں مار کر روئی۔ نہ رضا و تسلیم کی حالت میں شاکر ہوئی۔ کیونکہ اس طرح کی حالت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان کا دماغ صحیح نہ ہو۔ اور اس کے دماغ میں جیسا میں نے بیان کیا ہے پہلے ہی فتور آ چکا تھا چنانچہ ننھے جوزف کی موت کے بعد جو زندگی اس نے گذاری وہ محض اس طرح کی تھی گویا وہ خواب کی حالت میں جیتی ہو۔ بار بار یہی کہتی تھی کہ اچھا ہوا وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا جو اتنی سرد ہے۔ اور اب دوسری دنیا میں رہ کر وہ یقیناً خوش ہو گا۔ مگر میں اس کے متعلق زیادہ حال بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ کیونکہ میرا دل بھر بھر آتا ہے اور الفاظ زبان سے ادا نہیں ہو سکتے۔"

اتنا کہہ کر مسز بورتھ وک سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ اور میں خود بھی اپنے آنسوؤں کو ضبط نہ کر سکا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرہ میں چلا گیا اور بڑی دیر تک خیالات کی الجھن میں پھنسا رہا۔ طبیعت کو ذرا سکون آیا تو میں نے اس گفتگو پر غور کرنا شروع کیا جو مسٹر لینوور سے ہوئی تھی۔ سارے پہلو سوچ کر میں جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا کہ کسی مصلحت کی وجہ سے وہ عہد گذشتہ کے بارے میں مجھے خاموش رکھنا چاہتا ہے۔ یہی نہیں کہ اُسے اس بات کا اندیشہ ہے کہ مسز بورتھ وک کے ذریعہ سے اس کے برخلاف کوئی بات ارل آف مینڈیول کو معلوم نہ ہو جائے۔ بلکہ حقیقتاً وہ اس بات سے بھی ڈرتا تھا کہ شاید دوبارہ انگلستان پہنچنے کے بعد میں اس کے برخلاف پولیس کو خبر کر دوں۔ جس صورت میں ان جرموں کی پاداش میں جو اس نے حبس، سرقہ اور اغوا کی صورت میں کئے تھے اس کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی جا سکتی تھی۔ اس سے بھی زیادہ ممکن ہے وہ اس بات سے ڈرتا ہو کہ جب میں پہلی مرتبہ اس کے گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان سے بھاگا تھا، تو وہ سازش جو اس نے میری جان لینے کے لئے کی تھی اس کا حال کسی طرح میرے کانوں تک پہنچ چکا ہو اور میں اس کے لئے بھی اس کو سزا دلانے سے دریغ نہ کروں۔ مگر کچھ ہو، ہمارے درمیان ایک معاہدہ طے پا چکا تھا اور جہاں تک میری اپنی ذات کا تعلق تھا میں اس معاہدہ کی شرطوں کا پابند رہنا چاہتا تھا۔

غرض ذہنی اضطراب اور پریشانی کی حالت میں میں اپنے کمرہ سے باہر میدان میں نکل آیا۔ اور پیدل سیر کرتا بڑی دور تک چلا گیا۔ اسی طرح کئی گھنٹے گذر گئے۔ واپس آیا تو معلوم ہوا کہ مسٹر لینوور رخصت ہونے کے لئے تیار ہے اور میرے بارے میں دریافت کرتا پھر رہا ہے۔ نوکر مجھے اپنے ساتھ اس کے کمرہ میں لے گیا اور میں نے دیکھا کہ وہ جلد جلد سفر کی تیاریوں میں مشغول تھا۔

"کہیے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" میں نے اس سے پوچھا۔ "خود مجھے بھی آپ سے کئی باتیں کہنی ہیں..."

"تو بہتر ہے پہلے تم کہہ لو" مسٹر لینووڈ نے تحریک کی۔ "اس کے بعد جو کچھ مجھے کہنا ہے بیان کر دوں گا۔"

"اچھا تو سنئے۔ آپ نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں عہد ماضی کو بھلا دوں اور میں اس بات کا سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ جو رسوائیاں بیشتر آپ نے مجھ سے کی ہیں میں انہیں بالکل نظر انداز کر چکا ہوں لیکن مجھے آپ کی نیک نیتی کا تبھی یقین آئے گا جب آپ اپنے عمل سے اس بات میں کوئی ثبوت مہیا کریں گے۔ میں چند ایک سوالات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے ایمانداری سے ان کا جواب دیا تو پھر مجھے آپ کی دیانتداری کا پورا یقین ہو جائے گا۔ اور اب سنئے۔ میرا پہلا سوال یہ ہے کہ کیا آپ حقیقتاً میرے ماموں ہیں؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہو تو پھر یہ بھی مجھ کو بتایئے کہ کس لئے مجھے اپنے کنبہ سے الگ تھلگ رکھا گیا اور کیوں مجھے اس کا حال معلوم نہ ہو سکا کہ میرے والدین کون تھے؟ میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر آپ واقعی میرے ماموں تھے تو کیوں آپ نے مجھ پر ایسی ایسی سختیاں کیں...؟"

"سنو جوزف!" مسٹر لینووڈ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ایسے سوالات ہیں جن کا میں سر دست کوئی جواب دینا نہیں چاہتا۔ ہاں اس بات کا میں قسم کھا کر اقرار کرتا ہوں کہ میں واقعی تمہارا ماموں ہوں۔ وہ تمام تکلیفیں جو کچھ اس وقت تک ہوا ہو چکا۔ آئندہ میرے برخلاف کبھی تم کو وجہ شکایت پیدا نہ ہو گی۔"

"کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ میرے سوالات کا کوئی جواب دینا نہیں چاہتے؟"

"اس لئے کہ میرے پاس ان کا کوئی جواب نہیں ہے۔" مسٹر لینوور نے بیان کیا: "یا میرے خیال میں یوں کہنا بہتر ہوگا کہ تمہارے لئے ان سوالوں کے جواب سے لاعلم رہنا ہی بہتر ہے۔"

اس سے یہ شبہہ جو پہلے بارہا میرے دل میں پیدا ہو چکا تھا کہ میں در اصل کسی گنہگار عورت کی اولاد ہوں، اور اس کا قصہ معلوم کرنا میرے لئے باعثِ راحت نہ ہوگا، پھر میرے ذہن میں تازہ ہوگیا۔ اور اسی لئے میں نے اس بارے میں زیادہ اصرار کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

"اور اب کہئے آپ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟" میں نے تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد کہا۔

"کچھ نہیں، میں فقط تم کو الوداع کہنا چاہتا تھا۔" مسٹر لینوور نے جواب دیا "اس کے علاوہ یہ بھی میرا خیال تھا کہ شاید ہماری سابقہ گفتگو میں مسز بدھ وک کے آجانے کی وجہ سے بعض باتیں جو تم کہنا چاہتے تھے باقی رہ گئی ہوں ..."

"نہیں، مجھے اس سلسلہ میں اور کوئی بات آپ سے نہیں کہنی ہے۔" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ مسٹر لینوور اس ذریعہ سے سر میتھیو ہیسلیٹن اور اس کی بیٹی کی مصالحت کے بارے میں کچھ اور حالات دریافت کرنا چاہتا تھا۔ اور شاید یہ معلوم کرنے کی بھی اسے خواہش تھی کہ انیبل سے میرے موجودہ تعلقات کیا ہیں۔ لیکن میں نے جس سرد مہری سے اس کو جواب دیا اور جس انداز سے اس کی طرف دیکھا کہ اسے کوئی اور سوال پوچھنے کا حوصلہ نہ ہو سکا اور چونکہ میں اس گفتگو کو ضرورت سے زیادہ لمبا کرنا نہ چاہتا تھا۔ پس میں نے اس کو جلدی سے الوداع کہی اور اس سے مصافحہ کئے بغیر کمرہ سے باہر نکل آیا۔ اس کے آدھ گھنٹہ بعد ایک سفری گاڑی دروازہ کے باہر آ کر ٹھہری اور مسٹر لینوور اس پر

سوار ہو کے رخصت ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ صبح کی اطلاع کے سلسلہ میں یہ معلوم کرنے لندن گیا ہے کہ جو خطوط اس کے نام آئے ہوئے رکھے تھے ان کا مضمون کیا ہے۔

مسٹر لینووِر کے رخصت ہونے کے بعد میں اپنے کمرہ میں چلا گیا اور اُس وقت تک وہاں رہا حتیٰ کہ میں نے کھڑکی کی راہ سے اس کی گاڑی رخصت ہوتے دیکھ لی۔ اس کے بعد اس خیال سے باہر نکلا کہ مسز بورتھوِک سے مل کر جنازہ کے متعلق حالات دریافت کر دں جس وقت میں سیڑھیوں کی طرف جا رہا تھا تو دیکھا کہ لینووِر کے کمرہ کا دروازہ کھُلا ہے اور پھٹے ہوئے کاغذات کے پُرزے فرشِ زمین پر بکھرے پڑے ہیں۔ معاً ایک نیا خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ مجھے یاد آیا کہ اسی طرح ایک بار میں نے بدمعاش ڈورچسٹر کے کمرہ میں بکھرے ہوئے کاغذات کی دیکھ بھال کی تو انفیلڈ کے گرجا کے رجسٹر کا ایک ورق مجھے ملا تھا۔ پس میں نے سوچا کہ ممکن ہے لینووِر نے بھی رخصت کی جلدی میں جو کاغذات تلف کیے اُن میں کوئی ایسی چیز باقی رہ گئی ہو جو بلحاظ مضمون پُر اہمیت ثابت ہو۔

یہ سوچ کر میں کمرہ کے اندر گیا اور بکھرے ہوئے کاغذات کی دیکھ بھال کرنے لگا۔ ان میں سے بعض آتشدان میں جل کر راکھ ہو چکے تھے۔ کچھ اور فرشِ زمین پر بکھرے پڑے تھے لیکن ان میں سے جس قدر کاغذات میں نے اُٹھا کر دیکھے وہ سب کے سب یا تو محض بیکار تھے یا ان کا مضمون اس قسم کا تھا جو میری سمجھ میں نہ آسکا میں اس کوشش سے مایوس ہو کر واپس ہونا چاہتا تھا کہ ناگاہ میری نظر ایک پرزہ کاغذ پر پڑی جس پر میرا نام درج تھا۔ میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کسی خط کا ایک پرزہ ہے جس کی تحریر گو مردانہ تھی تاہم حروف اس انداز سے لکھے ہوئے تھے گویا لکھنے والے کا ہاتھ زور زور سے کانپتا رہا ہو۔ یہ چند جملے اس پرزہ کاغذ پر درج تھے:-

.... اچھا ہوا تم نے لندن سے رخصت ہونے سے پہلے مجھے اس بات کی اطلاع بھیجدی تھی کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ خیر میں تم کو ہدایت کرتا ہوں کہ آئندہ جوزف کے بارے میں اور کسی کارروائی کی ضرورت نہیں۔ اگر کبھی اتفاق سے وہ تمہیں ملجائے تو بھی میں حکم دیتا ہوں کہ اسے بالکل کچھ نہ کہنا۔ اس بارے میں تفصیلی حالات میں اگلی ملاقات کے موقعہ پر تم سے بیان کروں گا۔ سردست ...

بس یہ اس پرزہ کاغذ کا مضمون تھا۔ گو جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے اسے پڑھ کر حیرت و استعجاب کا نہایت تیز احساس ہوا۔ اس بارے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش مطلق نہ تھی کہ جو ہدایات اس خط میں درج ہیں وہ میری اپنی ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان تازہ معلومات کی روشنی میں یہ بات بھی چنداں حیرت خیز نہ تھی کہ مسٹر لیونورڈ نے مجھ سے اس بات کا وعدہ کیا کہ آئندہ وہ مجھے کسی طریقہ پر تنگ نہ کرے گا۔ بہرحال اس کی عیاری اس میں تھی کہ اس طرح کا وعدہ کرتے ہوئے اس نے اپنے بارے میں بھی مجھ سے خاموشی کا اقرار حاصل کر لیا۔ اور ظاہر یہ کیا کہ وہ اس طریقہ پر مجھ پر خاص احسان کر رہا ہے۔ یہ پہلے خیالات تھے جو اس خط کو پڑھ کر میرے دل میں پیدا ہوئے۔ اور ان کے بعد میری توجہ اس سوال کی طرف گئی کہ اس خط کا راقم کون ہے؟ اس معاملہ کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کی غرض سے میں نے باقی ماندہ پھٹے ہوئے کاغذات کو پھر ایک بار احتیاط سے دیکھنا شروع کیا۔ لیکن کوئی ایسا پرزہ جس کا مضمون اس کاغذ کے مطابق ہوتا نہ ملا۔ معلوم ہوتا تھا اس خط کے باقی ٹکڑوں کو آتشدان میں ڈال کر جلا دیا گیا۔ اور صرف یہ ایک پرزہ کسی بے احتیاطی کی وجہ سے بچ گیا۔ خیر میں نے اس کو سنبھال کر رکھ لیا اور اسے میں نے فیصلہ کیا کہ میں کسی نہ کسی ذریعہ سے راقم خط کا پتہ لگانے کی کوشش کروں گا ممکن ہے کسی موقعہ پر تحریر کی مطابقت کے ذریعہ یا کسی اور طریقہ پر میں اس سوال

کے بارے میں نئی معلومات حاصل کر سکوں۔

بہرحال اس دریافت نے لینوور کے متعلق میرے خیالات میں پھر انقلاب پیدا کر دیا۔ صاف ثابت ہو گیا کہ اس نے جو سختیاں مجھ پر کیں نہ کسی ذاتی عداوت اور نہ منافرت کی وجہ سے تھیں۔ فی الحقیقت ذاتی عناد کو اس معاملہ میں بالکل دخل نہ تھا۔ اس پرزہ کاغذ کو دیکھتے ہوئے ثابت ہوتا تھا کہ وہ کسی دوسرے ہی آدمی کا آلہ کار تھا اور محض اس کا حکم بجا لانے کے لئے مجھ پر جور و تشدد کر رہا تھا لیکن یہاں تک پہنچ کر پھر وہی خیال پیدا ہو گیا کہ وہ دوسرا آدمی کون ہے؟ کون ایسا شخص ہے جو مجھ ایسے فرد گمنام کو کبھی جان سے مروانا اور کبھی جہاز پر سوار کر کے دنیا کے ایک دور افتادہ مقام پر پہنچانا چاہتا تھا۔ اس معاملہ میں یہ بھی یاد آیا کہ صبح کی گفتگو میں مسٹر لینوور نے مجھ سے یہ پوچھا تھا کہ تم کتنا عرصہ براعظم یورپ میں رہنا چاہتے ہو۔ اور جب میں نے اس کو بتایا کہ دو سال تو اس کے بھیانک چہرہ پر مسرت و اطمینان کی عارضی جھلک پیدا ہو گئی تھی۔ گو اس وقت اپنے خیالات کی محویت میں میں نے اس کا زیادہ خیال نہ کیا تھا۔ تاہم اب اس معاملہ پر غور کر کے میں نے اپنے جی میں سوچا کہ اس کا مطلب صریحاً یہ ہے کہ گو اس شخص نے جو میرے درپے آزار تھا آئندہ کے لئے مجھ پر سختی نہ کئے جانے کے احکام جاری کر دیئے ہیں، تاہم ایک کارکن کی حیثیت میں لینوور کے لئے یہ جاننا باعث اطمینان ہے کہ میں عرصہ دو سال تک انگلستان کے باہر رہوں گا۔ اور یہ تو ظاہر ہی تھا کہ اگر یہ اطلاع کارکن کے لئے باعث اطمینان ہے۔ تو بانی اذیت کے لئے کیوں نہ ذریعۂ تسکین ہو گی۔

بہت دیر تک میں دہشت اور الجھن میں پھنسا رہا۔ میں نے اپنی گذشتہ زندگی کے سارے واقعات پر ایک ایک کر کے نظر ڈالی اور ان سب آدمیوں کو جن

سے کبھی مجھے ملنے کا اتفاق ہوا تھا، یاد کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میرے خیالات کسی ایسے آدمی کے نام پر نہ جم سکے جو مجھے مرولنے یا ملک بدر کرنے کا آرزومند ہو سکتا۔ یہ بات تو ظاہر تھی کہ کئی طرح کے اسرار میری زندگی سے دابستہ تھے اور یہ بھی ممکن تھا کہ ان اسرار کا تعلق میری ولادت سے ہو۔ لیکن بڑا سوال یہ تھا، کیا وہ راز کبھی حل ہو سکیں گے۔ اس کا جواب خدا کو ہی بہتر معلوم تھا۔ پھر خیال آیا کہ میں کیوں ان اسرار کے حل کرنے کی کوشش کروں۔ ان کی دریافت یقیناً میرے لئے باعث راحت ثابت نہ ہو سکتی تھی۔ بلکہ یہ سوچ کر میرے دل کو افسوس ہونے لگا کہ ان باتوں کی دریافت سے ممکن ہے کچھ ایسے حالات معلوم ہوں، جو میری بدنصیب ماں کی کمزوری اور گناہ پر روشنی ڈالیں۔

اپنے دکھی اور مجروح دل کو جو حال کے دو سانحوں سے کافی پریشان تھا، ان افسوسناک خیالات سے بچانے کے لئے میں نشست گاہ کی طرف گیا جہاں مسز بورتھوک موجود تھی۔ اب پانچ کا عمل ہو گیا تھا۔ اور شام کا کھانا پر سا جانے کے قریب تھا۔ ہم دونوں آمنے سامنے میز کے گرد بیٹھ گئے۔ مسز بورتھوک افسردہ و غمگین تھی۔ اس لئے بڑی دیر تک مجھ کو جنازہ کا ذکر چھیڑنے کی جرأت نہ ہو سکی آخر کار جب کھانا ختم ہوا، تو میں نے استفسار کیا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ تجہیز و تکفین کے آخری مراسم ایک قریبی گاؤں میں ادا ہوں گے۔ اس بارے میں سارے انتظامات مسٹر ٹینو ورنے رخصت ہونے سے پہلے مکمل کر دیئے تھے اور ایک کفنیئے کی خدمات خاص طور پر اس مطلب کے لئے حاصل بھی کی جا چکی تھیں۔ اس نے علاوہ یہ بھی اس نے بتایا کہ پراٹسٹنٹ گرجا کا ایک انگریز پادری جو تھوڑی دور رہتا ہے نماز جنازہ پڑھانے کو وقت مقررہ پر آجائے گا۔

"تاہم مسٹر ولمٹ" اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "بعض ایسے عجیب

اتفاقات اس موقعہ پر پیش آئے ہیں کہ میں ان پر غور کر کے سخت متحیر ہوتی ہوں۔ مثلاً یہ ایک اتفاقی بات تھی کہ ارل آف مینڈیول نے آپ کے ماموں کی خدمات اس کام کے لئے حاصل کیں جس کا تعلق براہ راست آپ کی ذات سے تھا۔ پھر یہ بھی کتنا عجیب اتفاق تھا کہ آپ عین وقت پر اس جگہ آگئے... لیکن سنئے ایک بات میں آپ سے کہتی ہوں بشرطیکہ آپ اسے پوشیدہ رکھ سکیں۔ آپ کا یہ ماموں ہر چند شکل وصورت کے اعتبار سے بہت اچھا آدمی نہیں، تاہم وہ میرے خیال میں ضرور عزت دار ہے۔ چنانچہ میں نے سُنا ہے کہ کسی زمانہ میں ایک نامی بینک سے اس کا تعلق تھا گو جس وقت وہ بینک ختم ہوا تو اس کا اپنا طرزِ عمل چنداں لائقِ تعریف نہ تھا لیکن یہ بہت پُرانا قصہ ہے اور اس وقت کے بعد وہ میرے خیال میں ایمانداری کی روزی کما رہا ہے!"

"اس میں شک نہیں مسٹر لینوور بڑا ہوشیار اور چالاک آدمی ہے" میں نے کوئی خاص رائے ظاہر نہ کرنے کے خیال سے ذو معنی لفظوں میں کہا۔

"آپ کا خیال صحیح ہے" مسز بورتھ وک نے تسلیم کیا۔ اور اس کے بعد تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگی "میں جو بات آپ سے کہنا چاہتی تھی یہ ہے کہ ارل آف مینڈیول کا کنبہ بہت بڑا ہے۔ اور کچھ عرصہ سے ان کے اخراجات آمدنی سے زیادہ ہوتے جا رہے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ ان کے سر پر قرضہ کا بہت سا بار ہو گیا ہے۔ لیکن بڑی مشکل یہ ہے کہ ارل کے بڑے صاحبزادے نے بھی کچھ عرصہ سے فضول خرچی شروع کر دی ہے اور وہ بجائے خود مقروض ہے۔ اب ارل کا مقصد یہ ہے کہ مسٹر لینوور کے ذریعہ سے کسی قسم کا سمجھوتہ قرضخواہوں سے کیا جائے۔ چونکہ جیسا آپ نے بیان کیا وہ ایک چالاک اور ہوشیار آدمی ہے اور مالی معاملات میں مہارت بھی خوب رکھتا ہے۔ اس لئے امید ہے کہ وہ اس کام کو بہتر انجام دے سکے گا۔ یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں، کہ

مسٹر لیپٹوڈ کو اس کے لئے معقول معاوضہ دیا گیا ہے ..."

"تو اس صورت میں اطمینان فرمائیے" میں نے جواب دیا "کہ اس کی طرف سے اس معاوضہ کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی"

"مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے" مسز بورتھوک نے کہا "لیکن مہربانی سے اس واقعہ کا ذکر اپنے ماموں سے نہ کیجئے"

"میرا اس سے ملنا ہی کب ہوگا" میں نے جواب دیا "فی الحال مجھے عرصہ دو سال تک بر اعظم یورپ کی سیر کرنا ہے"

باب کافی لمبا ہو گیا اس لئے اب میں اسے جلد ختم کرتا ہوں۔ چار دن میں اس کوٹھی میں رہا۔ آخر چوتھے روز کیلنتھ اور میرے بچہ کے دو جنازے ایک ہی وقت میں اٹھے۔ فرانس کا قانون ہے کہ لاش کو بہت دنوں رکھنے کی اجازت نہیں اور اسے جلد از جلد سپرد خاک کر دیا جاتا ہے۔ مسز بورتھوک کی اجازت سے میں دونوں جنازوں کے ساتھ گیا۔ اور ان کے تابوتوں کو چند میل کے فاصلہ پر ایک پر فضا گاؤں کے قبرستان میں دفنایا گیا۔ جو رنج و غم اس موقعہ پر میرے دل کو ہوا اس کا بیان عبث ہے۔ مختصر یہ کہ جب دونوں تابوت قبر میں لٹکائے جا چکے اور ان پر مٹی ڈالی جانی شروع ہوئی تو دنیا میری نظروں میں اندھیر ہو گئی۔ افسردہ و غمناک میں پھر ایک بار کوٹھی پر واپس آیا۔ اور اس رات مسز بورتھوک کی اجازت سے رخصت کی تیاری شروع کی۔ نوکر میرا اسباب اٹھا کر سڑک پر چھوڑ آیا اور جب ادھر سے گذرنے والی ڈاک گاڑی آئی۔ تو میں اس پر سوار ہو کر پیرس کو روانہ ہوا۔

باب ۲

پیرس

فرانس کے صدر مقام میں پہنچ کر میں نے مشہور میورس ہوٹل میں قیام کیا۔ کیونکہ گو اس جگہ کے اخراجات زیادہ تھے، تاہم انگریز سیاح چونکہ زیادہ تر اسی میں قیام کرتے ہیں۔ اس لئے میل جول کی خاطر میں بھی وہیں ٹھہر گیا۔ پہلا ہفتہ میں نے سرکاری عمارتوں کی سیر میں بسر کیا اور اس طرح ان الم انگیز خیالات سے جو ہر وقت میرے سینہ میں کسک پیدا کرتے تھے بچنے کی کوشش کرتا رہا۔ میں نہیں چاہتا کہ ان مناظر کی تفصیلی کیفیت سے جو میں نے اس جگہ دیکھے اپنی داستان کو بے ضرورت لمبا کروں۔ مختصر یہ کہ صدر مقام پیرس کی دلچسپیوں کی نسبت جو اچھی رائے میں نے کتابوں کے مطالعہ سے اپنے دل میں قائم کی تھی وہ ہر لحاظ سے صحیح ثابت ہوئی۔ اور اس جگہ رہ کر مجھے بخوبی معلوم ہو گیا کہ کیوں اہل فرانس کو اپنے سب سے بڑے شہر پہ اتنا ناز ہے۔

میورس ہوٹل میں کھانا کھاتے ہوئے میرا میل جول تین چار خوش پوش، خوش مزاج انگریز نوجوانوں سے عموماً ہوا کرتا تھا۔ جو قیمتی شرابیں پیتے، انگلستان میں اپنے شہری مکانوں اور دیہاتی کوٹھیوں کا ذکر کرتے اور اپنے تازی کتّوں کے دوڑ دوں اور امیر رشتہ داروں کے بارے میں اکثر ڈینگیں مارا کرتے تھے۔ لیکن میں نے جو رائے ان کی نسبت قائم کی تھی وہ یہ تھی کہ سب کچھ محض دکھاوا ہے اور حقیقت میں یہ لوگ وہ نہیں جو اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ میں ان سے رو کھا برتاؤ نہ کرتے ہوئے جہاں تک ممکن تھا ہیں دور دور رہتا۔ اور کسی طرح ان کی حوصلہ افزائی نہ کرتا تھا۔ بارہا وہ مجھے

کھانے کی میز پر بلاتے یا تھیٹر یا رقص گاہ میں ساتھ چلنے کے لئے کہتے، مگر میں صاف انکار کر دیتا تھا۔

ایک روز میں نے دیکھا کہ ایک مرد شریف جس کے بارے میں بعد ازاں معلوم ہوا کہ اسی دن اس ہوٹل میں آکر ٹھہرا اور اس وقت کھانے کی میز پر موجود تھا، ان لوگوں سے میرے روکھے برتاؤ کو گہری توجہ سے دیکھ رہا ہے۔ اس کی شکل وصورت عجیب تھی، سر پر مصنوعی بھورے بالوں کی ٹوپی اور آنکھوں پر ہر وقت سبز شیشے کا چشمہ لگائے رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ چشمہ کے اطراف میں بھی سبز رنگ کے شیشے لگے ہوئے تھے۔ اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہوا کہ اس کی آنکھیں بے حد کمزور ہیں۔ اس کا چہرہ ریش و بروت سے بالکل صاف تھا۔ اور اس کی رنگت سرخی مائل۔ گو وہ سرخی اس قسم کی تھی، کہ اگر اس کی بجائے کوئی عورت ہوتی تو مجھے صاف کہہ دینا پڑتا، کہ اس نے سرخ رنگ کا پوڈر تھوپ رکھا ہے۔ اس کا لباس نہایت عمدہ اور عام حالات ظاہر کرتے تھے کہ کافی آسودہ آدمی ہے۔ بڑھیا نیلے کپڑے کا کوٹ جس میں پیتل کے بٹن لگے ہوئے، قیمتی ریشم کی واسکٹ اور رنگدار گلو بند غیر معمولی اہتمام کے ساتھ گردن کے گرد لپٹا ہوا، پتلون کا رنگ سیاہ اور پاؤں میں پیٹنٹ چمڑے کے بوٹ۔ بحیثیت مجموعی اس کی حالت کسی ایسے آدمی سے ملتی تھی جس کا شباب خوشی عیش میں گذرا ہو۔ اور جو بڑھاپے میں بھی سینگ کٹا کے بچھڑوں میں شامل ہونے کا خواہشمند ہو۔ بانکپن اس کی ہر ادا سے ظاہر تھا صرف ایک چیز اس کی صورت کو بدنما کرنے والی وہ سبز رنگ کی عینک تھی۔ جسے وہ ہر وقت لگائے رکھتا تھا۔ کئی بڑھیا انگوٹھیاں اس نے اپنی انگلیوں میں پہن رکھی تھیں۔ اور واسکٹ کے سامنے ایک قیمتی گھڑی کی زنجیر معلق تھی۔ عام حالات میں وہ ایک دراز قد آدمی ہوتا۔ لیکن بڑھاپے کی وجہ سے اب اس کی گردن میں ہلکا سا خم آگیا تھا۔ اور اس کی نگاہ ہر وقت عموماً فرش زمین پر لگی رہتی تھی۔ اس کی عمر کا اندازہ کرنا مشکل تھا، ممکن ہے

وہ پچاس برس کا ہو، یا اس سے کم یا اس سے زیادہ کا۔ اس کے دانت اچھی حالت میں تھے یعنی اگر وہ قدرتی ہوں تو اس کی عمدگی صحت پر دلالت کرتے تھے اور اگر مصنوعی تو بنانیوالے کی کاریگری پر۔ کیونکہ وہ دیکھنے میں قدرتی ہی معلوم ہوتے تھے۔ وہ بڑے تکلف سے کھانا کھاتا تھا۔ گویا اچھی چیزیں کھانے کا عادی اور شائق ہے۔ طبعاً کم گو تھا اور جب کبھی بولتا تو اس کے مختصر جملے ایک عجیب طرح کے رکتے اور تتلاتے ہوئے لہجہ میں ادا ہوتے تھے جس سے یہ خیال زیادہ مضبوطی کے ساتھ میرے ذہن نشین ہو گیا کہ وہ کوئی بڈھا شوقین ہے جس میں "نخرے" کی بو غالب ہے اور جو اپنے آپ کو جوان ظاہر کر کے یہ چاہتا ہے کہ نوجوان لیڈیاں اس کی خوش ادائی پر جان دینے لگیں۔

غرض یہ آدمی تھا جسے میں نے دیکھا کہ اس گفتگو کو جو میرے اور ان خوش پوش نوجوانوں میں چند موقعوں پر ہوئی، جو کھانے کی میز پر میری ہی جانب تھوڑے فاصلہ پر بیٹھے تھے، غور کے ساتھ سنتا تھا۔ خود وہ سبز چشمہ والا آدمی میرے عین بالمقابل تھا اور کھانے کے دوران میں تین یا چار مرتبہ وہ اُن جوابات کو سننے کے لئے ٹھہر گیا جو میں نے ان خوش پوش مردوں کو دیئے، جو مجھے اپنے ساتھ ملانا چاہتے تھے۔ ایک بار اس نے سر کے ہلکے سے اشارہ سے میرے طریق عمل پر اظہار پسندیدگی بھی کیا۔ گو ان لوگوں نے اپنی محویت میں اس کی اس حرکت کو نہیں دیکھا۔ آخر کار جب کھانا ختم ہوا۔ اور گفتگو کا دور بھی ختم ہو چکا تو اکثر اصحاب کھانے کی میز سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے، وہ خوش پوش مرد بھی جن کا ہم نے ذکر کیا، تماشا دیکھنے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد دروازہ بند ہوا تو چشمہ والے شخص نے مجھے اشارہ سے اپنی طرف بلایا اور پاس بیٹھنے کے لئے کہا۔

میں جب اس کے پہلو میں بیٹھ چکا تو اس نے گہری سنجیدگی سے کہنا شروع کیا "آپ نے بڑی دوراندیشی کی کہ ان لوگوں سے تعلقات پیدا نہ کئے۔ درحقیقت یہ لوگ وہ نہیں جو اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا صحیح حال ہوٹل کے مالک سے پوشیدہ نہیں

ہے اور وہ ہر وقت ان کو نگاہ میں رکھتا ہے۔ لیکن جیسا کہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں جب تک ان سے کوئی قابلِ اعتراض فعل سرزد نہ ہو وہ حقیقتاً کچھ نہیں کر سکتا۔"

"لیکن یہ لوگ ہیں کون؟" میں نے پوچھا۔

"ٹھگ، دھوکے باز، جواری" شخص مذکور نے جواب دیا۔ اور اب میں نے دیکھا کہ کھانا ختم ہونے کے بعد اس نے ایک نہایت مہین رومال جو کسی بڑھیا عطر میں بسا ہوا تھا نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور اسے گاہ بگاہ اس طرح منہ کے ساتھ لگانے لگا۔ گویا اس کے دانتوں میں تکلیف ہو۔ "میں عموماً سال میں ایک بار ضرور پیرس آتا ہوں" اس نے سلسلۂ تقریر جاری رکھ کر کہا۔ اس جگہ کا مالک مجھ سے اچھی طرح واقف ہے اور میں ہمیشہ یہیں ٹھہرتا ہوں۔ آج صبح جب میں یہاں آیا تو اس نے قصداً مجھ سے ان شخصوں کا ذکر کیا تھا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کس طرح وہ بھولے بھالے نوجوانوں کو دامِ فریب میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ تو کہیے خیر ہوئی کہ آپ خود ہی ان کی طرف سے محتاط ہو گئے۔ ورنہ انتہائی صورت میں مجھے برملا آپ کو روک دینا پڑتا۔"

"صاحب میں اس عنایت کے لیے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں" میں نے جواب دیا۔ "لیکن جیسا کہ آپ نے دیکھا میں خود ہی ان کی صحبت سے گریز کر رہا ہوں۔"

"اس کے باوجود آپ ابھی ناتجربہ کار اور نوجوان ہیں" میرے نئے دوست نے کہا۔ "اور جہاں تک میں نے اس گفتگو سے جو ان لوگوں میں ایک دوسرے سے ہو رہی تھی معلوم کیا ہے تنہا اس ہوٹل میں مقیم ہیں۔ غالباً آپ سیر و سیاحت کی غرض سے پیرس آئے ہیں؟"

"جی ہاں" میں نے جواب دیا اور اس سلسلہ میں یہ بھی بتایا کہ میرا ارادہ کم و بیش دو سال یورپ میں رہ کر بڑے بڑے شہروں کی سیر کرنے کا ہے۔ اس نے یہ دیکھ کر کہ میں نے سیاہ لباس پہنا ہوا ہے اور سیاہ رنگ کے بٹن میری قمیص میں لگے ہیں

بڑی ہمدردی کے ساتھ پوچھا" کیا آپ کو کسی عزیز کا سوگ ہے؟ جس کے جواب میں بدنصیب کمیلینتھ اور اپنے عزیز بچہ کی موت کو یاد کر کے میں نے ایک آہِ سرد کھینچی اور دبی آواز سے کہا" جی ہاں مجھے ایک رشتہ دار کی موت کا سوگ ہے"

دورانِ گفتگو میں اس شخص نے بغیر کسی نمائش کے رسمی طور پر بیان کیا کہ میں ایک مالدار آدمی ہوں ۔ مدت گذری میری بیوی کا انتقال ہو چکا ہے ۔ اور چونکہ میرا کوئی قریبی یا دور کا رشتہ دار نہیں ہے اس لئے میں اپنا وقت فرصت مختلف شہروں کی سیاحت میں بسر کرتا ہوں ۔ بس یہی ایک شوق مجھ کو ہے ۔ گذشتہ چند سال سے مجھے ضعف بصر کی شکایت ہو گئی ہے اور میرے پیرس آتے رہنے کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ ایک نامی ڈاکٹر سے گاہ بگاہ مشورہ لیا کرتا ہوں ۔ جس کی دوا سے مجھے عارضی طور پر فائدہ ہو جاتا ہے ۔ کچھ تو عارضۂ چشم کی وجہ سے اور کچھ عادتاً بھی میں حامیٔ اعتدال ہوں ۔ بہت کم شراب استعمال کرتا ہوں ۔ بلکہ فرانس کے طریقہ پر کھانے کے بعد قہوہ پر اکتفا کرتا ہوں ۔ جس کے بعد میں رات تک کسی قسم کی شراب استعمال نہیں کرتا ۔ جواب میں میں نے بتایا کہ میں خود بھی حامیٔ اعتدال ہوں اور جب سے یہاں آیا ہوں قہوہ استعمال کرنا ہی کافی خیال کرتا ہوں ۔ دفعتاً مسٹر ڈوڈن نے ... کیونکہ معلوم ہوا یہی اس شخص کا نام تھا ... گھڑی نکال کر دیکھی جو سونے کی بنی ہوئی خوشنما اور بیش قیمت تھی ۔ اور یہ دیکھ کر کہ سات کا عمل ہو گیا ہے ، کہنے لگا " تکلیف نہ ہو تو میرے کمرہ میں تشریف لے چلیئے ۔ وہیں مل کر قہوہ پئیں گے" اس کا لہجہ اتنا نرم اور درخواست اخلاق کے ساتھ کی گئی تھی ، کہ میں انکار نہ کر سکا ۔ چنانچہ وہ مجھے اپنے کمرہ میں لے گیا ۔ جہاں خوابگاہ سے ملحق ایک چھوٹی سی نشست گاہ تھی ۔ اور اس میں خوشگوار آگ جلتی تھی ۔ اس جگہ بیٹھ کر اس نے نوکر کو قہوہ لانے کا حکم دیا اور جب وہ لا چکا اور ہم دونوں پینے میں مشغول ہوئے تو کہنے لگا ۔

" مسٹر ڈلمٹ ۔ آپ کی خوش نصیبی تھی کہ اس ناتجربہ کاری کے باوجود ان لوگوں

کے دام تزویر سے بچ گئے۔ ورنہ وہ تو آپ کو اپنا شکار تاک ہی چکے تھے۔ تاہم میں ایک نصیحت آپ کو کرتا ہوں، اپنے قیام پیرس میں نہ صرف ایسے مہذب ٹھگوں سے بلکہ ان جیب کتروں سے بھی ہمیشہ خبردار رہئے جن کے لئے یہ شہر خاص طور پر بدنام ہے۔ جب کبھی آپ کو کسی کام کے لئے بازار جانا ہو تو ضرورت سے زیادہ نقدی اپنے پاس نہ رکھئے۔ یہ میرا اپنا تجربہ ہے۔ گو میں نے اسے بڑی گراں قیمت پر حاصل کیا ہے۔ بارہ سال گذرے ہیں جب پہلی مرتبہ پیرس آیا تو چودہ پندرہ سو پونڈ قیمت کے انگریزی بینک نوٹ میرے پاس تھے۔ ان کو فرانسیسی سکوں میں تبدیل کرانے کے خیال سے میں ان سب کو لے کر بیلیس رائل کے خزانہ میں گیا۔ تبدیلی ہو چکی تو میں نے نئے نوٹوں کو اپنے کوٹ کی بالائی جیب میں جہاں میں اپنا بٹوہ رکھا کرتا ہوں ڈال لیا۔ اور احتیاطاً جیب کا بٹن بھی بند کر لیا۔ ہوٹل واپس آتے ہوئے میں ایک مصور کی دکان کے سامنے چند تصویریں دیکھنے کے لئے ٹھہر گیا۔ تین چار آدمی اور اس جگہ موجود تھے۔ جن میں سے ایک نے جو کوئی خوش پوش فرانسیسی تھا ایک تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ دیکھئے شاہ لوئی فلپ اور ان کے کنبہ کی کیسی اچھی تصویر ہے۔ چونکہ میں فرانسیسی اچھی طرح بول لیتا ہوں اس لئے میں نے اسے کچھ جواب دیا۔ اور چلد پانچ منٹ تک ہمارے درمیان اسی طرح باتیں ہوتی رہیں۔ بعد ازاں ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ وہ مجھ کو سلام کر کے ایک طرف کو چل دیا اور میں ہوٹل واپس آ گیا۔ اپنے کمرہ میں پہنچ کر میں نے روپیہ رکھنے کی غرض سے اپنا ٹرنک کھولا۔ مگر جیسے ہی کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ تو میری انگلیاں دوسری جانب نکل کر بٹنوں سے جا لگیں۔ میں حیران و ششدر رہ گیا۔ کیونکہ میرا بٹوہ اور پاکٹ بک دونوں چیزیں غائب تھیں اور جیب کے مقام پر ایک لمبی درز جیسی تیز چاقو یا استرے سے پیدا ہو سکتی ہے موجود تھی!"

"میرے خدا! آخر یہ کس طرح ممکن ہوا!" میں نے متعجبانہ پوچھا۔ "کیا آپ کو

اس کا بالکل علم نہ ہو سکا۔"

"آپ کا حیرت زدہ ہونا درست ہے۔" مسٹر ڈوئٹ نے بدستور رومال منہ پر رکھے ہوئے سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔ "مگر اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرانسیسی اچکے اپنے فن میں کتنے طاق ہیں۔ جیسا کہ آپ سمجھ سکتے ہیں وہی با اخلاق خوش پوش آدمی جو تصویروں والی دکان پر مجھ سے گفتگو کر رہا تھا۔ درحقیقت گرہ کٹ نکلا۔"

"صاحب میں ان معلومات کے لئے پھر ایک بار آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" میں نے چشمہ پوش آدمی سے کہا۔ "آپ نے بڑی عنایت کی کہ مجھے ان حالات سے واقف کر دیا۔ آئندہ میں اس بارے میں اور بھی زیادہ محتاط رہنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن نوٹوں کا ذکر کرتے ہوئے یاد آگیا کہ ڈیڑھ ہزار پونڈ کے انگریزی نوٹ میرے پاس بھی موجود ہیں جن کو میں فرانسیسی نوٹوں میں تبدیل کرانا چاہتا ہوں۔ آج ہی صبح میں نے ہوٹل کے نوکر سے دریافت کیا تو اس نے ایک صراف کا نام لیا تھا۔ جو پیلیس کے دوسری جانب رو ڈیلا پالی میں کسی جگہ بیٹھتا ہے۔ چنانچہ پیرس چھوڑنے سے پہلے میرا ارادہ کل پرسوں کسی وقت اس کی دکان پر جا کر ان نوٹوں کو تبدیل کرا لینے کا ہے۔"

"مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے میری نصیحتوں کو قبول کرنا منظور کیا۔" شخص مذکور نے کہا۔ "بعض آدمیوں کی حالت میں دیکھا گیا ہے کہ وہ کسی دوسرے کے تجربہ سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے۔ شکر ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں میں یہ بھی آپ سے بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ صرافہ اور بینکوں کے گرد و نواح میں پیرس کے اکثر خوش پوش ٹھگ ہر وقت منڈلاتے پھرا کرتے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو ان سے خبردار رہیئے۔ پھر اس کے علاوہ صراف لوگ بجائے خود بھولے بھالے مسافروں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی ناتجربہ کار آدمی نوٹ بھنوانے بدلوانے ان کے پاس جاتا ہے تو وہ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ آج کل انگریزی نوٹوں کا بٹہ

ہے۔ اس سے ممکن ہے وہ آپ سے پندرہ سو پونڈ کے نوٹوں پر دس پندرہ یا بیس پچیس پونڈ ہضم کرنے کی کوشش کریں۔ پس ان لوگوں سے بچنے کا ایک اور طریقہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ جس پر میں خود بھی عمل کیا کرتا ہوں"

یہ کہتے ہوئے مسٹر ڈوٹن نے اپنی پاکٹ بک نکالی۔ اور اسے کھول کر اونچی آواز سے نوٹوں کو گننا شروع کیا۔

اس کے بعد پاکٹ بک دوبارہ بند کرتے ہوئے اس نے کہا "فی الحال ایک ہزار آٹھ سو پونڈ کے انگریزی نوٹ میرے پاس بھی ہیں۔ جن کو میں بدلوانا چاہتا ہوں۔ لیکن ایسا کرتے ہوئے بیس یا پچیس پونڈ ہاتھ سے دینے کی بجائے میں اتنی ہی رقم خود حاصل نہ کروں تو ڈوٹن میرا نام نہیں۔ کیونکہ گو سچ پوچھئے تو مجھے پندرہ بیس پونڈ کی بہت زیادہ پروا نہیں ہے۔ تاہم اتنی رقم ہاتھ سے کھو دینا بھی دانشمندی نہیں۔ اس کے برعکس فائدہ یہ ہوگا کہ میں اس رقم سے اپنا ہوٹل کا بل ادا کر سکونگا آہ میرے عزیز دوست۔ یہ مقولہ آپ کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان خواہ کتنا ہی مالدار ہو، کفایت شعاری کبھی ہاتھ سے نہ دے"

"آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے" میں نے تسلیم کیا "اور میں نہایت ممنون ہونگا اگر آپ وہ طریقہ مجھ کو بھی بتا سکیں۔ جس پر عمل کر کے میرے لئے ان نوٹوں کے تبادلہ میں کچھ فائدہ حاصل کرنا ممکن ہو"

"میں بخوشی سب حال عرض کر دوں گا" میرے نئے دوست نے جواب دیا۔ "کیونکہ وہ کوئی ایسا قیمتی راز نہیں جسے میں پوشیدہ رکھنے کی کوشش کروں۔ قاعدہ یہ ہے کہ ان بے حیثیت صرافوں سے لین دین کرنے کی بجائے براہ راست بینک آف فرانس سے معاملہ کیا جائے۔ چنانچہ کل صبح ناشتہ کے بعد اگر آپ کو فرصت ہو تو میں آپ کو اپنے ساتھ بینک میں لے چلوں گا۔ یہ تو فرمایئے آپ نے ابھی تک بینک آف

فرانس کی عمارت بھی دیکھی ہے یا نہیں؟

"افسوس نہیں" میں نے جواب دیا "ابھی تک فرصت ہی نہیں ملی"

"یہ اور بھی اچھا ہے کیونکہ اس طرح آپ کو عمارت دیکھنے کا موقعہ بھی مل جائے گا۔ بینک کے تہ خانوں میں کروڑوں روپیہ مالیت کا سونا ہر وقت محفوظ رہتا ہے اور جو لوگ اسے دیکھنا چاہیں ان سے محض برائے نام فیس لی جاتی ہے۔ لگے ہاتھوں میں وہ جگہ بھی آپ کو دکھالاؤں گا"

میں بخوشی آمادہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد شب بخیر کہہ کر رخصت ہوا۔ رات کو بڑی دیر تک بیٹھا ایک ناول پڑھتا رہا۔ اس کے بعد پڑ کر سو گیا۔

دوسرے دن دس بجے کے عمل پر میں نے اپنی وہ پاکٹ بک نکالی۔ جس میں سر میتھیو ہیسلیٹن کے دیئے ہوئے پندرہ سو پونڈ کے نوٹ تھے اور مسٹر ڈوش کے کمرہ میں گیا۔ وہ پہلے سے تیار بیٹھا تھا۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ اس نے اپنے منہ پر سیاہ ریشمی رومال کا ڈھاٹا باندھ رکھا ہے تو فوراً خیال آیا کہ شاید اس کی داڑھ میں زیادہ تکلیف ہونے لگی ہے اور اس لئے وہ آج بینک نہ جا سکے گا لیکن اس نے بتایا کہ میرا درد دنداں کا عارضہ مزمن ہے۔ رات بھر میں اس کی وجہ سے سو بھی نہ سکا اس لئے اگر اس درد کا خیال کیا جائے تو میں ہفتہ بھر باہر نہ جا سکوں گا۔ میں نے اس کو سمجھایا کہ ہوا تیز اور سرد ہے۔ ایسا نہ ہو آپ کے درد میں اور اضافہ ہو جائے لیکن وہ اپنے ارادہ پر استقلال کے ساتھ جما رہا۔ اور جب میں نے دیکھا کہ دوستانہ فہمائش کارگر نہیں ہوتی تو یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ درحقیقت ایک ضدی اور بیوقوف بڈھا ہے۔

"رات مجھے بیٹھے بیٹھے خیال آیا" دفعتاً اس نے کہا "کہ بینکوں کا اصول ہے جتنی بڑی رقم ہو اسی نسبت سے زیادہ بٹہ دیتے ہیں۔ پس اگر ہم اپنے نوٹوں کو بھی

کر کے پیش کریں تو اس سے اور بھی زیادہ فائدہ کا امکان ہے۔ یہ لیجئے یہ میرے ایک ہزار آٹھ سو پونڈ کے نوٹ ہیں انہیں بھی اپنے نوٹوں کے ساتھ ملا لیجئے... مگر آپ کے پاس کتنے ہیں؟"

"پورے ڈیڑھ ہزار پونڈ" میں نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے پاس بہ حیثیت مجموعی تین ہزار تین سو پونڈ کے نوٹ ہیں۔ یقیناً ہم ان کی بنا پر معقول نفع حاصل کر سکیں گے"

میں نے مسٹر ڈوٹن کے نوٹوں کی تھئی ہاتھ میں لے کر اپنی پاکٹ بک میں ڈال لی۔ مگر اسے جیب میں رکھتے ہوئے یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ جتنا اعتبار اس شخص نے مجھ پر کیا ہے۔ موقعہ پیش آنے پر میری طرف سے اس کا عشر عشیر بھی نہ ہو سکتا۔ بالفرض وہ مجھ سے کہتا کہ اپنے ڈیڑھ ہزار پونڈ مجھے دے دو، تو کیا میں اس کے لئے آمادہ ہوتا؟ ہرگز نہیں! اس سے میں نے سمجھا کہ دوسرا سبق مجھ کو یہ حاصل ہوا ہے کہ ٹھگوں اور جیب کتروں سے محتاط رہتے ہوئے کسی شخص کو اتنا بدگمان بھی نہ ہونا چاہیئے کہ ہر مرد شریف پر شک و شبہ کرنے لگے۔

خیر میں نے وہ پاکٹ بک تین ہزار تین سو پونڈ کے نوٹوں سمیت اپنی جیب میں رکھ لی۔ اور مسٹر ڈوٹن کے ساتھ ہوٹل سے باہر نکلا۔ ایک گاڑی کرایہ کر کے ہم بنک آف فرانس کی طرف ہو لئے۔ راستہ میں مختلف مضمونوں پر باتیں ہوتی رہیں۔ حتیٰ کہ پاؤ گھنٹہ کے عرصہ میں گاڑی ایک اونچی اور شاندار عمارت کے دروازہ پر پہنچکر کھڑی ہو گئی۔ ہم اترے اور مسٹر ڈوٹن مجھے اپنے ساتھ لئے ایک کشادہ صحن سے گذر کر دفتر میں داخل ہوا۔ جہاں دو محرر قریباً چھ سات آدمیوں سے مختلف قسم کا لین دین کر رہے تھے اپنی باری کا انتظار کرنے کے لئے ہم دونوں ایک طرف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اور اس وقت ڈوٹن نے مجھ سے کہا۔ "عنقریب جب آپ کی باری آئے تو ان کلرکوں میں سے کسی ایک سے

جا کر کہہ دیجیے کہ آپ ان نوٹوں کو...."

"مگر سنئے تو" میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "میں چونکہ فرانسیسی زبان سے پوری طرح واقف نہیں ہوں۔ اس لئے میں شاید اپنا مطلب اچھی طرح واضح نہ کرسکوں"۔

"اوہ۔ کیا واقعی ایسا ہے؟" مسٹر ڈوبن نے حیرت زدہ ہو کر کہا "میرا خیال یہ تھا کہ آپ اس ملک کی زبان سے پوری مہارت رکھتے ہیں لیکن اگر اندیشہ ہے کہ واقعی آپ اظہار مدعا نہ کرسکیں گے تو میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ لائیے وہ نوٹ مجھے دیدیجئے"۔

میں نے پاکٹ بک نکال کر تین ہزار تین سو پونڈ کے نوٹ جو ایک دھاگے سے یکجا بندھے ہوئے تھے مسٹر ڈوبن کے حوالے کر دیئے۔ وہ اسے لے کر کونٹر کے پاس گیا، اور نوٹ دکھاتے ہوئے کلرکوں سے کچھ کہنے لگا۔ میں نہیں جانتا وہ کیا الفاظ تھے جو اس کے جواب میں محرر کی طرف سے کہے گئے۔ لیکن مسٹر ڈوبن کے انداز سے پایا جاتا تھا کہ وہ کوئی غیر متوقع جواب تھا۔ کیونکہ اس نے برا سا منہ بنا کر نوٹ اٹھا لئے اور میرے پاس واپس آکر کہنے لگا: "معلوم ہوتا ہے ادھر کچھ عرصہ سے بینک نے اپنے ضابطہ میں تبدیلیاں کرلی ہیں پیشتر نوٹوں کی تبدیلی کا عمل اسی دفتر میں ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب اندرونی کمرہ میں ہوتا ہے۔ پس اگر آپ چند منٹ انتظار کریں تو میں انہیں اندر جا کر بدلوا لاتا ہوں"۔

اتنا کہہ کر اور میرے جواب کا انتظار کئے بغیر مسٹر ڈوبن پیچھے مڑا۔ اور اس کمرہ کے سرے پر جس جگہ خود بخود کھلنے اور بند ہونے والے دروازے لگے ہوئے تھے اندر چلا گیا۔ اس ایک نظر میں جو میں دروازہ کھلنے کے وقت اس دوسرے کمرہ میں ڈال سکا میں نے دیکھا کہ ایک نہایت کشادہ دفتر ہے اور متعدد کلرک مختلف میزوں کے پاس کھڑے روپے کا ھگتان کر رہے ہیں، سونے اور چاندی کے سکوں کی جھنکار بھی مجھے سنائی دی۔

اس کے بعد دروازہ بند ہو گیا۔ اور مسٹر ڈوبن میری نظروں سے پوشیدہ!

پانچ منٹ گذر گئے... پھر دس... اور اس کے بعد پندرہ۔ لیکن مسٹر ڈوبن

واپس نہ آیا۔ بے چینی کا احساس بے اختیار مجھے ہونے لگا۔ میں نے ضبط کرنے کی کوشش کی اور یہ سوچکر اپنے آپ کو کوسا بھی کہ ایک ایسے سن رسیدہ اور عزت دار آدمی کی ذات پر شک کرنا کتنا معیوب ہے جو مجھ پر کئی طرح کے احسانات کر چکا اور کر رہا ہے لیکن جب پندرہ منٹ سے بھی زیادہ عرصہ گذر گیا اور مسٹر ڈوبن واپس نہ آیا تو میری بے تابی نے اتنی ترقی کی کہ چپ بیٹھے رہنا محال ہو گیا۔ میں ایک دو بار اٹھا اور پھر کچھ سوچ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے جی سے کہا کہ ممکن ہے خریداروں کی بھیڑ میں ضرورت سے زیادہ دیر لگ گئی ہو، یا ضابطہ کی کارروائی غیر معمولی لمبی ہو۔ ان حالات میں اگر میں اس کو تلاش کرتا اندر گیا تو وہ یقینی طور پر سمجھے گا کہ مجھے اس کی ذات سے بدگمانی ہے۔ اس طرح پیچ تاب کھاتے اور جی کو سمجھاتے آدھا گھنٹہ گذر گیا۔ اس وقت میری بے چینی دبائے نہ دب سکی۔ جس قدر حالات اس سے پہلے میں نے بڑے بڑے ٹھگوں اور نوسر بازوں کے پڑھے اور سُنے تھے ذہن میں تازہ ہو گئے۔ اور ساتھ ہی وہ واقعہ ناخوشگوار بھی یاد آیا جس میں ایک بار بیسٹر میں نے مسٹر ڈورچسٹر کے ہاتھوں زک اٹھائی تھی۔ اس نام کے یاد آتے ہی سردی کی تیز لہر میرے بدن میں پھر گئی۔ ایک نیا خیال دل میں پیدا ہوا اور وہ مبہم اور غیر واضح شبہات جو بیشتر دل میں پیدا ہوئے تھے معیّن صورت اختیار کرنے لگے۔ یعنی مسٹر ڈورچسٹر کی یاد نے مسٹر ڈوبن کے برخلاف میرے شکوک مضبوط کرنے شروع کر دیئے۔ آہ۔ میں کتنا بیوقوف، کتنا ناعاقبت اندیش اور احمق تھا کہ ایک بار دھوکا کھانے کے بعد پھر اس فریب کا شکار ہوا۔ ایک پردہ سا میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ اگر مصنوعی بالوں کی ٹوپی اور سبز عینک جو اس شخص نے پہنی ہوئی تھی اتار دی جائے اور اگر وہ خم جو اس کی پیٹھ میں تھا نکال کر اسے سیدھا کھڑا کیا جائے تو مسٹر ڈوبن اور مسٹر ڈورچسٹر میں حقیقتاً کوئی فرق نہ تھا۔

اپنی ساری پونجی ہاتھ سے کھو دینے کے خیال سے دیوانہ ہو کر میں عالم وحشت میں

اس کمرہ کی طرف دوڑا جس کے دروازے خود بخود کھلتے اور بند ہوتے تھے اور اس کے اندر گھس گیا۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ بہت سے آدمی مختلف میزوں کے پاس کھڑے تھے اور لاتعداد محرر پانچ پانچ فرانک کے سکے تول تول کر انہیں دے رہے تھے۔ میں نے فکرآمیز تجسّس سے چاروں طرف دیکھا۔ عالم یاس میں بھی میں اس امید کا دامن پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا کہ شاید مجھ سے اپنے اندازہ میں غلطی ہوئی ہو اور مسٹر ڈوٹن اس ہجوم میں ملا ہوا کہیں نظر آجائے۔ لیکن نہیں، اس کا سایہ تک موجود نہ تھا۔ ایک ایک آدمی کی صورت دیکھنے کی کوشش کرتا میں اس کمرہ کے سرے تک جا پہنچا ویسا ہی ایک دروازہ اس جگہ بھی موجود تھا۔ اور جب اسے کھولا تو معلوم ہوا کہ آگے وہی کشادہ صحن ہے جس کی راہ سے ہم پہلے آئے تھے! حالتِ اضطراب میں میں نے چاروں طرف دیکھا۔ اب وہ کرایہ کی گاڑی بھی موجود نہ تھی۔ جس پر سوار ہو کر ہم اس جگہ آئے تھے اس خیال سے کہ شاید گاڑی بان اسے آس پاس کسی دوسرے مقام پر لے گیا ہو۔ میں نے بے تحاشا اس میدان کے اطراف میں دوڑنا شروع کیا لیکن نہ گاڑیبان اور نہ مسٹر ڈوٹن کہیں موجود تھا۔ باہر والے پھاٹک کے پاس ایک دراز قد چپراسی وردی پہنے کھڑا تھا۔ مجھ کو پریشان دیکھ کر اس نے وجہ اضطراب دریافت کی۔ تو میں نے شکستہ فرانسیسی میں سمجھایا کہ ایک بدمعاش میرا روپیہ ٹھگ کر لے گیا۔ اس نے مجھ کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ایک کشادہ زینہ سے گذر کر مجھے ایک فراخ اور آراستہ کمرہ میں لے گیا۔ جہاں ایک معزز صورت کاسن رسیدہ آدمی میز کے پاس بیٹھا تھا۔ سرخ رنگ کا فیتہ اس کے بٹن ہول میں لگا ہوا اور دو محرر یا معتمد پاس والی میز پر بیٹھے کچھ لکھنے میں مشغول تھے۔ معلوم ہوا یہ بینک آف فرانس کا گورنر تھا اور وہ انگریزی خوب اچھی طرح بولتا تھا۔ میں نے اپنے نقصان کی کیفیت اور مسٹر ڈوٹن کی عیاری کا حال اس سے بیان کیا جس پر اس نے کہا کہ میں ابھی ایک آدمی بھیج کر میورس ہوٹل سے اس کے بارے

ہیں حالات دریافت کرتا ہوں۔ گو حقیقتاً مجھے اس کے وہاں جانے کی بہت کم امید ہے محرروں میں سے ایک کو اس کام پر روانہ کرکے اس نے مجھے ایک کرسی پر بٹھایا اور خود کمرہ سے باہر چلا گیا۔

اس کی غیر حاضری میں ایک پستہ قد لاغر اندام متوسط العمر آدمی اسی طرح کا سرخ فیتہ بٹن ہول میں لگائے امیرانہ انداز سے کمرہ میں داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر دوسرے محرر نے جو اب تک کمرہ میں موجود تھا اُٹھ کر سلام کیا۔ جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ کوئی صاحب حیثیت آدمی ہے۔ وہ جب کرسی پر بیٹھ گیا تو محرر نے فرانسیسی زبان میں میرا قصہ اس سے بیان کیا جس کے چند الفاظ میری سمجھ میں آئے۔ سارا حال سُن کر شخص مذکور کے چہرہ پر رحم کے آثار پیدا ہو گئے اور اس نے مجھ کو مخاطب کرکے شکستہ انگریزی میں کہنا شروع کیا۔

"میں نے آپ کے نقصان کا قصہ سُنا ہے۔ چونکہ واردات کو پیش آئے بہت عرصہ نہیں گذرا اس لیے ممکن ہے مجرم پکڑا جا سکے۔ بہرحال چند گھنٹوں کے عرصہ میں پیرس کی ساری پولیس کو اس کے حلیہ سے خبردار کر دیا جائے گا۔"

"صاحب میں بیان نہیں کر سکتا کہ آپ کی اس عنایت کا میں کہاں تک شکر گذار ہوں۔" میں نے جواب دیا "افسوس میں نہیں جانتا کہ یہ روپیہ اگر مجھے واپس نہ ملا تو میرا کیا حال ہوگا۔"

"کیا یہی تمہاری پونجی تھی؟" امیر صورت اجنبی نے پوچھا۔

"جی بس اتنی ہی۔" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ یہ خیال بار اوّل میرے دل میں پیدا ہوا کہ میں اب کسی طرح کی امداد حاصل کرنے کے لئے سر میتھیو ہیسلیٹ کو خط لکھنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر میں نے یہ قصہ اپنے خط میں اس کو تحریر کیا تو وہ صریحاً اسے ناقابلِ یقین سمجھے گا۔

اتنے میں بینک کا گورنر ایک اور آدمی کو ساتھ لئے کمرہ میں واپس آیا۔ جس کی کمر میں تین رنگ کا پٹکا بندھا ہوا تھا۔ معلوم ہوا یہ اسی علاقہ کا مجسٹریٹ ہے اور بینک میں جس قدر وارداتیں ہوں ان کے متعلق ضروری کارروائی کرتا ہے۔ وہ جب ایک کرسی پر بیٹھ چکا تو بینک کے گورنر نے ازراہ عنایت میرا بیان اس کو فرانسیسی زبان میں سنایا۔ بعدازاں وہ رخصت ہو گیا۔ اور گورنر نے مجھے اس بات کا یقین دلایا کہ مجرم کی تلاش اور گرفتاری کے متعلق جو کارروائی ممکن ہو سکتی ہے۔ جلد از جلد عمل میں لائی جائے گی۔ اس کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ہم دونوں پہلی مرتبہ بینک کے دفتر میں داخل ہوئے تو میرے ساتھی نے مجھ کو ایک طرف بٹھا کر بینک کے محرر سے محض اتنی بات دریافت کی تھی کہ مجھے کچھ روپیہ ایک شخص کے حساب میں جمع کرانا ہے وہ کس جگہ ادا کرنا چاہیئے جس کے جواب میں محرر نے اس کو بتایا کہ آپ ساتھ والے کمرہ میں چلے جائیں۔ حقیقتاً وہ بدمعاش پہلے سے اچھی طرح جانتا ہو گا کہ اس قسم کا جواب اس کو دیا جائے گا۔ دراصل اس کارروائی سے اس کا مدعا یہ تھا کہ وہ جب دوسرے کمرہ میں جانے لگے تو میری طرف سے کسی قسم کا اعتراض وارد نہ ہو۔ ورنہ اس نے اپنے جی میں پہلے سے اس بات کا فیصلہ کر رکھا تھا کہ مجھے وہاں انتظار کرتا چھوڑ کر پاس والے کمرہ کی راہ سے باہر نکل جائے۔

کمسری (مجسٹریٹ) کے رخصت ہو جانے کے بعد امیر صورت اجنبی نے جو اس سے پہلے گورنر بینک سے مصافحہ کر چکا تھا (جس سے میں نے اندازہ کیا کہ ان کا آپس میں گہرا دوستانہ ہے) میری طرف اشارہ کر کے کہا۔" اس نوجوان نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ جو کچھ اس کے پاس تھا سب کا سب ضائع ہو گیا۔ اس صورت میں اگر پولیس کی کوششیں رائیگاں ثابت ہوئیں اور روپیہ کی بازیابی کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی تو پھر مجھے اس کی امداد کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔"

"میرے عزیز ڈیوک۔ آپ کی فیاضی کا حال ہر شخص کو معلوم ہے" گورنر نے مسکراتے ہوئے انگریزی میں کہا۔ کیونکہ نہ دونوں اہلِ فرانس کے شیوۂ اخلاق کے مطابق میری موجودگی میں اپنی زبان چھوڑ کر انگریزی میں گفتگو کر رہے تھے اس لئے میں اس کا ہر ایک لفظ سمجھ سکتا تھا۔

"پس اگر بدقسمتی سے آپ اپنا روپیہ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے" ڈیوک نے... کیونکہ معلوم ہوا یہی اس کا خطاب تھا... میری طرف مڑ کر نرم لہجہ میں کہا۔ "تو آپ کسی وقت میرے مکان پر آ جائیے..."

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا کارڈ نکال کر مجھے دیا اور میں یہ جان کر اطمینان محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ گورنر اور ڈیوک دونوں کی طرف سے میرے ساتھ کس قدر ہمدردی کا اظہار ہو رہا ہے۔ اس کے بعد میں نے سلام کیا اور کمرہ سے باہر نکل آیا۔ جس وقت میں عالم پریشانی میں پھاٹک کی طرف جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک شاندار گاڑی اس جگہ کھڑی ہے۔ وہ زرد رنگ کی بند گاڑی تھی جس کے دونوں طرف ڈیوک کا نشان امارت بنا ہوا تھا۔ دو خوشنما قوی ہیکل گھوڑے اس میں جُتے ہوئے تھے۔ جن کی باگیں ایک وردی پوش کوچبان کے ہاتھ میں تھیں۔ اور ایک نوکر فوجی انداز کی وردی پہنے پردار ٹوپی اوڑھے کھڑکی کھولنے کے لئے گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔ میں نے فوراً معلوم کر لیا کہ یہ ڈیوک کی سواری ہے۔ افسردہ و غمگین جس وقت میں اس گاڑی کے پاس سے گذر رہا تھا تو یہ بھی میں نے دیکھا کہ ایک نہایت حسین اور نوجوان خاتون اس کے اندر بیٹھی ہے۔

پژمردہ و دل گرفتہ میں پھر ایک بار میورس ہوٹل پہنچا۔ اس جگہ واردات کا حال سب لوگوں کو پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا۔ کیونکہ نہ صرف وہ محرر جسے بینک کے گورنر نے بھیجا تھا، اس کی اطلاع دے گیا تھا۔ بلکہ خود صاحب مجسٹریٹ بھی میرا حلفی بیان

لینے کے بعد ایک پھیرا اس ہوٹل کا کر گئے تھے۔ یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ وہ بدمعاش جس نے عیاری سے میرا روپیہ لوٹا۔ وہ بنک سے ہوٹل میں واپس نہ آیا تھا۔ البتہ جب پولیس نے اس کا ٹرنک کھول کر سامان کی دیکھ بھال کی تو بعض خطوں سے جو اس کے اندر پائے گئے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس کا اصلی نام ڈڈٹن نہیں بلکہ ڈورچسٹر ہی تھا!

اس طریقہ پر میرے بدترین شبہات کی تصدیق ہوگئی۔ اور مجھے بڑی ندامت کے ساتھ تسلیم کرنا پڑا کہ اسی ناہنجار نے جس نے ایک مرتبہ پہلے مجھے ٹھگا تھا پھر مجھے اپنی عیاری کا شکار بنایا۔ ممکن ہے کچھ لوگ میری داستان کو پڑھ کر میری اس سادہ لوحی پر ہنسیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جس خوبی سے اس شخص نے تبدیل ہیئت کی تھی۔ اس کو دیکھتے ہوئے میں تو کیا بڑے سے بڑا چالاک آدمی بھی یقیناً دھوکا کھا جاتا۔ اول تو اس نے گردن جھکانے کا جو خاص انداز اختیار رکھا تھا اسی سے اس کی صورت میں عظیم تبدیلی پیدا ہو چکی تھی۔ لیکن اگر یہ نہ ہوتا تو بھی اس کے لباس کی تبدیلی اتنی مکمل تھی کہ اسے پہچاننا سخت مشکل تھا۔ کیونکہ اس کے سر پر اوڑھی ہوئی مصنوعی بالوں کی ٹوپی اور سبز شیشہ کی عینک جو ایک تحفظ کے لئے اس کی آنکھوں سے جدا نہ ہوتی تھی۔ یہ دونوں چیزیں اس کی شخصیت کو نہایت خوبی سے چھپانے والی تھیں۔ پھر جب اس کے ساتھ اس حقیقت کو بھی مدنظر رکھا جائے کہ اس نے گلمچھے بالکل صاف کرا دیئے تھے اور چہرے پر ہلکے سرخ رنگ کا پوڈر اس خوبی سے مل رکھا تھا کہ اس کی گندمی رنگت قدرتی معلوم ہوتی تھی۔ تو ایک میرا کیا ہر شخص کا دھوکا کھا جانا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس نے کھانے کی میز پر بیٹھا دیکھ کر فوراً مجھے پہچان لیا۔ اور احتیاط مزید کے طور پر اپنے مہین رومال کو اس لئے منہ سے لگا رکھا کہ کوئی صورت میرے لئے اس کی شناخت کی باقی نہ رہے ورنہ ڈاڑھ درد کا محض بہانہ تھا۔ رہ گئے وہ نوٹ جو اس نے گن کر مجھ کو دیئے تھے تو وہ یقیناً جعلی ہوں گے۔ جنہیں اس نے محض اس لئے اپنے پاس رکھا ہوا ہوگا، کہ

جب کوئی بھولا شکار دکھائی دے تو اسے دام فریب میں پھانسنے کو فوراً یہ طعمہ پیش کیا جائے۔ بعد ازاں اس ہوٹل کے مالک سے میری جو گفتگو ہوئی اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ اس سے پہلے کبھی اس ہوٹل میں نہ ٹھہرا تھا۔ یا اگر کبھی آیا تو اس کی اس وقت کی حالت اس کی موجودہ حالت سے یقیناً مختلف تھی۔

واردات کا حال معلوم ہونے سے ہوٹل کے ہر شخص کو مجھ سے ہمدردی ہو گئی تھی حتیٰ کہ ہوٹل کے مالک نے مجھ سے کہہ دیا کہ بالفرض آپ کو روپیہ کی بازیابی میں فی الحال کامیابی نہ ہو تو آپ میرے بل کی فوری ادائیگی کے لئے پریشان خاطر نہ ہوں۔ یہاں تک کہ اگر آپ کے لئے کسی دوسری جگہ ٹھہرنے کا انتظام مکمل نہ ہو سکے تو آپ میرے ہاں مفت قیام کریں۔ لیکن یہ فیاضی ایسی تھی جس کا ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے میں ہرگز تیار نہ ہو سکتا تھا۔ پس میں نے ہوٹل کے مالک سے کہا کہ میں اپنے لئے محض اتنی رعایت چاہتا ہوں کہ آپ مجھے چند دن اور ٹھہرنے کی اجازت دیں۔ اخراجات کی ادائیگی فوراً تو غیر ممکن ہے البتہ کچھ عرصہ کے بعد میں ضرور کر دوں گا۔ اس طرح چند دن گذر گئے۔ اور مسٹر ڈوورچیسٹر کے بارے میں... کیونکہ اب اس کا نام ڈوڈن لکھنا فضول ہے۔ کوئی تازہ اطلاع موصول نہ ہوئی۔ ہوٹل کے مالک کا پہلے سے یہ خیال تھا کہ روپیہ کی واپسی محال ہے اور اب مجھے بھی آخر کار اسی نتیجہ پر پہنچنا پڑا۔ لے دے کر میری جیب میں صرف چار پونڈ نقد موجود تھے۔ اور ہوٹل کا بل اس سے بہت زیادہ کا تھا۔ پس میں نے اپنے جی میں فیصلہ کیا کہ ہوٹل کے پروپرائٹر کے عنایت آمیز وعدہ کے باوجود مجھے اپنے لئے کوئی اور انتظام سوچنا چاہیئے۔ کیونکہ اس جگہ ناخواندہ مہمان کی حیثیت سے عرصہ دراز تک بیٹھے رہنا میرے ایمان واصول کے برخلاف تھا۔

لیکن اب خیال پیدا ہوا کہ مجھے اس مصیبت سے نجات پانے کی کیا ترکیب اختیار کرنی چاہیئے۔ ایک بار جی میں آئی کہ سارا حال من وعن سر میتھیو ہیبلیٹن کو لکھ دوں اور

یہ بھی تحریر کردوں کہ آپ میرے اس بیان کی تصدیق پیرس کی پولیس سے کر سکتے ہیں۔
لیکن فوراً خیال آیا کہ اس نے مجھے رخصت کرتے وقت روپیہ کی ایک معقول رقم دی تھی جو عام حالات میں میرے دو سال اخراجات کے لئے ہر طرح کافی ہوتی۔ اور اس کے ساتھ اس بات کی تاکید کر دی تھی کہ اس دو سال کے عرصہ میں مجھ سے کسی طرح کی خط وکتابت بالکل نہ کرنا۔ اس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ تھے کہ اس نے مجھے دو سال کا اثاثہ دے کر دنیا میں آزادانہ زندگی بسر کرنے کو بھیج دیا تھا اور وہ نتیجہ سے اس بات کا اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ میں نے عرصہ دو سال کی فراغت اور اس کے دیئے ہوئے روپیہ سے کیا فائدہ اٹھایا۔ ان حالات میں اگر میری طرف سے بسم اللہ ہی غلط ہوئی۔ یعنی میں نے اس کو لکھ دیا کہ میں نے ایک جاہل اور احمق کی طرح اپنا تمام سرمایہ پھر اسی مرد نابکار کے ہاتھوں کھو دیا جس نے ایک بار پہلے مجھے لوٹا تھا۔ تو یقیناً وہ میری عقل و دانشمندی کے متعلق کوئی اچھی رائے قائم نہ کر سکے گا۔ یا ممکن ہے وہ میری حکایت کو سرے سے فرضی خیال کرے یا یہ سمجھے کہ میں نے اس کا دیا ہوا روپیہ ادنیٰ اخلاق کی عورتوں یا اوباش مردوں کی صحبت میں برباد کر دیا ہے۔ اب اصل حقیقت چھپا کر ایک فرضی داستان کے ذریعے اس کی ہمدردی حاصل کرنے اور کچھ اور روپیہ بٹورنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی جب خیال آیا کہ سر میتھیو سیلینٹ عجیب غریب طبیعت کا آدمی ہے جس کا نقطہ نظر عام انسانوں سے ہمیشہ مختلف ہوتا ہے تو مجبوراً مجھے اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا کہ وہ یقینی طور پر میری حکایت کو فرضی اور مصنوعی تصور کرے گا۔ اس لئے سارے پہلو سوچ کر یہی فیصلہ کرنا پڑا کہ اسے اس واقعہ کی اطلاع دینا بیکار ہے۔ اس سے فائدہ کچھ نہیں البتہ نقصانات بہت ہیں۔ مناسب یہی ہوگا کہ میں اس مشکل سے نجات حاصل کرنے کی اپنے طور پہ کوئی اور صورت پیدا کر دوں۔ یعنی پھر ایک بار اپنی محنت سے روزی کماؤں۔ اور اس دو سال کی جلاوطنی میں کوئی فعل ایسا نہ کروں جو میری عزت اور نیکنامی پہ حرف لانے والا ہو

اس صورت میں دو سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد میں جب ہیسلیٹن ہال میں جانے کے قابل ہو جاؤں گا تو میرے دل کو کم از کم اس بات کا اطمینان ضرور ہوگا۔ کہ میرے لئے شرم و ندامت سے گردن جھکانے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت اگر میں غریب بھی ہوا تو کم از کم اپنی نظروں میں گرا ہوا اور ذلیل نہ ہوں گا۔

پس میرا آخری فیصلہ یہ تھا کہ سر میتھیو ہیسلیٹن کو خط لکھنے کا خیال دل سے نکال کر سب سے پہلے اس مرد شریف کی فیاضی سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جس نے بینک آف فرانس کے دفتر میں اپنا کارڈ مجھ کو دیا تھا۔ جس وقت میں نے وہ کارڈ جیب سے نکال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس پر ڈیوک ڈی پالن کا نام درج ہے اور اس کی کوٹھی مضافات پیرس کے ایک فیشن ایبل حصہ میں واقع ہے۔ قریباً دوپہر ہو چکی تھی کہ واردات کے ایک ہفتہ بعد میں اس کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوا۔ ایک بھاری پھاٹک کی پشت پر بڑا کشادہ صحن تھا جس کے اطراف میں ایک بہت اونچی عمارت چوک کی صورت میں بنی ہوئی تھی۔ ایک وردی پوش دربان پھاٹک کے باہر کھڑا اخبار دیکھ رہا تھا اس کی خوش رنگ وردی دھوپ کی تیز روشنی میں اتنی بھڑکیلی دکھائی دیتی تھی کہ اہل فرانس کی طبع نازک کا خیال کر کے مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی لیکن بعد ازاں معلوم ہوا کہ رؤسائے فرانس کے اکثر گھروں میں دربان عموماً اسی طرح کی وردیاں پہنتے ہیں۔ اور ان کا لباس باقی مرد نوکروں کے لباس سے ہمیشہ مختلف ہوتا ہے۔ پھاٹک سے پرے تھوڑے فاصلہ پر وہی دراز قد نوکر دکھائی دیا جسے میں نے بینک آف فرانس کے دروازہ پر ڈیوک کی گاڑی کے پاس کھڑے دیکھا تھا۔ اس کی ٹوپی میں لگے ہوئے سرخ و سپید بگلے کے پر اسے کسی انگریز فوجی افسر کی صورت دے رہے تھے۔ وردی بھی فوجی انداز اور نیلے رنگ کی تھی۔ کوٹ پر بیش قیمت گوٹ لگی ہوئی، پتلون پر لمبی ستھری دھاریاں اور سرخ و سنہرے رنگ کا ایک پٹکا اس کی کمر کے گرد بندھا ہوا تھا۔ یہ آدمی صحن کے ایک جانب کھڑا تین چار

دوسرے نوکروں سے گفتگو کرنے میں مشغول تھا۔ جن کے گلے میں ہلکے نیلے رنگ کے کوٹ تھے۔ اور ان کوٹوں کے گریبان اور کفوں پر سنہری گوٹ لگی ہوئی تھی۔ ان کی واسکٹیں ارغوانی رنگ کی تھیں جن کی جیبوں کے پاس گوٹ لگی ہوئی تھی۔ برجیس سیاہ پیش کی اور لمبی جرابیں سپید تھیں۔ عمارت کی جتنی کھڑکیاں صحن کی طرف کھلتی تھیں اور جن کی تعداد کسی طرح پچاس سے کم نہ تھی بیش قیمت پردوں سے ڈھکی ہوئی تھیں جو کھڑکیوں کی راہ سے نظر آتے تھے۔ گو میں نے دیکھا کہ ان کھڑکیوں کے پردے جو سب سے نچلی اور پہلی منزل پر واقع ہیں زیادہ قیمتی تھے۔ مختصر یہ کہ اس پہلی نگاہ میں جو میں نے اس عالی شان مکان پر ڈالی معلوم ہو گیا کہ اس کا مالک صاحب دولت و ثروت آدمی ہے اور غیر معمولی شان و شوکت کی زندگی بسر کرتا ہے۔

میں نے وہ کارڈ جو ڈیوک ڈی پالن نے بینک آف فرانس کے دفتر میں مجھ کو دیا تھا، دربان کو دکھایا۔ جس نے مجھے اپنا نام اس کی پشت پر لکھنے کے لئے کہا۔ اس کے بعد اس نے ایک دستی گھنٹی بجائی۔ فوراً ان نوکروں میں سے ایک جو صحن عمارت میں کھڑے باتیں کر رہے تھے حاضر ہوا۔ دربان کے ہاتھ سے کارڈ لے کر اس نوکر نے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ اور اس دروازہ کی طرف لے چلا جو صحن کے ایک سرے پر واقع تھا۔ مخفی نہ رہے کہ جیسا بعد ازاں معلوم ہوا اس عمارت کے مختلف حصوں میں سے ہر ایک کا دروازہ جداگانہ تھا اور سب دروازے دن کے وقت کھلے رہتے تھے۔

ایک کشادہ ہال سے گذر کر جس میں بعض نہایت نفیس اور قیمتی بت رکھے ہوئے تھے اور جہاں دو یا تین نوکر اسی قسم کی وردیاں پہنے جن کی کیفیت پیشتر بیان کی جا چکی ہے۔ ایک جانب کھڑے تھے۔ ہم دونوں ایک نہایت فراخ اور خوشنما مرمری زینہ پر چڑھنے لگے جس کے دونوں سہارے کانسے کے بنے ہوئے اور ان پر مذہب صنعت کاری کے نمونے تھے۔ پہلی منزل پر پہنچے تو دیکھا کہ اونچی اور کشادہ غلام گردشیں چاروں طرف پھیلی ہوئی

ہیں۔ فرش جلی بلور کے اور ایسے شفاف تھے گویا شیشہ دمک رہا ہو۔ دیواروں کے ساتھ ساتھ دورویہ خوشنما بُت تھے جن کے ہاتھوں میں کانچ کے فانوس پکڑے ہوئے تھے۔ غلام گردش میں داخل ہو کر میرا ساتھی مجھے ایک کمرہ میں لے گیا۔ جہاں میز پہ سامانِ نوشت تھا۔ اور بعد ازاں معلوم ہوا کہ جو لوگ مختلف درخواستیں لے کر ڈیوک کے پاس آتے ہیں انہیں اس خیال سے اس کمرہ میں پہنچا دیا جاتا ہے کہ جو کچھ انہیں کہنا ہو اختصار کے ساتھ قلمبند کر کے پیش کریں۔ نوکر نے اشارہ سے مجھے ایک نشست پر بیٹھنے کے لیے کہا اور خود پاس والے کمرہ میں داخل ہوا۔ جس کا دروازہ اس نے احتیاطاً اندر جا کر پھیر دیا۔ قریباً ایک منٹ کے عرصہ میں اس نے واپس آ کر مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا چنانچہ ایک اور درمیانی کمرہ سے گذر کر ہم ایک تیسرے کمرہ میں داخل ہوئے، جہاں ڈیوک ڈی پالمی ایک صوفے پہ دراز تھے۔ اور لاتعداد اخبارات، چٹھیاں اور کتابیں ان کے اطراف میں بکھری ہوئی پڑی تھیں۔ کمرہ ہرچند بڑا نہ تھا۔ تاہم اس کی زیبائش خوب تھی۔ فرنیچر کی چیزیں ایک سے ایک اعلیٰ۔ آتشدان پر رکھی ہوئی متفرقات خوشنما اور چیدہ۔ مختصر یہ کہ دولت، سلیقہ اور اہتمام جن چیزوں کو فراہم کر سکتا ہے۔ وہ سب اس جگہ موجود تھیں۔ نفیس تصویریں، سنگ مرمر کے بنے ہوئے بت خوشنما گلدان اور متفرق عجائبات جنہیں دنیا کے ہر گوشہ اور حصہ سے حاصل کیا گیا تھا۔ ایک نہایت دبیز قالین کمرہ کے فرش پہ بچھا ہوا اور آتشدان میں تیز آگ روشن تھی۔ کھڑکیوں کے سامنے لمبے بھاری پردے لٹکے ہوئے تھے۔ کہ سرد ہوا کا جھونکا بھی اندر نہ آ سکتا تھا۔ ڈیوک نے صبح کے پہننے کی بڑھیا گون زیب تن کر رکھی تھی اور سنہرے پھندنے کی ارغوانی مخملی ٹوپی اس کے سر پہ تھی۔ میں نے پیشتر بیان کیا ہے کہ وہ ایک پستہ قد سکڑا سمٹا آدمی تھا۔ اب میں اتنا اضافہ اور کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے خط و خال تیکھے، آنکھیں چھوٹی اور سیاہ بال سپیدی مائل، دانت عمدہ اور ہموار اور عمر پچاس سال کے قریب تھی۔ دراز قد نہ ہوتے ہوئے

بھی اس میں ایک خاص وجاہت پائی جاتی تھی۔ اور مرتبہ کی بلندی کا احساس اخلاق کے ساتھ ملا ہوا ویسا ہی اس کے اندر موجود تھا۔ جیسا ملک فرانس کے روساء قدیم کا خاصہ سمجھا گیا ہے۔

غرض اس طرح کے کمرہ میں اور اس طرح کے رئیس کے روبرو مجھے پہنچایا گیا۔ نوکر مجھے چھوڑ کر رخصت ہو گیا تھا اور اب ڈیوک ڈی پالن نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نرم آواز میں کہا "میں آپ کو بھولا نہیں ہوں۔ مجھے امید تھی کہ آپ ضرور یہاں آئیں گے۔ کیونکہ میں جس وقت کل اپنے دوست گورنر بینک سے ملنے گیا تو اس نے بتایا تھا کہ جس بدمعاش نے آپ کو لوٹا تھا اس کی گرفتاری کی تاحال کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔"

"مائی لارڈ۔ افسوس یہی امر واقعہ ہے" میں نے افسوسناک لہجہ میں جواب دیا مگر اس کے ساتھ ہی یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ مجھے اس شخص کو کس طریقہ پر مخاطب کرنا چاہیے۔ کیونکہ گو میں نے کسی جگہ پڑھا تھا کہ ۱۸۳۰ء کے انقلاب کے بعد سرزمین فرانس میں "مائی لارڈ" کا جملہ ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا جا چکا ہے۔ تاہم اس کے ساتھ یہ خیال بھی دامنگیر ہوا کہ ممکن ہے مجھے غلط فہمی ہوئی ہو۔ بس سا لمحہ بھر سوچ کر یہی بہتر معلوم ہوا کہ از راہ حفاظت "مائی لارڈ" کا خطاب ہی استعمال کرنا چاہیے۔

"مجھے آپ سے بہت گہری ہمدردی ہے" ڈیوک نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "تاہم بتائیے کیا انگلستان میں آپ کے کوئی دوست یا رشتہ دار ایسے ہیں جن کے پاس آپ جانا چاہتے ہوں۔ کیونکہ اگر ایسا ہے تو میں بخوشی آپ کو امداد دینے کے لئے آمادہ ہوں۔"

"مائی لارڈ۔ میرا نہ کوئی دوست ہے اور نہ رشتہ دار۔ اور نہ میں کسی کے پاس واپس جانا چاہتا ہوں" میں نے جواب دیا "سردست مجھے اپنی ہی کوششوں سے گذارہ

کی کوئی صورت پیدا کرنی پڑے گی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ ڈیڑھ ہزار پونڈ کی رقم جو میرے ہاتھ سے گئی۔ اس شرط پر مجھے دی گئی تھی کہ میں اس سے عرصہ دو سال تک سیر و سیاحت کروں اور اس عرصہ میں کبھی کسی قسم کی امداد طلب کرنے کی مجھے سختی سے ممانعت کر دی گئی تھی۔

"ٹھہرو۔ ایک سوال میں پوچھنا چاہتا ہوں" دفعتاً ڈیوک نے کہا۔ "تمہاری صحیح مجلسی حیثیت کیا ہے؟"

"مائی لارڈ۔ میری داستانِ زندگی عجیب ہے: مگر وہ اتنی لمبی ہے کہ میں اس کے اعادہ سے آپ کا قیمتی وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا"

"کم از کم اس کا تھوڑا سا حصہ ضرور مجھے معلوم ہو جانا چاہیئے" ڈیوک ڈی پالن نے کہا: "واضح ہو کہ میں یہ سوال محض دفع استعجاب کے لئے نہیں پوچھتا"

"مائی لارڈ۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے والدین کون تھے" میں نے جواب دیا۔ "جب میں نے ہوش سنبھالا تو ایک مدرسہ میں تعلیم پایا کرتا تھا۔ لیکن پندرہ سال کی عمر میں اس مدرسہ کے ٹوٹنے سے حالات ایسے پیش آئے کہ میں بے یار و مددگار رہ گیا۔ اور مجھے اپنے آپ زندگی کی جدوجہد جاری رکھنی پڑی۔ کچھ عرصہ پہلے تک میں ایک ادنیٰ ملازم کی حیثیت میں کام کیا کرتا تھا۔ اس زمانہ کی سندیں اب تک میرے پاس ہیں۔ گو چند دن پیشتر خواب میں بھی اس کا خیال نہ آسکتا تھا کہ پھر کبھی مجھ کو انہیں پیش کرنے کی حاجت ہو گی"

"لیکن یہ پندرہ سو پونڈ جو تمہارے پاس تھے اور اب جاتے رہے۔ وہ کیونکر تمہارے پاس آئے تھے؟"

"مائی لارڈ۔ میرا محسن انگلستان کا ایک بڑا مالدار رئیس ہے۔ میری بعض خدمات کے صلہ میں اس نے ازراہ عنایت مجھے ادنیٰ درجہ سے ترقی دی۔ اور اسی پر کفایت نہ کر کے یہ روپیہ اس ہدایت کے ساتھ مجھ کو دیا کہ عرصہ دو سال تک یورپ کی سیر و سیاحت کر کے تجربہ حاصل کرو۔ دو سال کے بعد میں پھر اس کے پاس جاؤں گا۔ لیکن اس

درمیانی عرصہ میں مجبوراً ایک بار پھر مجھے اپنی محنت سے روزی کمانی پڑے گی ؟"

"تمہاری داستانِ زندگی واقعی عجیب ہے " ڈیوک نے کچھ اس طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا جس سے معلوم ہوا کہ وہ شک و بدگمانی کو دل میں جگہ دینے لگا ہے۔ مگر اس کے چہرہ سے یہ آثار جلدی ہی زائل ہو گئے اور اس نے کہا " میں تمہارے بیان کو صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ کیونکہ تمہاری گفتگو سے سچائی کی بُو آتی ہے اور صداقت کے آثار تمہارے چہرے پر پائے جاتے ہیں۔ میری دلی خواہش ہے کہ کوئی ذریعہ تمہاری امداد کا ضرور پیدا کیا جائے۔ لیکن کیا؟ یہ اب تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ایک دفعہ ترقی پا چکنے کے بعد ادنیٰ ملازمت دوبارہ تم کو پیش کرنا میری نظروں میں معیوب ہو گا اور اسکے علاوہ"...

"مائی لارڈ" میں نے خوش ہو کر کہا " اگر آپ مجھے اپنی ملازمت میں لینا منظور کر سکیں تو میں اسے شکریہ کے ساتھ قبول کر لوں گا۔ کیونکہ میرے نزدیک ایمانداری کی مشقت میں کوئی شرم و عار نہیں۔ اور میں اس بات کا بھی وعدہ کرتا ہوں کہ جو خدمت میرے سپرد کی جائے گی اس کو وفاداری اور شکرگزاری کے ساتھ سرانجام دوں گا۔ ملاحظہ فرمایئے یہ وہ سندیں ہیں جن کا میں نے ذکر کیا تھا۔ ان سے معلوم ہو گا کہ پیشتر میں کچھ عرصہ تک ایک مشہور انگریز نواب لارڈ ریونس ہل کے ہاں بھی ملازمت کر چکا ہوں..."

" آہ۔ لارڈ ریونس ہل! " ڈیوک نے چونکتے ہوئے کہا " میں اس سے اچھی طرح واقف تھا۔ بارہا پیرس کے قیام میں وہ میرا مہمان رہا۔ لیکن بعد ازاں میں نے سنا تھا کہ بعض مصائب اس پر نازل ہوئے جن کی وجہ سے ..."

"جی بے شک وہ ان مصائب ہی کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے تھے۔ اسی لئے ان کو اپنا وطن چھوڑ کر اس جگہ آنا پڑا۔ اور یہیں انہوں نے جان دی۔"

" ہاں یہ واقعہ بھی میرے سننے میں آیا تھا۔" ڈیوک نے تسلیم کیا۔ اور سندیں میرے ہاتھ سے لے کر ان کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ بعد ازاں تھوڑی دیر سوچ

کر اس نے کہا: "جوزف ولمٹ ۔ میں تمہیں اپنی ملازمت میں لے سکتا ہوں لیکن سردست میرے ہاں کوئی بہت اونچے درجہ کی آسامی خالی نہیں ہے ۔ اس کے ساتھ ہی میں تمہیں کوئی ادنیٰ ملازمت بھی دینا نہیں چاہتا ۔ حسنِ اتفاق سے ان دنوں مجھے ایک ذاتی نوکر کی خدمات درکار ہیں ۔ جو ایک طرح پر میرا خادم خاص ہو ۔ اسے وردی پہننے کی حاجت نہ ہوگی اور فقط میری ذات سے متعلق خدمات سرانجام دینی پڑیں گی ۔ تنخواہ معقول ہوگی ۔ اور کھانا اونچے درجہ کے نوکروں کے ساتھ کھانا ہوگا ۔ اگر تم اس خدمت کو منظور کرتے ہو تو میں تم کو اسی وقت اپنے ہاں رکھ سکتا ہوں ۔"

"مائی لارڈ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جن سے آپ کی اس عنایت کا شکریہ ادا کروں ۔" میں نے سچی ممنونیت کے لہجہ میں کہا ۔ "میں تازیست آپ کو وہ محسنِ خاص سمجھوں گا جس نے عین مصیبت کے وقت میری دستگیری کی ۔"

"اس صورت میں تم فوراً ملازمت شروع کر سکتے ہو ۔" ڈیوک نے جواب دیا ۔ "اور میں داروغہ کو ہدایت کر دوں گا کہ وہ آج سے تمہارا نام ملازموں کی فہرست میں لکھ لے لیکن ایک بات میں تم سے کہنا چاہتا ہوں ۔" یہ کہتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر پھیکا تبسم پیدا ہو گیا ۔ گو میں نے دیکھا کہ اس کا لہجہ کسی حد تک تلخ تھا ۔ "تم نے اس طریقہ پر مجھے مخاطب کیا ہے جو بیشتر صدیوں تک میرے آباؤ اجداد کے لئے استعمال ہوتا رہا ۔ اور جس کا رواج ۱۸۳۰ء تک عام تھا ۔ لیکن اس وقت کے بعد حالات تبدیل ہو چکے ہیں اور امیر خاندانوں میں خطاب کا پرانا طریقہ رائج نہیں رہا ۔ گو میں اس بارے میں کسی قسم کی رائے ظاہر کرنا نہیں چاہتا کہ اس تبدیلی کا نتیجہ اچھا ہے یا بُرا ۔ بہرحال میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اس ملک میں مائی لارڈ اور یور لارڈشپ کے جملے استعمال نہیں ہوتے یا اگر ہوتے ہیں تو فقط خاندان شاہی کے شہزادوں یا کلیسا کے اسقفِ اعلیٰ کے لئے ۔ البتہ اس زمانہ کی یادگار یہ چھوٹا سا جملہ باقی رہ گیا ہے "موسیو لا ڈیوک" ہرچند

یہ طریق خطاب کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ تاہم میں اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں۔ پس جب کبھی تم کو گفتگو کرنی ہو تو نہ "مائی لارڈ" کا امیرانہ جملہ استعمال کرنے کی حاجت ہے اور نہ "سر" کا لفظ۔ تم "موسیو ڈیوک" کہہ کر مجھ کو مخاطب کر سکتے ہو۔ معاملہ اس میں شک نہیں ایسا نہ تھا کہ اس پر اتنی لمبی چوڑی تقریر کی جاتی۔ تاہم اس خیال سے کہ تم اس گھر میں نئے نوکر ہو، اور تمہارا ہر قسم کے آداب سے واقف ہونا ضروری ہے اس لئے میں نے یہ حالات بیان کرنے ضروری سمجھے۔"

میں سلام کر کے رخصت ہوا چاہتا تھا کہ ڈیوک نے دفعتاً کچھ سوچ کر پھر مجھے آواز دی۔ اور کہا:۔ "یہ بتاؤ تمہارے ہوٹل کے اخراجات کا حساب کیونکر صاف ہوا کیا تم نے اپنے بل کا چکو نہ کر دیا یا نہیں؟"

میں نے اس یاددہانی کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ "میورس ہوٹل کے مالک نے ازراہ فیاضی مجھ سے کہا تھا کہ جس وقت روپیہ کا انتظام ہو، بل ادا کر دینا۔ پس میرا ارادہ پہلی تنخواہ ملنے پر اس کی رقم ادا کر دینے کا ہے۔"

"میری اپنی رائے میں زیادہ بہتر ہوگا۔" ڈیوک نے مجھ سے کہا۔ "کہ تم مجھ سے روپیہ لے کر ہوٹل والے کا حساب چکا دو۔ ہمارا آپس کا حساب بعد کو ہوتا رہے گا۔" اس پر میں نے دلی شکر گذاری کے لہجہ میں اظہار ممنونیت شروع کیا۔ مگر ڈیوک نے فوراً یہ کہہ کر مجھے روک دیا کہ "اب تم جا کر اپنی رہائش کا انتظام کر دو۔"

ایک ایسی اچھی جگہ ملازمت پا کر اور ایک ایسے نیک محسن کے سایہ عاطفت میں آنے سے جو خوشی میرے دل کو ہوئی۔ اس کا حال بیان کرنا عبث ہے۔ بدمعاش ڈورچسٹر نے اپنی اس تازہ عیاری سے جس خطرناک حالت تک مجھ کو پہنچا دیا تھا اس سے نکلنے کی یہ غیبی صورت میرے لئے ہر طرح باعث تسکین تھی۔ فی الحقیقت اس واقعہ سے میرے دل کو اتنی خوشی ہوئی کہ وہ غم بھی جو ہر طرح کی امیدوں و آرزوؤں کا خون

ہونے سے دل کو ہو سکتا تھا زائل ہو گیا۔ اس میں شک نہیں پھر ایک بار میری حالت ایک معمولی نوکر کی سی ہو گئی۔ جسے کسی طرح کی آزادی حاصل نہ تھی۔ اور جو اپنی روزی کے لئے اوروں کا دست نگر تھا۔ نیز پھر ایک بار مجھ کو مرد شریف کی حیثیت سے ایک ادنیٰ نوکر کی حیثیت اختیار کرنی پڑی۔ تاہم جیسا میں نے اپنی اس داستانِ زندگی کے مختلف مقامات میں اس سے پہلے بارہا لکھا ہے عہد شباب میں انسان کی مایوسیاں عموماً دیرپا نہیں ہوتیں۔ یہ زمانہ امید و آرزو کا ہوتا ہے اس لئے ہر قسم کی تشویش جلدی ہی میرے دل سے زائل ہو گئی۔ اور میں نے طے کر لیا کہ دو سال کا عرصہ ڈیوک ڈی پالن کے ہاں ملازمت کر کے ہی گذار دوں گا۔ اس جگہ آسائش میں رہتے ہوئے یہ وقت جلدی گذر جائے گا۔ اور جب اس کے بعد میں پھر ایک بار میلین ہال میں جاؤں گا تو نہ صرف میرا پُرتپاک خیر مقدم ہو گا۔ بلکہ میری وہ دیرینہ آرزو بھی جو میرے لئے بے حد عزیز تھی۔ یقینی طور پر بر آئے گی۔

باب ۳

ڈیوک اور ڈچس ڈی پالن

ہوٹل کا بل ادا کرنے کے بعد میں نے اپنا سامان باندھا اور کرایہ کی گاڑی پر سوار ہو کر ڈیوک ڈی پالن کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں میری آمد کی اطلاع پہلے سے اونچے درجہ کے نوکروں کو دی جا چکی تھی۔ چنانچہ میں جب اس جگہ پہنچا تو ہر شخص نے میرا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ ان میں سے دو یا تین آدمی بر اعظم یورپ میں رہنے والے انگریز خاندانوں میں ملازمت کر چکے تھے اس لئے وہ کم و بیش میری زبان انگریزی سے واقف

تھے. خصوصاً ڈچس کی ایک کنیز بڑی روانی سے انگریزی بول سکتی تھی۔ یہی باعث تھا کہ مجھے اس جگہ آکر تبادلۂ خیالات میں کسی طرح دقّت پیش نہیں آئی۔ اس کے باوجود میں نے فیصلہ کرلیا کہ جہاں تک ممکن ہوگا نہ صرف گفتگو کے ذریعہ سے بلکہ اوقات فرصت میں کتابوں کے مطالعہ سے بھی اس زبان کے متعلق اپنی معلومات کو وسعت دینے کی کوشش کرتا رہوں گا۔

جس طرح کی شان وشوکت کی زندگی ڈیوک ڈی پالن بسر کرتے تھے اس کا حال میں نہیں جانتا کن لفظوں میں بیان کروں۔ کیونکہ جیسا بعدازاں معلوم ہوا وہ ملک فرانس کے ان چند مالدار امیروں میں سے ایک تھے، جو گذرے ہوئے زمانہ کی یادگار باقی رہ گئے ہیں۔ یوں تو لارڈ ڈریونس ہل کا صرف خاص بھی کچھ کم وسیع نہ تھا تاہم ڈیوک ڈی پالن کے مقابلہ میں اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ اول تو عمارت ہی چارلٹن ہال سے جس میں لارڈ ریونس ہل کی سکونت تھی دوگنی بڑی ہوگی۔ پھر اس کے علاوہ نوکروں کی تعداد بھی لارڈ ریونس ہل کے نوکروں کی تعداد کے مقابلہ میں تین گنی زیادہ تھی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ایک ہی مکان میں رہتے ہوئے ڈیوک اور ڈچس نے اپنے لئے جداگانہ عملے رکھے ہوئے تھے ان کی گاڑیاں اور گھوڑے جدا تھے اور نوکر بھی جدا۔ اس کے علاوہ جیسا کہ رفتہ رفتہ معلوم ہوا وہ خود بھی ایک دوسرے سے زیادہ تر الگ تھلگ ہی رہتے تھے۔ ڈیوک کے اپنے نجی کمرے جدا تھے۔ ڈچس کے اپنے الگ۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ ڈیوک اپنے کمروں میں اپنے حلقۂ احباب کے امرا کو دعوت دیتے اور ڈچس اپنے طور پر جلسۂ رقص کا اہتمام کرتیں۔ لیکن بعدازاں دونوں کے مہمان ایک دوسرے سے مل جاتے۔ رفتہ رفتہ معلوم ہوا کہ ڈیوک اور ڈچس کے تعلقات باہمی بھی زیادہ خوشگوار نہیں ہیں۔ گو اس کشیدگی کی وجہ مجھے فوراً ہی معلوم نہ ہو سکی۔ ان کے کئی بچے تھے جن میں سب سے بڑا جو مارکوئیس کہلاتا تھا اس کی عمر سترہ سال کے قریب تھی۔ اور سب سے چھوٹے بچے کی چار سال

کے قریب۔

ڈچس ڈی پالن وہی خوبصورت خاتون تھی جسے میں نے یوم واردات کو بینک آف فرانس کے باہر گاڑی میں بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ کیونکہ گاہ بگاہ وہ اپنے شوہر ڈیوک کے ساتھ باہر چلی جایا کرتی تھی۔ گو اس طرح کے موقعے انشاذ کالمعدوم سمجھنے چاہئیں عمر اس کی چھتیس سال کے قریب تھی۔ قامت متوسط اور بدن اتنا گداز کہ وہ اس کی قدرتی خوبصورتی کے منافی نہ سمجھا جا سکتا تھا۔ بہ حیثیت مجموعی وہ ایک بے حد حسین عورت تھی۔ سیاہی مائل بھورے بال قدرتی خم کھائے ہوئے پیشانی کے اطراف میں چھائے رہتے تھے۔ اور انہیں اس خوبصورتی سے آراستہ کیا جاتا تھا کہ ان کی قدرتی دلفریبی کئی گنا زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ نیلے رنگ کی آنکھیں موٹی اور شفاف اور ان کی تہ میں چھپی ہوئی فکر کی قدرتی جھلک انہیں اور بھی زیادہ دلکش بناتی تھی۔ رنگت انتہا درجے صاف اور بے حد سپید۔ فقط اس کے رخساروں پر گلاب کی ہلکی سی جھلک پائی جاتی تھی۔ کشادہ اور اونچی پیشانی ہر چند سنگ مرمر کی طرح سپید تھی۔ تاہم اس میں وہ دبی ہوئی سُرخی موجود تھی جو بے جان سنگ مرمر میں نہیں ہوتی۔ ناک سیدھی اور ستواں، دہانہ تنگ اور ہونٹ انتہا درجے خوشنما۔ اس کے دانت دُر شہوار سے ملتے ہوئے اور ٹھوڑی قدرے گول تھی۔ گردن ہنس راج کی طرح لمبی اور ہلکا سا خم رکھتی تھی۔ اور شانوں کی ڈھلان انتہا درجے خوشنما تھی۔ سینہ اُبھرا ہوا، بازو گول اور بالکل سپید، ایک ہلکا سا کسل اس کے انداز میں پایا جاتا تھا۔ گو اس سے اس کے قدرتی وقار میں بالکل فرق نہ آتا تھا۔ انتہا درجے خوبصورت ہونے کے باوجود اس کے چہرہ کے انداز سے کوئی ایسی بات ظاہر نہ ہوتی تھی جس کو نفس شہوانی یا جذبات حیوانی پر محمول کیا جائے۔ فی الحقیقت کوئی بُرا خیال یا فاسد ارادہ اس کی ذات سے منسوب کرنا ہی غیر ممکن تھا۔ ضرورت پیش آنے پر وہ پُر غرور بن کر تمکنت کا

اظہار بھی کرسکتی تھی۔ اور اس طرح کے موقعہ پہ کچھ ایسا شاہانہ وقار اس میں پا یا جاتا تھا جس کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے۔ اس طرح کے موقعوں پر اس کا انداز کسل بالکل زائل ہو جاتا۔ اور اس کے چہرہ پر رُعب پیدا ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ رفتہ رفتہ معلوم ہوا نوکروں سے اس کا سلوک اخلاق آمیز سرد مہری کا ہوتا تھا۔ وہ بہت کم مسکراتی، حتیٰ کہ اپنی کنیزوں سے بھی بے تعلقانہ گفتگو کرتی تھی۔ اس کے باوجود وہ نامہربان نہ تھی۔ جبر و تشدد کو اس کے مزاج میں بالکل دخل نہ تھا۔ اور سختی تو اسے چھو کر بھی نہ گذری تھی۔ مگر اپنے رتبہ اور پشتینی عزت کا اس کو بہت فخر تھا۔ نیز اس بات کا کہ وہ ڈیوک ڈی پالن کی بیگم ہے۔ وہ خود بھی امرائے فرانس کے ایک بہت قدیم خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ اور جب اس کی شادی ڈیوک کے ساتھ ہوئی تو اس کے والدین نے حد سے زیادہ جہیز اس کو دیا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ شادی سے پہلے ڈیوک اور ڈچس میں بہت گہری محبت تھی۔ یعنی ان کی شادی صحیح معنوں میں عشق اور محبت کی شادی تھی۔ اور جس طرح اونچے طبقہ کے لوگوں میں عموماً ہوا کرتا ہے محض خاندانی نجابت کے خیال سے نہ ہوئی تھی۔

سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں اس بارے میں بھی چند تفصیلات بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس عالی شان مکان میں ڈیوک اور ڈچس ڈی پالن کے سونے کے انتظامات کیا تھے۔ یہ میں پہلے ہی تحریر کر چکا ہوں کہ عمارت ایک چوک کی صورت میں بنی ہوئی تھی۔ جس کے وسط میں ایک نہایت کشادہ صحن تھا۔ اس عمارت کا پچھواڑہ یعنی مکانیت کی درمیانی لائن کا پچھلا حصہ ایک نہایت کشادہ باغ کی طرف جو پیرس کے ہائڈ پارک سے ملحق تھا کھلتا تھا۔ عمارت کے اس حصہ میں بہت بڑا ہال واقع تھا اور فراخ مرمری زینے ہال کے وسط سے نہیں بلکہ اس کے پہلو سے شروع ہو کر اوپر کی طرف جاتے تھے۔ جس وقت کوئی آدمی صحن سے گذر کر اس ہال میں داخل

ہو تو اس کے دور افتادہ سرے پر بھاری خود بخود بند ہونے والے دروازے دکھائی دیتے تھے۔ جن سے آگے ایک لمبی گذرگاہ تھی اور اس گذرگاہ سے ایک ہی قسم کے دو کمروں کے مجموعہ کو راستہ جاتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک میں ایک دالان، ایک لباس تبدیل کرنے کا کمرہ اور ایک ایک خوابگاہ واقع تھی۔ ان کے دروازے ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے۔ کمروں کا ایک مجموعہ ڈیوک کے پاس تھا اور دوسرا ڈچس کے پاس۔ مخفی نہ رہے کہ یہ کمرے نچلی منزل پر واقع تھے اور ان کی عقبی کھڑکیاں اس باغ کی طرف کھلتی تھیں جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ ان کھڑکیوں میں جھلملیاں لگی تھیں جو رات کو ہمیشہ بند رہتی تھیں۔ کھانا کھانے اور ناشتہ کے کمرے، نشستگاہ، لائبریری، انٹا کھیلنے اور تمباکو نوشی کے کمرے یہ سب نچلی منزل پر تھے۔ البتہ سردائی بیٹھکیں اور دوسرے کمرے جو مہمانوں کی آمد پر یا خاص تقریبوں پر کھولے جاتے تھے نیز متفرق نشستگاہیں اور آرام کرنے کے کمرے یہ پہلی منزل پر تھے۔ ان سے اوپر کی منزلوں میں بالائی طبقہ کے نوکر رہا کرتے تھے خصوصاً وہ جو براہ راست ڈیوک اور ڈچس کی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ یہ ساری باتیں محض اس خیال سے پوری تفصیل کے ساتھ درج کرنی ضروری سمجھی گئی ہیں۔ کہ ناظرین کو واقعات مابعد کے سمجھنے میں سہولت رہو۔

اس جگہ رہتے ہوئے جلدی ہی یہ بات مجھ پر واضح ہوگئی کہ میری مصروفیتیں برائے نام اور خفیف ہیں۔ فی الحقیقت میں اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہو گیا کہ ڈیوک نے کسی ضرورت کے خیال سے نہیں بلکہ زیادہ تر میری امداد کی غرض سے مجھے اپنے ہاں ملازم رکھا ہے۔ گو بعد ازاں جب میں رفتہ رفتہ اس گھر کے حالات سے پوری طرح واقف ہوا تو میں نے دیکھا کہ میری طرح لاتعداد نوکر اور بھی ہیں جن کی مصروفیتیں برائے نام اور تنخواہیں معقول ہیں۔ اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ ڈیوک ڈی پائن نے

لاتعداد نوکر ضرورت سے بہت زیادہ نمود و نمائش کی خاطر رکھے ہوئے تھے۔ بہرحال جہاں تک میری اپنی ذات کا تعلق ہے مجھے بہت کم کام کرنا پڑتا تھا۔ اور فرصت کافی سے زیادہ ہوتی تھی۔ ضرورت پیش آئے تو میں گھنٹوں غیر حاضر رہ سکتا تھا اور گو ان اوقات فرصت میں میں نے پیرس کی سیر و سیاحت بھی خوب کی۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ مہلت سے فائدہ اٹھا کر فرانسیسی زبان سیکھنے کی بھی کوشش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ چند ہفتوں کے عرصہ میں میں نے اس زبان میں اتنی ترقی کر لی جو میری بہترین امیدوں سے بھی بعید تھی۔

معلوم ہوا کہ ڈچس کو مجلسی اختلاط کا بے حد شوق ہے۔ بمشکل کوئی رات ایسی گذرتی کہ یا تو وہ خود کسی سہیلی کے مکان پر نہ جائے یا کچھ لوگ اس کے اپنے مکان پر نہ آئیں۔ ڈیوک ڈی پاین گو اس کے ساتھ بہت کم باہر جاتا تھا۔ تاہم جب کبھی ڈچس کی طرف سے مہمانوں کی خاطر داری کا اہتمام ہوتا تو ان تقریبوں میں وہ بھی برابر کا حصہ لیا کرتا تھا۔ اگر کسی دن اس طرح کی مصروفیت در پیش نہ ہو اور ڈیوک کے اپنے دوست اس سے ملنے کے لئے آ جائیں تو پھر وہ عموماً اکیلا باہر چلا جاتا۔ اور بعض اوقات بڑی رات گئے واپس آتا تھا۔

مجھ کو اس جگہ آئے قریباً دو ماہ کا عرصہ گذر چکا تھا اور فروری کا مہینہ ختم ہو رہا تھا کہ ایک دن صبح کو میں جب صبح کے ناشتہ پر (جس کے بارے میں ضمناً یہ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ڈیوک اور ڈچس علیحدہ علیحدہ اپنے کمروں میں کھایا کرتے تھے) ڈیوک کی چٹھیاں کھول کر اخبارات کے ساتھ ساتھ میز پر رکھ رہا تھا۔ تو اس نے مجھ سے کہا۔ "جوزف۔ مجھے امید ہے کہ اب تم پیرس کے مختلف حصّوں سے بخوبی واقف ہو گئے ہو گے"۔

میری طرف سے اس کا جواب اثبات میں دیئے جانے پر ڈیوک نے ایک سربمہر لفافہ

اپنی میز سے نکالا اور ایک محلّہ کا نام لے کر پوچھا "کیا تم وہاں جاسکو گے؟" بعدازاں معلوم ہوا کہ اس محلّہ کا فاصلہ ڈیوک کی کوٹھی سے قریباً دو میل تھا۔ ہر چند میں اس محلّہ سے ناواقف تھا۔ تاہم جب مجھے اس کے نواحات کا پتہ بتایا گیا تو میں نے جواب دیا کہ میں یقینی طور پر اس محلّہ میں پہنچ جاؤں گا۔ خط میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے ڈیوک نے مجھے تاکید کی کہ اسے لے کر سیدھے وہاں جانا اور اس کا جواب لے کر آنا۔ مگر اس کے بعد جب میں رخصت ہونے لگا تو اس نے پھر ایک بار آواز دی اور کہا کہ تم اس خط کو جیب میں رکھ لو۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کوئی اسے دیکھ لے۔ اس کے علاوہ یہ بھی میں تم کو بطور ہدایت کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اس خط کو لے جانے کا ذکر نوکروں میں سے کسی کے ساتھ نہ کرنا۔ میں نے اس بارے میں انتہائی رازداری کا وعدہ کیا اور رخصت ہوا۔ دو تین جگہ راستہ پوچھ کر میں آخرکار اس محلّہ میں پہنچ گیا۔ جہاں وہ خط مجھ کو پہنچانا تھا۔ اور اس وقت پہلی مرتبہ یہ دیکھنے کے لئے کہ خط کس کے نام ہے اور سرنامہ پر مکان کا نمبر وغیرہ کیا درج ہے۔ میں نے اسے جیب سے نکالا۔ معلوم ہوا کہ اس پر میڈموازل لگنی کا نام درج تھا۔ چونکہ میڈموازل انگریزی لفظ مس کا مترادف ہے اس لئے میں اسے دیکھتے ہی جان گیا کہ وہ کوئی غیر شادی شدہ خاتون ہے جس کے نام یہ خط لکھا گیا ہے۔ اور چونکہ ڈیوک نے اس بارے میں انتہائی رازداری کے لئے اصرار کیا تھا اس لئے میں اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہ سکا کہ ضرور ڈیوک ڈی پالن کا اس خاتون سے کوئی خفیہ تعلق ہے۔ اور اسی سلسلہ میں یہ خط و کتابت جاری ہے۔ ایک اس طرح کے معاملہ میں قاصد کا فرض ادا کرنا ہر چند مجھے ناپسند تھا تاہم نوکری کی مجبوریاں کس سے پوشیدہ ہیں؟ مالک کا حکم بجالانا میرا فرض تھا اور اس بارے میں کسی اعتراض کی گنجائش نہ تھی۔

پیرس میں رہتے ہوئے میں نے دیکھا کہ ہر ایک گھر کے دروازہ پر ایک دربان متعین رہتا ہے۔ چنانچہ اس خاص مکان پر پہنچ کر جس کا نمبر لفافہ پر درج تھا میں نے

دربان سے پوچھا۔ کیا میڈموازل گمنی گھر پر ہیں؟ اس نے مجھے دوسری منزل پر جانے کی ہدایت کی۔ اس جگہ پہنچ کر میں نے گھنٹی بجائی تو ایک سن رسیدہ معزز شکل وصورت کی خادمہ نے دروازہ کھولا۔ میں نے وہ رقعہ اسے دے دیا۔ اور وہ فوراً اسے لے کر اندر چلی گئی اس کے بعد جلدی ہی واپس آکر کہنے لگی " آپ اندر آجایئے " چنانچہ وہ مجھے ایک سادہ خوشنما آراستہ کمرہ میں لے گئی۔ جہاں تقریباً تیس سال عمر کی ایک خاتون بیٹھی تھی۔ اس کی شکل وصورت سے پایا جاتا تھا کہ کسی زمانہ میں بے حد خوبصورت رہی ہوگی۔ لیکن عرصہ دراز کے تفکرات اور بیماریوں نے اب اس کی صورت میں عظیم تبدیلی پیدا کر دی تھی۔ رنگت زرد گال پچکے ہوئے، آنکھیں جو قدرتی طور پر سیاہ اور موٹی تھیں نیلگوں حلقوں سے گھری ہوئی، سیاہ رنگ کے بال لاپرواہی سے پیچھے کی طرف کنگھی کرکے ایک ڈھیلے جوڑے کی صورت میں بندھے ہوئے جس سے چہرہ کا اُتار زیادہ نمایاں تھا۔ اگر اس نے بالوں کو اپنے چہرہ کے اطراف میں لٹکنے دیا ہوتا تو ممکن تھا اس کی لاغری اور سپیدی کسی حد تک چھپ جاتی۔ لیکن اب جیسا کہ بیان کیا گیا ہے یہ دونوں باتیں غیر معمولی واضح اور نمایاں تھیں۔ میں جس وقت داخل ہوا تو اس خاتون نے ایک ڈھیلا ڈھالا لباس لاپرواہی سے پہنا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے پامال شدہ حسن کو چھپانے والے مخفی ذرائع بھی مفقود تھے۔ ہر چند اس کی عمر جیسا کہ بعد ازاں معلوم ہوا تیس سال سے بھی کم تھی۔ تاہم دیکھنے میں وہ چالیس سال سے اوپر نظر آتی تھی۔ صرف اس کے خوشنما اور ہموار دانت اس کے ڈھلے ہوئے چہرہ کے حسن رفتہ کی یادگار باقی تھے۔ یا اس کے علاوہ یہ بات کہ اپنی موجودہ زار حالت کے باوجود کچھ اس طرح کی نفاست اس میں پائی جاتی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ درحقیقت وہ کوئی اچھی تربیت یافتہ خاتون ہے۔ اور اس کی خوبصورتی محض فکر و تشویش یا علالت و بیماری کے تباہ کن اثرات سے زائل ہوئی ہے ورنہ اپنی بہتر حالت میں وہ جس وقت بناؤ سنگار کرتی اور عمدہ لباس پہنتی ہوگی تو اس کے چہرہ پر غیر معمولی آثار دلفریبی نمودار

ہوتے ہوں گے۔

مجھے بداخلاق لیکن غمناک لہجہ میں مخاطب کرکے اس نے انگریزی میں جسے وہ بڑی روانی کے ساتھ بولتی تھی بیٹھ جانے کے لئے کہا۔ اور خود اس خط کا جواب لکھنے میں مشغول ہوئی لیکن وہ چند الفاظ ہی لکھ پائی تھی کہ گھنٹی کی زوردار آواز باہر کے دروازہ پر سنائی دی وہ اسے سن کر بڑے زور کے ساتھ چونکی اور اس کے چہرہ پر دہشت کے آثار نمودار ہوگئے۔

"کیا میڈموازل لگنی گھر پر ہیں؟" ایک زنانہ آواز اسی سن رسیدہ خادمہ سے پوچھتے سنائی دی جس نے مجھے دروازہ کھولا تھا۔ اور مجھے یہ معلوم کرکے سخت دہشت ہوئی کہ وہ ڈچس ڈی پالن کی آواز تھی!

معلوم ہوتا ہے میڈموازل لگنی نے بھی اس آواز کو فوراً پہچان لیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی کرسی سے بے تابانہ اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اور کہنے لگی "اِدھر آؤ میرے ساتھ" یہ کہہ کر اس نے ایک اندرونی دروازہ کھولا۔ اور مجھے بازو سے پکڑ کر اس کے اندر دھکیل دیا۔ لیکن بمشکل اس نے میرے کمرہ کے اندر جانے کے بعد دروازہ بند کیا تھا کہ دوسرا دروازہ جس کی راہ سے میں پہلے داخل ہوا تھا کھلتا سُنائی دیا۔ اور وہی نووارد خاتون... ڈچس اندر آگئی۔

میں اس وقت میڈموازل لگنی کی خوابگاہ میں تھا۔ اور جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے میری اس وقت کی حالت بے حد ناخوشگوار تھی۔ سب سے پہلا خیال جو میرے دل میں پیدا ہوا یہ تھا کہ ڈیوک اور میڈموازل لگنی میں یقینی طور پر ناجائز تعلقات ہیں جن کا حال کسی طرح ڈچس کو معلوم ہوگیا ہے اور عنقریب اس سلسلہ میں ہنگامہ پیش آئے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ اندیشہ بھی دامنگیر ہوا کہ ممکن ہے ڈچس اپنے بڑھے ہوئے جوش کی وجہ سے اس کمرہ میں گھس آئے جس میں میں کھڑا تھا۔ جس صورت میں میری ناگفتہ بہ حالت کا اندازہ کرنا مشکل نہ ہوسکتا تھا اس کا اس کمرہ میں آجانا اس خیال سے بھی اغلب معلوم ہوتا تھا کہ اس کا شوہر ڈیوک ممکن ہے اپنے مکان سے رخصت ہوکر کسی طرف چلا گیا ہو اور وہ سمجھے کہ وہ اسی جگہ پوشیدہ ہے

یہ سوچکر میں نے بے تابانہ چاروں طرف دیکھا۔ تاکہ اگر باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر آئے تو میں اس کمرہ سے باہر نکل جاؤں لیکن افسوس میرے لئے راہ فرار بند تھی۔ صرف ایک ہی دروازہ اس کمرہ کا اس دوسرے کمرہ کی طرف کھلتا تھا جس میں ڈچس داخل ہو چکی تھی یا اس کے علاوہ دو سلاخ دار کھڑکیاں تھیں۔ میں انہی فکروں میں کھڑا تھا کہ ڈچس اور میڈموازل لگنی میں جوش آمیز گفتگو شروع ہوگئی۔ جسے کچھ تو عدم توجہی کی وجہ سے اور کچھ اس لئے بھی کہ مجھے فرانسیسی زبان میں پوری مہارت نہ تھی۔ میں پوری طرح سمجھ نہ سکا معاملہ چونکہ نہایت نازک تھا اس لئے بے جا تجسس بھی میری عادت کے برخلاف تھا۔ اس کے باوجود مجبوراً مجھے بعض فقرے سننے پڑے۔ جو ہر چند بے جوڑ تھے۔ تاہم یہاں ان کا حاصل مطلب اپنے لفظوں میں مربوط کرکے پیش کرتا ہوں۔

"افسوس تم نے ہمیشہ کے لئے میری راحت کا خاتمہ کر دیا" ڈچس غصہ میں بھر کر کہہ رہی تھی۔

"بانو۔ آپ کے شبہات اس حد انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں جسے میں داخل توہین تصور کرتی ہوں" یہ میڈموازل لگنی کا جواب تھا۔

"لیکن کیا مجھے ہر بات پر شک کرنے کا حق حاصل نہیں ہے؟" ڈچس پھر ایک بار کہتے سنائی دی۔ "جس صورت میں ڈیوک کل رات یہاں آیا تھا..."

جواب میں میڈموازل لگنی نے کچھ کہا مگر میں اس کو نہ سن سکا۔

"تم کہتی ہو میں اس کی جاسوس بن کر پھرتی ہوں" ڈچس نے تلخ لہجہ میں اعتراضاً کہا۔ "لیکن کیا مجھے اس بات کا حق حاصل نہیں ہے..."

اس سے آگے ڈچس کے اپنے الفاظ بھی میری سمجھ میں نہ آسکے۔ اور تھوڑی دیر تک کچھ اس طرح کے دبے ہوئے لہجہ میں گفتگو ہوئی کہ میں اسے بالکل نہ سمجھ سکا۔

"اوہ میڈموازل" دفعتاً ڈچس نے کہا۔ "میں بمنت تم سے کہتی ہوں کہ وہ کام کرو

جو تمہارے عہد ماضی کی خطاؤں کی پوری تلافی کر سکے۔ تم کو لازم تھا واپس ہی نہ آتیں۔" اس سے آگے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے ڈچس نے کچھ فقرے اور بھی اسی طرح لجاجت کے ساتھ کہے مگر میں ان کو نہ سُن سکا۔ تاہم ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ میڈموازل کی خوشامد کر رہی ہے۔ اس سے مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ کیونکہ ذرا سی دیر پہلے وہ نہایت جوش کی حالت میں تھی۔ حالانکہ اب وہ بے حد نرم ہو گئی۔

"بہت اچھا میں اس سوال پر غور کروں گی۔" آخر کار میڈموازل لگنی کی آواز کہتے سنائی دی۔" ان خوفناک ہنگاموں سے محفوظ رہنے کے لئے کون سی بات ہے جسے میں کرنے کے لئے تیار نہیں۔ آہ میڈم لا ڈچس۔ کیوں آپ میرے کہنے کا اعتبار نہیں کرتیں؟ کیا میں نے آپ کے بچوں کے متعلق اپنا فرض پوری طرح ادا نہیں کیا؟"

"میرے بچوں کے متعلق!" ڈچس نے پہلے لفظ پر زور دے کر کہا۔ اور میں اس کے تلخ لہجہ کو سُن کر بے اختیار چونک پڑا۔ کیونکہ گو میرے اور اس کے بیچ میں دیوار حائل تھی تاہم میں بہ آسانی معلوم کر سکتا تھا کہ یہ الفاظ کہتے ہوئے وہ بڑے زور سے کانپی۔" آہ۔ کتنی مخرب اخلاق مثال ... یعنی ان کا اپنا باپ اور استانی ..."

"بانو۔ خدا کے لئے اس جھگڑے کو ختم کیجئے۔" میڈموازل لگنی نے بظاہر ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "اور میری حالت پر رحم کیجیے۔ اگر آپ میری باتوں کو بالکل ہی ناقابل یقین سمجھتی ہیں تو کم از کم اتنا دیکھئے کہ میں نے کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور اب میری حالت پہلے سے کتنی بدلی ہوئی ہے۔ کیا میں اپنے پہلے وجود کا محض سایہ نظر نہیں آتی ہوں؟ اُف رحم خدا! کیا میں اپنی صورت آئینہ میں دیکھنے کی جرأت کر سکتی ہوں؟ نہیں۔ بالکل نہیں۔ کیونکہ مجھے خود اپنی تصویر سے ڈر لگتا ہے۔ تفکرات اور بیماری نے میری یہ حالت کر دی ہے ..."

"تم اپنی تکلیفوں کا ذکر کرتی ہو؟" ڈچس نے طنز کے لہجہ میں کہا۔ "سوچو اور غور کرو کہ میں نے کیا کم تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ تم سے بہتر کس کو معلوم ہو سکتا ہے کہ مجھے اس سے

کتنی گہری محبت تھی ...."

"اور اب بھی ہے" میڈ موازل لگنی نے افسردگی کے لہجہ میں فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔" ورنہ یقیناً آپ کو اس قدر جوش رقابت نہ ہوتا۔ خیر میں بمنت آپ سے کہتی ہوں کہ آپ تشریف لے جایئے اور اطمینان فرمایئے کہ جس طرح آپ کہتی ہیں اسی طرح ہوگا۔ میں آج ہی اپنا مکان چھوڑ کر دوسری جگہ چلی جاؤں گی۔"

"کیا میں تمہارے وعدہ پر بھروسہ کر سکتی ہوں؟" ڈچس نے پُر شوق لہجہ میں پوچھا "مہربانی سے سچا وعدہ کرو۔ کیونکہ اس صورت میں اب بھی میں تم کو عہد ماضی کے لیے معاف کر سکتی ہوں۔ اس سے بھی زیادہ میں ہمیشہ تمہاری شکر گذار رہوں گی۔ اور تمہارے لئے دعائے خیر کرتی رہوں گی۔"

"بانو۔ اطمینان رکھیے کہ اسی طرح ہوگا" میڈ موازل لگنی نے لہجۂ استقلال میں جواب دیا۔

اس کے بعد تھوڑی سی گفتگو اور ہوئی جسے میں اچھی طرح سُن اور سمجھ نہ سکا۔ پھر دوسرے کمرے کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سُنائی دی۔ اس کے ایک لمحہ بعد میڈ موازل لگنی پہلے سے بھی زیادہ زرد رو اور ہیبتناک، اس کی استخوانی صورت پہلے سے کئی گُنا زیادہ ڈراؤنی میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس وقت اس کی حالت ٹھیک اس آدمی سے ملتی تھی جو مر کر دوبارہ زندہ ہوا ہو۔ یعنی ایک جاندار لاش کی مانند۔ محض اتنا اختلاف البتہ تھا کہ اس کی آنکھوں کی چمک مدھم ہونے کی بجائے تیز تھی۔ اور ایک عجیب طرح کی غیر فطری روشنی ان میں پائی جاتی تھی۔ اس کی صورت دیکھ کر یہ معلوم کرنا بہت مشکل نہ تھا کہ اس نے حال کی ملاقات میں سخت ذہنی تکلیف اُٹھائی ہے اور اب بھی اٹھا رہی ہے۔ مجھے اس کی حالت دیکھ کر بڑا رحم آیا۔ گو قدرتی طور پر اس گفتگو کو سننے کے بعد جو میرے کانوں تک پہنچی تھی۔ میں اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ ڈھیلے اخلاق اور ادنے

چال چلن کی عورت ہے۔

اشارہ سے مجھے اسی پہلے کمرہ میں آنے کے لئے کہہ کر وہ خود اس میز کے پاس بیٹھ گئی جہاں پیشتر بیٹھی تھی۔ اور بڑی دیر تک چپ رہی۔ دو مرتبہ اس نے قلم ہاتھ میں لیا اور پھر رکھ دیا۔ اس کے بعد اپنے استخوانی ہاتھ سے زرد پیشانی کو دبایا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ واقعاتِ حال سے اتنی ذہنی تکلیف اور پریشانی اس کو ہوئی ہے کہ وہ اس خط کے مضمون کو بھی مکمل نہیں کر سکتی۔ آخر بڑی مشکل سے اس نے چند آخری سطریں لکھیں پھر خط کو تہ کیا اور لفافہ میں ڈال کر اس پر لاکھ کی مہر لگا دی۔ البتہ لفافہ پر کسی قسم کا پتہ نہ لکھا۔

"مہربانی سے یہ لفافہ ڈیوک ڈی پالن کو دے دینا۔" اس نے انگریزی میں مجھ سے کہا "انہوں نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ آپ ہر طرح قابلِ اعتبار ہیں اور ڈیوک نے بعض احسانات اس قسم کے آپ پر کئے ہیں جن کی وجہ سے آپ ان کے کسی راز کو ظاہر نہیں کر سکتے۔ پس تاکید مزید کے ذریعہ سے میں آپ کی توہین کرنا نہیں چاہتی۔ بلکہ محض ایک رعایت کی درخواست آپ سے کرتی ہوں۔ جسے یقیناً آپ اس دنیا کی سب سے بدنصیب مخلوق کے لئے نامنظور نہ کریں گے اور وہ درخواست یہ ہے کہ جو گفتگو تھوڑی دیر پہلے میرے اور ڈچس کے درمیان ہوئی تھی اور جسے آپ نے بھی سنا ہوگا۔ اس کے بارے میں خدا کے لئے چپ رہیے۔ اور کسی سے اس کا ذکر نہ کیجئے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو اس واقعہ کو ہی بھول جایئے کہ اس طرح کی گفتگو ہمارے درمیان ہوئی تھی۔ سب سے زیادہ میں جس بات پر زور دینا چاہتی ہوں، یہ ہے کہ ڈیوک کو اس واقعہ کا حال بالکل معلوم نہ ہو۔ اشارۃً بھی کوئی ایسا لفظ نہ کہئے جس سے ڈیوک کو معلوم ہو کہ ان کی بیگم یہاں آئی تھیں۔ اپنے طور پر نہ انہیں اس بارے میں کسی طرح کا شبہہ پیدا ہوگا۔ اور نہ وہ آپ سے کسی طرح کا سوال پوچھیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ آپ کا بھی یہ فرض ہے کہ نہ اشارہ اور نہ نگاہ سے اس بارے میں کوئی شبہہ ان کے دل میں

پیدا ہونے دیں۔ کہ کسی طرح کا غیر معمولی واقعہ آپ کی موجودگی میں پیش آیا تھا۔ کہیئے آپ اس کے متعلق صدق دل سے وعدہ کرتے ہیں؟"

"میں بخوشی وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "کیونکہ نہ اس واقعہ سے میرا کوئی تعلق ہے اور نہ میں ایسا آدمی ہوں کہ میاں بیوی کے درمیان کسی طرح کی تفرقہ پردازی کا موجب بنوں۔"

"آہ معلوم ہوا آپ نیک خیالات کے آدمی ہیں۔" میڈموازل لگی نے غیر معمولی جوش کے ساتھ کہا جس میں کسی طرح کا تصنّع بالکل نہ تھا۔ "بس میں آپ کے نیک خیالات سے امید کرتی ہوں کہ میری نسبت کوئی سخت رائے قائم نہ کیجیئے گا۔ اور اگر اس گفتگو کا کوئی حصہ جو میرے اور ڈچیس کے درمیان ہوئی تھی، آپ کے کانوں تک پہنچا ہو اور میرے خیال میں یقیناً پہنچا ہوگا..."

"نہیں میڈموازل۔ میں نے آپ کی گفتگو کا کوئی حصہ قصداً نہیں سنا۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کے بہت کم الفاظ میرے کانوں تک آئے۔ اور جو آئے بھی، میں ان کا مطلب پوری طرح نہیں سمجھ سکا۔"

"تو بھی ممکن ہے کہ آپ نے بعض الفاظ سُن کر یہ معلوم کر لیا ہو۔" اس نے جوش سے تھرائی ہوئی دردناک آواز میں کہا۔ "کہ میرے برخلاف ڈچیس کے شبہات کس طرح حد انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور کس طرح میں نے اس کی تردید کی کوشش کی تھی۔ خیر اس کے متعلق اگر کچھ الفاظ آپ کے کانوں تک پہنچے بھی ہوں تو برائے خدا میری نسبت کوئی سخت رائے قائم نہ کیجیئے اور نہ مجھے بدترین گناہ کا مجرم تصور کیجیئے۔ یہ نہ سمجھئے کہ میں بالکل ہی گئی گذری یا ندہ درگاہ عورت ہوں۔ کیونکہ خدا گواہ ہے ایسا نہیں۔"

حالت دردناک تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ میڈموازل لگی مجھے ثالث تصور کرکے ڈچیس کے عائد کردہ الزامات کی تردید میرے روبرو کرنا چاہتی ہے۔ لیکن عورت چونکہ

بڑی سمجھدار تھی۔ اس لئے جلدی ہی اس نے دیکھ لیا کہ میں اس طریقہ پر مخاطب کیا جانا پسند نہیں کرتا۔ یعنی اس کو معلوم ہو گیا کہ اس طرح کی حالت میرے اپنے لئے سخت تکلیف دِہ ہے۔ چنانچہ فوراً اپنے جوش پر قابو پا کر کہنے لگی: "معاف کیجئے مجھے آپ کو روکنا لازم نہ تھا۔ بس جائیے اور میری طرف سے اس بات کا شکریہ قبول کیجئے کہ آپ نے اس معاملہ میں رازداری کا وعدہ کیا ہے جس وعدہ کو امید ہے آپ ضرور پورا کرینگے"

میں نے میڈموازل لگنی کو سلام کیا اور رخصت ہوا۔ مگر جس وقت میں ڈیوک کے مکان کی طرف جا رہا تھا تو خیال آیا کہ گو ڈیوک ڈی پالن میرا محسن ہے اور اس نے وقت مصیبت میں میری دستگیری کر کے ایک ایسی عنایت مجھ پر کی ہے جسے میں تا زیست نہ بھولوں گا۔ تاہم ان کو میری ممنونیت سے اس قدر فائدہ نہ اٹھانا چاہیئے تھا کہ ایک اس طرح کے نازک معاملہ میں میری خدمات حاصل کرتے۔ اور کوئی کام جو وہ چاہتے میرے سپرد کر دیتے۔ اور میں بخوشی اس کو پورا کرتا لیکن اس طرح کے معاملہ میں میرا محرم راز بنایا جانا میری طبیعت کے برخلاف تھا۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر ڈیوک کو معلوم ہوتا کہ واقعات ایسی نازک حالت اختیار کریں گے تو شاید وہ اس کام کو میرے سپرد بھی نہ کرتے۔ خیر مکان کی طرف واپس جاتے ہوئے میں نے سچے دل سے دعا کی کہ میڈموازل لگنی اس وعدہ کو پورا کرے جو اس نے تبدیلیٔ مکان کے بارے میں ڈچس سے کیا تھا۔ اور کسی ایسے مقام پر چلی جائے جس کا علم ڈیوک کو نہ ہو۔ اور جہاں اس کا پہنچنا محال ہو۔ اس صورت میں میرے لئے خاص فائدہ یہ تھا کہ اس قسم کے پیغامات جو وہ ایکدوسرے کو پہنچاتے تھے میں ان کا قاصد بننے کے رنجدہ فرض سے سبکدوش ہو سکتا تھا۔

مکان پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ ڈیوک اس وقت تک گھر پر ہی ہیں۔ اور سخت بے تابی سے میری واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔

"جوزف" انہوں نے جوابی خط مضطربانہ میرے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا "میں

اس عجلت کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر اس کے ساتھ ہی کہنا چاہتا ہوں، کہ میرا خط لے جانے اور اس کا جواب لانے کے متعلق جو خدمات تم نے سرانجام دی ہیں ان کا حال اس گھر کی چار دیواری میں کسی کو معلوم نہ ہونا چاہیئے۔"

میں نے سر کے اشارہ سے ہاں کہی اور باہر نکل آیا۔ اس دن سہ پہر کو میں جب خانہ باغ کی سیر کرتا پھر رہا تھا تو ڈچس کی ایک کنیز ایمیلی جس کا نام تھا باہر نکلی مطلع صاف اور موسم خوشگوار تھا۔ ابتدائے بہار کی تازگی اور فرحت ہوا میں پائی جاتی تھی۔ وہ قریباً بائیس سال عمر کی نوجوان عورت تھی جسے خوبصورت نہیں کہہ سکتے۔ تاہم بدن کی اچھی سڈول، اور پاؤں اور ٹخنے خصوصیت سے دلفریب رکھتی تھی۔ لیکن چونکہ یہ خوبی فرانسیسی عورتوں کے ہر طبقہ میں پائی جاتی ہے اس لئے اس کو اپنی اس خصوصیت پر کسی طرح کا غرہ یا ناز بالکل نہ تھا۔ عادتاً خوش پوش اور طبعاً نیک نہاد تھی۔ ہر شخص سے تپاک کے ساتھ ملنا اور ہنس کر گفتگو کرنا۔ یوں بھی نہایت بھولی بھالی اور انتہا درجے پاکدامن تھی۔ ڈچس کے حضور میں وہ عموماً چپ چاپ اور خاموش رہا کرتی۔ لیکن اس کمرہ میں جہاں بالائی طبقہ کے نوکروں کی نشست تھی، اس کی ہنسی کی آواز ایک لحظہ کے لئے بند نہ ہوتی۔ اور اس کی معصومانہ خوشی عیش راحت کی دلکش فضا پیدا کرنے میں خوب مدد دیتی تھی۔ اس کو اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کا بہت شوق تھا۔ گو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کسی کی برائی کر کے خوش ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر گو وہ گھر کے معاملات پر باتیں کرتی نہ تھکتی تھی تاہم اس طرح کی شر انگیزی اس میں بالکل نہ تھی کہ وہ کوئی راز قصداً ظاہر کرے۔ یا جو معاملات اس کے سننے میں آئے ہوں انہیں مبالغہ آمیزی کے ساتھ بیان کرتی پھرے۔ وہ اس گھر کے ان معدودے چند نوکروں میں سے ایک تھی جو انگریزی بول سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مجھ سے میری اپنی زبان میں گفتگو کر کے بہت خوش ہوتی تھی۔

"کیا سیر کرتے پھر رہے ہو؟" اس نے مجھے سامنے سے آتے دیکھ کر کہا۔ "عنقریب ان

باغات میں پھول کھلیں گے اور اس وقت میں تمہاری مدد سے بیگم صاحبہ کے لئے عمدہ عمدہ پھولوں کا ایک گلدستہ تیار کر کے لے جایا کروں گی۔ لیکن یہ تو بتاؤ۔ تم نے فرانسیسی کہاں تک سیکھی ہے؟ آج صبح مجھ کو اپنی کتابوں میں انگریزی سیکھنے کی وہ گائڈ بک میڈموازل لگنی سابقہ استانی نے رخصت ہونے سے پہلے مجھے دی تھی، ملی۔ تو میرا خیال بے اختیار تمہاری طرف گیا اور میں نے سوچا تھا کہ اگر تم مجھے آئندہ اس زبان کے سیکھنے میں مدد دیا کرو۔ تو میں تمہیں فرانسیسی کے چند سبق دے چھوڑا کروں گی"

"میں اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں" میں نے جواب دیا" میرا خیال ہے کہ اس جگہ آنے کے بعد میں نے اس ملک کی زبان میں کافی ترقی کرلی ہے"

"میرا اپنا بھی یہی خیال ہے" ایمیلی نے ہنستے ہوئے کہا" کل جس وقت میں نے تمہیں جسٹن سے باتیں کرتے دیکھا (یہ ڈیوک کے بڑے نوکر کا نام تھا) تو میں یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی کہ تم نے ہماری زبان کے محاورات پر کتنا عبور حاصل کرلیا ہے"

"میں اس نیک رائے کا پھر ایک بار شکریہ ادا کرتا ہوں" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد کسی قدر لاپروائی کے ساتھ" کیا وہ میڈموازل لگنی ہی تھی جس نے تمہیں ایسی اچھی طرح انگریزی بولنا سکھایا تھا؟"

"بات یہ ہے میں اس سے پہلے ایک انگریز گھرانے میں نوکر تھی جو یہاں پیرس میں مقیم تھا۔ وہیں میں نے اس زبان کی ابتدا کی تھی۔ لیکن میڈموازل لگنی کو بجائے خود انگریزی بولنے کا بہت شوق تھا اور وہ اس زبان کو بڑی روانی کے ساتھ بولا کرتی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اگر کبھی تم کو اس سے ملنے کا اتفاق ہو تو تم دیکھو گے کہ اس کی زبان میں ذرا سی بھی اجنبیت نہیں پائی جاتی۔ بڑی نیک نہاد اور بااخلاق خاتون تھی اور ہم سارے نوکر تہ دل سے اس کو چاہتے تھے" پھر ادھر ادھر دیکھ کر" تم سے کیا پردہ۔ موجودہ استانی میڈم کولبرٹ کے مقابلہ میں وہ ہم سب میں زیادہ ہر دلعزیز تھی"

"مگر تم کو معلوم ہو گا کہ وہ خاتون میڈموازل لگنی یہاں سے رخصت کیوں ہو گئی؟" میں نے بدستور لاپروائی کے ساتھ پوچھا۔ گویا مجھے اس معاملہ سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔

"چونکہ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے جس کو بمنزلہ راز سمجھا جائے" بھولی بھالی ایملی نے جواب دیا "اور اس کا حال سب نوکروں کو معلوم ہے اس لئے میں نہیں چاہتی، کہ اس کو تم سے چھپانے کی کوشش کروں۔ امرواقعہ یہ ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس نے پھر ایک بار اس طرح چاروں طرف دیکھا گویا اس بات کا اطمینان کرنا چاہتی تھی کہ آس پاس کوئی سننے والا نہیں ہے: "میڈم لاڈ جس کو میڈموازل لگنی سے حسد تھا..."

"تو کیا مس لگنی ایسی ہی خوبصورت تھی کہ بیگم صاحبہ کو اس پر حسد کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی؟"

"کسی زمانہ میں وہ بے شک خوبصورت تھی" ایملی نے جواب دیا" بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بے حد خوبصورت تھی۔ قریباً پانچ چھ یا سات سال وہ اس گھر میں رہی' اور چار سال تو مجھے بھی اس جگہ آئے ہو گئے۔ اس کو یہاں سے رخصت ہوئے سات آٹھ مہینے گذرے ہیں۔ اس لئے میں اس سے اچھی واقفیت رکھتی ہوں۔ ادھر کچھ عرصہ سے اس کی خوبصورتی میں فرق آنے لگا ہے۔ چہرہ زرد اور فکرمند' بلکہ میں نے سنا ہے کہ یہاں سے رخصت ہونے کے بعد اس نے سخت بیماری جھیلی ہے۔ جس سے اس کی صورت میں اور بھی زیادہ تبدیلی ہو گئی ہے۔ میری ساتھ والی دوسری خادمہ فلورین جو مجھ سے بہت زیادہ بیگم صاحبہ کے منہ لگتی ہے اور فقط وہی ایک کنیز ایسی ہے جس سے بیگم صاحبہ کوئی راز کی بات کہتی ہیں..."

"ہاں اس فلورین کے بارے میں تم کیا کہنا چاہتی تھیں؟" میں نے اس کی تقریر کو غیرضروری تفصیلات میں داخل ہوتے دیکھ کر ٹوکا۔

"یہ کہ چند دن گذرے اس نے اتفاقاً میڈموازل لگنی کو دیکھا تھا اور اس کا بیان ہے کہ اس کی صورت اتنی بدل گئی ہے کہ پہچانی نہیں جاتی۔ بات یہ ہے بیگم صاحبہ کو اپنی ضرورت کی چیزیں بازار سے منگانی ہوں تو وہ ہمیشہ اسی فلورین کی معرفت منگایا کرتی ہیں…"

"جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کو بھی فلورین سے حسد ہے؟" میں نے ہنستے ہوئے چھیڑا۔

"حسد! مجھ کو؟… بالکل نہیں!" نیکدل ایمیلی نے جلدی سے جواب دیا" وہ اگر بیگم صاحبہ کی رازدار ہے تو ہو' مجھے اس کی پروا نہیں۔ کیونکہ میں اپنے طور پر خدمت گذاری کر کے خوش ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے فلورین سے اس بات کا بھی حسد نہیں" اس نے دفعتاً ہنستے ہوئے کہا" کہ اس کی شادی ڈچس کے خاص نوکر ایڈولف سے ہونے والی ہے۔ وہ بے شک اس سے شادی کر کے خوش رہے۔ مجھے اس کا ذرا بھی غم نہیں۔ ایڈولف کو تم نے دیکھا ہوگا۔ وہی چپ چاپ آدمی جو ہمیشہ گردن جھکائے نامعلوم کاموں کی مصروفیت میں ادھر سے اُدھر مارا مارا پھرا کرتا ہے۔ میری طرف سے فلورین اس کو مبارک ہو، اور وہ فلورین کو۔ لیکن ذکر فرانسیسی اور انگریزی سیکھنے کا تھا۔ آج رات کے لئے میں تمہیں ایک بہت لمبا سبق دینا چاہتی ہوں" اس نے مسکراتے ہوئے کہا" تم اس سے گھبرا تو نہ جاؤ گے؟"

"بالکل نہیں" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔" آپ جتنا لمبا اور مشکل سبق دینا چاہیں دیں۔ مجھے امید ہے کہ اس امتحان میں ضرور کامیاب ہو کر نکلوں گا"

"تو ٹھہرو میں ابھی جا کر دیکھتی ہوں۔ شاید وہ چیز جس کی مجھے تلاش ہے مل جائے"

یہ کہہ کر وہ تیز چلتی محل کے دروازہ کی طرف گئی اور اس کے واپس آنے تک

میں نے گفتگو کے بعض پہلوؤں پر غور کیا۔ ڈچس اور میڈموازل لگنی کے درمیان جو باتیں ہوئی تھیں ان میں اس کا بھی ذکر آیا تھا کہ ڈچس کی طرف سے بعض جاسوس ڈیڈک کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتے ہیں۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ جاسوس ایڈولف اور فلورین کے سوا کوئی اور نہیں۔ البتہ بھولی بھالی ایمیلی کو اس بارے میں کسی طرح کا شبہہ نہ تھا۔ اور نہ میں اس کے متعلق کسی طرح کا اضافہ اس کی معلومات میں کرنا چاہتا تھا۔

چند منٹ کے عرصہ میں وہ جب واپس آئی تو کاغذ کے چند تختوں کا ایک مسودہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ جسے میں نے کھول کر سرسری نظروں سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ کسی قسم کی کہانی ہے۔ زبان اس کی فرانسیسی تھی اور تحریر زنانہ اور خوشخط۔ کم از کم وہ تحریر ایمیلی کی اپنی نہ تھی۔

میری طرف تیکھی نظروں سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہنے لگی: "مہربانی سے اس کو تہ کر کے جیب میں رکھ لو۔ مبادا کوئی سمجھے میں عشقیہ خطوط تم کو دینے لگی ہوں۔ میری خواہش ہے کہ تم اس مسودہ کا ترجمہ انگریزی میں کر کے کل تک مجھے دو۔ پھر میں اس ترجمہ کا مقابلہ اصل فرانسیسی سے کر کے بجائے خود اس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کروں گی۔ لیکن ایک بات کی تاکید میں پھر کرنا چاہتی ہوں۔ یعنی خواہ اس کا ترجمہ کل تک مکمل ہو جائے یا نہ ہو، اصل مسودہ ضرور مجھے واپس مل جانا چاہیے۔"

"اوہ۔ معلوم ہوتا ہے تم کو اس مسودہ کے بارے میں بے حد فکر ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تاہم یہ بتائیے۔ کیا یہ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ اور کیا کوئی عشقیہ داستان اس کے اندر درج ہے، جس کے متعلق آپ ڈرتی ہیں کہ میں اسے اوروں کو دکھاتا پھروں گا؟"

"یہ بات نہیں۔" ایمیلی نے جواب دیا۔ "نہ یہ میری تصنیف ہے اور نہ ... لیکن میں

درخواست کرتی ہوں کہ اس کے متعلق کسی طرح کے سوالات نہ پوچھو۔ اور جو کام میں نے تمہارے سپرد کیا ہے، اسے جلد از جلد ختم کر دو۔ ساتھ ہی اس کا خیال رکھنا کہ مسودہ میلا نہ ہونے پائے۔ اور نہ وہ گم ہو۔ نیز وہ کل تک ضرور مجھے واپس مل جائے۔ یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ یہ مسودہ کسی بھی حالت میں کسی دوسرے آدمی کو نہ دکھایا جائے۔ معاملہ میرے اور تمہارے درمیان رہنا چاہیئے۔۔۔ آہ شاید یہ گاڑی کی آواز تھی معلوم ہوتا ہے میڈم لاڈچس دربار سے واپس آگئیں۔ جہاں آج ملکہ فرانس متعدد بیگمات سے ملاقات کرنا چاہتی تھیں"۔

اتنا کہہ کر خوش مزاج ایمیلی تیز چلتی ایک طرف کو چلی گئی۔ اور میں اپنے کمرہ کی طرف ہو لیا۔ قدرتی طور پر مجھے اس مسودہ کا مضمون پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اس لئے اپنے کمرہ کی تنہائی میں جاتے ہی میں نے اسے شروع سے آخر تک پڑھ ڈالا۔ قصہ عجیب پر اسرار اور ایک حد تک غیر اغلب تھا۔ جس میں ٹھگی کی ایک ایسی واردات کا حال درج تھا کہ مسٹر ڈورچیسٹر کی وہ عیاری بھی جو اس نے دوبار مجھ سے کی مقابلتاً ہیچ معلوم ہوتی تھی مضمون چونکہ بہت مشکل نہ تھا اس لئے میں نے اس کا ترجمہ دو گھنٹوں میں مکمل کر لیا۔ اور اسی رات سونے سے پیشتر اصل مسودہ اور اس کا ترجمہ دونوں چیزیں ایمیلی کے حوالہ کر دیں۔ اس موقعہ پر پھر ہمارے درمیان کسی طرح کی گفتگو نہیں ہوئی۔

اس سے اگلی صبح کو ڈچس ڈی پالن نئی استانی میڈم کو برٹ اور اپنے چھوٹے بچوں کو ساتھ لے کر ایڈولف، فلورین اور ایمیلی کے ہمراہ پندرہ دن کے لئے اپنے باپ سے ملنے چلی گئی۔ جو فرانسیسی فوج میں مارشل کا عہدہ رکھتا تھا۔ اور جس کی دیہاتی کوٹھی پیرس سے تھوڑے فاصلہ پر واقع تھی۔

باب ۷

قصّہ اور اس کا انجام

واقعات مذکورہ کے بعد تقریباً دس دن کا عرصہ گذر گیا اور اس دوران میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا۔ ایک دن صبح کا ذکر ہے کہ میں حسب معمول ڈیوک کی چٹھیاں اور اخبارات ناشتہ کی میز پر رکھ رہا تھا، کہ ڈیوک نے جیسا اس کی عادت تھی۔ خوش طبعی سے پوچھا۔

"کیوں جوزف۔ تمہارے استاد مسٹر ڈورچیسٹر کے بارے میں کوئی تازہ خبر معلوم ہوئی یا نہیں؟"

"نہ سرکار۔ بالکل نہیں"۔ میں نے اپنے ڈیڑھ ہزار پونڈ کے نقصان کو یاد کرکے جس کی وجہ سے پھر مجھے ادنیٰ ملازمت پر مجبور ہونا پڑا تھا، آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"قطع نظر اس بات کے کہ یہ واردات تمہارے لیے نقصان عظیم کا باعث ہوئی ہے" ڈیوک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اتنا ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ ڈورچیسٹر کی عیاری بے نظیر تھی۔ اس طرح کا واقعہ کبھی کسی قصّہ یا داستان کی صورت میں بھی میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔"

"جی بے شک۔ پہلے میرا بھی یہی خیال تھا"۔ میں نے جواب دیا۔ "لیکن حال میں ایک اس طرح کا قصّہ میرے مطالعہ سے گذرا ہے جس نے ثابت کر دیا کہ ڈورچیسٹر کی مکاری بھی اس کے آگے کوئی چیز نہ تھی۔"

"کیا واقعی!" ڈیوک نے لاپرواہی سے پوچھا۔ "لیکن وہ قصّہ تم نے کس جگہ پڑھا

تھا؟ کیا کسی اخبار میں۔ کیونکہ ملک فرانس کے ٹھگ مشہور ہیں اور ان کی عیاری کی داستان آئے دن اخبارات میں چھپتی رہتی ہے"

"نہیں موسیو لا ڈیوک۔ وہ قصہ نہ کسی اخبار میں درج تھا اور نہ کسی ناول میں۔ وہ ایک فرضی داستان ہے جو کسی حال میں حقیقی نہیں ہو سکتی۔ اتفاقاً ایک مسودہ میرے ہاتھ آ گیا جس میں وہ درج تھی"

"اور وہ تم کو بہت دلچسپ معلوم ہوئی؟"

"انتہا درجے"

"خوب۔ تم اپنی باتوں سے میرے دل میں شوق استعجاب پیدا کر رہے ہو"

"میں نے اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا تھا" میں نے جواب دیا "اور مجھے اس کا قصہ لفظ بلفظ یاد ہے"

"اور وہ قصہ بہت دلچسپ اور عجیب ہے" ڈیوک نے کہا۔

"سرکار میری رائے میں وہ اتنا ہی دلچسپ ہے جتنا کوئی فرضی قصہ ہو سکتا ہے" میں نے جواب دیا "گو اس کے ساتھ ہی اس کی بعض باتیں اغلب بھی معلوم ہوتی ہیں۔ ممکن ہے وہ حقیقتاً پیش آیا ہو۔ لیکن اگر ایسا ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس طرح کی بدمعاشی بہت کم کسی کے دیکھنے میں آئی ہوگی"

"جوزف تم اپنی باتوں سے میری حیرت کو بے حد ترقی دے رہے ہو" ڈیوک نے کہا اور پھر گھڑی نکال کر دیکھتے ہوئے "مجھے آدھ گھنٹہ کی فرصت ہے اگر تم اپنی داستان اس عرصہ میں مکمل کر سکو تو میں اسے سننے کے لئے تیار ہوں"

"سرکار۔ مجھے اس کے بیان کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے" میں نے جواب دیا۔ اور اسی طرح ایک کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھے ہوئے تھوڑے فاصلہ پر کھڑے ہو کر میں نے وہ داستان بیان کرنی شروع کی۔

"اٹھارہ یا انیس سال ہوئے ایک فرانسیسی امیر جس کا نام مارکوئیس ڈی ...
تھا۔ اس کی شادی ایک مالدار اور حسین عورت سے ہونی قرار پائی جس کا نام داستان میں ظاہر نہیں کیا گیا۔ مارکوئیس کا تعلق فرانس کے ایک بہت پرانے اور معزز خاندان سے تھا ..."

"تمہارا قصہ رومان کا درجہ رکھتا ہے" ڈیوک نے ہنس کر قطع کلام کرتے ہوئے کہا "خیر تم اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ اور اطمینان کے ساتھ بیان کرو۔ کیونکہ میں اس قصہ کو دلچسپی کے ساتھ سن رہا ہوں"

"بس سرکار جیسا میں بیان کر رہا تھا" میں نے کرسی پر بیٹھ کر سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "یہ شخص مارکوئیس ڈی ... گو بہت سی دولت کا وارث تھا تاہم وہ اتنا مسرف اور اوباش تھا اور اسے جوا کھیلنے کی یہاں تک عادت تھی کہ اس کے سر پر قرضہ کا بہت سا بار ہو گیا۔ جس کا حال وہ اپنے باپ کے روبرو ظاہر نہ کرسکتا تھا کیونکہ ایک دو بار پہلے بھی اس کے باپ نے اس کی رقوم قرضہ بے باق کی تھیں اور مارکوئیس کو ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو اس کی مالی مشکلات ظاہر ہو جائیں۔ اور جس مالدار گھرانے کی دختر سے اس کی شادی ہونے والی تھی، وہ اس شادی کا ارادہ فسخ کر دیں۔ اس سے پہلے اس کے باپ نے شادی کے متعلق سارے انتظامات مکمل کر لیے تھے۔ حتیٰ کہ ایک علیحدہ مکان بھی دولہا دلہن کے رہنے کو مخصوص کر دیا تھا۔ اور قریباً دس ہزار پونڈ نقد اس خیال سے اس کے نام جمع کرا دیئے تھے کہ شادی کے بعد اخراجات میں تنگی نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے مارکوئیس نے بھی باپ سے اس بات کا وعدہ کر لیا تھا کہ میں آئندہ اپنی زندگی کا نیا ورق پلٹوں گا۔ اور جتنا اس سے پہلے فضول خرچ رہا ہوں اتنا ہی کفایت شعار بن کر دکھاؤں گا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے باپ نے اظہار اعتماد کے طور پر نیز اس اعتماد کے ذریعہ سے اس کی اصلاح میں مدد دینے کے خیال سے اس طرح کا فیاضانہ سلوک

مارکوئیس سے کیا تھا۔ لیکن ٹھہریئے۔ میں یہ کہنا بھول گیا ..."

"اوہ۔ میں نہیں چاہتا کہ تم اس قصہ کی کوئی تفصیل نظر انداز کر دو۔" ڈیوک ڈی پالن نے بڑھتے ہوئے شوق کے ساتھ کہا۔ "واقعات اتنے دلچسپ ہیں کہ میں ان کو گہری توجہ سے سن رہا ہوں۔ وہ کیا بات تھی جو تم کہنا چاہتے تھے؟"

"محض یہ کہ مارکوئیس نے اپنی زندگی کی ناہمواریوں کو اس خوش اسلوبی سے چھپایا تھا کہ ان کا علم نہ اس خاتون کو جس سے اس کی شادی ہونے والی تھی اور نہ اس خاتون کے دوسرے رشتہ داروں کو ہو سکا۔ گو سچ پوچھئے تو اس کے باپ نے محض اس وجہ سے اس کا سابقہ قرضہ بخوشی بے باق کر دیا تھا کہ اس سے بیٹے کو اصلاح کا موقعہ ملے گا۔ لیکن مارکوئیس نے جو وعدے اس سے پہلے کئے تھے ان پر کاربند نہ رہ سکا۔ یعنی اس نے پھر جوا کھیلنا شروع کیا۔ پھر اس کے سر پر قرضہ کا بار ہو گیا۔ پھر اس نے باپ کی جائداد کے بھروسہ پر سود خواروں سے قرضہ لیا اور اسی پر اکتفا نہ کر کے وہ دس ہزار پونڈ بھی جو باپ نے اس کے نام بینک میں جمع کرائے تھے اپنی عیاشیوں اور فضول خرچیوں میں ضائع کر دیئے ..."

"جوزف تمہارا قصہ خوب ہے۔" ڈیوک نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "تاہم یہ بتاؤ اس عجیب و غریب داستان کا مسودہ کہاں سے تمہارے ہاتھ آیا تھا؟"

"موسیولا ڈیوک۔ میں اس سوال کا جواب دینے سے معذور ہوں۔ کیونکہ مجھے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "گو سچ پوچھئے تو اس کے اظہار میں کوئی ہرج بھی نہ ہوگا۔ تاہم پہلے آپ مجھے قصہ ختم کر لینے دیں۔ اس کے بعد اگر کوئی بات قابل دریافت باقی رہ گئی تو میں عرض کر دوں گا۔"

"بہتر ہے تم سلسلہ داستان جاری رکھو۔" ڈیوک نے کہا۔ "اس کے بعد کیا ہوا؟"

"بس حضور جیسا میں عرض کر رہا تھا شادی میں فقط تین ماہ کا عرصہ باقی رہ گیا۔ انہی ایام میں دلہن اپنے رشتہ داروں سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہونے سے پہلے ان کے پاس رہنے دیہاتی مکان میں چلی گئی۔ ادھر مارکوئیس کی پریشانیاں بھی انتہا تک پہنچ گئیں۔ سخت حیران کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔ باپ سے درخواست کرنا فضول تھا۔ کیونکہ اس کی طبیعت انتہا درجے سخت تھی۔ اور گو ایک بار اس نے بیٹے کے عیبوں سے چشم پوشی کر لی تھی۔ تاہم غیر ممکن تھا کہ وہ اس کی عادات سے واقفیت رکھتے ہوئے ایک جوان اور خاندانی خاتون کی زندگی برباد کرنے میں حصہ لے۔ پھر اس کے علاوہ مارکوئیس نے سود خواروں کو اس قسم کے تمسکات لکھ کر دے رکھے تھے جن میں مذکور تھا کہ وہ ان کا روپیہ باپ کی موت پر ادا کر دے گا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر باپ کو اس بات کا علم ہو جاتا کہ بیٹا اس کی موت کا اتنا آرزومند ہے تو اس کے تن بدن کو آگ ہی لگ جاتی۔ ان پریشانیوں کے درمیان کسی طرح دل کے تفکرات مٹانے اور جی بہلانے کی غرض سے مارکوئیس جو اچھی طرح جانتا تھا کہ تباہی اور بربادی کا عفریت منہ کھولے اس کی طرف آ رہا ہے، سیر و سیاحت کے بہانے گھر سے نکلا۔ موسم گرما کا آغاز تھا۔ اس نے سوچا کہ دریا کی سیر خوب ہو گی۔ لیکن جب اس کا دخانی جہاز ڈسل ڈارف اور کولون کے درمیان کسی مقام پر پہنچا..."

"واللہ! تمہارا یہ قصہ حیرت انگیز مفصّل ہے۔" ڈیوک ڈی پالن کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"حضور اگر سنتے سنتے تھک گئے ہوں تو میں اسے بند کر دوں..."

"بالکل نہیں بالکل نہیں! قصہ بہت دلچسپ ہے۔" ڈیوک نے ہنستے ہوئے کہا "اس لئے ضرور اسے جاری رکھو۔"

"تو سنئے عرض کرتا ہوں۔" میں نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا: "وہ دخانی جہاز جس پر مارکوئیس سوار تھا جس وقت ڈسل ڈارف اور کولون کے درمیان کسی مقام پر پہنچا تو اس

نے دریا کی داہنی جانب ایک بہت پرانی قلعہ کی طرز پہ بنی ہوئی کوٹھی کے کھنڈرات دیکھے۔ اس نے اس کے بارے میں استفسارات کئے تو جہاز کے کپتان یا کسی مُسافر کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ کوٹھی کسی زمانہ میں ایک بڑے مالدار اور صاحب عزت کونٹ کی ملکیت تھی۔ اور بے شمار اراضی اس کے ساتھ ملحق ہوتی تھی۔ لیکن چونکہ اس خاندان کے افراد میں نسلاً بعد نسلٍ اسراف کا دور قائم رہا اس لئے رفتہ رفتہ ساری جائداد بک گئی حتیٰ کہ اب صرف چند ایکڑ زمین اس کوٹھی سے متعلق باقی رہ گئی تھی۔ عمارت بھی ہوتے ہوتے مسمار ہو چکی تھی اور جو خاندان اس کا مالک تھا اس کا تو اب نام ونشان بھی باقی نہ رہا تھا۔ صرف یہ خستہ حال کوٹھی اس کی یادگار تھی لیکن کونٹ کا خطاب چونکہ اس کوٹھی سے وابستہ تھا اس لئے اگر اب بھی کوئی اس کو خریدے تو یہ خطاب اس کے حصہ میں آسکتا تھا۔ سالہا سال گزر گئے یہ کوٹھی سرکاری قبضہ میں آچکی تھی۔ لیکن چونکہ جائداد بے حقیقت تھی اس لئے سرکار کی طرف سے نہ وہ کسی کو دی گئی اور نہ کوئی خریدار ہی اب تک پیدا ہوا۔ اس طرح کئی نسلوں کا زمانہ گزر گیا حتیٰ کہ گرد و نواح کے رہنے والوں کے سوا کسی کو اس کی موجودگی کا بھی خیال نہ رہا۔ بعد ازاں جس زمانہ میں ملک پرشیا کا خزانہ ان جنگوں میں ضائع ہو چکا جن کا خاتمہ واٹرلو کے خاتمہ پہ ہوا تھا تو روپیہ کی فراہمی کے لئے سرکار نے چاروں طرف نظر دوڑانی شروع کی۔ چنانچہ جس قدر جائدادیں بحق سرکار محفوظ تھیں اور جن کے وارث اب باقی نہ رہے تھے ان کی فروخت کی فکر کی گئی۔ ایک اعلان اس مضمون کا شائع کیا گیا کہ اس قسم کی تمام لاوارث جائدادیں جس طریقہ سے ممکن ہو فروخت کر دی جائیں۔ ان میں سے بعض نیلام عام کے ذریعہ سے اور بعض نجی طور پر فروخت ہوئیں لیکن یہ جائداد اب تک باقی چلی آتی ہے۔ اس اعلان کو شائع ہوئے بھی کئی سال گزر چکے ہیں۔ لیکن کسی نے اس ٹوٹی پھوٹی کوٹھی اور اس سے متعلق چند ایکڑ اراضی کو خریدنے کی خواہش نہیں کی۔ یہ حالات تھے جو جہاز پہ مارکومیئس کو معلوم ہوئے اور اس دریافت کا اس کے دل پہ اتنا گہرا اثر ہوا کہ جس وقت جہاز

کو بون پہنچا تو وہ وہیں اتر کھڑا ہوا۔ دریافت حال سے پایا گیا کہ اس جائداد کی فروخت کا انتظام ڈسل ڈارف کے ایک وکیل کے سپرد ہے۔ مارکوئیس وہاں سے سیدھا ڈسل ڈارف پہنچا اور اس وکیل سے ملا۔ وہ ایک سیدھا سادہ سن رسیدہ آدمی تھا۔ گو اس کے ساتھ ہی ذاتی منفعت کے کاموں میں عیار بھی پورا تھا...."

"گویا اس میں دو متضاد خصوصیتیں شامل تھیں" ڈیوک ڈی پالن نے پھر ایک بار ہنستے ہوئے کہا جس سے میں نے اندازہ کیا کہ وہ میرے بیان کردہ قصہ کو گہری دلچسپی سے سُن رہا ہے "ایک طرف سادہ لوحی۔ دوسری جانب حرص۔ ان دو چیزوں کا میل عجیب ہے؟" اور یہ کہتے ہوئے ڈیوک نے پھر ایک بار قہقہہ لگایا۔

"لیکن سرکار میں جو بات عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے" میں نے یہ دیکھ کر کہ ڈیوک میرے بیان کردہ قصہ کو قابل یقین نہیں سمجھتا کہا "کہ یہ داستان میری اپنی تصنیف کردہ یا سوچی ہوئی نہیں ہے اس لئے اگر کوئی نقص حضور کو نظر آئے تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھا جائے"

"ٹھیک ہے، بالکل ٹھیک ہے" ڈیوک نے تسلیم کیا "اس لئے بیان کرتے جاؤ۔ مارکوئیس نے ڈسل ڈارف کے اس بڈھے وکیل سے مل کر کیا کیا؟"

"دیکھئے میں عنقریب عرض کرتا ہوں" میں نے جواب دیا "وکیل سے مل کر مارکوئیس نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے ایک ٹوٹا ہوا قلعہ اور اس سے متعلق کچھ اراضی فلاں مقام پہ برلب دریا قابل فروخت ہے اور آپ اس کا سودا کرنے کے مجاز ہیں۔ وکیل نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ اور جائداد کا نقشہ بھی دکھایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ جگہ قریباً ایک سو سال سے ویران وغیر آباد پڑی ہے اور اس عرصہ میں اس کی زمین پہ کاشت بھی نہیں کی گئی۔ دوسرے لفظوں میں وہ اراضی بھی اپنی "موجودہ صورت میں بالکل بے کار تھی۔ "میری اپنی رائے میں" وکیل نے مارکوئیس کے روبرو سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "کوئی شخص اس اراضی کو

مفت بھی نہ لیتا اگر اس کے ساتھ یہ شرط شامل نہ ہوتی کہ جس کسی کے پاس یہ زمین ہو گی، اسی کو کونٹ کا خطاب حاصل ہو گا۔ پس سوچا گیا کہ ممکن ہے کوئی نو دولت یافتہ امیر خطاب حاصل کرنے کے لالچ سے اس قطع اراضی پر دو سو پونڈ ضائع کرنا منظور کر لے۔ کیونکہ اس کی موجودہ قیمت بہت ہی کم یعنی صرف دو سو پونڈ مقرر ہے۔" اس پر مارکوئیس نے کہا "میں اس اراضی کو خریدنے کے لئے تیار ہوں۔" وکیل نے حیرت آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور کہا "کیا آپ؟ مگر آپ تو پہلے ہی مارکوئیس کا درجہ رکھتے ہیں جو کونٹ کے خطاب سے بدرجہا اونچا ہے۔" مارکوئیس نے جواب دیا "آپ کا اعتراض بجا ہے۔ لیکن جو خطاب مجھ کو حاصل ہے وہ چونکہ حکومت فرانس کا ہے اور کونٹ کا خطاب جو اس اراضی کے ساتھ ملے گا مملکت پرشیا سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے دونوں حالتوں کے فرق کو آپ خود بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں۔"

"اس سے وکیل کی تشفی ہو گئی اور اس نے کہا۔ اس پہلو سے آپ کا جواب بیشک صحیح ہے اور ان داموں پر کونٹ کا خطاب حاصل کرنا واقعی مہنگا نہیں۔ مارکوئیس کہنے لگا یہ سب کچھ بالکل درست ہے لیکن اس معاملہ میں ایک دقت ابھی باقی ہے جسے میں کسی نہ کسی طریقہ پر رفع کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ خرید اراضی کے بعد میں اپنے نام کے ساتھ مارکوئیس آف فرانس اور کونٹ آف پرشیا کے دونوں خطابات لکھ سکوں گا۔ لیکن آخری خطاب کی تصدیق کے لئے میرے پاس بے حقیقت دو سو پونڈ کی دستاویز کے سوا اور کیا چیز ہو گی؟ وکیل کو یہ اعتراض تسلیم کرنا پڑا۔ چنانچہ وہ سر ہلا کر بولا "یہ بالکل صحیح ہے لیکن میں نہیں جانتا اس عیب کی تلافی کیونکر ہو سکتی ہے؟ مارکوئیس تھوڑی دیر حالت فکر میں رہا اس کے بعد کہنے لگا۔ ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کو قبول کریں۔ اس جائداد کا سودا تو دو سو پونڈ کے لئے ہی ہو گا۔ لیکن اگر آپ اس کے عوض بیس ہزار پونڈ کی دستاویز بنا سکیں تو میں اخراجات کے علاوہ ایک سو پونڈ

بطور نذرانہ آپ کو پیش کر سکتا ہوں۔ ایک سو پونڈ کا نام سن کر وکیل صاحب کے کان کھڑے ہو گئے اور منہ میں پانی بھر آیا۔ لیکن ساتھ ہی ایک اور خیال دل میں پیدا ہوا جس سے چہرہ اُداس ہو گیا۔ کہنے لگا۔ آپ اس حقیقت کو بھول گئے کہ بیس ہزار پونڈ کی دستاویز پر اسٹامپ بھی اسی نسبت سے لگے گا۔ حالانکہ دو سو پونڈ کے کاغذ پر اس کی رقم بے حقیقت ہو گی۔ مارکوئیس نے جواب دیا۔ اس کی پروا نہیں۔ میں سارے اخراجات برداشت کرنے کیلئے آمادہ ہوں۔ خیر سودا پکا ہو گیا۔ اور مارکوئیس نے کہا۔ آپ دستاویز تیار کریں میں سارے اخراجات کا ذمہ لیتا ہوں۔ تصدیق کے لئے آپ کے محرر کافی ہیں۔ اور انہیں چپ رکھنے کو چند پونڈ انعام ان کو بھی میں دے دوں گا۔ بہرحال ضرورت اس بات کی ہے کہ انتہائی رازداری برتی جائے۔ میں اس دستاویز کو سرزمین پرشیا میں دکھانا بھی نہیں چاہتا صرف اپنے دوستوں کو پیرس میں دکھاؤں گا۔ اور اس طرح ان اطراف میں کسی آدمی کو بالکل معلوم نہ ہو سکے گا کہ سودا کن شرطوں پر ہوا ہے۔ وکیل نے سارا حال سُنا۔ اور لالچ کے بس میں ہو کر فوراً آمادہ ہو گیا۔"

"ذرا ٹھہرو۔" ڈیوک ڈی پالن نے اس موقعہ پر قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اس عجیب و حیرت انگیز کہانی کا مسودہ کہاں سے تمہارے ہاتھ آیا تھا؟... جوزف۔ کیوں تم جواب دینے میں تامل کرتے ہو؟ بولو۔ میں بطور خود اس مسودہ کو پڑھنا چاہتا ہوں۔"

"آہ موسیو لا ڈیوک۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک اس طرح کی فرضی کہانی آپ کے لئے اتنی دلچسپی کا موجب ثابت ہوئی ہو۔" میں نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس کے علاوہ قصہ کے سب سے زیادہ عجیب واقعات تو ابھی بیان ہونے باقی ہیں جو کچھ میں نے اس وقت تک عرض کیا محض ایک تمہید تھی۔"

"تو خیر کہتے جاؤ۔" ڈیوک نے قہوہ کی پیالی ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ اور جس وقت

وہ اس کو ایک ایک گھونٹ پینے میں مشغول تھا میں نے سلسلہ داستان اس طرح جاری رکھا۔

"بس حضور فیصلہ ہو جانے کے بعد مارکوئیس نے قیمت ادا کی کے وکیل اور اس کے محرروں کو انعامات ادا کئے۔ جو اخراجات مزید لاحق ہوئے اپنے ذمہ لے کر خرید کی دستاویز حاصل کر لی۔ اس سے فارغ ہو کر بجائے اس کے کہ وہ آگے کو سفر جاری رکھتا سیدھا پیرس کو لوٹ آیا۔ جہاں سے اس کو رخصت ہوئے بہت عرصہ نہ گذرا تھا۔ اس کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ اس دوران میں اس کی مالی مشکلات کا حال کسی پر ظاہر نہیں ہوا۔ چنانچہ اب اس نے اپنے آپ کو ان مشکلات سے نکال لینے کی ایک نئی ترکیب شروع کی۔ دستاویز جیب میں ڈال کر وہ ایک مالدار ساہوکار کی طرف روانہ ہوا۔ جس سے پیشتر اس کا لین دین نہ ہوا تھا۔ اس سے اس نے بیان کیا کہ ایک فوری ضرورت ایسی پیش آئی ہے جسے پورا کرنے کے لئے مجھے سترہ ہزار پونڈ کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بڑبڑاتے ہوئے چند الفاظ اس بارے میں کہے کہ میں کتنا بیوقوف تھا کہ دس روز پیشتر بیس ہزار پونڈ کی رقم ہاتھ سے دے بیٹھا۔ اگر وہ اس وقت میرے پاس ہوتی تو مجھے قرضہ لینے کی حاجت کیوں پیش آتی۔ ساہوکار نے حسب معمول پوچھا کہ آپ یہ روپیہ کس کفالت پر قرض لینا چاہتے ہیں؟ اس پر مارکوئیس نے وہی دستاویز جیب سے نکال کر دکھائی۔ جو دریائے رائن کے ساحل پر اس کی نئی خریدی ہوئی برائے نام جائداد کے متعلق تھی۔ ساہوکار نے اس دستاویز کو بڑے غور کے ساتھ دیکھا لیکن وہ ہر لحاظ سے مکمل تھی۔ علاوہ بریں مارکوئیس کی شخصیت اتنی بلند تھی کہ اس کے متعلق ہر قسم کی تحقیقات فضول سمجھی گئی۔ پھر اس دستاویز میں جائداد مذکور کے بیس ہزار پونڈ کے عوض خریدا جانے کا حال پوری تفصیل کے ساتھ درج تھا۔ پوری قیمت کا اسٹامپ بھی اس پر لگا ہوا تھا۔ گواہوں کے دستخط بھی موجود تھے۔ اور تفصیل کے طور پر یہ بھی اس میں درج تھا کہ یہ دستاویز فلاں کو بھی

اور فلاں جائداد کے متعلق ہے جو پرشیا کے فلاں علاقہ میں ڈسل ڈارف اور کوبون کے درمیان واقع ہے اور اس کے خریدار کو کونٹ کا درجہ بھی اس کے ساتھ ہی حاصل ہوتا ہے غرض ہر ایک چیز باقاعدہ اور دستاویز کے ساتھ اس فرمان کی نقل تک موجود تھی جس کی رُو سے شاہ پرشیا اور اس ملک کے وزیر نے ڈسل ڈارف کے بڈھے وکیل کو ان جائدادوں کی فروخت کا اختیار دیا تھا۔ جو علاقہ مذکور میں واقع تھیں اور جن میں یہ کوٹھی بھی شامل تھی۔ ساہوکار دھوکے میں آگیا اور اس نے پانچ سال کی مہلت پر سترہ ہزار پونڈ مارکوئیس کو قرض دے دیئے۔ ادھر مارکوئیس نے سوچا کہ اول تو اس عرصہ میں یقیناً میرے باپ کا انتقال ہو جائے گا اور بالفرض ایسا نہ ہوا تو کوئی نہ کوئی اور صورت روپیہ کی ادائیگی کی پیدا کر لی جائے گی۔ ساہوکار کو اس نے تاکید کر دی کہ وہ اس سودے کا ذکر کسی دوسرے آدمی سے نہ کرے۔ اور عذر یہ پیش کیا کہ میں نہیں چاہتا اس جائداد کی خرید کے فوراً بعد اس کے گرو رکھے جانے کا حال کسی کو معلوم ہو۔ بات چونکہ جچ تُلی تھی اس لئے ساہوکار رضامند ہو گیا۔ اور مارکوئیس نے اس حیرت انگیز عیاری سے فراغت حاصل کر کے ...."

قصہ کو اس حد تک بیان کرنے کے بعد مجھے دفعتاً رُک جانا پڑا۔ کیونکہ قہوہ کی پیالی جو ڈیوک ڈی پالن کے ہاتھ میں تھی، دفعتاً فرش زمین پر گر کر ٹوٹ گئی۔ میں بے تابانہ اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن ڈیوک نے جس کے چہرہ پر گہری پریشانی کے آثار نمودار تھے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے روکا اور کہا۔

"افسوس۔ بے خبری میں پیالی میرے ہاتھ سے گر گئی۔ تاہم کیا مضائقہ، تم اپنی داستان جاری رکھو۔"

میں دوبارہ اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ اور اس کے بعد سلسلہ داستان جاری رکھ کر کہنا شروع کیا۔ "جیسا میں عرض کر رہا تھا ادھر سے فارغ ہونے کے بعد مارکوئیس نے اپنی زندگی کا باب پھر ایک بار پلٹا۔ وہ دس ہزار پونڈ جو اس کے باپ نے اس کے نام بینک میں جمع

کر لئے تھے اور جنہیں وہ پیشتر اپنی فضول خرچیوں سے ضائع کر چکا تھا اس نے دوبارہ بینک میں جمع کرا دیئے۔ متفرق قرضہ جات جو اس پر آتے تھے وہ سب بے باق کئے۔ غرض اس طرح جو روپیہ اس نے ساہوکار سے قرض لیا تھا۔ سب کا سب خرچ ہو گیا۔ اب اس کے ذمہ فقط ایک وہ سترہ ہزار پونڈ کی رقم تھی اور کچھ نہیں۔ اس کے بعد وقت گذرتا گیا حتیٰ کہ شادی کا دن قریب آ گیا۔ چونکہ اب رسم شادی ادا ہونے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ تھی اس لئے وہ بڑی دھوم دھام سے ادا ہوئی۔ اور جیسا اس ملک کا دستور ہے۔ جہیز کی رقم دلہن کے نام جمع کرا دی گئی... کیوں سرکار، کیا اس ملک کا ایسا ہی دستور ہے؟"

"ہاں ہاں" ڈیوک ڈی پالن نے مضطربانہ کہا۔ "عورت کا روپیہ اس ملک میں ہمیشہ اسی کے نام پر جمع ہوتا ہے۔"

"خیر تو راوی کا بیان ہے کہ خوبصورت مارشن کا جہیز اس کے اپنے قبضہ میں رہا اس طرح پر مارکوئیس کے لئے سراسر غیر ممکن تھا کہ وہ قرضہ کی رقم بیوی کے ذاتی سرمایہ سے ادا کرتا۔ بالفرض وہ اس کی بنا پر نیا قرض حاصل کرنے کی کوشش کرتا تو بھی اس کو بیوی کے دستخط حاصل کرنے پڑتے۔ حالانکہ اس کی وہ کسی حال میں جرأت نہ کر سکتا تھا کیونکہ سترہ ہزار پونڈ کوئی چھوٹی رقم نہ تھی۔ اور اتنا روپیہ حاصل کرنے کا کوئی بہانہ بھی اس کو نظر نہ آتا تھا۔ رہ گئی وہ آمدنی جو باپ کی طرف سے مقرر تھی تو گو وہ عام اخراجات کے لئے معقول تھی تاہم اتنی زیادہ نہ تھی کہ سترہ ہزار کی رقم اس سے یک مشت ادا ہو سکتی بہر حال ساہوکار سے چونکہ پانچ سال کا معاہدہ ہو چکا تھا اس لئے مارکوئیس نے سوچا کہ سر دست اس کے متعلق فکر و تشویش کی حاجت نہیں۔ جب وقت آئے گا دیکھا جائیگا۔ اس کے باوجود بیتابی کا احساس گاہ بگاہ اب بھی اس کو ہوتا۔ اور اس کی نیک نہاد خوبصورت بیوی جو اس کو بہت چاہتی تھی بارہا یہ دیکھ کر حیران ہوتی کہ وہ کس لئے افسردہ و غمگین رہا کرتا ہے۔ اسی طرح ایک سال کا عرصہ گذر گیا۔ اس کے بعد ایک دن

وہی ساہوکار جس سے مارکوئیس نے سترہ ہزار پونڈ لئے تھے اس سے ملنے کے لئے آیا اور کہنے لگا۔ موسیو لا مارکوئیس۔ میں اپنے کنبہ کے ساتھ دریائے رائن پر سیر کرنے چلا ہوں اور چونکہ ہمارا ارادہ راستہ میں کولون ٹھہرنے کا ہے اس لئے اگر آپ اپنے قلعہ کے داروغہ یا نوکروں کے نام کوئی پیغام بھیجنا چاہیں تو میں بخوشی اس کو لے جانے کیلئے تیار ہوں۔ میرا اپنا ارادہ یہ ہے کہ آپ کی کوٹھی میں جاکر بہ چشم خود دیکھوں کہ وہ نوکر جو اس جگہ رہتے ہیں، کہاں تک اس کی حفاظت اور صفائی کا خیال رکھتے ہیں۔ اس بات کو سن کر جو پریشانی مارکوئیس کو ہوئی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ وہ ڈرا کہ اب وہ سارا راز جو اس وقت تک محفوظ تھا یقیناً فاش ہو جائے گا۔ کیونکہ جیسے ہی ساہوکار کو معلوم ہو گا کہ اسے دھوکا دیا گیا ہے تو وہ رائن سے سیدھا پیرس لوٹ کر روپیہ کا تقاضا شروع کر دے گا۔ بلکہ ممکن ہے وہ اس سودے کا حال الم نشرح کر دے یا ممکن ہے قانون کی امداد حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ ایسے ہی لاتعداد خیالات بدنصیب مارکوئیس کے دل میں پیدا ہوئے۔ مگر اس نے انتہائی ضبط سے کام لیا۔ اور کسی طرح کی پریشانی ظاہر نہ کرتے ہوئے ساہوکار سے کہنے لگا۔ صاحب یہ ایک نہایت عجیب اتفاق ہے کہ آپ مجھ سے ملنے آئے۔ کیونکہ میں بطور خود آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ دراصل میرا ارادہ اس قرضہ کی رقم کو جو میں نے آپ سے لی تھی فوراً ادا کر دینے کا ہے۔ چنانچہ میں کل ہی اسے آپ کے حوالہ کرنے کے لئے آپ کے مکان پر آؤں گا۔ اس جواب کو سن کر ساہوکار بوکھلا گیا۔ اور بولا بڑی مشکل ہوئی۔ میں نے کل صبح کی روانگی کی سب تیاریاں مکمل کر رکھی ہیں۔ اس لئے اگر آپ روپیہ واپس کرنا ہی چاہتے ہیں تو میری واپسی تک انتظار کریں۔ میں زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ ماہ تک واپس آجاؤں گا۔ مارکوئیس نے جواب دیا۔ کچھ بھی ہو میری خواہش اس معاملہ کو فوراً طے کر دینے کی ہے۔ والد چند ہفتوں سے بیمار ہیں۔ انہیں اس بات کا علم ہے کہ میں نے دریائے رائن کے ساحل

بلکہ ایک نئی جائداد خریدی ہے اور وہ تین چار مرتبہ مجھ سے کہہ چکے ہیں کہ اس کی دستاویز مجھے دکھاؤ۔ میں اب تک کسی نہ کسی طریقہ پر ان کو ٹالتا رہا ہوں لیکن بیماری نے ان کو بے حد تنک مزاج بنا دیا ہے۔ اگر میں نے زیادہ عذر پیش کئے تو ممکن ہے ان کے جی میں شبہات پیدا ہونے لگیں۔ اس کے بعد ساہوکار لاجواب ہوگیا اور کہنے لگا۔ اگر واقعی یہ بات ہے تو میں مجبور ہوں اور آپ کی خاطر دو دن ٹھہر جانا منظور کرتا ہوں۔ آپ کل اپنا حساب چکا دیں۔ میں پرسوں چلا جاؤں گا۔ اتنا کہہ کر وہ رخصت ہوگیا۔ لیکن ... سرکار ایسا تو نہیں ہے کہ آپ میرا قصہ سنتے سنتے تھک گئے ہوں۔" میں نے یہ دیکھ کر ڈیوک سے کہا کہ اب اس کی طرف سے اضطراب اور بے چینی کی علامات ظاہر ہونے لگی تھیں۔

"بالکل نہیں" اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "تم اس عجیب و غریب حکایت کو بے شک جاری رکھو ... میں حکم دیتا ہوں کہ جاری رکھو" اس نے پھر بھی مجھے رُکتے دیکھ کر کہا۔

"موسیو لاڈیوک" میں نے سلسلہ بیان جاری رکھ کر کہا۔ "آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ ساہوکار سے فوری ادائیگی کا وعدہ کر لینے کے بعد بدنصیب مارکوئیس کو کس قدر پریشانی لاحق ہوئی ہوگی۔ اسے اپنی بیوی کے ساتھ بعض دوستوں سے ملاقات کرنے جانا تھا۔ مگر اس نے بہانہ کر کے اس کام کو بھی ملتوی کر دیا۔ تاہم ضبط کی انتہائی کوشش کے باوجود اس کی بیوی یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکی کہ وہ بے حد پریشان ہے۔ اس خیال سے کہ بڈھے ڈیوک کے قدموں میں گر کر سارا حال اس سے بیان کرے، اور اس مشکل سے نجات حاصل کرنے میں اس کی امداد حاصل کرے، وہ یعنی مارکوئیس باپ کے مکان پر گیا لیکن معلوم ہوا کہ اس پر فالج گر چکا ہے اور وہ اب نہ بول سکتا ہے اور نہ حرکت کر سکتا ہے۔ وہ اگر مرنے کے قریب ہوتا تو بھی شاید مارکوئیس کے لئے

ذریعہ اطمینان پیدا ہو جاتا۔ لیکن ڈاکٹروں نے بیان کیا کہ ممکن ہے وہ چند روز اسی حالت میں زندہ رہے۔ کیونکہ موت کی فوری علامات اس وقت تک مفقود تھیں بدنصیب مارکوئیس دکھاوے کے لئے تھوڑی دیر باپ کے پاس بیٹھا۔ اس کے بعد سخت پریشانی کی حالت میں وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا۔ قریباً پانچ ہزار پونڈ اس کے پاس تھے لیکن جب تک بارہ ہزار اور نہ ہوں، قرضہ کی بے باقی محال اور غیر ممکن تھی۔ وہ بھاگا بھاگا دو تین دوستوں کے مکان پر گیا۔ لیکن معلوم ہوا ایک شہر سے باہر کسی دوسری جگہ گیا ہوا تھا۔ ایک اور بیمار تھا اور ڈاکٹر اس سے ملاقات کی اجازت نہ دے سکتا تھا۔ تیسرے نے ملاقات تو کی لیکن بعض مجبوریوں کی بنا پر امداد سے انکار کر دیا۔ افسردہ و دل گرفتہ مارکوئیس اب اپنے وکیل کے پاس گیا۔ مگر اس نے اس برائے نام ضمانت پر کہ روپیہ کی واپسی باپ کے مرنے کے بعد ہو سکے گی، قرضہ دینے سے انکار کر دیا۔ شام کو مارکوئیس اپنے مکان پر لوٹا تو اس پر حقیقتاً جنون کی سی حالت طاری ہو رہی تھی۔ ساہوکار کو اگلے دن روپیہ ملنا لازم تھا۔ ورنہ اس کی تباہی و بربادی یقینی تھی۔ اور روپیہ کی فراہمی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ بیگم نے جب دیکھا کہ اس کا شوہر سخت پریشان حال ہے اور اس کی بے چینی محض باپ کی علالت سے تعلق نہیں رکھتی۔ تو اس نے مارکوئیس سے اس کے رنج والم کی کیفیت دریافت کی اور دلجوئی کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے جہاں تک ممکن ہو گا تمہاری اس پریشانی میں حصہ لینے کی کوشش کروں گی۔ لیکن مارکوئیس کا جواب وہی تھا۔ یعنی بات کچھ نہیں اور نہ مجھے کوئی خاص پریشانی لاحق ہے۔ ان عذرات سے بیگم کا اطمینان نہ ہو سکا اور اسے پورا یقین ہو گیا کہ کوئی خفیہ غم مارکوئیس کو ہلکان کر رہا ہے۔ اس رات کو نو اور دس بجے کے درمیان مارکوئیس کو اپنے والد کے مکان پر جانا پڑا۔ کیونکہ اطلاع موصول ہوئی کہ اس کی حالت دفعتاً خراب ہونے لگی ہے۔ اس کی عدم حاضری میں ساہوکار

اس سے ملنے کے لئے آیا لیکن جب معلوم ہوا کہ مارکوئیس گھر پر نہیں ہے تو اس کو بڑا اضطراب تھا۔ یہ حالت دیکھ کر نوکر نے دریافت کیا کہ کیا وہ ایسا ہی ضروری کام ہے جس کی اطلاع بیگم صاحبہ کو کر دینی چاہیئے؟ ساہوکار نے یا تو سوچا کہ بیوی اپنے شوہر کے مالی حالات سے خبردار ہوگی۔ یا یہ خیال کیا کہ مجبوری کی حالت میں اس سے ذکر کر دینے میں کوئی ہرج نہ ہوگا۔ بہرحال اس نے نوکر سے کہا کہ اگر بیگم صاحب منظور کریں تو میں انہی سے مل لوں گا۔ چنانچہ نوکر اسے اندرون خانہ میں لے گیا۔ بیگم سے مل کر ساہوکار نے کہا۔ موسیو لا مارکوئیس نے اپنی رہنشل جائداد کی واگذاری کے لئے مجھ سے کل کا اقرار کیا تھا۔ لیکن حالات ایسے پیش آئے ہیں کہ میں اپنی روانگی ملتوی نہیں کر سکتا۔ اور کل صبح مجھ کو اپنے کنبہ کے ساتھ ضرور رخصت ہو جانا پڑے گا۔ سہولت کی غرض سے میں نے سب کا غذات اپنے بیٹے کے حوالہ کر دیئے ہیں۔ وہ میرے بعد پیرس میں رہے گا۔ اور چونکہ اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں کہ اس کی طرف سے یہ راز ظاہر ہو۔ پس یہ معاملہ میری عدم موجودگی میں اسی سے طے کیا جا سکتا ہے۔ بیگم نے جس وقت یہ حالات سنے تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔ کیونکہ اسے خواب میں بھی یہ خیال نہ آسکتا تھا کہ اس کے شوہر کے پاس دریائے رائن کے ساحل پر کسی طرح کی جائداد موجود ہے فی الحقیقت اسے پورا یقین تھا کہ اس قسم کی کوئی جائداد اس کے قبضہ میں نہیں پس یہ خیال فوراً اس کے دل میں پیدا ہوا کہ یہی وجہ میرے شوہر کی خفیہ پریشانی کی ہوگی اس نے اپنے چہرہ کے اضطرابی آثار کو چھپایا۔ تاکہ ساہوکار کو اصل کیفیت معلوم نہ ہو سکے۔ اور سرسری طور پر اس سے قرضہ کی رقم پوچھی۔ جب اس نے تفصیل بتائی تو بیگم کی پریشانی حد انتہا تک پہنچ گئی۔ یہ حالت دیکھ کر ساہوکار ڈرا کہ شاید مجھی سے غلطی ہوگئی۔ چنانچہ وہ معافی مانگنے لگا۔ اس پر بیگم نے اس کو اطمینان دلایا کہ بات ایسی نہیں ہے جس کے لئے آپ کو پریشان خاطر ہونے کی ضرورت ہو۔ آپ

اپنے بیٹے کا پتہ بتا دیجئے۔ کل ساری رقم اس کے پاس پہنچا دی جائے گی۔ قریباً آدھی رات کو مارکوئیس واپس آیا تو بیگم نے اس کی گردن میں باہیں ڈال کر پیار کرتے ہوئے کہا کہ آج میں نے اس خفیہ رنج و غم کا حال معلوم کر لیا جو تمہیں ہلکان کیا کرتا تھا۔ مگر کیا سبب ہے کہ تم نے دریائے سدائن کی اس قیمتی جائداد کا ذکر اب تک مجھ سے نہ کیا اور اس کی ساری آمدنی سود میں ضائع کرتے رہے۔ اس کے بعد جو نظارہ پیش آیا وہ بڑا رنجدہ اور افسوسناک تھا۔ مارکوئیس یہ نہ جانتے ہوئے کہ جائداد مذکورہ کے بارے میں اس کی بیوی کی صحیح معلومات کیا ہیں، عالم اضطراب میں ساری حقیقت کے اظہار پر آمادہ ہو گیا۔ اس کے بعد خود بیگم کے منہ سے بھی رنج و غم کے وحشت آمیز کلمات نکلنے شروع ہوئے۔ کیونکہ جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کا شوہر اتنا پاجی، دھوکے باز اور رذیل ہے تو وہ بہت غمزدہ ہوئی حتیٰ کہ وہ دست بدعا تھی کہ وہ اس طرح کے ادنیٰ جرم کے ارتکاب سے پہلے ہی مر جاتا تو بہتر تھا..."

میں اس حد تک قصہ بیان کرنے پایا تھا کہ ڈیوک ڈی پالن بڑے زور سے چونکا۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا "سرکار نے دیکھ لیا کہ میرا قصہ کتنا عجیب و حیرت انگیز ہے حتیٰ کہ سننے والے کے دل پر بھی اس کا اثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اس وقت جو کیفیت مارکوئیس کی ہوئی ہو گی اس کا اندازہ کرنا ہر شخص کے لئے جو اس داستان کو سنے بالکل سہل ہے"

"یہی خیال میرے اپنے دل میں پیدا ہوا تھا" ڈیوک نے اس پر کہا "خیر تم سلسلۂ حکایت جاری رکھو"

"بس حضور میری داستان ختم ہونے کے قریب ہے۔ بیگم چونکہ ایک نہایت شریف و عزت دار گھرانہ سے تعلق رکھتی تھیں اس لئے یہ معلوم کرنے کے بعد کہ ان کے شوہر نے اس معاملہ میں اتنی ادنیٰ حرکت کی ہے ان کو سخت رنج و غم ہوا۔

قصہ مختصر اس کے دوسرے دن بیگم نے اپنے طور پر روپے کا انتظام کر کے قرضہ بے باق کر دیا اور دستاویز ساہوکار کے بیٹے سے حاصل کر کے فوراً تلف کر دی۔ اسی دن مارکوئیس کے باپ ڈیوک کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کا خطاب مع ساری جائداد کے مارکوئیس کے حصہ میں آیا۔ یہ بات کہ ساہوکار کو بھی اس دھوکے کا حال معلوم ہو سکا یا نہیں قصہ سے ظاہر نہیں ہوتی۔ گو ممکن ہے کسی نہ کسی طریقہ پر اس کو بھی دوران سیاحت میں اصل حال معلوم ہو گیا ہو۔ اور اُسے کچھ روپیہ دے کر چپ رہنے پر مجبور کر لیا گیا ہو۔ بہر حال داستان اتنی ہی تھی جو میں نے عرض کر دی۔"

قصہ ختم ہونے کے بعد ڈیوک ڈی پالن اپنی جگہ سے اُٹھا اور کھڑکی کی طرف جا کر دونوں بازو پیٹھ کی طرف موڑے تھوڑی دیر غور و فکر کی حالت میں چپ چاپ کھڑا رہا۔ میں یہ سوچ کر حیران تھا کہ اس تشویش کا کیا مطلب ہے۔ تاہم اتنا مجھے معلوم ہوا کہ یا تو اس کے دل پر اس داستان کا بہت گہرا اثر ہوا ہے، یا اس کی طبیعت دفعتًہ مالش کرنے لگی ہے۔ آخر کار جب وہ آہستہ آہستہ پیچھے مڑا اور مجھے دوبارہ اس کی صورت دیکھنے کا موقعہ ملا۔ تو یہ دیکھ کر ڈر گیا کہ اس کے چہرہ پر لاش کی سی سپیدی چھائی ہوئی تھی۔ فی الحقیقت اتنا ہیبت ناک اس کا چہرہ تھا کہ بعد ازاں کئی بار راتوں کو وہ مجھے خواب میں نظر آتا رہا۔

"جوزف!" آخر کار اس نے ہلکی دبی ہوئی آواز سے کہا۔"اس قصہ کا مسودہ کہاں سے تم کو ملا تھا؟ یا کیا یہ بیان ہی بالکل غلط ہے کہ تم نے اس قصہ کو مسودہ کی صورت میں پڑھا تھا؟ ممکن ہے یہ تم کو براہ راست اس سے معلوم ہوا ہو۔۔۔ لیکن نہیں۔ یہ بات میرے خیال میں قابل تسلیم نہیں، کیونکہ وہ ایسی کمینہ حرکت کی مرتکب نہیں ہو سکتی!"

ایک نئی طرح کی دہشت اب مجھ پر طاری ہو گئی۔ ایک ہیبتناک شبہ جسے میں سوچتے ہوئے ڈرتا تھا پہلی مرتبہ میرے دل میں پیدا ہوا۔ ڈیوک ڈی پالن نے جب

مجھے لڑکھڑا کر پیچھے ہٹتے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی میرے چہرہ پر حیرت و سراسیمگی کے آثار دیکھے تو اس نے جان لیا کہ میرے دل میں کیا خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ اور اب جس طریقہ پر اس نے میری طرف دیکھنا شروع کیا وہ حقیقتاً ناقابلِ برداشت تھا۔ بالکل یہ کیفیت اس کی تھی گویا کسی لاش کی آنکھوں میں آگ سی چمک پیدا ہو گئی ہو۔ میرے شبہات ہر لحظہ مضبوط تر ہوتے جا رہے تھے۔ اور میں اپنی اس حماقت کو یاد کر کے سخت پریشان تھا کہ کیوں میں نے یہ قصہ اس سے بیان کیا، حالانکہ انصافاً دیکھا جائے تو میری طرف سے کوئی خطا بھی سرزد نہ ہوئی تھی۔ جو کچھ میں نے کیا وہ لاعلمی کی حالت میں کیا تھا۔

"جوزف" ڈیوک نے پھر ایک بار زیادہ پولی اور دبی ہوئی آواز سے کہا "سچ بتاؤ... میں حکم دیتا ہوں سچ بتاؤ کہ اس قصہ کا مضمون کیونکر تم کو معلوم ہوا اور اس کی ساری تفصیلات اس قدر درستی سے کس طرح تم کو یاد رہ گئیں؟"

"اوہ۔ موسیو لا ڈیوک مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے" میں نے دہشت و اضطراب کی حالت میں بے تابانہ کہا۔

"نادان۔ تو اپنی خطا مجھ سے پوچھتا ہے؟" ڈیوک نے غصہ سے کانپتے اور جوش سے رعشہ براندام ہوتے ہوئے کہا "کیا تو نہیں سمجھ سکتا کہ اس ایک گھنٹہ کے عرصہ میں ہر ایک لفظ جو تیرے منہ سے نکلا ایک جداگانہ خنجر تھا۔ جو میرے سینہ میں بھونکا گیا۔ کیا تو نہیں دیکھ سکتا کہ میرے لئے اس قصہ کو سننا کس قدر دشوار تھا اور کس مشکل سے ضبط کر کے میں فقط اس خیال سے اس کو آخر تک سننے پر مجبور ہوا کہ تم اس کے کس قدر حالات سے واقف ہو۔ میرے خدا۔ اگر کسی نے پگھلا ہوا سیسہ میری رگوں میں داخل کیا ہوتا یا میرے دماغ کو برہنہ کر کے کھولتا ہوا تیل اس پر ڈالا جاتا تو میری ذہنی اذیت حقیقتاً اس سے زیادہ نہ ہوتی جتنی اس قصہ کو سن کر ہوئی ہے۔"

"معاف کیجئے موسیو لا ڈیوک" میں نے اب اس کے روبرو دوزانو ہو کر کہا

"میری خطا معاف کیجیے۔ خدا گواہ ہے کہ اس قصہ کو بیان کرتے ہوئے یہ خیال ایک لحظہ کے لئے میرے جی میں پیدا نہ ہوا تھا کہ میں آپ کے دل کو اس طرح مجروح کر رہا ہوں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو میں کبھی یہ المناک داستان بیان نہ کرتا آپ کے احسانات اتنے عظیم ہیں کہ میں کبھی ایسے ناشکرے پن کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔"

"اُٹھو... خیر اُٹھو" ڈیوک نے دفعتاً سکون اختیار کرتے ہوئے کہا۔ گو یہ ایک غیر طبعی اور مصنوعی سکون تھا جو اب اس پر طاری ہوا۔ اس نے میرا ہاتھ بڑی مضبوطی سے پکڑا۔ اور مجھے فرش زمین سے اُٹھاتے ہوئے میرے ہاتھ کو اس زور سے دبایا کہ معلوم ہوتا تھا اس کی گرفت میں زنبور آہنی کی طاقت آگئی ہے۔

میں اٹھا اور لرزہ براندام اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ جی کو یہ سوچ کر بڑا دکھ ہوا کہ کیوں میں نے اس کی بدنامی کی یہ داستان خود اس کے روبرو بیان کی۔ لیکن جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میں اس معاملہ میں بالکل بے قصور تھا۔ کیونکہ مجھے قطعی معلوم نہ تھا کہ اس قصہ کا تعلق ڈیوک کی اپنی ذات سے ہے۔ بہرحال اب یہ حالت میری تھی کہ اس سے چار آنکھیں کرنے کا حوصلہ نہ تھا۔ میرے محسوسات اس بدنصیب کی طرح تھے جو کسی بھاری خطا کا مرتکب ہوا ہو۔

"جوزف ولمٹ" آخرکار ڈیوک نے مجھ سے کہا۔ "اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ جو کچھ تم نے کیا اس میں قصد و ارادہ کو بالکل دخل نہ تھا۔ میں اس بات پر زور دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جو کچھ اس بارے میں تم کو معلوم ہو، اس کو بیان کرنا تمہارا فرض ہے کیونکہ مجھے یہ تحقیق کئے بغیر کبھی چین نہ آئے گا کہ وہ راز جو اس وقت تک فقط مجھ کو اور میری بیوی کو معلوم تھا وہ تمہارے کانوں تک کس طرح پہنچا۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ اس کی کیفیت اس ساہوکار کو بھی معلوم نہ ہوئی تھی، جس سے لین دین کیا گیا تھا۔"

"سرکار۔ ان حالات میں میرے لئے یہ بیان کئے بغیر چارہ نہیں ہے کہ اس قصہ کا مسودہ مجھے خادمہ ایمیلی نے ترجمہ کرنے کو دیا تھا۔ اور وہ کہتی تھی کہ میں اس کے ترجمہ سے اس بات کا اندازہ کرنا چاہتی ہوں کہ تم نے فرانسیسی زبان میں کہاں تک مہارت حاصل کی ہے۔"

"لیکن تحریر کس کی تھی؟" ڈیوک نے مضطربانہ پوچھا۔

"حضور میں اس سے زیادہ کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ وہ کسی عورت کی تحریر تھی۔"

"کیا اس سے ملتی ہوئی؟" ڈیوک نے اپنی میز کے خانہ سے ایک خط نکال کر دکھاتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں، بالکل ایسی۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری رائے میں کیا ایمیلی کو معلوم تھا... لیکن نہیں میرے خیال میں اسے کسی طرح کا شبہہ نہ ہوا ہو گا۔"

"موسیولا ڈیوک۔ مجھے یقین ہے۔" میں نے لہجۂ صداقت میں جواب دیا "کہ جس طرح میرے اپنے دل میں کوئی شبہہ نہ تھا اسی طرح ایمیلی بھی لاعلم تھی..."

"اور وہ مسودہ کتنا عرصہ تمہارے پاس رہا؟" ڈیوک نے تھوڑی دیر سوچتے رہنے کے بعد پوچھا۔

"بس اتنا عرصہ جو اس کے ترجمہ کے لئے درکار تھا۔ اور اس دوران میں وہ میری حفاظت سے ایک پل کے لئے نہیں نکلا۔ کیونکہ ایمیلی نے مجھ کو اس بارے میں بڑی تاکید کی تھی کہ نہ اسے کسی کو دکھانا، نہ کھونا اور نہ خراب کرنا۔"

"اس صورت میں معلوم ہوتا ہے۔" ڈیوک نے کسی قدر اونچی آواز سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چہرہ پر آثار اطمینان پیدا ہونے

لگے۔ مگر خود اس نے اس مسودہ کو ڈچس کی میز کی دراز سے خفیہ طور پر نکالا ہوگا۔"

یہ میرے لئے ایک بالکل ہی نیا انکشاف تھا اور اسے سُن کر میری آنکھیں یکایک کُھل گئیں یعنی مجھ کو معلوم ہوا کہ ڈچس نے اس داستان کو قلمبند کیا ہے۔

"جوزف ولمٹ" ڈیوک ڈی پالن نے اب ہلکی مگر پر جوش آواز سے کہنا شروع کیا۔ گو اس کی نظریں فرش زمین پر جھکی ہوئی تھیں۔ گویا وہ مجھ سے آنکھیں چار کرنا جھجکتا تھا۔ "میرے لئے یہ کہنا لاحاصل ہوگا، کہ تم کو چاہیئے اس راز کو پوشیدہ رکھو۔ اس لئے کہ مجھے یقین ہے تم ضرور ایسا کرو گے۔ مجھے تمہاری نیک نیتی اور تمہاری ایمانداری پر بھروسہ ہے۔ نہیں یہ بات ہی تم کو یاد دلانا چاہتا ہوں ..."

"جناب لارڈ ڈیوک" میں نے جوش سے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ "ان احسانات سے قطع نظر جو آپ نے مجھ پر کئے ہیں۔ صدہا وجوہ اور بھی ہیں جن کو مدنظر رکھ کر میں اس بارے میں ہمیشہ چپ رہنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ بس اطمینان رکھئے کہ میں ..."

"جوزف" ڈیوک نے قطع کلام کرکے کہنا شروع کیا "تم آپ بہتر سمجھ سکتے ہو کہ میری حالت اس وقت کتنی المناک ہے۔ یہ سوچا کہ میں فرانس کے ایک نہایت قدیم اور مغرور خاندان کا نام لیوا اپنے ہی ایک ملازم کے روبرو شرمانے پر مجبور ہوں .....
آہ۔ یہ حالت کیا ایسی نہیں ہے کہ انسان دیوانہ ہو جائے۔ یا خودکشی کا ارادہ کرنے لگے۔ لیس تم پر اعتماد کرتے ہوئے بھی محض اپنی دلجمعی کے لئے میں چاہتا ہوں کہ تم قسم کھاؤ ... خدا کے پاک اور مقدس نام کی قسم کھاؤ کہ جب تک میں اس دنیا میں زندہ ہوں تم اس راز کو ضرور پوشیدہ رکھو گے۔"

موسیو لا ڈیوک " میں نے سنجیدگی سے جواب دیا " ہر چند قسمیں کھانا چھوٹے آدمیوں کا کام ہے اور میں اس عادت کو نہایت معیوب تصور کرتا ہوں۔ تاہم اس معاملہ میں غلطی چونکہ مجھ سے سرزد ہوئی ہے اس لیئے میں آپ کے حکم کی تعمیل سے انکار نہیں کر سکتا پس میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک آپ بفضل خدا حیات ہیں، کبھی میرے منہ سے بھولے سے بھی یہ راز آپ کی رضامندی کے بغیر صورت اظہار اختیار نہ کرے گا "

" بس اب میرا اطمینان ہو گیا " ڈیوک ڈی یالن نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کسی قدر زور سے دباتے ہوئے کہا " اب تم جاؤ۔ کیونکہ میں اپنے کمرہ میں تھوڑی دیر تنہا رہنا چاہتا ہوں "

اس روز پھر مجھے ڈیوک سے ملنے یا اس کے روبرو آنے کا موقعہ نہیں ملا۔ ہر چند وہ فعل جو بیان کردہ حکایت کے مطابق اس سے سرزد ہوا نہایت کمینہ تھا۔ تاہم میں اس کے لیئے رحم محسوس کیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور مجھے یہ سوچ کر بڑی حیرت ہوئی کہ کس لیئے ڈچس ڈی یالن نے اپنے شوہر کی اس حرکت کی تفصیل بصورت داستان قلمبند کی سوچتے سوچتے خیال آیا کہ دماغ کی بگڑی ہوئی حالت میں ہی ایسا خیال ڈچس کے دل میں پیدا ہوا ہوگا۔ ورنہ غیر ممکن تھا کہ وہ اپنے شوہر کی اس ذلیل حرکت کو دنیا کے روبرو ظاہر کرنا پسند کرتی۔ پس جتنا زیادہ میں نے اس سوال پر غور کیا اتنا ہی اس نتیجہ پر پہنچنے کے لیئے مجبور ہوا کہ ڈچس ڈی یالن عجیب طبیعت اور عجیب تر جذبات کی خاتون ہے اور جب اس کے ساتھ وہ واقعہ یاد آیا جو میڈموازل لگنی کی بیٹھک میں پیش آیا تھا۔ تو اس سے میرے خیال کی اور بھی تصدیق ہو گئی۔ جیسا کہ ناظرین کو یاد ہوگا اس موقعہ پر کبھی وہ بڑے جوش میں بھر جاتی تھی اور کبھی نرم ہو کر چاپلوسی کرنے لگتی تھی۔ کبھی وہ غصہ میں بھر کر غضبناک ہو جاتی اور کبھی میڈموازل کی منتیں کرنے لگتی تھی۔ اور اس بات کو جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس عورت سے گفتگو کر رہی ہے جو اس کے نزدیک اس کے

شوہر کی داشتہ تھی، اپنا رعب و وقار قائم رکھنے کی بجائے اس کے روبرو التجائیں کرنے لگتی تھی۔ ساتھ ہی اس حقیقت کو جب مدنظر رکھا جائے کہ اس نے اپنے شوہر کی بے عزتی کی داستان اپنے ہاتھ سے قلمبند کرتے ہوئے اس کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیلات قلمبند کیں؛ ان جذبات و احساسات کو بھی جو اس سلسلہ میں پیدا ہوئے حلقۂ تحریر میں لانے کی کوشش کی۔ اور شروع سے آخر تک اسے ایک مسلسل داستان کا جامہ پہناتے ہوئے اس طریقہ پر اس کو بیان کیا جس طرح ناول نویس کسی فرضی حکایت کو رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کرتے ہیں... میں کہتا ہوں۔ جب ان ساری باتوں کو مدنظر رکھا جائے تو کیا اس خیال کو دل میں جگہ دینا غلط ہو سکتا ہے کہ ڈچس کے دماغ میں حقیقتاً کچھ نہ کچھ فتور تھا۔ وہ بہ آسانی جوش میں بھر جاتی تھی۔ اور جس طرح دفعتاً غصہ کی حالت اس پر طاری ہوتی اسی طرح فوراً نرم بھی ہو جاتی تھی۔

اس سے اگلے دن ڈچس میکے سے واپس آ گئی۔ دونوں خادمائیں ایمیلی اور فلورین اور تیسرا نوکر ایڈولف اس کے ساتھ تھے۔ میں نے اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا کہ ڈیوک سے جو وعدہ رازداری میں نے کیا تھا اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی چند سوالات ایمیلی سے ضرور پوچھوں گا۔ گو ایسا کرتے ہوئے یہ بات اس پر ظاہر نہ ہونے دوں گا کہ میرے سوالات اپنی تہ میں کوئی خاص تجسس رکھتے ہیں۔ یہ موقعہ جلدی ہی مجھے مل گیا۔ کیونکہ ڈچس کی آمد کے دوسرے دن شاگرد پیشے میں جب ہم دونوں پاس پاس بیٹھے تھے۔ تو میں نے اس سے کہا۔

"کہو ایمیلی اس سفر کا کیسا لطف حاصل کیا؟"

"بہت اچھا!" اس نے جواب دیا۔ "گو ایسا نہیں جیسا مجھے خیال تھا۔"

"کیوں۔ کس لئے؟"

"میں نہیں جانتی اس کا کیا جواب دوں۔" ایمیلی نے کسی قدر پریشان ہو کر کہا۔

"مگر ان ایام میں بیگم صاحبہ کچھ عجیب طرح کے غصہ اور جوش کی حالت میں رہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہم سب پر خفا ہوتی تھیں۔ بلکہ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کچھ افسردہ، اُداس اور اس کے ساتھ ہی خشمناک دکھائی دیتی تھیں۔ اس کی وجہ تو میں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ کیونکہ ایک روز میں نے اتفاقاً ان کو اپنے باپ مارشل سے گفتگو کرتے ہوئے میڈم وازل لگنی کا نام لیتے سُنا تھا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب وہ دونوں کونٹ کے دیہاتی مکان پر نگار خانہ میں ایکدوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔"

"تو کیا ڈچس کے والد کو کونٹ کا مرتبہ بھی حاصل ہے؟" میں نے دفعتاً پوچھا۔

"ہاں۔ انہیں کونٹ کا خطاب حاصل ہے۔" ایمیلی نے جواب دیا۔ "مگر ان کے فیلڈ مارشل کے فوجی رتبہ کے سامنے یہ ایک نہایت معمولی خطاب ہے۔ تاہم یہ بتاؤ تمہاری فرانسیسی کی مشق کا کیا حال ہے؟"

"سب سے پہلے میں ایک بات تم سے پوچھتا ہوں۔" میں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر کہا۔ "یعنی وہ ترجمہ جو میں نے تم کو دیا تھا اس کے مقابلہ سے تم نے کہاں تک فائدہ اٹھایا؟"

"جوزف۔ امر واقعہ یہ ہے۔" ایمیلی نے معذرتی لہجہ میں کہا۔ "مجھے اس وقت تک اصل اور ترجمہ کے مقابلہ کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ کیونکہ وہ اصل فرانسیسی تحریر جو میں نے تمہیں دی تھی پھر مجھے پڑی ہوئی نہیں ملی..."

وہ کہتے کہتے رک گئی اور مضطربانہ چاروں طرف دیکھنے لگی۔ معلوم ہوتا تھا چند الفاظ اس قسم کے اس کے منہ سے نکل گئے جنہیں وہ کہنا نہ چاہتی تھی۔ لیکن اس سے مجھے دریافت حال کا اور بھی اچھا موقعہ مل گیا۔ اپنے چہرہ پر کسی طرح کے آثار پیدا نہ کر کے میں نے لاپروائی کا سابقہ انداز اختیار کیے رکھا۔ جس سے اس کو میرا صحیح عندیہ معلوم نہ ہو سکا۔

"کیا مطلب؟" میں نے اسے رُکتے ہوئے دیکھ کر پوچھا "وہ قصہ تمہارا اپنا تحریر کردہ نہ تھا؟"

"جوزف۔ میں اتنی مغرور یا بیوقوف نہیں ہوں" ایمیلی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "کہ اس قابلیت کا دعوے کروں جو درحقیقت مجھ میں نہیں ہے تاہم چونکہ تم اصرار کرتے ہو اسلئے میرے خیال میں اظہارِ حقیقت میں کچھ حرج نہیں۔ بات یہ ہے میڈم لاڈجیس بڑی قابل خاتون ہیں بعض اوقات جب ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ اشعار لکھتی اور اطالی ہسپانی اور جرمن زبانوں کے گیتوں کا ترجمہ کیا کرتی ہیں۔ بارہا وہ اپنے مسوّدوں کو میز پر کھلا چھوڑ دیتی ہیں۔ چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ دوسری خادمہ فلورین ان کی میز سے ایک مسودہ اٹھا کر پڑھ رہی تھی کہ بیگم دفعتاً اوپر سے آگئیں۔ یہ دیکھ کر فلورین بہت گھبرائی لیکن میڈم لاڈجیس نے یہ کہہ کر اس کی دلجمعی کر دی کہ اگر تم کسی وقت میز پر رکھے ہوئے کسی مسودہ کو پڑھنا چاہو تو پڑھ سکتی ہو۔"

"یہ تو واقعی ان کی بہت بڑی عنایت تھی" میں نے ایمیلی کو رُکتے دیکھ کر کہا۔

"یہ گفتگو چونکہ میری موجودگی میں ہوئی تھی" اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "اس لئے میں نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ فلورین کی طرح ایسی ہی اجازت مجھ کو بھی دی گئی ہے۔ چنانچہ بارہا اوقاتِ فرصت میں میں بیگم صاحبہ کی تحریروں سے دل بہلاتی رہی ہوں۔"

"آہ۔ اب مجھے اصل حقیقت معلوم ہوئی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "اس وقت تک میرا خیال یہ تھا کہ وہ مسودہ جو تم نے مجھے دیا تھا، تمہارا اپنا ہی لکھا ہوا تھا..."

"تعجب ہے کہ تم نے میری لیاقت کو اتنا اونچا درجہ دیا" ایمیلی ہنستے ہوئے بولی۔ اور اس کے بعد آواز دبا کر دروازہ کی طرف اس طرح دیکھتے ہوئے گویا معلوم

کرنا چاہتی تھی کہ کوئی آ تا تو نہیں ہے" اس نے کہا۔ "واقعہ میں مسودہ میڈم لاڈچیس ہی کا تھا۔ چونکہ ان کی میز کھُلی رہ گئی تھی ..."

"کیا بارہا ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ وہ اپنی میز کو کھلا چھوڑ کر چلی جائیں؟"

"نہیں" ایمیلی نے پرُخیال انداز سے جواب دیا "جہاں تک مجھ کو یاد ہے یہ پہلا موقعہ تھا کہ انہوں نے اپنی میز کو غیر مقفل چھوڑا۔ ورنہ بیشتر جو مسودے میں نے دیکھے ان کی میز کے اوپر ہی لکھے ہوئے ہوتے تھے۔"

"ایمیلی کیا یہ خیال کبھی تمہارے دل میں پیدا نہیں ہوا کہ ممکن ہے ڈچس کی میز میں بعض کاغذات ایسے بھی ہوں جنہیں وہ اپنے نوکروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتی ہوں" میں نے اس سے کہا۔

"کم از کم وہ مسودہ جو میں نے تم کو دیا اور جس میں ایک معمولی حکایت درج تھی وہ ایسا نہ تھا کہ بیگم صاحبہ اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتیں۔"

"میرے اپنے خیال میں یہ ایک غیر ممکن سی بات ہے کہ بیگم صاحبہ نوکرانیوں کی اس حرکت کو پسند کریں کہ وہ ان کی میز کھول کر اُن کے کاغذات کی دیکھ بھال کرتی پھریں۔"

"جوزف! کس لئے تم مجھے سمجھاتے ہو؟" ایمیلی نے اب پریشان ہو کر کہنا شروع کیا۔ "میں مانتی ہوں کہ یہ میری غلطی تھی کہ وہ مسودہ میں نے ان کی میز سے نکالا۔ تاہم آئندہ میں اس کے متعلق ہمیشہ احتیاط برتوں گی۔ اس کے علاوہ چونکہ وہ مسودہ تم نے فوراً واپس دے دیا اور میں نے دوبارہ اسی جگہ رکھ دیا تھا اس لئے میرا خیال ہے کہ بیگم صاحبہ کو اس کے نکالے جانے کا علم بھی نہ ہوا ہو گا۔"

ہماری یہ گفتگو چند اور نوکروں کے آ جانے کی وجہ سے اسی جگہ رک گئی۔ تاہم اس سے یہ راز حل ہو گیا کہ وہ عجیب و حیرت انگیز مسودہ جس میں ڈیوک ڈی پالن کی

گذشتہ زندگی کے بعض خفیہ حالات درج تھے کیونکہ ایمیلی کے ہاتھ آیا تھا۔

چوتھی جلد کا پہلا حصّہ ختم ہوا

گردش آفاق

چوتھی جلد

دوسرا حصّہ

باب ۵

کرایہ کی گاڑی میں

خادمہ ایمیلی کی ملاقات کے ایک گھنٹہ بعد جب دوپہر ڈھلنے لگی تھی اور میں اپنی عارضی فرصت سے فائدہ اٹھا کر پیرس کے بازاروں کی سیر کرنے کو ٹھی سے باہر آ رہا تھا تو کیا دیکھتا ہوں سامنے سے ایک سن رسیدہ عورت میری طرف چلی آتی ہے۔ قریب پہنچی تو معلوم ہوا کہ میڈموازل لگنی کی خادمہ ہے۔ اس نے یہ معلوم کرنے کے لئے چاروں طرف دیکھا کہ ڈیوک ڈی پالن کے نوکروں میں سے کوئی اور تو آس پاس نہیں ہے، اور اس کے بعد ایک بند لفافہ میرے ہاتھ میں دے کر دبی آواز سے کہنے لگی "اسے خفیہ طور پر ڈیوک کو دے دینا۔" کل اتنا مختصر تھا کہ وہ ایک لحظ سے بھی کم عرصہ میں ختم ہو گیا پس میں اگر اعتراضاً کچھ کہنا چاہتا بھی تو نہ کہہ سکا۔ اور اتنے میں وہ عورت تیز چلتی سڑک کے موڑ پر نظروں سے غائب ہو گئی۔ حیران و ششدر میں اس خط کو ہاتھ میں لئے تھوڑی دیر اس کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا اور اس کے بعد دفعتاً یہ ارادہ مصمم ہو گیا کہ ان حالات کو جاننے کے بعد جو ڈچس اور میڈموازل لگنی کے تعلقات کے بارے میں پیشتر مجھے معلوم ہوئے تھے۔ نیز اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ڈچس کا اپنا اطمینان و مستقبل خطرہ

میں ہے۔ میرا یہ فرض ہے کہ ایک کے خطوط دوسرے کو پہنچانے کے اس ناپاک دھندے کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دوں۔ یہ سوچ کر میں اس سمت میں دوڑا جدھر بوڑھی نوکرانی جاتی نظر آئی تھی۔ لیکن جب موڑ سے گذر کر چورستے پر پہنچا تو یہ دیکھ کر سخت پریشانی ہوئی کہ میڈموازل گگی کی خادمہ دور و نزدیک کہیں نظر نہ آتی تھی۔ کئی راستے اس مقام سے مختلف اطراف کو جاتے تھے اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کس طرف کو گئی ہے۔ سخت حیران کہ اب کیا کروں۔ کاش میں خط کو ہاتھ میں لیتے ہی واپس لوٹا دیتا۔ میرا چپ چاپ اسے لے لینا بمنزلہ اس بات کے تھا کہ میں اس کو پہنچانے کا اقرار کر چکا۔ حالات پیش آمدہ میں اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ ایک بار ہاتھ میں لے لینے کے بعد میں اس خط کو لوٹا کر ڈیوک تک پہنچا دوں۔ اس کے باوجود میں نے اپنے دل میں پختہ عہد کر لیا کہ یہ اپنی قسم کا آخری موقعہ ہوگا۔ اور آئندہ خواہ کچھ ہو۔ میں اس طرح کے خطوط کو لانے یا لے جانے کا فرض کبھی اپنے ذمہ نہ لوں گا۔

بعد ازاں میں جب کوٹھی کی طرف واپس آرہا تھا تو ناگاہ ڈچس کا نوکر ایڈولف ایک درخت کے پیچھے سے نکل کر لاپروائی کے ساتھ کوٹھی کے صحن میں داخل ہوا۔ اور ایک طرف کو چلنے لگا۔ اس کو دیکھ کر ایک نئی طرح کی بے تابی میرے دل میں پیدا ہو گئی۔ پیشتر مجھ کو معلوم ہو چکا تھا کہ ڈچس نے میڈموازل گگی اور اپنے شوہر کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لئے جاسوس مقرر کر رکھے ہیں۔ اور یہ خیال میرے نزدیک بمنزلہ یقین پختہ ہو چکا تھا کہ ایڈولف اور فلورین دونوں ہی جاسوسی کا فرض ادا کرتے ہیں۔ مگر سوال جو اب میرے دل میں پیدا ہوا یہ تھا کہ ڈیوک اور میڈموازل کے علاوہ کیا وہ میری بھی نگرانی کرنے لگے ہیں؟ کیا بعض حالات میری نسبت ڈچس کے کانوں تک پہنچ چکے ہیں؟ جن کی بنا پر اس کو معلوم ہو گیا ہے کہ میں نے اس کے شوہر کا ایک رقعہ ایک بار میڈموازل گگی کو پہنچایا تھا۔ یا یہ ساری کارروائی احتیاطاً ہے

کے طور پر محض اس لئے ہو رہی ہے کہ میں چونکہ ڈیوک کا معتمد خاص ہوں اس لئے ممکن ہے کہ میڈموازل لگنی سے اس کی خط و کتابت میری ہی وساطت سے ہوتی ہو۔ یہ خیالات تھے جو میرے دل میں پیدا ہوئے۔ اور مجھ کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مجھے ان سے بے حد پریشانی لاحق ہوئی۔ کیونکہ میں اپنے منشا کے برخلاف نادانستہ ان گہرے اسرار کی دلدل میں پھنستا جا رہا تھا۔ جو ڈیوک ڈی پالن کی ذات اور اس کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

کئی طرح کے ناخوشگوار خیالات سینہ میں لئے ہوئے میں ڈیوک کے کمرہ میں پہنچا اور لفافہ اس کو دیتے ہوئے بیان کیا کہ وہ کس طرح مجھ تک پہنچا تھا۔ ڈیوک نے مجھ کو ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور اس قسم کی بے تابی سے جو چھپائے نہ چھپ سکتی تھی، لفافہ کھول کر خط نکالا بظاہر اس کا مضمون نہایت مختصر تھا۔ کیونکہ اس نے جلدی میں اسے دیکھ لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گہرے قلق و اضطراب کی حالت میں یہ الفاظ اس کے منہ سے نکلے "بدنصیب بے چاری۔ وہ بیمار ہے، تکلیف پا رہی ہے اور اس کے پاس گذارہ کے لئے روپیہ بھی موجود نہیں!"

بظاہر یہ الفاظ بے خبری کی حالت میں اس کے منہ سے نکلے تھے۔ ورنہ اس کا منشا ہرگز یہ نہ ہوسکتا تھا کہ وہ میرے کانوں تک پہنچیں۔ بہرحال اس کی لاعلمی میں خط کا مضمون بڑی حد تک مجھ پر واضح ہو گیا۔ فوراً ہی میز کے پاس بیٹھ کر اس نے چھٹی کے کاغذ پر چند سطریں لکھیں۔ کچھ بینک نوٹ نکال کر اس کے ساتھ لف کئے۔ پھر خط کو لفافہ میں ڈال کر اس پر مہر لگائی۔ اور مجھے اشارہ سے پاس بلا کر کہا "جوزف۔ تکلیف نہ ہو تو یہ خط مندرجہ پتہ پر پہنچا دو۔ لیکن دیکھو سابق کی طرح اس کا حال کسی پر ظاہر نہ ہو"

"مسیو لاڈیوک" میں نے رکتے ہوئے کہا۔ "ان احساناتِ عظیم کو مدنظر

رکھ کر جو آپ نے مجھ پر کئے ہیں میں ہرگز نہیں چاہتا کہ میرا کوئی فعل ناسپاسی پر محمول کیا جائے۔ تاہم اس خفیہ اور نجی خط و کتابت کی تحویل سے اگر مجھ ناچیز کو معذور سمجھا جا سکے تو بعید از عنایت نہ ہوگا۔"

ڈیوک نے قہر آلود نظروں سے میری طرف دیکھا۔ لیکن جلدی ہی اس کے غصہ نے حیرت کی صورت اختیار کر لی اور اس نے غرور و سرد مہری کے ساتھ کہا: "جوزف معلوم ہوتا ہے میرے راز سے واقف ہونے کے بعد تم اپنی معلومات سے ناجائز فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو۔ حالانکہ اس معاملہ کا اس معاملہ سے ذرا سا بھی تعلق نہیں ہے اس لئے دانشمند بنو اور یہ خط جس طرح میں کہتا ہوں جا کر دے آؤ..."

"موسیو لا ڈیوک"، میں نے قطع کلام کرتے ہوئے عرض کیا: "پھر ایک بار میں اپنے الفاظ کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن ایسے کام جن سے طبعاً مجھ کو نفرت ہے میرے سپرد نہ کئے جائیں تو بہتر ہے۔"

ڈیوک کے چہرے پر حیرت کے آثار نے اور ترقی کی۔ اور وہ تھوڑی دیر چپ رہا اس کے بعد دفعتاً گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہنے لگا: "شاید تمہارا خیال ہے... اور ایسا ہونا قدرتی بھی ہے کہ میرے اور میڈموازل لگنی کے درمیان ناجائز تعلقات ہیں..."

"سرکار۔ مجھ ناچیز کا یہ کام نہیں ہے کہ ایسے نازک معاملہ پر اظہار رائے کروں..." میں نے کہنا شروع کیا۔

"اس کے باوجود میں تمہارے خیالات کو بخوبی سمجھ سکتا ہوں"، ڈیوک نے غصہ سے ایک پیر فرش زمین پر مارتے ہوئے کہا: "مجھے معلوم ہے کہ ہر شخص میری نسبت بری رائے رکھتا ہے۔ لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میڈموازل لگنی کے اور میرے درمیان سچی دوستی یا ایسی پاک محبت کے سوا جس میں گناہ کا شائبہ تک نہیں

ہے، کوئی تعلق نہیں۔ اور اب میرے اس قدر کہہ دینے کے بعد تم کو چاہیئے کہ اس بے حقیقت کام سے انکار نہ کرو۔ یاد رکھو۔ میں بطور حکم تم سے نہیں کہتا بلکہ درخواست کرتا ہوں کہ یہ خط اسے پہنچا دو۔ وہ غریب بیمار ہے اور اپنے نازک احساس کی وجہ سے انتہائی مشکلات میں بھی دست امداد دراز کرنا نہیں چاہتی۔ تاہم اس کی دستگیری کرنا میرا فرض ہے۔ اور اب یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ وہ کیا کام ہے جس پر میں تم کو بھیجنا چاہتا ہوں تم کو غور کرنا چاہیئے کہ ہر ایک لمحہ جو گذرا جاتا ہے اس کی تکلیفوں میں اور اضافہ کرنے والا ہے۔ میرے پاس کوئی دوسرا آدمی بھی نہیں جسے میں اس کے پاس بھیج سکوں۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے" ڈیوک نے اپنے ہونٹوں پر تلخ تبسم پیدا کرتے ہوئے کہا "کہ میری نقل و حرکت کی نگرانی کی جا رہی ہے۔"

اس لمبی تقریر کو سن کر میرے دل پر گہرا اثر ہوا۔ ایک ایسا عالی جاہ امیر مجھ جیسے غریب ادنیٰ نوکر کے سامنے التجاؤں پر مجبور ہو۔ اس سے زیادہ قابل رحم حالت اور کیا ہو سکتی تھی؟ لیکن میں شاید اس کے بعد بھی انکار کر دیتا اگر میڈم وانل لگنی کی تکلیف کا خیال مجھے ایسا کرنے سے نہ روکتا۔ محض اس خیال سے کہ وہ بدنصیب خاتون مبتلائے مصیبت ہے اور اس کی تکلیف میرے بروقت امداد پہنچانے سے رفع نہیں تو کم ضرور ہو سکتی ہے میں بالآخر انکار نہ کر سکا۔

اس کے باوجود میں نے کہا: "موسیو لا ڈیوک میں بڑے ادب کے ساتھ گوش گذار کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے لئے اس طرح کی خدمت سرانجام دینے کا یہ آخری موقعہ ہوگا۔ یوں میں آپ کا فرماں بردار خادم ہوں اور جو کام آپ میرے ذمہ ڈالیں اسے کرنے سے انکار نہیں۔ تاہم اس طرح کے کاموں سے جو فی الحال آپ نے میرے سپرد کیا ہے اگر مجھ کو ازراہ کرم معذور سمجھا جائے تو احسان ہوگا۔"

"مجھ کو منظور ہے" ڈیوک نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد اپنے لفظوں پر زور دیکر

"جوزف!" اس نے کہا" میں وعدہ کرتا ہوں آج کے بعد اس معاملہ کے متعلق کبھی کسی طرح کی گفتگو ہمارے درمیان نہ ہو گی - یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

میں نے کچھ کہے بغیر چھٹی ہاتھ میں لے لی - اور سلام کر کے کمرہ سے واپس آ رہا تھا کہ ڈیوک نے مجھے واپس بلا کر سمجھایا" اس خط کا پتہ وہ نہیں ہے جو پیشتر تھا - اس لیئے احتیاط سے پتہ پڑھ لینا" اور واقعی جیب میں نے سرنامہ پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ میڈموازل لگنی پیرس کے ایک بالکل ہی مختلف حصہ میں رہنے لگی ہے جس سے ثابت ہوا کہ دو ہفتے پیشتر جو وعدہ اس نے تبدیلی مکان کے بارے میں ڈچس سے کیا تھا کم از کم اسے اس نے پورا کر دیا ہے - گو اس کے ساتھ ہی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ بہتر ہوتا وہ اس وعدہ کے سلسلہ میں ڈیوک ڈی پالن سے خط و کتابت بھی بند کر دیتی۔

خیالات کی الجھن میں پھنسا ہوا میں کوٹھی کے صحن تک آ گیا تھا کہ دفعتاً یاد آیا۔ تھوڑی دیر پیشتر جب میں بڈھی خادمہ کا دیا ہوا خط لے کر ڈیوک کے کمرہ کی طرف گیا تھا تو دوسرے نوکر ایڈولف کو دیکھ کر یہ شبہ میرے دل میں پیدا ہوا تھا کہ وہ میری حرکات کی جاسوسی کر رہا ہے - چنانچہ اب جو میں نے اس کو بڑے پھاٹک کے پاس لگ کر کھڑے دیکھا تو وہ خیال جو عارضی طور پر دوسرے واقعات کی وجہ سے دب گیا تھا از سر نو تازہ ہوا - اور میں اس بات پر افسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ کیوں میں نے ڈیوک کی باتوں میں آ کر اس خفیہ خط و کتابت کا وسیلہ بننا منظور کیا - لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا اور اب قدم پیچھے ہٹانے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی - بحالت موجودہ اس خط کو پہنچانا میرا فرض تھا مگر اس فرض کو ادا کرنے کی ضرورت تسلیم کرتے ہوئے بھی میں اس بات کا فیصلہ کیے بغیر نہ رہ سکا کہ آئندہ خواہ کچھ ہو - میں اس سلسلہ میں کبھی کوئی کام نہ کروں گا۔

دفع شک کے خیال سے پھاٹک سے باہر نکلتے ہوئے میں نے ایڈولف سے کچھ سرسری باتیں کیں - اس کے بعد اس طرح ٹہلتا ہوا گویا کوئی خاص کام مجھے درپیش نہ تھا - اس سڑک

پر چلنے لگا جو شہر کی طرف جاتی تھی اور تھوڑی دیر پیچھے کی طرف نظر ڈالے بغیر چپ چاپ چلتا گیا۔ لیکن دفعتاً میں نہیں جانتا کس لئے یہ خیال بصورت القا میرے دل میں پیدا ہوا کہ ایڈولف میرے پیچھے پیچھے چلا آتا ہے۔ اس اثنا میں مَیں بلوارڈ کے پاس پہنچ چکا تھا جہاں سے میرا ارادہ گاڑی کرایہ کر کے اس مکان کی طرف جانے کا تھا جس میں میڈموازل لگنی ان دنوں رہتی تھی۔ اس وقت میں نے پہلی مرتبہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو واقعی ایڈولف سایہ کی مانند میرے پیچھے پیچھے چلا آتا تھا۔ صرف ایک جھلک میں نے اس کے ہلکے نیلے کوٹ کی دیکھی اس کے بعد وہ اس بات سے واقف ہو کر کہ میں نے اسے دیکھ لیا، یا تو کسی گلی کے اندر گھس گیا یا کسی مکان کی ڈیوڑھی میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ میں نے جب اس کے بعد دوبارہ نظر ڈالی تو وہ غائب ہو چکا تھا۔ اس سے کم از کم اتنا معلوم ہو گیا کہ میری حرکات کی جاسوسی یقینی طور پر کی جا رہی ہے اس سے جو غصہ مجھے آیا اس نے میرے اس ارادہ کو دہ چند مضبوط کر دیا کہ اپنے موجودہ فرض کو جاسوس کی آنکھوں میں خاک ڈال کر بھی پورا کرنا چاہیئے۔ کرایہ کی ایک خالی گاڑی دیکھ کر میں اس پر سوار ہو گیا اور اندر بیٹھ کر گاڑیبان کو ہدایت کی کہ فلاں مقام پر لے چلو۔ چونکہ پتہ مجھے اچھی طرح یاد نہ تھا اس لئے گاڑیبان کو ہدایت دیتے ہوئے میں نے لفافہ جیب سے نکالا اور وہ سہواً میرے ہاتھ سے گر پڑا۔ میں اسے جھک کر اٹھانے لگا تو ہوا کا تیز جھونکا گاڑی کی کھڑکی کھول کر اسے اڑاتا ہوا باہر لے گیا اور وہ سڑک کے اس مقام پر جا گرا جہاں کیچڑ پھیلا ہوا تھا۔

"لینا! پکڑنا!" میں نے اپنی بہترین فرانسیسی میں جو اس وقت مجھے یاد آئی، گاڑیبان سے کہا۔ "اس میں نوٹ ہیں!"

ہوا اس لفافہ کو گندے پانی کی نالی کی طرف اڑائے لئے جاتی تھی کہ گاڑیبان نے جلدی سے اتر کر اس کو اٹھا لیا اور میرے ہاتھ میں لا کر دے دیا۔

میں نے شکریہ کے چند الفاظ کہے۔ گاڑیبان نے ٹوپی چھو کر سلام کیا اور دوبارہ

اپنی جگہ پہ بیٹھ کر گاڑی چلانے لگا۔ مگر اس قدر عجلت کے باوجود لفافہ کیچڑ سے آلودہ ہو چکا تھا۔ اور چند منٹ تک میں اسے اپنے جیبی رومال کی مدد سے پونچھتا اور صاف کرتا رہا۔ اسی وقت پھر ایک بار ایڈولف کا خیال آیا۔ میں نے کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھنا شروع کیا مگر وہ آس پاس کہیں نظر نہ آیا۔ گاڑی کی پشت پہ جو چھوٹا سا گول شیشہ لگا ہوا ہوتا ہے اس کی راہ سے دیکھا تو بھی وہ دکھائی نہ دیا۔ تاہم ممکن تھا وہ ان لاتعداد کرایہ کی گاڑیوں میں سے کسی ایک میں بیٹھا ہو۔ جو ہمارے پیچھے پیچھے چلی آرہی تھیں۔ بس احتیاطِ مزید کے طور پر میں نے اسے ذک دینے کے خیال سے سامنے والی کھڑکی کھول کر گاڑیبان کو روکے بغیر تاکید کی کہ جہاں تک ممکن ہو کسی چکردار راستہ پہ ہو کر چلو۔ اور اگر کوئی گاڑی پیچھا کرتی دکھائی دے تو یہاں تک اس کو گھماؤ اور پریشان کرو، کہ یا تو وہ بہت پیچھے رہ جائے یا راستہ ہی بھول جائے۔

یہ ساری باتیں میں نے فرانسیسی زبان میں گاڑیبان سے کہیں اور اس نے پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھتے ہوئے اس انداز سے سر ہلایا گویا کہنا چاہتا تھا کہ آپ کے حکم کی پوری تعمیل کی جائے گی۔ فی الحقیقت میں نے اس کے چہرہ کے آثار تبسم سے معلوم کیا، کہ وہ اس کارروائی سے لطف حاصل کرنے لگا ہے اور اسے اس بات کی بھی خوشی ہے، کہ جتنا زیادہ عرصہ اس کی گاڑی میرے پاس رہے گی اتنا ہی اس کے کرایہ میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

خیر گاڑی تیزی رفتار سے چلتی گئی اور جب اس کے بعد میں نے دیکھا کہ گاڑیبان اسے تنگ گلیوں اور گنجان کوچوں کے ایک نہ ختم ہونے والے جال میں سے گذار کر پیرس کے ان حصوں کی طرف لے جا رہا ہے جو میرے دیکھے بھالے نہ تھے تو مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ ضرور اس نے کسی گاڑی کو پس پشت آتا دیکھا ہے۔ قریباً بیس منٹ کے عرصہ میں ہم پیرس کے لاتعداد چونگی خانوں میں سے ایک کے پاس سے گذرے۔ اور

اس وقت گاڑیبان نے ایک شراب خانہ کے سامنے گاڑی کو کھڑا کرکے کسی آدمی سے جو بظاہر اس سے واقف تھا کچھ کہا۔ اس پر وہ آدمی جس کی شکل و شباہت اور لباس پسندیدہ نہ تھا اچک کر اس کے برابر گاڑی پر بیٹھ گیا۔ گاڑیبان نے پھر اپنے گھوڑے کو چابک لگایا اور ہم آگے کی طرف چلے۔

اس کے چند منٹ بعد گاڑی ایک اس قسم کی ویران سڑک پر جا پہنچی جہاں آبادی نہایت کم تھی اور مکانات ایک دوسرے سے فاصلہ پر بنے ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ ایک کھلا میدان آگیا اور اس وقت میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ شخص نہ معلوم کتنا بڑا چکر کاٹنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ پھر ایک بار میں نے عقبی شیشہ کی راہ سے پیچھے کی طرف دیکھا، تو واقعی ایک اور گاڑی تھوڑے فاصلہ پر آتی دکھائی دی۔ اس سے میرا اطمینان ہو گیا یعنی میں نے جان لیا کہ محض اس گاڑی کے تعاقب کی وجہ سے یہ شخص اتنا پُر پیچ راستہ اختیار کر رہا ہے۔ بلکہ مجھے اس خیال سے خوشی بھی حاصل ہوئی کہ اس نے میری ہدایات پر اسقدر تندہی سے عمل کیا ہے۔

"یقیناً اس شخص کو" میں نے اپنے دل میں کہا "کوئی راستہ معلوم ہوگا۔ جس سے گذر کر وہ پھر اپنی گاڑی کو حدود شہر میں پہنچا دے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس شخص کو جو پیچھا کر رہا ہے غلط فہمی میں ڈال کر پیچھے چھوڑ جائے گا۔"

یہ خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے ہی تھے کہ گاڑی حقیقتاً شاہراہ کو چھوڑ کر ایک تنگ سڑک کی طرف مڑی اور اس نے ایک اتنا لمبا چکر کاٹا کہ اب جو میں نے شیشہ کی راہ سے نظر ڈالی تو وہ گاڑی جو پیچھے آرہی تھی کہیں دکھائی نہ دی۔ خدا معلوم وہ بہت پیچھے رہ گئی یا کسی موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"لے بیٹا ایڈولف اب تو ضرور تجھ کو ہار ماننی پڑے گی" میں نے دل ہی دل میں خوش ہو کر کہا "گاڑیبان اتنا ہوشیار ہے کہ ..."

مگر خیالات کا سلسلہ ناتمام ہی تھا کہ گاڑی چلتے چلتے رُک گئی۔ اس کے ساتھ ہی گاڑیبان ایک طرف اور اس کا بدنما ساتھی دوسری طرف کود کر دونوں کھڑکیوں پر آکر کھڑے ہو گئے۔ جن کو انہوں نے ایک ساتھ زور کے ساتھ کھولا۔ اور دونوں طرف سے میرے دونوں ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی۔ اب میری آنکھیں کھلیں اور معلوم ہوا کہ ان کی نیت فاسد ہے یعنی وہ مجھے اس تنہا مقام پر لاکر جان سے مار دینا چاہتے ہیں۔ خیال کے پیدا ہوتے ہی میرا خون گرم سیسہ کی مانند کھولنے لگا۔ اور ایک ایسا جوش میرے اندر پیدا ہو گیا جس نے میرے بدن میں صدہا دیوؤں کی طاقت پیدا کر دی۔ ایک زور دار جھٹکے سے اپنے دونوں ہاتھ چھڑا کر میں نے سب سے پہلے گاڑیبان کے منہ پر اس زور کا گھونسا رسید کیا کہ وہ لڑکھڑا کر ایک پشتہ پر جا گرا۔ اس کے بعد دفعتاً پیچھے گھوم کر میں نے ویسا ہی زوردار حملہ اس کے ساتھی پر کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے گاڑیبان پر حملہ کرتے دیکھ کر وہ سٹ پٹا گیا تھا۔ کیونکہ اس عارضی مہلت میں جو میرے گاڑیبان کی طرف توجہ ہونے کی حالت میں حاصل ہوئی وہ مجھ پر وار کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اور اس کے بعد میں نے ویسے ہی زور کا مکہ جیسا اس سے پیشتر گاڑیبان کو لگایا تھا اس کے منہ پر بھی رسید کیا۔ جس سے وہ گاڑی کے دوسری جانب فرش زمین پر جا گرا۔ اس طرح جو عارضی کامیابی مجھے حاصل ہوئی تھی اس سے فائدہ حاصل کر کے میں جھٹ گاڑی سے اترا اور اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ کھلے مقابلہ میں ان دو بدمعاشوں پر غلبہ پانا میرے لئے محال و غیر ممکن ہو گا۔ میں اس سمت میں جدھر سے گاڑی آئی تھی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی مانند تیز دوڑنے لگا۔ چند لمحوں کے عرصہ میں میں پھر ایک بار شاہراہ پر جا پہنچا۔ لیکن اپنی رفتار کو اس وقت تک کم نہ کیا۔ حتیٰ کہ آبادی کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت میں نے دم لینے کے لئے اپنی رفتار کم کی اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو نہ کوئی آدمی اور نہ وہ گاڑی ہی جس پر میں پیشتر سوار تھا اس طرف کو آتی دکھائی

نئی اور اب دفعتاً یہ نیا خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ شاید حقیقت میں کسی آدمی نے ہماری گاڑی کا پیچھا کیا ہی نہ ہو۔ بلکہ دھوکے باز گاڑیبان نے میری دی ہوئی ہدایات سے فائدہ اُٹھا کر اپنی فاسد نیت کو عملی صورت دینے کے لئے یہ بہانہ پیدا کر لیا ہو۔ معلوم ہوتا ہے جس وقت لفافہ میرے ہاتھ سے کیچڑ میں گرا تو جو الفاظ میرے منہ سے نکلے تھے ان کی بنا پر اس کو معلوم ہو گیا کہ بھاری قیمت کے بینک نوٹ اس میں بند ہیں۔ بعد ازاں اس نے راستہ میں اپنے ایک ساتھی کو مدد کے لئے بلا لیا اور وہ دونوں مجھے لوٹنے کی نیت سے گاڑی کو اس اجاڑ مقام پر لے آئے۔ قسمت یاور تھی کہ میں بچ گیا۔ ورنہ حقیقتاً وہ لوگ نہ صرف مجھ کو لوٹنا بلکہ شاید زدوکوب کرنے یا جان سے مار دینے کا ارادہ کر کے ہی اس طرف آئے تھے۔

چوکی کے پاس پہنچا تو دو تین سپاہی پہرہ دیتے پھر رہے تھے۔ ایک بار خیال ہوا کہ ان کے پاس جا کر سارا حال ان سے بیان کروں۔ لیکن اسی کے ساتھ ہی خیال پیدا ہوا کہ رپٹ دینے کی صورت میں اس واقعہ کا حال ضرور اخباروں میں چھپ جائیگا اور ڈچس ڈی پالن یہ سوچ کر حیرت زدہ ہوگی کہ کس لئے میں کرایہ گاڑی میں سوار ہو کر مارا مارا پھرتا اور تعاقب کرنے والی گاڑیوں سے بچنے کی کوشش کرتا تھا۔ جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میں اس معاملہ کی نسبت کسی طرح کے سوالات کا جواب دینا یا اپنے برخلاف یہ شبہ پیدا کرانا نہ چاہتا تھا۔ کہ میں ڈیوک کے خفیہ احکام کی تعمیل کرتا پھر رہا ہوں۔ پس سارے پہلو سوچ کر یہی بہتر معلوم ہوا کہ اس معاملہ کی نسبت کامل خاموشی برتی جائے۔ اس فیصلہ کے بعد میں نے ایک اور گاڑی کرایہ کی۔ اور اس مکان کی طرف ہو لیا جس میں میڈموازل لگنی رہا کرتی تھی۔ ناظرین کو یہ بتانے کی حاجت نہیں کہ اب کی بار میں نے اس بات کا خیال رکھا کہ گاڑی کس راہ سے ہو کر چلتی ہے۔ لیکن کسی طرح کا شبہ پیدا کرنے والی بات پیش نہ آئی۔ اور آدھ گھنٹہ کے

عرصہ میں میں منزل مقصود پر جا پہنچا۔ گاڑی سے اتر کر میں نے احتیاطاً چاروں طرف دیکھا لیکن ایڈولف کا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا۔ مکان کے پھاٹک میں داخل ہو کر میں نے وہ خط دربان کے حوالے کیا۔ اور اس سے کہہ دیا کہ میری طرف سے میڈموازل لگنی کی خادمہ کی معرفت اس بات کی معذرت کر دینا کہ لفافہ میرے ہاتھ سے گر کر میلا ہو گیا ہے۔ فارغ ہو کر میں جس وقت دوبارہ پھاٹک سے نکلا تو یہ دیکھ کر حیران وششدر رہ گیا کہ ایڈولف کا نیلا کوٹ میری نظروں کے سامنے پھر ایک موڑ کی طرف گھوما ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوا اور میں جو اس کو نیچا دکھانے کا آرزومند تھا بری طرح ناکام رہا۔

دوبارہ اس گاڑی پر سوار ہو کر میں کوٹھی کی طرف لوٹا اور تقریباً پاؤ میل کے فاصلہ پر اُتر کر باقی راستہ پیدل ہی طے کیا۔ ڈیوک ڈی پالن اپنے کمرہ میں بیٹھے بے چینی اور اضطراب کے عالم میں میری واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ راستہ میں کوئی حادثہ پیش آ گیا۔ خیر میں نے سارا حال ان سے بیان کیا۔ اور ان کو بتلایا کہ میں آخر کار اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ایڈولف میری نقل وحرکت کی نگرانی کرتا پھر رہا ہے۔ میں نے اس کی نظروں سے پوشیدہ رہنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اس سلسلہ میں میں نے اس واقعہ کا حال بھی بیان کیا جو ویران سڑک پر پیش آیا تھا۔ اور میڈموازل لگنی کے مکان کے باہر ایڈولف کی موجودگی کا ذکر کر کے یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوا کہ میری انتہائی کوششوں کے باوجود وہ میرا پیچھا پانے میں کامیاب ہو گیا۔

"خدا اس عورت کے حسد اور جوشِ رقابت کا ستیاناس کرے" ڈیوک نے سارا حال سن کر بڑبڑاتے ہوئے کہا "جوش نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے حالانکہ خدا شاہد ہے۔۔"

اس کا اشارہ صریحاً بیگم کی طرف تھا۔ مگر وہ فقرہ کو ناتمام ہی چھوڑ کر رک گیا اور اس کی پیشانی پر لاتعداد شکن پیدا ہوئے۔ اس وقت اس کی صورت اتنی

بھیانک ہو گئی کہ میں دیکھ کر ڈرا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ کسی طرح کے خوفناک خیالات اس کے سینہ میں پیدا ہو رہے تھے۔

"جوزف۔ مجھے یقین ہے" آخر کار اس نے کہا "کہ ڈچیس تم کو بلا کر سارا حال پوچھے گی۔ وہ ضرور تم سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گی کہ میں نے کس کام پر تمہیں بھیجا تھا۔ پس میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ تم اس موقعہ پر اسے کیا جواب دو گے؟"

"موسیو لاڈیوک" میں نے تنگ آ کر کہا "حالات کی بڑھتی ہوئی الجھن نے مجھے سخت پریشان کر دیا ہے۔ اسی لئے میں بہتر آپ سے کہتا تھا کہ مجھے اس خط و کتابت کا وسیلہ نہ بنایئے۔ لیکن نہیں" میں نے دفعتاً رکتے ہوئے کہا "آپ میرے محسن ہیں اور میں آپکی عنایتوں کا بدلہ ناشکر گذاری سے نہیں دینا چاہتا۔ اس لئے عارضی جوش کی حالت میں جو الفاظ میرے منہ سے نکلے ہیں ان کے لئے معافی طلب کر کے عرض کرتا ہوں کہ اگر میڈم لاڈچیس نے کسی طرح کے سوالات مجھ سے پوچھے تو میں جہاں تک میرے اختیار میں ہے، آپ کی پریشانیوں میں اضافہ نہ ہونے دونگا۔"

"جوزف۔ تم نیکدل نوجوان ہو" ڈیوک نے انداز ممنونیت سے کہا "اور میں اس وعدہ کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

ڈیوک کے کمرہ سے رخصت ہو کر میں نے دن کا باقی حصہ اپنے کمرہ میں بسر کیا۔ لیکن جب سر شام کھانے کا وقت قریب آیا اور میں شاگرد پیشہ کی طرف جا رہا تھا تو فلورین مجھ سے ملی اور تنہا دیکھ کر دبی آواز سے کہنے لگی "میڈم لاڈچیس کا حکم ہے کہ آپ ان سے ملیں۔ پس میں چاہتی ہوں کہ آدھ گھنٹے کے عرصہ میں آپ بڑی ڈیوڑھی کے اندر میری آمد کا انتظار کریں۔"

فلورین کی باتوں نے میرے بدترین شبہات کی تصدیق کر دی۔ غالباً ڈچیس کو جاسوس ایڈولف کی زبانی میرے میڈموازل لگنی کے مکان پر جانے کا حال معلوم ہو چکا

تھا اور وہ اسی کے متعلق مجھ سے استفسار کرنا چاہتی تھیں۔ رات کے کھانے کے دوران میں میں بڑی دیر تک ان فکروں میں ڈوبا رہا کہ اس موقعہ پر میرا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے آخری فیصلہ جو میں نے اس سوال کے متعلق کیا یہ تھا کہ خواہ کچھ ہو جھوٹ بولنا لاحاصل ہے بہترین صورت یہ ہوگی کہ میں خاموشی کی آڑ لے کر کوئی بات قطعاً ظاہر نہ ہونے دوں۔

کھانا ختم ہونے کے بعد میں بڑی ڈیوڑھی کی طرف گیا اور وہیں تھوڑی دیر میں فلورین بھی آگئی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لئے ڈچس کے کمرہ کی طرف ہولی جہاں میں نے دیکھا کہ وہ خاتون اپنے باپ بڈھے مارشل کے پاس بیٹھی ہے۔

باب ۶

جوابدہی خفیہ انجمن کا اجلاس

مجھے وہاں چھوڑ کر فلورین رخصت ہوگئی اور میں اسی کمرہ میں ڈچس ڈی پالن اور مارشل کے پاس رہ گیا۔ آخرالذکر ایک سن رسیدہ آدمی امیرانہ تجربہ اور فوجی چال ڈھال کا چہرہ کے انداز سے سخت اور تندخو آدمی تھا۔ کم از کم اس موقعہ پر سختی اور گہری سنجیدگی کے آثار کسی قدر اداسی سے ملے جلے اس کے چہرہ پر موجود دکھتے۔ ہر شخص کو معلوم تھا کہ بڈھے مارشل کو اپنی بیٹی سے بہت گہری محبت ہے۔ اور میرے لئے اس بات کا اندازہ کرنا بہت مشکل نہ تھا کہ ڈچس نے اپنے مصائب و آلام یقیناً اس کے روبرو ظاہر کر دیئے ہیں۔

ڈچس کے متعلق میں اس سے پہلے بیان کر چکا ہوں کہ بے حد حسین تھی۔ عمر اس کی چھبیس سال کے قریب اور وہ کئی بچوں کی ماں تھی۔ پھر اس کے علاوہ فرضی یا حقیقی کئی طرح کے صدمے شوہر کی بدسلوکی کے متعلق اس کو پہنچ چکے تھے لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس کا حسن

اب بھی تازہ اور عالم آشوب تھا۔ اس کے سیاہی مائل بھورے بال بے حد ملائم اور گنجان اس کی خوشنما پیشانی اور ہموار شانوں پر گر کر اس کی خوشنما گردن کو بخوبی نمایاں کرتے تھے۔ اور ان کی ایک دو بکھری ہوئی لٹیں اس کے حسن کی خوشنمائی کم کرنے کی بجائے اس میں اور اضافہ کرتی تھیں۔ اس کی نیلمیں آنکھوں میں جن کا انداز عموماً فکر آمیز ہوتا تھا اس وقت رنج و عزم مصمم کے آثار پائے جاتے تھے۔ گویا حال کی تازہ مصیبتوں نے اسے کسی ایسے طرز عمل پر بالآخر مجبور کر دیا تھا جس کا ارادہ پیشتر کئی بار کرنے کے باوجود وہ اسے بوجوہ ہر بار ملتوی کرتی رہی تھی۔ اس وقت وہ بڈھے مارشل کے پہلو میں ایک صوفے پر بیٹھی تھی۔ مجھے آتا دیکھ کر اس نے اور اس کے باپ نے گہری متجسس نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اور گو اس دوران میں کسی کے منہ سے ایک لفظ تک نہ نکلا تھا۔ تاہم مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان کی وہ خاموشی گفتگو سے کئی گنا زیادہ موثر تھی۔ اور میں اس کی وجہ سے اضطراب و پریشانی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"لڑکے"، آخر کار بڈھے مارشل نے مہر سکوت توڑتے ہوئے کہا: "کیا تم کو معلوم ہے کہ ہم نے کس لئے تم کو یہاں بلایا ہے؟" مخفی نہ رہے کہ اس کی انگریزی گو شکستہ تھی تاہم میں اس کا مطلب بخوبی سمجھ سکتا تھا۔

"میں منتظر احکام ہوں"، میں نے گول لفظوں میں کہا۔ "فرمایئے کیا ارشاد ہے؟"

"دیکھو ایک بات میں سب سے پہلے تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں"، مارشل نے سخت لہجہ میں کہا۔ "میرے سامنے ٹال مٹول کی کوشش بالکل نہ کرنا!"

"اباجی"، دفعتاً ڈچس نے اپنا نازک سپید ہاتھ جو لاتعداد جواہراتی انگوٹھیوں سے جگمگا رہا تھا باپ کے بازو پر اس طرح رکھتے ہوئے کہ وہ پیازی رنگ کے سنگ مرمر سے مشابہ معلوم ہوتا تھا کہا: "میرے خیال میں بہتر ہوگا کہ سب سے پہلے آپ مجھے اس نوجوان سے سوالات پوچھنے کی اجازت دیں!"

"جیسے تمہاری مرضی ہو" مارشل نے کرسی کی پشت پر جھکتے ہوئے کہا۔

"جوزف" اب ڈچیس نے استفسار کا فرض اپنے اوپر لیتے ہوئے کہا "میں امید کرتی ہوں۔ تم کوئی بات مجھ سے چھپا کر نہ رکھو گے۔ کیا یہ امر واقعہ ہے کہ آج تمہیں ڈیوک نے ایک خاص کام کے لئے کسی خاص مقام پر بھیجا تھا؟"

"میں نے سر کو ہلکا خم دیا لیکن خاموش رہا۔

"تمہارا اس راز کو چھپانے کی کوشش کرنا جو تم کو معلوم ہو بے شک قابل تعریف ہے" ڈچس نے اب دفعتاً چاپلوسی کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے جس کی مجھے اپنے متعلق بہت کم امید تھی کہا "تاہم حقیقت حال سے انکار چونکہ لا حاصل ہے اس لئے تم کو لازم ہے کہ اپنی ملکن کے روبرو چپ رہ کر اصل حقیقت کو چھپانے کی کوشش نہ کرو۔ مختصر لفظوں میں کیا یہ امر واقعہ ہے کہ آج تم کسی وقت میڈموازل لگی کے مکان پر گئے اور کوئی چیز اسے دے کر آئے تھے۔ اور اگر یہ صحیح ہے تو میں دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ وہ کیا چیز تھی جو تم نے اسے دی ہے"

"بانو۔ میں حکم کا بندہ ایک ادنیٰ فرماں بردار نوکر ہوں" میں نے ادب آمیز لہجہ میں جواب دیا "بالفرض میں آپ کا خادم ہوتا اور موسیو لا ڈیوک کسی طرح کے سوالات مجھ سے پوچھتے۔ تو میں اس صورت میں بھی اسی طرح چپ چاپ رہنا اپنا فرض خیال کرتا"

"لیکن ڈچس ڈی پالن کسی ایسے فعل کی ہرگز ہرگز مرتکب نہیں ہو سکتی" خاتون موصوف نے جس کا چہرہ دفعتاً غصہ سے سرخ ہو گیا تھا نخوت سے گردن اٹھا کر کہا "جس کے متعلق اس کے شوہر کو دریافت حال کی ضرورت ہو"

میں نے پھر ایک بار سر کو خم کیا لیکن منہ سے کچھ نہ کہا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مجھے اس خیال سے اس کے برخلاف کچھ تعصب سا ہو گیا تھا کہ اس نے اپنے شوہر کی ایک ناگفتہ بہ حرکت کو صورت تحریر دے کر اسے بدنام کیا۔ اور اسی کی نقل و حرکت کی نگرانی پر جاسوس

مقرر کیئے۔ مانا کہ ڈیوک کی وہ حرکات قابلِ ستائش نہ تھیں، تو بھی ایک وفادار بیوی کی حیثیت میں اس کا فرض ان باتوں کو علم نشرح کرنا نہیں بلکہ ان کو چھپانا تھا۔

"دیکھو جی میں اس الجھی ہوئی گفتگو کو پسند نہیں کرتی" ڈچس نے جو سخت متلون مزاج عورت تھی اب دفعتاً خوشامد کا لہجہ چھوڑ کر سختی کے ساتھ کہا "کیا تم میرے سوالات کا جواب دو گے یا نہیں؟ اور اگر دو گے تو جواب دو۔ کیا وہ زر نقد تھا جو تم اس عورت کو دینے گئے تھے؟"

"محترم بانو۔ میں پھر ایک بار انتہائی ادب کے ساتھ گوش گذار کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے ان سوالات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا "اس سے کئی گنا بہتر یہ ہوگا کہ میں ابھی وقت ملازمت ترک کر کے در دولت سے رخصت ہو جاؤں"

"اباجی۔ آپ نے دیکھا" ڈچس نے غصہ اور جوش کی حالت میں باپ کی طرف مڑتے ہوئے کہا "کس طرح اس کے الفاظ میرے بدترین شبہات کی تصدیق کرتے ہیں۔ چونکہ وہ انکار کی جرأت نہیں کر سکتا اس لئے اپنی باتوں کو قصداً الجھانے کی کوشش کر رہا ہے جو اس کے اقرار کی دلیل ہے۔ بہرحال آپ نے دیکھ لیا کس طرح وہ روپیہ جو اپنے خاندان کی عزت اور منزلت برقرار رکھنے کے لئے صرف ہونا چاہیئے تھا۔ اس طرح کی ادنیٰ اور رذیل عورتوں پر برباد کیا جا رہا ہے۔ لیکن آج میں نے آخری فیصلہ کر لیا ہے۔ اب میں ان مظالم کو زیادہ نہیں سہ سکتی۔ اس لئے آج ہی اس گھر سے رخصت ہو جاؤں گی۔ بس آپ مجھے اپنے ہی ساتھ لے چلیئے۔ میں اپنی باقی زندگی اسی مکان پر رہ کر گذاروں گی جسے مجھ کو اس بے رحم مرد کے ساتھ رہنے کے لئے کبھی ترک نہ کرنا چاہیئے تھا"

ان جوش آمیز کلمات کو ادا کرتے ہوئے ڈچس نے اپنے وقار تمکنت کو بھلا دیا۔ اور وہ اپنے آپ کو ایک پرجوش کمزور طبیعت کی عورت ثابت کئے بغیر نہ رہ سکی۔ میں یہ "کمزور طبیعت" کے الفاظ اس کے لئے قصداً استعمال کرتا ہوں۔ کیونکہ اگر یہ عیب

اس میں نہ ہوتا تو یقینی طور پر وہ اس موقعہ پر انتہائی ضبط سے کام لیتی۔ اور اس بات کا خیال رکھتی کہ ایک اس طرح کا انکشاف میرے روبرو جو ایک ادنیٰ "نوکر کی حیثیت رکھتا تھا غیر واجب اور نامناسب ہے لیکن اس کے ساتھ ہی کوئی صاحب میرے اس بیان کو پڑھ کر یہ نہ سمجھیں کہ میں ڈیبوک کی بداعمالیوں کو اس ذریعہ سے کم کرنا یا اس کی بیگم کے فرضی عیبوں کو پیش کر کے اسے بلاوجہ بدنام کرنا چاہتا ہوں۔

"میری عزیز بیٹی صبر کر"! مارشل نے ڈچس کے سر پہ پیار دیتے ہوئے کہا۔ میں ضرور تجھے اپنے ساتھ یہاں سے لے جاؤں گا۔ کیونکہ یہ گھر اب اس قابل نہیں ہے کہ تو اس میں رہے"

عین اس وقت کمرہ کا دروازہ بے تابانہ کھلا اور فلورین کسی قدر پریشان صورت داخل ہوئی۔ "آہ بابا" اس نے اندر آتے ہی کہا "آپ کو معلوم ہے کہ موسیو لایارکو بیس تشریف لے آئے"

"آہ میرا بیٹا... میرا پیارا بیٹا" ڈچس نے جلدی سے کہا اور اس کے بعد اس فوری انقلاب کے زیر اثر جو بیٹے کی آمد سے اس کے خیالات میں پیدا ہو گیا تھا وہ محبت کے جوش میں اس گھر سے رخصت ہونے کا فیصلہ رد کر کے کہنے لگی "نہیں اب میں یہاں سے نہ جاؤں گی۔ ابا جی اب میں اسی گھر میں رہوں گی۔ میں اپنے بچوں کو چھوڑ کر کس طرح جا سکتی ہوں؟"

"جیسا تم کو پسند ہو" بڈھے مارشل نے کچھ اس طرح کے لہجہ میں کہا کہ یہ معلوم کرنا مشکل تھا آیا وہ اپنی بیٹی کے اس تازہ فیصلے سے خوش ہے یا ناراض۔ اور اس کے بعد اس مقام کی طرف آ کر جہاں میں کھڑا تھا اس نے کہا "دیکھو میں تم کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ جو گفتگو اس وقت ہمارے درمیان ہوئی ہے اس کا حال کسی کے روبرو ظاہر نہ ہونا چاہیئے" اور اس کے بعد اپنی آواز کو اور زیادہ مدھم کر کے اس نے کہا "اس

کا بھی خیال رکھنا کہ آئندہ کبھی کوئی خط یا پیغام تمہارے ذریعہ سے اس عورت کو نہ پہنچے جو میری بیٹی کی راحت کو برباد کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئی ہے۔ کیا سمجھ گئے؟"

ادھر بڈھا مارشل یہ باتیں مجھ سے کر رہا تھا اُدھر ڈچس ڈی پالن اپنے اس بیٹے سے بغلگیر ہونے کو جو اسی وقت خلافِ امید باہر سے آیا تھا، کمرہ سے رخصت ہو گئی میں نے مارشل کے احکام کا قصداً کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ اس بات سے مطمئن کہ یہ قصہ جو ناخوشگوار ہونے لگا تھا اس خلاف امید طریقہ پر جلدی ہی طے ہو گیا۔ چپ چاپ کمرہ سے باہر نکل آیا۔ ہرچند میں نے ڈچس اور اس کے والد کے روبرو سکوت و سرد مہری کا اظہار کیا تھا تاہم امر واقعہ یہ ہے کہ ڈیوک سے بہت زیادہ مجھے ان دونوں سے ہمدردی تھی۔ ایک بار میرے جی میں آئی کہ اپنے آپ کو اس الجھن سے چھڑانے کے لئے ڈیوک کی ملازمت ترک کر کے یہاں سے رخصت ہو جاؤں۔ لیکن پھر جب اس روپے کا خیال آیا جو ڈیوک نے میری تنخواہ کے حساب میں ہوٹل کا بل ادا کرنے کو پیشگی دیا تھا تو ناچار رُک جانا پڑا۔ اس وقت تک میری ملازمت کو اتنا عرصہ نہ ہوا تھا کہ میں اس رقم کو تنخواہ کے حساب میں پورا کر دیتا۔ نہ میرے پاس اتنی نقدی موجود تھی کہ ڈیوک کے حوالہ کر دیتا۔ پس ایمانداری اور شرافت کے تقاضے سے مجبور ہو کر میں نے ترک ملازمت کی تجویز کو ملتوی کر دیا۔ گو اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ جیسے ہی میں اس پیشگی کے حساب کو بے باق کر سکا یقینی طور پر اس گھر سے رخصت ہو جاؤں گا جہاں رہتے ہوئے میں نادانستہ و بلا ارادہ بڑھتے ہوئے اسرار کی دلدل میں زیادہ سے زیادہ دھنستا جا رہا تھا۔

ڈچس کے کمرہ سے رخصت ہو کر باہر نکلا تو جی بے حد شاداب تھا۔ تازہ ہوا، اور تبدیلِ نظارہ کی خواہش زور سے پیدا ہو رہی تھی۔ چونکہ اس گھر میں آدھی رات تک نوکروں کی آمد و رفت پر کوئی پابندی نہ تھی اس لئے اگر کسی کو باہر جانا ہوتا تو

محض اتنا کافی تھا کہ وہ اس کی اطلاع دربان کو نہ کر چلا جائے۔ اور یہاں پر میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ دربان کو بجائے خود کسی شخص کے دیر سے واپس آنے پر کوئی تکلیف نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ وقت مقررہ پر وہ اپنے بستر پر لیٹ جاتا اور اس رسی کے ذریعہ سے جو اس کے سرہانے کے پاس لگی ہوئی تھی اس تار کو کھینچکر جس کا خاتمہ پھاٹک کے اندر لگی ہوئی چٹخنی پر ہوتا تھا گھنٹی کی آواز سن کر لیٹے ہی لیٹے دروازہ کھول دیا کرتا تھا۔ گویا اگر کوئی شخص آدھی رات کو واپس آئے تو بھی دربان کو نہ اپنی جگہ سے اُٹھنے اور نہ دروازہ کے پاس جانے کی حاجت ہوتی تھی۔ یہ طریقہ فرانس کے اکثر گھروں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن میں نے اس کا ذکر ان لوگوں کی خاطر کر دیا ہے جنہیں کبھی فرانس جانے کا موقعہ نہیں ملا۔

خیر جیسا میں بیان کر رہا تھا۔ ڈچس کے کمرہ سے باہر آیا تو دل کسی تفریح کا متلاشی تھا۔ مجھے یاد آیا کہ قریب ہی شام الاسی کے باغ میں فرنیکونی کے پاس شہسواری کے کرتب ہوا کرتے ہیں۔ اور گو اس وقت دس کا عمل ہو گیا تھا۔ تاہم اس خیال سے کہ کھیل گیارہ بجے تک رہتا ہے اور میں اس سے پہلے بارہا دیکھنے کا ارادہ کر چکا ہوں مگر نہیں جا سکا اسی طرف کو ہو لیا۔ خیال یہ تھا کہ اس میں سیر بھی ہو جائے گی اور جی بھی بہلا رہے گا۔ یہ فیصلہ کر کے میں کوٹھی کے پھاٹک سے باہر نکلا اور شام الاسی کی سمت میں چلنے لگا۔ ناگاہ ایک نوجوان جس کی عمر چوبیس سال کے قریب تھی۔ گو وہ ڈاڑھی اور مونچھوں کی وجہ سے اس سے زیادہ عمر کا معلوم ہوتا تھا۔ مجھے اپنی طرف آتا نظر آیا۔ اس وقت ہم دونوں سڑک کے کنارے لگے ہوئے ایک لیمپ کے کھمبے کے پاس سے گذر رہے تھے۔ اس لئے مجھے اس کی صورت اچھی طرح دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ آدمی خوش پوش تھا۔ اور اس نے اپنے سر پہ ایک تہ ہونے والی ٹوپی کسی قدر آگے کی طرف جھکا کر پہنی ہوئی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا اور مجھے بھی اس خیال سے کہ شاید وہ کچھ کہنا چاہتا ہے رُک جانا پڑا۔

ایک لمحہ اس نے غور کے ساتھ میری طرف دیکھا۔ اس کے بعد دبی آواز سے یہ ایک لفظ کہا: "لگنی"

اس عورت کا نام سن کر جس کی خدمت گزاری کے سلسلہ میں میں نے اس قدر پریشانیاں اٹھائیں اور ناگفتہ بہ تکلیفیں جھیلی تھیں اور جس کی وجہ سے میں اس آرام دہ ملازمت کو بھی ترک کرنے پر آمادہ تھا میں بے اختیار چونکا اور حیرت آمیز نظروں سے اس کے منہ کو تکنے لگا۔ اس نے اپنے ہونٹوں پر اس طرح انگلی رکھی گویا مجھے چپ رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کے بعد پیچھے مڑ کر مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ حیران و سراسیمہ میں اس کے پیچھے ہو لیا۔ مگر جی میں یہ سوچ کر سخت پریشان تھا کہ ان بڑھتے ہوئے اسرار کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ فی الحقیقت میری حیرت و سراسیمگی کا یہ عالم تھا کہ عارضی طور پر یہ خیال بھی دل سے نکل گیا کہ مجھے اس موقع پر کیا کرنا چاہیئے۔ یا میں کیا کرنے لگا ہوں لیکن چند منٹ کے عرصہ میں جب میرے اوسان بحال ہوئے اور میں نے سوچا کہ اس طرح بغیر جانے اور پہچانے ایک اجنبی کے ساتھ جانا دور اندیشی کے خلاف ہے۔ تو خیال آیا کہ کم از کم اس سے یہ معلوم کر لینا چاہیئے کہ وہ مجھے کس مطلب کے لئے کہاں لے جانا چاہتا ہے۔

اس تھوڑے سے وقفہ میں وہ مجھ سے چند قدم آگے اور میں اس سے تھوڑی دور پیچھے رہ گیا تھا۔ لیکن اب میں تیز چل کر اس کے پاس جا پہنچا اور اس کی توجہ اپنی طرف دلانے کے خیال سے اس کے شانہ پر ہاتھ رکھا۔ اس نے جلدی سے پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھا اور دوبارہ اپنی انگلی ہونٹوں سے لگا لی۔ اس کے ساتھ ہی اپنی رفتار اتنی تیز کی کہ میں پھر اس سے تین چار قدم پیچھے رہ گیا۔

حقیقتاً میں اس واقعہ پُر اسرار کو نہ دل سے ناپسند کرتا تھا۔ اور اپنی بڑھی ہوئی سراسیمگی میں بھی یہ سوچ کر کہ میڈموازل لگنی اور ڈیوک ڈی پالن کے معاملات میں اپنی شرکت

کو ختم کرنے کا عہد جو میں نے کیا تھا اس کی بنا پر مجھے فوراً پیچھے ہٹ جانا چاہیئے۔ دوبارہ اپنے رہبر سے استفسار کرنا چاہتا تھا کہ وہ دفعتاً ایک گلی میں تنگ دروازے کے پاس پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ اور مجھے اشارہ سے اندر آنے کے لئے کہا۔ ممکن ہے کچھ لوگ میری حماقت پر ہنسنے لگیں لیکن میرا عذر یہ ہے کہ اس وقت میری حالت اس آدمی سے بہتر نہ تھی جو حالتِ خواب میں چل رہا ہو۔ اور جسے اپنی قوت فیصلہ پر کوئی اختیار باقی نہ رہا ہو۔ نیم بے خبری کی حالت میں میں بھی اس کے ساتھ اندر گھس گیا۔ دروازہ نیم باز تھا۔ اس سے گذر کر جب میں ایک تنگ ڈیوڑھی میں داخل ہوا جہاں ہر طرف اندھیرا تھا۔ تو تختہ کے دباؤ سے اتنا معلوم ہوا کہ ایک بند کواڑ کے پیچھے کوئی آدمی چھپا ہوا کھڑا ہے۔ لیکن میں نہیں جانتا اپنی اس وقت کی حیرت اور سراسیمگی کا ذکر کن لفظوں میں کروں جب میرے ریش دار ساتھی نے جو مجھے اپنے ساتھ یہاں تک لایا تھا اور اب میرے عین پیچھے کھڑا تھا پھر ایک بار وہی پُراسرار لفظ "لگنی" دبے ہوئے مگر قوی اور فیصلہ کن لہجہ میں اسی طرح کہا جس طرح ایک بار پہلے میرے روبرو کہا تھا۔

"بہت خوب" اس شخص نے جو دروازہ کے پیچھے کھڑا تھا فرانسیسی میں جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی باہر کا دروازہ جس کی راہ سے ہم داخل ہوئے تھے بند اور مقفّل کر دیا گیا۔ ایک نئی طرح کی دہشت اب میرے دل میں جاگزیں ہونے لگی۔ طوفان کی تیزی کے ساتھ یہ خیال میرے دماغ سے گذرا کہ یہ لوگ مجھے قاتلوں یا قزاقوں کے کسی مسکن میں لے آئے ہیں اور قریب تھا کہ میں دہشت زدہ ہو کر واپسی کی غرض سے پھر اس دروازہ کی طرف مڑتا جس کی راہ سے اندر آیا تھا، کہ ناگاہ کسی مقام پر گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈیوڑھی کے دوسرے سرے پر روشنی نمودار ہوئی۔ معلوم ہوا کہ گھنٹی کا اشارہ پا کر کسی نے اندرونی دروازہ کھولا ہے اور وہ آواز ان دو شخصوں میں سے کسی نے کوئی خفیہ بٹن دبا کر پیدا کی ہے لیکن جس بات نے مجھے

اور بھی زیادہ حیرت زدہ کیا۔ یہ تھی کہ دروازہ کھلنے اور روشنی کے نمودار ہونے کے ساتھ ہی ایک پری وش نازنین جس کا حسن گلوسوز لیمپ کی تیز روشنی سے بھی زیادہ تابناک تھا کھلے ہوئے دروازہ کے پاس کھڑی نظر آئی۔ قامت اس کی متوسط بدن سڈول اور لچکیلا اور نفاست و رعنائی اس کی ہر ادا میں موجود تھی۔ اپنے چھریرے بدن کی وجہ سے وہ اس سے زیادہ دراز قد معلوم ہوتی تھی جتنی حقیقتاً وہ تھی۔ اس نے عمدہ بیش قیمت لباس پہنا ہوا تھا۔ اور بظاہر کسی اچھے گھرانے کی خاتون تھی۔ ایک بڑھیا شال اس نے لاپروائی سے اپنے شانوں پر ڈال رکھا تھا۔ مگر اس کی بدولت اس کے حسن کی دلفریبیاں پوشیدہ ہونے کی بجائے زیادہ نمایاں ہوتی تھیں۔ ٹوپی سر پہ نہ تھی اور اس کے سیاہ آبنوسی بال اس کے خوشنما بیضوی چہرہ کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے سر کی پشت پہ یونانی جوڑے کی صورت میں بندھے ہوئے تھے۔ عمر اس کی اٹھارہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن اس کمسنی میں بھی اس کی خوشنما شفاف آنکھوں اور یاقوتی ہونٹوں نیز خوشنما چہرہ کے پرسکون انداز میں کوئی بات ایسی پائی جاتی تھی، جس سے اس کے قصدِ مضبوط و عزم مصمم کا اظہار ہوتا تھا۔

اس کو دیکھ لینے کے بعد ہر طرح کے اندیشے میرے دل سے زائل ہو گئے۔ ایک ایسی خوبصورت خاتون کا چوروں اور قزاقوں کے ڈربہ میں کیا کام؟ لیکن گو اس طرح میرے اندیشے زائل ہو گئے تاہم میری حیرت نے دہ گنا ترقی کی۔ اور اس کے ساتھ ہی پہلی مرتبہ یہ خیال میرے دل میں جاگزیں ہوا کہ اس جگہ میری آمد کسی غلطی یا بھاری غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ اس خاتون کے حسن عالم آشوب کی دید سے فارغ ہو کر میں نے اپنی آنکھیں ان دوسرے ساتھیوں کی طرف پھیریں جو اب میرے پیچھے تھے۔ تو اس وقت میں نے دیکھا کہ وہ جس نے صدر دروازہ کھولا، پہلوانی ساخت کا دراز قد اور فربہ اندام شخص تھا۔ مگر اس کے ہنس مکھ چہرہ پہ بھی ارادہ کی استواری کے ویسے ہی آثار نمایاں

تھے جیسے اس سے پیشتر اس خاتون کے چہرہ پر دیکھے گئے تھے۔ اس کی عمر چالیس سال کے قریب تھی اور اس نے بھی فیشن ایبل اور نفیس لباس پہنا ہوا تھا۔

ایک لحظہ کے عرصہ خفیف کے لئے میں نے اپنے ان دو ساتھیوں کی طرف دیکھا لیکن فوراً ہی انہوں نے مجھے ہاتھ سے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ اور اب جو میری نگاہ پھر اس خاتون کی طرف گئی جو اندرونی دروازہ کھلنے پر نمودار ہوئی تھی۔ تو میں نے دیکھا کہ وہ بھی پیچھے مڑ کر اندرون خانہ کی طرف چلنے لگی ہے۔ دبے ہوئے جوش کے ساتھ ملی ہوئی حیرت کے اثر سے میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ معلوم ہوتا تھا کوئی نامعلوم طاقت میرے قویٰ پر مسلط ہو چکی ہے۔ نوجوان خاتون کی رہبری میں ہم تینوں ایک اندرونی کمرہ میں داخل ہوئے۔ جس میں چند کرسیاں اِدھر اُدھر بکھری پڑی تھیں اور اس جگہ وہ ہماری آمد کے انتظار میں دروازہ کے پاس ٹھٹک گئی۔ بعد ازاں جب ہم تینوں اس کے پاس جا پہنچے تو اس نے ایک اور دروازہ کھولا۔ جس کے آگے ایک کشادہ مگر نیم تاریکی میں چھپا ہوا کمرہ تھا۔ جس کا سامان بہت معمولی تھا لیکن جس کی ظاہری حالت پتہ دیتی تھی کہ یہ کسی طرح کی جلسہ گاہ یا لیکچر دینے کی جگہ ہے۔

کیا دیکھتا ہوں تیس چالیس آدمی ہر جنس اور ہر طبقہ کے اس میں جمع ہیں یعنی فیشن ایبل لباس کے خوش پوش مرد شریف سے لے کر اس کاریگر مزدور تک جس نے اس وقت بھی کام کرنے کی ملبوس پہن رکھی تھی۔ حتیٰ کہ درجہ اوسط کے دکاندار اور ان سے بھی ادنیٰ حیثیت کے خوانچہ فروش اس مجمع میں شریک تھے۔ مردوں کی طرح عورتوں کی حالت میں بھی دیکھا گیا کہ اعلیٰ طبقہ کی حسین و تربیت یافتہ خاتون سے لے کر بازار کی مچھلی فروش عورت تک ہر درجہ کی عورتیں جن میں کسی شراب فروش کی بیوی، درجہ اوسط کے دکاندار کی بہن اور کسی کارخانہ کے فورمین کی بیٹی شامل تھیں موجود ہیں۔ ہمارے داخلہ کے وقت اس کمرہ میں گہرا سکوت چھایا ہوا تھا۔ اور اسی لئے

تھوڑی دیر مجھے اس مجمع اور اس کے افراد کو پوری طرح دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ کمرہ میں تین یا چار مومی شمعیں فاصلہ بعید پر جل رہی تھیں۔ لیکن ان کی دھندلی روشنی میں اس جگہ کے تمام حصّوں کو پوری طرح دیکھنا بادی النظر میں غیر ممکن تھا۔ کمرہ کے دور افتادہ سرے پر ایک اونچا سا چبوترہ بنا ہوا تھا۔ اور اس پر ایک مرد کہن سال جسے میں نے اس مجمع کا صدر سمجھا، بیٹھا تھا۔ باشان سپید بالوں کی ایک ہلکی سی جھالر اس کی صاف چندیا کے گرد حلقہ زن اس کی کہن سالی کی عظمت کا نشان تھی۔ لباس اس کا سیاہ اور چہرہ فیاضی کے آثار لیئے ہوئے تھا۔ گو اس فیاضی کی تہ میں بھی عزم مصمم کے آثار نمایاں تھے۔ اور یہ آثار کم و بیش اس مجمع کے ہر فرد میں پائے جاتے تھے۔ صدر سے ذرا نیچے اور اس سے تھوڑے فاصلہ پر ایک نوجوان کسی کاریگر کا لباس پہنے ٹوپی کو ایک طرف رکھے بیٹھا تھا۔ میں نے اس کی جائے نشست سے اس بات کا اندازہ کیا کہ وہ اس مجلس میں سکریٹری یا معتمد کا درجہ رکھتا ہے۔ کیفیت گو لمبی ہو گئی تاہم مجھے فی الحال اس سلسلہ میں کچھ باتیں اور بھی بیان کرنی ہیں، کیونکہ جس وقت میری آنکھیں رفتہ رفتہ تاریکی میں دیکھنے کی خوگر ہوئیں۔ تو مجھ کو نظر آیا کہ ایک کاسہ سر سکریٹری کی میز سے چند قدم آگے ایک چھوٹی سی میز پر پڑا ہے۔ مجمع کے افراد زیادہ تر بنچوں پر بیٹھے تھے جو کمرہ کے اطراف میں چند ایک کرسیوں کے ساتھ ملی ہوئی پڑی تھیں اور ان بنچوں کے بیچ سے اس مقام تک جانے کا راستہ تھا جہاں چھوٹی میز پر کاسہ سر رکھا ہوا تھا۔ اور اب پہلی مرتبہ یہ بھی میں نے دیکھا کہ حاضرین میں ایک راہب اپنے گلے میں اور دو فوجی سپاہی اپنی وردی پہنے نیچے لٹکائے ایک طرف بیٹھے تھے۔

غرض یہ نظارہ تھا جو میں نے اس کمرہ میں پہنچ کر دیکھا جس میں میں اس پُر اسرار خوبصورت خاتون اور اپنے دو مرد ساتھیوں کے ہمراہ داخل ہوا تھا۔ اتنے میں اندر کا دروازہ بھی اس ریش دار نوجوان نے جو مجھے یہاں تک لایا تھا، بند کر دیا۔ کمسن خاتون قریب ہی

ایک نشست پر بیٹھ گئی۔ موٹا آدمی بھی ایک بنچ پر سما گیا۔ اور میرے داڑھی والے دوست نے مجھے اپنے پیچھے چبوترے کی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ نیم بے خبری کی سی حالت میں اس کے پیچھے چلتا ہوا اس میز کے پاس جا پہنچا جس پر کھوپڑی رکھی تھی۔ اور اس وقت صدر جلسہ نے مجھے فرانسیسی زبان میں مخاطب کر کے بڑی آہستگی کے ساتھ ایک ایک لفظ کو واضح کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے: "خوش آمدید برادر۔ میں کل محب وطن ممبروں کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے اپنی طبعی فیاضی کے جوش سے اس مقدس کام میں حصہ لینا منظور کیا جو ہم کو درپیش ہے۔"

اگر کوئی شبہ ان واقعات پر اسرار کے بارے میں جو مجھے اس جگہ تک لانے کا ذریعہ ثابت ہوئے اب تک میرے دل میں باقی تھا تو وہ اب صدر جلسہ کی تقریر سے بالکل رفع ہو گیا۔ یعنی اب مجھے معلوم ہوا کہ کوئی بہت بڑی غلطی میرے اس جگہ لائے جانے کے معاملہ میں سرزد ہوئی ہے۔ صدر کی تقریر سننے کے بعد میرا طبعی سکون از سر نو قائم ہو گیا اور میں اپنی آمد کے متعلق صحیح حالات بیان کرنے کو تیار تھا کہ میرے ریشدار ساتھی نے اپنا ہاتھ میرے بازو پر رکھ کر پھر ایک بار مجھے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں وہ راہب جس کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے اور جو اس مجمع میں شریک تھا اس چھوٹی میز کی طرف بڑھا جس پر بھیانک کھوپڑی رکھی تھی۔ اور پھر ایک بار صدر جلسہ نے دبے ہوئے لہجے کے واضح لفظوں میں مجھ کو مخاطب کر کے کہا۔ "برادر۔ اب تم اس بات کا حلف لو کہ آج سے وسطی جمہوری انجمن کا رکن بننے کے بعد تم اس کے ہر ایک معاملہ میں وفاداری، حکم برداری اور رازداری سے کام لو گے۔"

یہ الفاظ میرے لئے انکشاف عظیم کا درجہ رکھتے تھے۔ قبل ازیں فرانسیسی اخبارات کے مطالعہ سے مجھ کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ فرانس میں لاتعداد خفیہ سیاسی انجمنیں موجود ہیں لیکن اس وقت تک میں ان کے وجود کو فرضی اور موہوم تصور کرتا تھا لیکن اب

پہلی مرتبہ یہ ہولناک صداقت سختی کے ساتھ مجھ پر ظاہر ہوئی کہ میں ایسی ہی ایک خفیہ انجمن کے وسط میں کھڑا ہوں۔ اور مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایک لحظہ کے عرصہ خفیف کے لئے اپنے آپ کو اُن لوگوں کے نرغہ میں گھرا ہوا دیکھ کر جو حُبِّ وطن کے سچے جذبات رکھتے ہوئے بھی قصد مصمم اور جوش عظیم کے مالک تھے۔ اس خیال نے میرے بدن میں لرزہ پیدا کر دیا کہ جب ان کو معلوم ہوگا میں اس انجمن کا ممبر نہیں ہوں تو خدا معلوم وہ مجھ سے کس قدر سختی کا سلوک کریں گے۔ یہ خیالات ایک لحظہ کے اندر اندر میرے دل میں پیدا ہوئے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ میرا اضطراب چہرہ کے بدلے ہوئے آثار کی صورت میں یقیناً نمودار ہوا ہوگا۔ کیونکہ اب جو میری نگاہ اپنے ریشدار ساتھی اور اس کے پہلو میں کھڑے ہوئے راہب کی طرف گئی تو مجھے ان کے چہروں پر شک وحیرت کے آثار دکھائی دیئے۔

"جناب عالی۔ معلوم ہوتا ہے اس معاملہ میں کوئی بھاری غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔" میں نے صدر جلسہ کو مخاطب کر کے کہا۔" درحقیقت میں اپنی مرضی سے اس جگہ نہیں آیا..."

اس وقت تک گہری خاموشی کمرہ میں چھائی ہوئی تھی۔ لیکن میرے الفاظ کا منہ سے نکلنا تھا کہ ایک تیز سنسنی حاضرین جلسہ میں پیدا ہوئی۔ اور ہر شخص کے منہ سے حیرت و بے اعتباری اور شک وغصہ کی آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ اس کے ساتھ ہی کئی شخصوں نے یک زبان ہو کر کہا: "یہ تو کسی غیر ملک کا باشندہ ہے۔" "یہ کوئی انگریز ہے۔" اور ان سب کے آخر میں یہ فقرہ سنائی دیا۔" وہ جاسوس ہے۔"

"بالکل نہیں یہ جھوٹ ہے۔" میں نے آخری آواز کے جواب میں غصہ میں بھر کر کہا۔ اس کے ساتھ ہی میرے چہرہ کی رنگت سرخ ہو گئی۔ اور میں نے گردن اٹھا کر اس آدمی کی طرف جس نے مجھ پر یہ الزام لگایا تھا قہر آلود نظروں سے دیکھا۔

اتنے میں خفیہ انجمن کے دس بارہ آدمی مجھے چاروں طرف سے گھیر کر کھڑے ہو گئے تھے اور ان میں سے ہر شخص ایک ہی وقت میں لاتعداد سوالات پوچھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان کی آوازوں کا شور میرے کانوں میں صور قیامت کی آواز کی طرح پہنچنے لگا۔ اور تیز لہجہ میں بولی ہوئی فرانسیسی کے الفاظ ان تیروں کی طرح معلوم ہوتے جو مختلف اطراف سے مجھے نشانہ بنانے کے لیے چلائے جا رہے تھے۔ فی الحقیقت میرے لئے ان شخصوں کی گفتگو کا ایک لفظ تک سمجھنا دشوار تھا۔ دفعتاً اس ریشدار نوجوان نے جو مجھے اس جگہ تک لایا تھا اور جس کا غصہ باقی حاضرین سے بدرجہا بڑھا ہوا تھا، مجھے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر زور زور سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا "اب کس لیے چپ کھڑے ہو؟ جواب دو تم کون ہو؟"

اس بے وجہ بدسلوکی سے میرا خون جوش مارنے لگا۔ طاقت صبر ہاتھ سے جاتی رہی اور میں نے اس زور کا گھونسا اس نوجوان کی چھاتی میں رسید کیا کہ وہ پشت کے بل گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی درجن بھر مضبوط ہاتھوں نے مجھے چاروں طرف سے پکڑ لیا۔ اتنے میں داڑھی والا نوجوان بھی اٹھ کر لہجۂ پرجوش میں کچھ کچھ کہنے لگا جس کے صرف چند الفاظ میری سمجھ میں آ سکے "مثلاً تمہیں اس کا جواب دینا پڑے گا" "تم سے اس بدسلوکی کا خوفناک انتقام لیا جائے گا" نظارہ میدان قیامت کی صورت اختیار کرنے لگا تھا کہ دفعتاً ایک نئے واقعہ نے اس میں رومان کا عنصر پیدا کر دیا یعنی ناگاہ وہ خوبصورت خاتون جس کا ذکر میں اس سے پہلے کر چکا ہوں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس مجمع کے وسط میں آئی اور اپنی دلکش آواز سے جو فاصلہ پر بجتی ہوئی گھنٹی کی آواز سے ملتی تھی، تحکمانہ لہجہ میں کہنے لگی "بھائیو کچھ شرم کرو۔ حیرت ہے تم جو طالب انصاف ہو اس نوجوان کے ساتھ کتنی بے انصافی کر رہے ہو۔ تم کو لازم تھا اس کے برخلاف فیصلہ صادر کرنے سے پہلے اس کا بیان پوری طرح سن لیتے۔ اور برادر ڈاموٹ! اس

نے داڑھی والے نوجوان کی طرف مڑ کر جسے میں نے مکہ مار کر گرایا تھا کہنا شروع کیا: "تم سے جو سلوک ہوا وہ تمہاری اپنی ہی ہیٹدستی کا نتیجہ تھا۔"

جس طرح تیل متلاطم پانی کو ساکن کر دیتا ہے یا موسیقی اطمینان قلب پیدا کرتی ہے اسی طرح اس کم سن نازنین کی موجودگی اور تقریر نے اس جوش کو ٹھنڈا کر دیا جو ایک لحظہ بیشتر خوفناک صورت اختیار کرنے لگا تھا۔

"بہن بوجینی کا کہنا صحیح ہے۔" لاتعداد آوازیں کہتی سنائی دیں: "بے شک اس نوجوان کو اپنی صفائی کا موقعہ ضرور ملنا چاہیے۔"

اس پر وہ لوگ جو مجھے نرغہ میں لئے کھڑے تھے چپ چاپ پیچھے ہٹ کر اپنی اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے۔ برادر لاموٹ بھی طوعاً و کرہاً ایک طرف جا کر دونوں بازو چھاتی پر لپیٹے کرسی پر ڈٹ گیا۔ گو اس کے چہرہ کی زردی اور پیشانی کے بل اب بھی ظاہر کرتے تھے کہ وہ سخت غصہ اور جوش کی حالت میں ہے۔ اب فقط میں اس میز کے پاس کھڑا تھا جس پر کسی مردہ کی کھوپڑی رکھی تھی۔ چنانچہ صدر جلسہ نے پھر ایک بار مجھے مخاطب کر کے کہا: "تم کہتے ہو کوئی بھاری غلط فہمی تمہارے اس جگہ لائے جانے کے معاملے میں ہوئی ہے۔ کیا تم اس بیان کی توضیح کر سکتے ہو؟"

"صاحب میں انگریز ہوں اور میرا نام جوزف ولمٹ ہے۔" میں نے صدر جلسہ سے کہا: "فی الحال میں ڈیوک ڈی پالن کے ہاں ملازم ہوں..."

"اس صورت میں برادر لاموٹ" صدر انجمن نے پوچھا: "یہ غلطی کیونکر واقع ہوئی؟"

داڑھی والا نوجوان اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا مگر اس کا متلاطم سینہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ اس وقت تک اپنے غصہ کو دبانے میں کامیابی حاصل نہیں کر سکا۔ اور اس لئے صبر و سکون کے ساتھ جواب دینے سے قاصر ہے۔

"برادر لاموٹ" صدر جلسہ نے اس کو مضطرب اور بے چین دیکھ کر کہا

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں، جو کچھ تمہیں کہنا ہو سکون کے ساتھ کہو۔ سب بھائی اور بہنیں تمہارے بیان کو سننے کے لئے تیار ہیں۔"

نوجوان نے اس اشارہ کا مطلب فوراً سمجھ لیا جو یہ تھا کہ اسے اپنی تقریر میں کسی طرح کا غصہ اور جوش ظاہر نہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بمشکل ضبط کر کے اس نے پر سکون لہجہ میں تقریر کرنی شروع کی۔

"برادر لیبرد نے جو اتفاق سے اس وقت یہاں موجود نہیں ہے" آخر کار اس نے کہا "مجھے بتایا تھا کہ اس کا ایک گہرا دوست اور سچا محب وطن ہماری انجمن میں شرکت کرنا چاہتا ہے۔ خیال تھا کہ لبرد خود ہی آج رات معمولی طور پر اسے ہماری انجمن میں پیش کریگا لیکن وہ ایک نہایت ضروری کام کی وجہ سے نہ آسکا۔ پس اس نے یہ فرض میرے سپرد کر دیا اور اس نوجوان کا حلیہ بیان کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ وہ فلاں وقت فلاں مقام پر تم کو ملے گا۔ وقت مقررہ پر میں جب وہاں پہنچا تو یہ نوجوان سامنے سے آتا نظر آیا۔ اس وقت میں نے یہی سمجھا کہ یہ وہی آدمی ہے جس کا مجھے انتظار تھا۔ اور وہ فیصلہ کے مطابق لیبرد سے ملنے کے لئے آیا ہے۔ آخر الذکر نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے ہفتہ رواں کا خفیہ لفظ اپنے دوست کو بتا دیا ہے۔ چنانچہ جس وقت میں نے وہ خفیہ لفظ اس نوجوان کے روبرو کہا تو اس پر اس کا خاص اثر پیدا ہوا۔ جس سے میں نے قدرتی طور پر یہ نتیجہ نکالا کہ حقیقتاً یہ وہی آدمی ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔"

اتنا کہہ کر لاموٹ دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ لیکن دونوں بازو لپیٹے اس طرح قہر آلود نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا کہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے برخلاف اسے سخت غصہ ہے۔ حالانکہ انصافاً دیکھا جائے تو میں نے جو وار اس پر کیا۔ وہ بحالت مجبوری کیا گیا تھا۔

"تم نے سارا حال سن لیا" صدر جلسہ نے اب میری طرف مڑتے ہوئے کہا "بتاؤ

اس کے جواب میں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ ہدایت کے طور پر میں یہ بھی تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جو جواب تم کو دینا ہو خوب اچھی طرح سوچ سمجھ کر دو۔ بالفرض تم اپنے خیالات فرانسیسی زبان میں اچھی طرح ظاہر نہ کر سکو تو میں تمہارے لئے کسی ترجمان کا انتظام کر سکتا ہوں"؟

اب مجھ پر کامل سکون طاری تھا اور اس جمع خاطر کی وجہ سے میں اپنے خیالات کو فرانسیسی زبان میں بخوبی ظاہر کر سکتا تھا۔ فی الحقیقت ایسا معلوم ہوا کہ میں اس موقعہ پر فرانسیسی زبان غیر معمولی روانی اور سلاست کے ساتھ بولنے کی پوری قدرت رکھتا ہوں۔

"صاحب میرا جواب یہ ہے" میں نے ادب آمیز استقلال کے ساتھ کہا "کہ جس وقت موسیو لاموٹ نے سر بازار مجھ سے مل کر ساتھ آنے کا اشارہ کیا تو مجھے قطعاً یہ بات معلوم نہ تھی کہ وہ مجھے کہاں لے جانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کو یاد ہوگا کہ میں نے ایک دو بار اس سے دریافت حال کی کوشش بھی کی تھی لیکن اس نے ہر مرتبہ انگلی منہ سے لگا کر مجھے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اور اس طرح نہ مجھے بولنے اور نہ کوئی بات پوچھنے کا موقعہ مل سکا"۔

"یہ بالکل صحیح ہے" لاموٹ نے تسلیم کیا "قدرتی طور پر میں اس بات کو خطرہ سے خالی نہ سمجھتا تھا کہ سر بازار رات کو جبکہ ممکن تھا کوئی شخص اندھیرے میں کھڑا سنتا ہو میں اس سے ایک اس طرح کے نازک معاملہ پر کسی قسم کی گفتگو کروں۔ چونکہ میرے دل میں ذرا سا شک شبہہ اس بارے میں نہ تھا کہ یہی وہ نوجوان ہے جس سے مجھے ملنا تھا۔ اس لئے میں نے یہی سمجھا کہ وہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ مقام جلسہ کہاں ہے۔ یا رفع استعجاب کے لئے ایسے ہی کچھ اور سوالات دریافت کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ٹھہریئے ایک خاص بات اس سے دریافت طلب باقی ہے۔ یعنی یہ کہ جب میں نے اپنی انجمن کا خفیہ لفظ اس کے روبرو کہا تو کیوں اس نے کسی طرح کا اعتراض نہ کیا۔ اور کیوں اس نے

اپنے چہرہ کے آثار سے یہ بات ظاہر ہونے دی کہ وہ اس خفیہ لفظ کا مطلب اچھی طرح سمجھتا ہے۔"

"نوجوان اجنبی" صدر جلسہ نے اب میری طرف مڑ کر کہا: "تم نے برادر لاموٹ کا اعتراض سن لیا۔ بتاؤ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ واضح لفظوں میں اس کا اعتراض یہ ہے" اس نے اپنے لفظوں پر زور دے کر کہا "کہ جب اس نے خفیہ لفظ نگنی تمہارے روبرو کہا تو کیوں تم نے اس قسم کا اشارہ کیا گویا تم اس لفظ کی اہمیت کو پوری طرح سمجھتے تھے؟"

"جناب عالی میرا جواب یہ ہے کہ نگنی کا نام ایک اور حیثیت سے مجھے معلوم تھا پس جس وقت یہ نام میرے روبرو لیا گیا تو میں یہ ظاہر کیے بغیر نہ رہ سکا کہ میں اس نام کی اہمیت سمجھتا ہوں۔ اس کے باوجود اگر موسیو لاموٹ اپنے حافظہ پر زور دیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ اس لفظ کو سن کر جو آثار میرے چہرہ پر ظاہر ہوئے وہ حیرت و استعجاب کے تھے نہ کہ اس بات کے کہ میں نے اس لفظ کی خفیہ اہمیت سمجھی ہے۔"

"ممکن ہے ایسا ہو۔ میں اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کر سکتا۔" داڑھی والے نوجوان نے بیان کیا۔

اس موقعہ پر دراز قد فربہ اندام اور فیشن ایبل لباس کا وہ آدمی جو میری آمد پر دروازہ کے پیچھے کھڑا تھا، چبوترہ پر چڑھ کر صدر جلسہ کے پاس گیا اور دبی آواز سے کچھ لفظ اس کے کان میں کہے۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا۔

"برادران ملکی" صدر جلسہ نے بہ آہستگی چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا "ایک بالکل ہی نئی اطلاع اس وقت مجھے ملی ہے۔ جس سے اس اجنبی انگریز کے بیان کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ درحقیقت ڈیوک ڈی پالن کے ملازم کی حیثیت میں یہ قدرتی بات تھی کہ نگنی کا نام اس کو معلوم ہوتا اور یہ ایک عجیب اتفاقی امر تھا کہ ہماری مجلس نے بھی

نگنی کا لفظ خفیہ اشارہ کے لئے منظور کیا۔ چنانچہ وہ لفظ جب اس کے روبرو کہا گیا تو اس نے ایک اور حیثیت سے اس پر خاص اثر پیدا کیا۔ اس کے باوجود زن وملٹ" اس نے میری طرف مڑتے ہوئے کہا "میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اطمینان کے لئے تم اپنے بیان کو اور واضح کرو یعنی ہم کو بتاؤ یہ کیونکر ممکن ہوا کہ سارا راستہ اعتراض کا ایک لفظ منہ سے نکالے بغیر تم موسیو لاموٹ کے ساتھ ساتھ اس جگہ تک آئے"

"اس کا جواب میں بخوشی عرض کرنے کو تیار ہوں" میں نے اس پر کہا اور اس کے بعد بیان کرنا شروع کیا "کہ میں فرنیکونی کے ہاں گھوڑوں کے کرتب دیکھنے جا رہا تھا کہ راستہ میں موسیو لاموٹ ملا۔ جب اس نے نگنی کا نام میرے روبرو لیا تو میں اس قدر حیرت زدہ ہو گیا کہ فوراً ہی کوئی سوال اس سے نہ پوچھ سکا۔ بعد ازاں جب میں نے بولنے کی کوشش کی تو اس نے مجھے اشارہ سے روک دیا۔ اور اس کے بعد حیرت و استعجاب اور غیر یقینی حالات کے مشترک اثرات کے زور سے میں اس کے ساتھ ساتھ اس مقام تک چلا آیا"

میرے بیان کے خاتمہ پر صدر جلسہ نے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی۔ اور اس کے بعد یہ دیکھ کر کہ حاضرین کے دلوں پر میرے بیان کا کم و بیش وہی اثر ہوا ہے جو خود اس کے دل پر ہوا تھا۔ اس نے کہا: "اس میں شک نہیں تمہارے لفظوں سے ایمانداری اور صداقت کی بو آتی ہے۔ لیکن اب بڑا سوال یہ ہے کہ اس بارے میں ہمارا اطمینان کیونکر ہو کہ تم ہمارے راز کو پوشیدہ اور محفوظ رکھو گے"

"اس کے جواب میں میں اس سے زیادہ اور کیا عرض کر سکتا ہوں کہ میرا وعدہ ہی ضمانت کے لئے کافی ہے" میں نے جواب دیا "اور اگر آپ غور کے ساتھ دیکھیں تو خود بھی محسوس کریں گے کہ میرے لئے انکشاف راز کی صورت میں کوئی ذاتی فائدہ متصور نہیں نہ میں اس بات کے لئے آمادہ ہوں کہ بغیر کسی وجہ کے آپ لوگوں کو نقصان پہنچانے کی

کوشش کروں۔"

پھر ایک بار سن رسیدہ صدر نے چاروں طرف دیکھا اور یہ معلوم کر کے کہ حاضرین کا پوری طرح اطمینان ہو گیا ہے اس نے مجھ سے کہا: "خیر ہم تمہارے دعوے پر اعتبار کرتے ہیں تاہم اتنا یاد رکھو کہ نہ صرف ہماری آزادی بلکہ ہماری سلامتی بھی اس وقت تمہارے بس میں ہے۔"

"خدا نہ کرے!" میں نے پُرجوش لہجہ میں کہا "کہ میری طرف سے قصداً یا سہواً کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جو آپ لوگوں کی سلامتی کو خطرہ میں ڈالنے کا موجب بنے۔ یقین کیجئے میں کبھی اس گناہِ عظیم کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔"

میرے ان الفاظ پر پسندیدگی کی تیز لہر حاضرین میں پیدا ہوئی۔ مگر اس سے پہلے کہ اس کا اثر زائل ہو تا صدرِ جلسہ نے مجھ سے کہا: "بس اب تم رخصت ہو سکتے ہو۔"

میں نے جھک کر سلام کیا اور دروازہ کی طرف بڑھا جسے خفیہ مجلس کے اراکین میں سے ایک نے جو دروازہ کے پاس بیٹھا تھا، کھول دیا تھا۔ مگر رخصت ہونے سے پہلے میں نے ایک اور سلام اس خوبصورت نازنین کو بھی کیا جس کا نام مجھے یوجینی معلوم ہو چکا تھا۔ اور جو تھوڑے فاصلہ پر بیٹھی تھی۔ اس نے میرے سلام کا جواب خوشگوار تبسم سے دیا۔ اور ایسا کرتے ہوئے اس کے دودھیا سپید دانت جو موتیوں کی طرح چمکیلے اور ہموار تھے نمودار ہوئے۔ اس کے چہرہ کے آثار سے پایا جاتا تھا کہ وہ میرے اس بیان سے ہر طرح مطمئن اور اس بات سے پوری طرح خوش ہے کہ میں نے اس خفیہ جلسہ میں اپنی آمد کے حالات کو اس قدر صفائی کے ساتھ واضح کر دیا۔

اس کے ایک لمحہ بعد میں کھلے بازار میں پہنچ گیا اور چونکہ فرینکونی کی نمائش میں جانے کا وقت اب باقی نہ رہا تھا اس لئے سیدھا کوٹھی کی طرف واپس ہوا۔ علاوہ بریں اب تفریح کی خواہش بھی باقی نہ رہی تھی۔ ایک گھنٹہ پیشتر میں جی بہلانے کی غرض سے کوٹھی

سے نکلا تھا۔ مگر اس واقعہ ناخوشگوار نے جو خلاف امید پیش آیا، میرے خیالات کی تبدیلی میں تفریح سے بھی زیادہ مدد دی تھی۔

اس رات جب میں سونے کے لئے لیٹا تو بڑی دیر تک نیند نہ آئی۔ رہ رہ کر اس مجمع پُراسرار کی یاد تازہ ہوتی تھی جس میں حالات نے مجھے پہنچایا تھا۔ اور جس کے مختلف افراد ہر طبقہ اور ہر درجہ سے تعلق رکھتے ہوئے بھی حُبُ الوطنی کے جوش میں مشترک اور متحد تھے۔ اس مجمع میں ہر طرح کی مجلسی تفریقات بالکل مفقود تھیں حتیٰ کہ ایک فیشن ایبل مرد شریف ایک ادنیٰ کاریگر مزدور کے ساتھ، اور ایک خوبصورت خاندانی خاتون کسی گنوار مچھلی فروش عورت کے پہلو میں بیٹھ کر کام کرنا ایک نہایت معمولی بات سمجھتی تھی۔ اس نظارہ کو یاد کر کے میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اگر اس مختصر سی مجلس کو عام دنیاوی حالت کا نقشہ سمجھ کر نظام عالم کو اسی طریقہ پر لایا جاسکے تو اس سے آزادی اور بنی نوع انسان کی ترقی میں کتنی مدد ملے۔ ان خیالات کے دوران میں ایک دو بار میری نگاہِ تخیل اس کمسن نازنین یوجینی کی طرف بھی گئی۔ مگر ان موقعوں پر میرے دل کو فقط اس بات پر حیرت و تعریف کا احساس ہوا کہ حب الوطنی کا جوش اپنی غیر معمولی طاقت سے کسی طرح اس عالی قدر خاتون کو بھی جس کا صحیح مقام مہذب کمروں اور منور نشست گاہوں میں ہو سکتا تھا، ان سخت طبیعت والے پُرجوش شخصوں کے پہلو میں بیٹھ کر کام کرنے پر آمادہ کر سکتا ہے جو ظلم و تشدد سے نفرت کرتے ہوئے ان خرابیوں کے انسداد و استیصال کے لئے ہر ممکن کوشش پر آمادہ تھے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ محض اس پہلو سے میرے خیالات کی رَو یوجینی کی طرف گئی ورنہ ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی ایسا خیال میرے دل میں پیدا نہ ہوا جو حسین و ناقابل فراموش اینبل کے حق میں غداری و بے وفائی کا مترادف سمجھا جاسکتا۔

باب ۲۲

مقابلہ

مارکوئیس ڈی پالن ڈیوک کا سب سے بڑا بیٹا اور اس کی جائداد کا وارث قریباً سترہ سال عمر کا ایک نہایت خوشرو جوان تھا۔ اور اس نے اپنی تعلیم حال ہی جرمنی کے کسی دارالعلوم میں تکمیل کی تھی جیسا کہ بعدازاں معلوم ہوا وہ اس دن سے جب اسکی آمد کا انتظار تھا ایک یا دو روز پیشتر واپس آگیا تھا۔ اسی لئے خادمہ فلورین جب اس کی واپسی کی اطلاع دینے ڈچس ڈی پالن کے کمرہ میں آئی تو وہ بوکھلائی ہوئی سی تھی۔ وہ انتہا درجے خوبصورت اور شکیل تھا۔ قد لمبا اور بدن اس قسم کا چھریرا کہ اس کی خوبصورتی میں زنانہ پن کی جھلک پائی جاتی تھی۔ چہرہ ذہانت کے آثار لئے ہوئے اور اس کی ذکی الحس طبیعت ڈچس یعنی اپنی ماں سے اس کو ورثہ میں ملی تھی۔ بیجا غرور کا اس میں شائبہ تک نہ تھا۔ اور جیسا کہ رفتہ رفتہ دیکھا گیا وہ صرف اپنے ہمجولیوں بلکہ ماتحتوں سے بھی بوطے اخلاق کے ساتھ پیش آتا تھا۔ خادمہ ایمیلی کی زبانی معلوم ہوا کہ اس نے اپنی تعلیم میں حیرت انگیز ترقی کی تھی۔ بلکہ یہاں تک اس کا بیان تھا کہ اس محنت شاقہ کی وجہ سے جو اس نے دوران مطالعہ میں کی اس کی صحت بھی کسی حد تک خراب ہونے لگی تھی۔ گو امید کی جاتی تھی کہ اب تعلیم مکمل ہو جانے کے بعد جب اسے سیر و تفریح کا کافی موقعہ ملے گا تو اس کی صحت از سر نو بحال ہو جائے گی یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اس کی ماں جو پُرجوش طبیعت کی عورت تھی اسس اپنی پہلوٹھی کی اولاد پر جان نثار کرتی تھی۔ اور اس جگہ یہ بیان کرنا بھی نامناسب نہ ہوگا

کہ ماں کی طرح باپ کو بھی اپنے بیٹے کی ذات پر کچھ کم فخر نہ تھا۔ فی الحقیقت اس مضمون کا ذکر کرتے ہوئے مجھے ڈیوک ڈی پالن کے حق میں یہ بات انصافاً کہنی پڑتی ہے کہ اسے سبھی بچوں سے بہت گہری محبت تھی۔ اور اگر میں نے اس وقت تک ڈیوک کی اولاد کا مفصّل ذکر نہیں کیا۔ تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اپنی داستان کے سلسلہ میں مجھے ان کا ذکر کرنے کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔

جہاں تک میری اپنی رائے کا تعلق ہے اس موقعہ پر مارکوئیس ڈی پالن کی واپسی اس پہلو سے نہایت مبارک تھی کہ محض اس کے آنے سے ڈچس نے اپنے شوہر کے گھر سے رخصت ہو جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ڈیوک نے اس بارے میں کسی طرح کے سوالات مجھ سے نہیں پوچھے کہ اس کی بیگم ڈچس نے میڈموازل لگنی کے ہاں جانے کے متعلق مجھ سے کسی طرح کا استفسار کیا تھا یا نہیں۔ جس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ اس کا خیال تھا اس طرح کا واقعہ پیش آنے کی صورت میں میں از خود اس سے اس کا ذکر کر دوں گا یا ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کی رائے میں جو کام در پردہ ہوا تھا اس کو پوشیدہ رکھنا میرا فرض تھا۔

خفیہ انجمن کے جلسہ میں میرے داخلہ پُر اسرار کے دوسرے دن قریباً دوپہر کا وقت تھا اور میں حسب معمول محل سے نکل کر سیر کرنے جا رہا تھا کہ ایک دراز قد اور شکیل فوجی انداز کا متوسط العمر آدمی سامنے سے آتا نظر آیا جسے دیکھ کر یہ مبہم سا خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ میں نے کل رات اسے خفیہ انجمن میں دیکھا تھا۔ وہ بڑی روانی سے انگریزی بول سکتا تھا۔ چنانچہ مجھ سے مل کر اس نے چند منٹ علیحدگی میں گفتگو کی خواہش ظاہر کی۔ اور ہم دونوں ساتھ ساتھ چلتے ایک غیر آباد مقام کیطرف ہو لئے جہاں پہنچکر میرا ساتھی دفعتاً ٹھہر گیا۔ اور کہنے لگا۔

"میں جس کام کے لئے حاضر ہوا ہوں وہ کچھ ناخوشگوار سا ہے۔ مگر میں امّید

کرتا ہوں کہ آپ اس کی نوعیت پہلے ہی سمجھ گئے ہوں گے ۔"

"معاف کیجیے۔ اس بارے میں کوئی بعید تر گمان بھی اب تک میرے دل میں پیدا نہیں ہوا ۔"

شخص مذکور نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔ معلوم ہوتا تھا اس کو میرا بیان صحیح سمجھنے میں تامل ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا۔ "کیا آپ بھول گئے کہ کل رات آپ نے میرے دوست موسیو لاموٹ کو مُکّہ مارا تھا ؟"

"آہ ۔" اس واقعہ کو یاد کرکے میرے منہ سے بے اختیار نکلا اور اس کے ساتھ ہی جب موسیو لاموٹ کی مضحکہ خیز صورت آنکھوں میں پھری تو میرے لئے ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔

اس پر وہ شخص قہر آلود نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر انداز وقار سے گردن اُٹھا کر بولا۔ "صاحب معاملہ ایسا نہیں ہے جس کو ہنسی میں ٹالا جائے۔ یقین کیجیے بڑا سنگین موقعہ ہے ۔"

"بہت اچھا ۔" میں نے ضبط کرکے جواب دیا۔ "اگر یہی آپ کی خواہش ہے تو میں انتہائی سنجیدگی سے کام لیتا ہوں۔ لیکن معاف کیجیے میں اس واقعہ کو یاد کرکے ہنسے بغیر نہ رہ سکا کیونکہ ... لیکن بہتر ہو آپ اپنی تشریف آوری کا مدعا صاف لفظوں میں بیان کریں ۔"

"میں اپنے دوست موسیو لاموٹ کی طرف سے اس لئے حاضر ہوا ہوں ۔" فرانسیسی نے کہنا شروع کیا "کہ آپ کوئی وقت اور جگہ مقرر کرکے ... "

"آہ ۔ تو کیا یہ معاملہ ڈوئل کی حد تک پہنچے گا ؟" میں نے قطع کلام کرکے پوچھا "کیا یہی موسیو لاموٹ کا ارادہ ہے ؟"

"مسٹر ہولمٹ ۔" شخص مذکور نے جواب دیا۔ "اس سے کم کوئی بات میرے دوست

کا اطمینان نہیں کر سکتی۔ جو برا سلوک آپ نے اس سے کیا ہے اس کی جوابدہی یقیناً آپکو کرنی پڑے گی۔"

"اور کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ موسیو لاموٹ کی مجلسی حیثیت کیا ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"اس کے جواب دو ہیں" فرانسیسی نے دبی آواز اور معنی خیز نگاہ کے ساتھ کہا "یعنی اگر ہم اس مقام پر جمع ہوں جہاں کل رات آپ گئے تھے تو پھر ہم سب ایکدوسرے سے برابر حیثیت رکھنے والے بھائی ہیں اور اگر آپ عام شہری اندازہ کے مطابق سوال پوچھیں تو پھر میرا جواب یہ ہے کہ موسیو لاموٹ آزاد مالی حیثیت رکھنے والے مرد شریف ہیں۔"

"مختصر یہ کہ موسیو لاموٹ مرد شریف ہیں۔" میں نے اس پر کہا "لیکن اس کے مقابلہ میں یہ بھی امر واقعہ ہے کہ جیسا کل میں نے بھری مجلس میں کہا تھا میری حیثیت ایک معمولی خادم کی ہے اور میں ڈیوک ڈی پالین کے ہاں ملازم ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" فرانسیسی نے کہا "لیکن اس سے کیا؟"

"محض یہ کہ آپس میں کسی طرح کی غلط فہمی نہ رہنی چاہیئے۔" میں نے جواب دیا۔ "موسیو لاموٹ کی اور میری مجلسی حیثیتوں میں فرق ہے اور ہمارے ہاں انگلستان میں کوئی مرد شریف کسی نوکر سے ڈوئل لڑنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا۔۔۔"

"لیکن یہ انگلستان نہیں ہے" فرانسیسی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "اور ہونا بھی تو میرا دوست موسیو لاموٹ آپ کے بارے میں وہی طریق عمل اختیار کرتا جو اب اس نے کیا ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو مگر میں نے آپ کے متعلق اس عرصہ قلیل میں کافی معلومات حاصل کر لی ہیں۔ چونکہ آپ ہماری انجمن کے اندرونی راز سے واقف ہو چکے ہیں اس لئے ہمارا فرض تھا کہ آپ کے متعلق ہر ممکن تحقیقات کی جائے۔ چنانچہ

ان دریافتوں کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب مجھ کو معلوم ہے آپ ایک مرد شریف کی حیثیت میں پیرس آئے اور رمبورسں ہوٹل میں ٹھہرے۔ مگر آپ کے ایک ہموطن نے ڈیڑھ ہزار پونڈ کی وہ رقم جو آپ کے پاس تھی، دھوکے سے اڑالی جس کے بعد مجبور ہو کر آپ کو ڈیوک ڈی پالن کی ملازمت کرنی پڑی۔ ان حالات میں گو سردست آپ ایک مرد شریف کی بجائے نوکر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تاہم موسیولاموٹ کا یہ فرض ہے کہ آپ کے ساتھ وہی سلوک کرے جو ایک مرد شریف دوسرے کے ساتھ کرتا ہے۔"

"حاصل کلام یہ کہ آپ کا دوست مجھ سے ڈوئل لڑنا چاہتا ہے اور کسی حال میں اپنے اس ارادہ سے باز نہیں رہ سکتا۔" میں نے کہا۔

"یہ بالکل صحیح ہے۔" فرانسیسی نے جواب دیا۔ "صرف ایک صورت اور ہے بشرطیکہ آپ اس کو قبول کریں یعنی آپ ایک تحریر بطور معافی نامہ میرے دوست کو لکھ کر دیں جس پر میرے دستخط بطور گواہ ثبت ہوں۔"

"معاف کیجئے، میں اس قسم کا کوئی معافی نامہ لکھ کر دینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔" میں نے لہجۂ وقار میں جواب دیا۔ "کیونکہ اس معاملہ کی ابتدا آپ کے دوست موسیولاموٹ کی طرف سے ہوئی تھی۔ اور میرا پختہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ میں نے کیا وہ جائز اور درست تھا۔"

"اس صورت میں۔" شخص مذکور نے جواب دیا۔ "آپ کو موسیولاموٹ کے مقابلہ کے لیے تیار رہنا پڑے گا۔"

"بہت اچھا، اگر آپ کے دوست کی خوشی اسی میں ہے تو میں اسے مایوس کرنا نہیں چاہتا۔" میں نے مجبور ہو کر جواب دیا۔ "میں واقعی کچھ عرصہ پہلے ایک مرد شریف کی حیثیت رکھتا تھا اور اگر خدا کو منظور ہے تو جلدی ہی پھر وہی حیثیت حاصل کر لوں گا۔ لیکن اس ڈوئل کے بارے میں... ایک خاص مشکل یہ ہے کہ میرا کوئی دوست یا ساتھی ایسا

نہیں جو میرے نائب کا فرض ادا کرے۔"

"اس مشکل کو بہ آسانی رفع کیا جا سکتا ہے۔" دراز قد فرانسیسی نے جو اس سارے معاملہ کو گہرے سکون کے ساتھ طے کر رہا تھا جواب دیا۔" اگر آپ وقت اور جگہ مقرر کرلیں تو میں ایک ایسا شخص تلاش کرلوں گا جو بخوشی آپ کا نائب بننا منظور کرے گا۔"

"بخوشی" میں نے طنز کے ساتھ کہا۔" کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ اسے کشت و خون کے نظاروں سے خاص دلچسپی ہے؟ تاہم اس بحث کو چھوڑیئے۔ جگہ جو آپ کو پسند آئے مجھے منظور ہے۔ البتہ وقت کے متعلق میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ اگر دوپہر کا وقت ہو تو زیادہ موزوں ہوگا۔ کیونکہ اس وقت مجھے عام طور پر فرصت ہوتی ہے۔"

"کیا آپ کو فی الحال دو تین گھنٹوں کے لئے فراغت ہے؟" فرانسیسی نے جو اس معاملہ کو جلد از جلد طے کرنا چاہتا تھا مجھ سے پوچھا۔

"ہاں میں اس دوران میں ہر طرح فارغ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو دیکھئے اس وقت ساڑھے بارہ کا عمل ہے۔" شخص مذکور نے جیب سے گھڑی نکال کر دیکھتے ہوئے کہا۔" فرمایئے۔ آپ کیا تین بجے فتح میدان کے پاس ہوں گے؟"

"فتح میدان میں کس جگہ؟"

"محراب کے پاس۔"

"بہتر ہے آجاؤں گا۔"

"اچھا۔ یہ معاملہ تو طے ہوا۔" فرانسیسی نے کہا۔" اب رہا ہتھیاروں کا سوال تو وہ تلواریں ہوں گی۔ اور آپ کو اس بات کا اختیار حاصل ہوگا کہ جو بہتر نظر آئے اسے اپنے لئے چن لیں۔"

اتنا کہہ کر اس نے بڑے اخلاق کے ساتھ سلام کیا اور ایک طرف کو چلنے لگا۔ میں بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا محل کی طرف ہو لیا۔ لیکن بزدل نہ ہوتے ہوئے بھی میں یہ

سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ میری زندگی میں یہ وقت کتنا نازک اور دشوار ہے۔ میں عنقریب ایک مرد نامعلوم سے ڈوئل لڑنے پر مجبور تھا اور عین ممکن تھا کہ اس مقابلہ میں میری جان ضائع ہو جائے۔ مگر اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی میں نے اپنے دل میں اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ خواہ کچھ ہو اپنے دشمن کی جان نہ لوں گا۔ چونکہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ تلوار چلانے میں سبھی فرانسیسی خاص مہارت رکھتے ہیں اس لئے مجھے یقین تھا کہ دشمن مجھ پر غالب آئے گا۔ لیکن بالفرض حالات ایسے پیش آئے کہ کسی خاص واقعہ یا حادثہ کی وجہ سے غلبہ مجھ کو حاصل ہو گیا تو پھر میں کبھی صورت میں اسے کاری زخم نہ لگاؤں گا۔ لیکن اپنے جی میں یہ خیالات رکھتے ہوئے بھی میں اس حقیقت کو نظرانداز نہ کر سکا کہ ہونے والے مقابلہ میں فتح دشمن ہی کی ہوگی۔ جس کے بعد میری زندگی کوئی قدر و قیمت نہ رکھتی تھی۔

محل میں واپس جا کر میں اپنے کمرہ میں گیا اور ایک بہت لمبی چٹھی اینبل کے نام لکھی جس میں میں نے ان سارے حالات کی تفصیل بیان کی جو ڈوئل کا موجب ہوئے تھے اور اس کو یقین دلایا کہ دم آخر تک تمہاری محبت میرے دل میں جاگزیں تھی اس خط میں میں نے اسے یہ بھی لکھا کہ جب میری موت کی خبر تمہیں پہنچے تو اس اطلاع کو جس قدر صبر و سکون کے ساتھ ممکن ہو سننا۔ اور گو میری اپنی دعا یہ ہے کہ تم میرے بعد بھی پھلو پھولو اور خوش رہو۔ تاہم آخری درخواست کے طور پر میں یہ ایک رعایت چاہتا ہوں کہ جب کبھی ممکن ہو اس ناچیز کو یاد کر لیا کرنا۔ جس نے اپنی زندگی میں ہمیشہ تم سے گہری محبت کی۔ اس خط کو لکھتے ہوئے میں نے بڑی دیر تک آنسو بہائے۔ اور آخر کار انہیں پونچھ کر اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ مجھے آنے والے مقابلہ میں گہرے استقلال کا ثبوت دینا چاہیئے۔ اس سے فارغ ہو کر میں نے خط کو لفافہ میں بند کیا اور اس پر لاکھ کی مہر لگا کر اس کو اپنے صندوق میں بحفاظت رکھ دیا۔ بعد ازاں اس

مضمون کی چند سطریں ایک پرزہ کاغذ پر لکھ کر جیب میں ڈال لیں کہ میرا لکھا ہوا ایک خط میرے بکس میں بند ہے اسے میرے مرنے کے بعد ڈاک میں ڈال دیا جائے۔ اس پرزہ کاغذ کو جیب میں رکھنے کی مصلحت یہ تھی کہ بالفرض میں دمِ آخر میں کچھ نہ کہہ سکا تو اس تحریر کو دیکھ کر وہ خط انیبل کو روانہ کر دیا جائے گا۔

میں نے سب تیاریاں اس طریقہ پر مکمل کیں گویا میرا آخری وقت قریب تھا اور میری زندگی کے آخری لمحے عنقریب ختم ہونے والے تھے۔ بعد ازاں محل کے پھاٹک سے نکل کر شام الاسی کے باغ کی طرف ہو لیا جس کے سرے پر فتح میدان کی مشہور محراب واقع ہے۔ تین میں چند منٹ باقی تھے کہ میں اس جگہ پہنچ گیا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ وہی فربہ اندام لمبے قد کا آدمی جس نے کل رات خفیہ انجمن کی جلسہ گاہ کا دروازہ کھولا تھا اس جگہ پہلے سے موجود ہے۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی دوستانہ سلام کیا اور اس کے بعد کہنے لگا کہ میں اس ڈوئل میں جو عنقریب لڑا جائے گا آپکا نائب بن کر آیا ہوں۔ معلوم ہوا وہ اپنے ساتھ ایک کرایہ کی گاڑی لیتا آیا تھا۔ چنانچہ ہم اس پر سوار ہوئے اور گاڑیبان نے گھوڑوں کو تیز چلانا شروع کیا۔

"موسم کتنا خوشگوار ہے" میرے ساتھی نے بڑے اطمینان کے ساتھ منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "ہرچند کہ وسط مارچ کے آخری ایام ہیں تاہم موسمی فرحت کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ بہار ابھی سے آ گئی۔ کل شام ڈی مارس کے باغ میں فوجی نمائش ہوگی کیا آپ دیکھنے جائیے گا؟"

"کل!" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک آہ سینہ سے اُٹھی۔ کیونکہ ہرچند میں بزدل یا ڈرپوک نہیں ہوں تاہم پیش آمدہ حالات میں میرے لیئے اس حقیقت کو نظر انداز کرنا مشکل تھا کہ جب کل کا سورج نکلے گا تو شاید میرا جسم ایک سرد لاش کی طرح بے جان پڑا ہو گا۔

"ہاں کل!" میرے ساتھی نے میرے لفظوں کا صحیح مطلب نہ سمجھ کر جلدی سے کہا: "کیا آپ نے یہ خبر نہیں سنی کہ اسے ملتوی کر دیا گیا؟"

"بے شک میں نے یہ خبر سُنی تھی!" میں نے جواب دیا۔ "تاہم آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اپنی موجودہ حالت میں میں کل کے واقعات کی نسبت کیا رائے قائم کر سکتا ہوں؟"

"آہ۔ یہ بالکل صحیح ہے" میرے فرانسیسی دوست نے اس طرح سرسری طور پر کہا گویا ڈوئل کا واقعہ جو اب تک اس کے ذہن سے اترا ہوا تھا اب اس کو یاد آ گیا ہو۔

لیکن اس جگہ میں ازروئے انصاف یہ بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اس شخص یا اس قوم کے دوسرے افراد کو بے دل یا دوسرے کی مصیبت سے لاپروا ثابت کرنا نہیں چاہتا۔ درحقیقت اس کے موجودہ طرز عمل کی تہ میں فقط یہ بات تھی کہ اس ملک کے رہنے والے زندگی اور موت کے سوالوں کو کبھی خاص اہمیت نہیں دیتے۔ چنانچہ میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ شخص میرا نائب ہونے کی بجائے خود کسی کے ساتھ ڈوئل لڑنے گیا ہوتا تو اس صورت میں بھی اس کی طرف سے اسی قدر بے فکری اور لاپروائی کا اظہار ہوتا جتنی کہ ممکن ہے وہ رخصت ہونے سے پہلے گھر میں یہ بات کہہ جاتا کہ میرے لئے فلاں وقت کھانا تیار رہنا چاہیئے۔ اور اس بارے میں تو یقیناً اُسے کوئی تشویش نہ ہوتی کہ اس سے اگلا دن کن حالات میں بسر کرنا ہے۔

قلیل عرصہ کے سکوت میں میرا نائب گاڑی کی کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھنے اور موسم کی دلفریبیوں کی تعریف کرنے میں مشغول رہا۔ بعد ازاں میری طرف مڑ کر اس نے استفہامی لہجہ میں کہا "مسٹر ڈیمنٹ غالباً آپ کو بانک چلانا آتا ہے؟"

"سچ پوچھئے تو میں نے اس سے پہلے کبھی تلوار کو ہاتھ بھی نہیں لگایا" میں نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کس قدر افسوس ہے" اس نے رحم آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے

کہا اور اس کے بعد پھر خاموشی چھا گئی۔

"کیا موسیو لاموٹ اس فن کے اچھے ماہر ہیں؟" آخر کار میں نے پوچھا۔

"ماہر!" میرے ساتھی نے اطمینان سے ہلاس کی چٹکی لیتے ہوئے کہا "دیکھیے میں عرض کرتا ہوں۔ سب سے پہلے نوجوان بون تان کا واقعہ مجھ کو یاد ہے جسے موسیو لاموٹ نے منٹوں میں جان سے مارا تھا۔ اس کے بعد اس کا مقابلہ ایک انگریز لارڈ سے ہوا یعنی آپ ہی کے ہموطن سے۔ جس کو اس نے چھ ماہ کے لئے ناکارہ کر دیا۔ اور آخری واقعہ کوئی ڈیڑھ برس پہلے جرمنی میں پیش آیا تھا جب ایک لمبے چوڑے نام والے روسی نواب سے اس کی جنگ ہوئی تھی۔ اور اس نے بڑی صفائی سے اُس کو منٹوں میں دے مارا۔ اس واقعہ کا حال میں نے اس زمانہ کے اخباروں میں پڑھا تھا۔ تاہم اس دلکش نظارہ کو میں اب بھی چشم تصوّر سے دیکھ سکتا ہوں"۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے ایک آہِ سرد کھینچی گویا اسے اس بات کا سخت افسوس تھا کہ کیوں وہ اس موقعہ پر اس نظارہ کو دیکھنے کے لئے موجود نہ ہوا۔

کوئی آدمی کتنا ہی دلیر کیوں نہ ہو یہ معلوم کر کے خوش نہیں ہو سکتا کہ وہ شخص جس سے عنقریب اس کو ڈوئل لڑنا ہے تلوار چلانے کے فن میں اتنی مہارت رکھتا ہے کہ اس نے اپنے دو دشمنوں کو مارا۔ اور تیسرے کو چھ ماہ کے لئے زخمی کر دیا۔ پس میں سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ ان مزید معلومات کی بنا پر جو مجھے اس معاملہ میں حاصل ہو رہی ہیں۔ میرے زندہ رہنے کے امکانات بعید تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اینیل کی تصویر پھر ایک بار چشم تصور کے سامنے سے گذری اور میں ایک آہ سرد کھینچے بغیر نہ رہ سکا۔

اتنے میں ہماری گاڑی شاہراہ کو چھوڑ کر ایک سرسبز گلی سے ہوتی ہوئی اس مقام کی طرف چلنے لگی تھی جہاں درختوں کی پشت پر ایک کھلا میدان واقع تھا۔ آخر کار

وہ ٹھہر گئی اور ہم دونوں اس سے اترے۔ میرا ساتھی آگے آگے چلنے لگا اور چند منٹ کے عرصہ میں ہم اس مقام پر جا پہنچے جہاں موسیو لاموٹ اور اس کا نائب جو وہی آدمی تھا جس نے اس کا چیلنج مجھ کو پہنچایا تھا دو درختوں کا سہارا لئے اطمینان سے سگریٹ پیتے اور کسی اخلاقیہ فقرہ پر قہقہہ مار کے ہنس رہے تھے۔ ایک تیسرا آدمی گرے ہوئے درخت کے بھاری تنے پر بیٹھا تھا اور اوزاروں کے کھلے بکس کو جو اس نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھا تھا غور کے ساتھ دیکھنے میں مشغول تھا۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ کوئی ڈاکٹر ہے جسے ضرورت پیش آنے کے موقعہ پر کام لینے کے لئے یہاں بلایا گیا ہے۔ فرش زمین پر موسیو لاموٹ کے پیروں کے قریب سبز مخمل کے ٹکڑے میں کوئی چیز بندھی پڑی تھی۔ گو اس کی لمبائی سے اس بات کا اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ اس کے اندر وہی دو خونی تلواریں ہیں جن سے عنقریب ہمیں زندگی اور موت کے سوال کا فیصلہ کرنا تھا۔

ہم کو آتا دیکھ کر لاموٹ اور اس کے ساتھی نے جلے ہوئے سگریٹوں کے ٹکڑے لاپروائی سے ایک طرف کو پھینک دیئے۔ اور اس کے بعد مبادیات کا آغاز ہوا۔ میرے دشمن نے اپنا کوٹ، واسکٹ اور گلوبند اتار کے رکھ دیا۔ اور میں نے اس بارے میں اس کی تقلید کی۔ اتنے میں دونوں نائب تلواریں کھولنے اور ان کی لمبائی ناپنے میں مشغول ہو گئے تھے۔ اور جب اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ایک ہی ناپ اور طرز کی بنی ہوئی ہیں تو لاموٹ کے نائب نے دونوں تلواروں کو دو ہاتھوں میں نوک کی طرف سے پکڑا اور جبکہ وہ اپنے دستوں کے بوجھ سے لچک کھاتی نیچے کو جھکی جاتی تھیں وہ میرے پاس آ کر کہنے لگا "ان میں سے جو آپ کو پسند ہو لے لیجئے"۔ میں نے ایک کو دستہ سے پکڑا اور دوسری لاموٹ کو پیش کر دی گئی۔ اس کے بعد اس کے نائب نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "مسٹر ولمٹ اگر آپ اب بھی اپنی پیش دستی کیلئے معافی طلب کر سکیں تو اس معاملہ کا خاتمہ یہیں پر ہو سکتا ہے"۔

"میں ہرگز کسی طرح کی معافی مانگنے کے لئے تیار نہیں ہوں"۔ میں نے اس طرح کے لہجۂ استقلال میں جواب دیا جو خود میرے لئے باعثِ حیرت تھا "اس کے برعکس جو بات میں نے آج قبل دوپہر آپ سے کہی تھی اس کو پھر دہراتا ہوں۔ یعنی اس معاملہ میں پیش دستی میری نہیں بلکہ آپ کے دوست کی تھی"۔

"اس صورت میں"۔ دونوں نائبوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ "جو ہونا ہے وہ ہو"۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ میری طرف تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

اتنے میں میرا نائب میرے پاس آ کر کہنے لگا۔ "مقابلہ شروع کرنے سے پہلے اگر آپ کسی طرح کی آخری ہدایات دینا چاہتے ہوں تو دے دیں"۔ جواب میں میں نے اس کو بتایا کہ "میری آخری خواہشات اس پرزہ کاغذ پر تحریر ہیں جو میری جیب میں رکھا ہے اگر مجھے کاری زخم آیا تو اس تحریر کے مطابق عمل کیا جائے"۔

"لیکن ٹھہریئے۔ ایک بات اور بھی مجھے آپ سے کہنی ہے"۔ میرے نائب نے مجھے آگے بڑھتا دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "بالفرض حالات ایسے پیش آئیں کہ آپ کے زخموں کا معائنہ سرکاری طور پر ہو تو ایک مردِ شریف کی مانند آپ اس بات کا عہد کریں کہ اُس مقام کا حال بالکل ظاہر نہ کریں گے جہاں اس جھگڑے کی ابتدا ہوئی تھی"۔

"آپ اس بارے میں ہر طرح مطمئن رہیں"۔ میں نے جواب دیا۔ "خواہ کچھ ہو میں اس وعدہ رازداری کو جو پیشتر آپ سے کر چکا ہوں کسی حال میں نہ توڑوں گا"۔

اب میرے نائب نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد میں دشمن کی طرف بڑھا اس وقت تک تلوار چلانا ایک طرف مجھے اس کو پکڑنا بھی نہ آتا تھا۔ اور اس کا حال تو قطعاً مجھ کو معلوم نہ تھا کہ ایک اس طرح کے نازک مقابلہ میں کن چالوں اور کونسی احتیاطوں سے کام لینا چاہیئے۔ اس لئے خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کونسی طاقت تھی جس نے تلوار کو ہاتھ لیتے ہی میرے بدن میں غیبی ہمّت پیدا کر دی۔ فی الحقیقت

مجھے اپنی طاقت بازو پر اتنا یقین ہو گیا جس کا خواب میں بھی خیال نہ آسکتا تھا۔ رہ گیا استقلال اور دلیری کا سوال۔ تو گو اپنی بڑائی اپنے منہ سے زیب نہیں دیتی۔ تاہم میں چونکہ اپنی زندگی کے واقعات کو خود ہی قلمبند کرنے پر مجبور ہوں اس لیئے بلا اظہار فخر یہ لکھ دینا چاہتا ہوں کہ اس مقابلہ کے بارے میں کوئی فکر یا اندیشہ قطعاً میرے دل کو نہیں تھا۔ حتیٰ کہ اس دہشت کا احساس جو اس طرح کے موقعوں پر عموماً لاحق ہوتی ہے ذرا بھی مجھے نہیں ہوا۔ کامل سکون مجھ پر طاری تھا۔ اور جب میں نے دیکھا کہ میرا دشمن گہرے تجسس سے میرے چہرہ کی طرف دیکھتا ہے تو میں اس سے اس نتیجہ پہ پہنچا کہ تلوار کے مقابلہ میں یہ طریقہ دشمن کا عندیہ معلوم کرنے کو عموماً برتا جاتا ہے۔ پس میں نے بھی دشمن کے چہرہ کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ فی الحقیقت اب جس وقت میں اس نظارہ کو یاد کرتا ہوں تو مجھے خود یہ سوچ کر حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر پھرتی اور تیزی کے ساتھ میں نے اس فن کے مبادیات سیکھے۔ میری نگاہ لاموٹ کی آنکھوں کی پتلیوں پر جمی ہوئی تھی اور میں ان کی حرکت سے ہر لحظہ و ہر ثانیہ بخوبی معلوم کر سکتا تھا کہ اس کی نئی چال کیا ہوگی۔ اور مجھے اس موقعہ پر اپنی حفاظت کے لیئے کیا طریق عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ اس وقت کے بعد بارہا مجھے اس سوال پر غور کرنے کا موقعہ ملا ہے کہ کس طرح ذہنی سکون انسان کو نہایت مشکل حالات میں بھی کامیابی حاصل کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔ فی الحقیقت آدمی کا سکون ہی وہ زبردست حربہ ہے جس کے مقابلہ میں دشمن کی کوئی چال یا دور آفات کی کوئی سختی زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہر سکتی۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے اور میں فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ محض اس ذہنی سکون کی وجہ سے ہی میں نے جو شمشیر زنی سے بالکل ناواقف تھا دشمن کے ہر ایک وار کو بڑی خوش اسلوبی سے روکا۔

قریباً پانچ منٹ تک موسیو لاموٹ کی ہر ایک چال سست، محتاط اور خوب اچھی طرح جچی تلی رہی۔ بظاہر اس کا مدعائے خاص یہ معلوم کرنا تھا کہ تلوار چلانے کے

فن میں مجھے کس حد تک مہارت ہے. لیکن اس کے بعد فوراً ہی اس کی ہر ایک چال تیز ہونے لگی اور قریباً دس منٹ کے وقفہ کے بعد جس میں ہماری تلواریں ایکدوسرے کے ساتھ لگی ہوئی تھیں اور وہ کبھی آگے اور کبھی پیچھے جھک کر اور کبھی اپنے بدن کو کوئی اور حرکت دے کر مجھے غیر محتاط بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ طرفۃ العین میں اس نے اپنی تلوار گھما کر مجھ پر ایک خوفناک وار کیا۔ میں پہلے ہی سے اس وقت کا منتظر تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ ضرور وہ کوئی اس قسم کا وار کرے گا اس کی آنکھوں کی تیز چمک اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ کوئی ایسا خیال دل میں رکھتا ہے۔ مشابہت کے طور پر شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جس طرح بادل کے گرجنے سے پہلے بجلی کی تیز چمک پیدا ہوتی ہے اسی طرح اس خوفناک وار سے ذراسی دیر پہلے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی۔ جو اس کے ہیبت ناک وار کا پیش خیمہ تھی۔

اپنی بڑھی ہوئی احتیاط کی وجہ سے میں نے اس وار کو فوراً روکا۔ اور جس وقت میں اپنی تلوار کو غیر معمولی پھرتی سے گھما رہا تھا۔ اس کی نوک لاموٹ کے رخسار سے چھوگئی اور خون اس کی قمیص پر گرنے لگا۔ میرا خیال ہے کہ اس زخم سے اس کو سخت تکلیف ہوئی ہوگی کیونکہ وہ جو اس وقت تک میری طرح گہرے سکون میں تھا اب دفعتاً غصہ اور جوش سے بھڑک اٹھا۔ اب اس نے اندھا دھند وار کرنے شروع کئے اور اس جوش و اضطراب کی حالت میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب میں اگر چاہتا تو بہ آسانی اس کو ہلاک کرسکتا تھا کیونکہ اس وقت اس کی زندگی حقیقی معنوں میں میرے رحم پر تھی۔ لیکن میں نے جو ارادہ بیشتر اس کی جان بچانے کا کیا تھا اس پر قائم رہا۔ اور اس بات کا عہد کرلیا کہ جہاں تک حالات اجازت دیں گے میں فقط اپنے بچاؤ کی کوشش کروں گا۔ لاموٹ کو جب اپنی پہلی کوشش میں ناکامی ہوئی تو اس کا اضطراب وہ چند بڑھ گیا۔ اور حالانکہ میرا ہر ایک فعل اب بھی جمع خاطر کے ساتھ ہوتا تھا تاہم صاف دکھائی دیتا تھا کہ غصہ نے

اس کے دماغ پر اثر پیدا کرنا شروع کر دیا ہے۔ موسم غیر معمولی گرم تھا۔ اور جس جگہ ہم مقابلہ کر رہے تھے وہاں تیز دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ دفعتاً ایک خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ اور میں نے لاموٹ کے حملہ کے سامنے بتدریج پیچھے ہٹنا شروع کر دیا اس طرح ایک ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے میں آخر کار اس مقام پر جا پہنچا جہاں میرے سر پر درختوں کا سایہ تھا۔ لیکن سورج کی چمک سیدھی لاموٹ کی آنکھوں پر پڑتی تھی۔ اتنے میں وہ بھی سمجھ گیا کہ میں نے یہ فعل اسے زک دینے کے لئے قصداً کیا ہے اور اس نے اس کے اضطراب کو اور دوبالا کر دیا۔ اب وہ لاکھ کوشش کرتا ہے کہ پھر پیچھے ہٹ کر اسی مقام پر پہنچ جائے، مگر میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ کئی کئی طریقوں پر اس نے ادھر ادھر ہٹنے کی کوشش کی لیکن میں اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ اور چونکہ حملہ آور وہ تھا اور میں فقط اپنے بچاؤ کی کوشش کر رہا تھا اس لئے مجبوراً اس کو اسی مقام پر ٹھہرنا پڑا جہاں میں لے آیا تھا۔

اس دوران میں میری آنکھیں بدستور اس کے چہرہ پر لگی ہوئی تھیں۔ فی الحقیقت اس کی تلوار کی ہر ایک حرکت کو دیکھتے ہوئے بھی میں اپنی نگاہ کو اس کے چہرہ سے بالکل نہ ہٹاتا تھا۔ تیز پسینہ اس کے چہرہ پر بہنا شروع ہوا۔ حتیٰ کہ اس کے قطرے اسکی آنکھوں میں گرنے لگے۔ اس نے اپنی مشکلات کو فوراً محسوس کیا۔ یعنی زخم کی تکلیف الگ اور پسینہ کی شدّت اور دھوپ کی تمازت سے نگاہ دھندلی ہونے کی شکایت جُدا۔ میں بہ آسانی سمجھ سکتا تھا کہ اس وقت اس کے دل میں کیا خیالات گذر رہے ہیں۔ یقیناً۔ وہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایک آخری انتہائی کوشش کرنے پر تُلا ہوا تھا چنانچہ اس کا یہ حملہ فوراً ہی شروع ہو گیا اور میں یہ دیکھے بغیر نہ رہ سکا کہ مزاج کی برہمی، دھوپ کی تیزی اور پسینہ کی تکلیف کے باوجود تیزی پھرتی اور صفائی کے جوہر اس کے ہر ایک وار میں پائے جاتے تھے۔ ہمارے ہتھیاروں سے تیز جھنکار پیدا ہوتی تھی۔ کبھی ان کے ٹکرانے سے چنگاریاں جھڑنے لگتی تھیں۔ اور کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوہے کے دو سانپ

ایکدوسرے سے لپٹے ہوئے ہیں۔ مختصر یہ کہ چھ سات منٹ کے عرصہ میں قریباً اتنے ہی موقعوں پر مجھے حریف کا وار روکنے اور اپنی جان بچانے کی انتہائی کوشش کرنی پڑی لیکن گو لاموٹ کی طرف سے اب غیر معمولی جوش و خروش کا اظہار ہو رہا تھا۔ تاہم میرے سکون میں بالکل فرق نہ آیا تھا۔ دفعتاً سوئے اتفاق سے میری تلوار کا ایک اور زخم اس کے بائیں شانہ پر آ گیا۔ آنِ واحد میں اس کی قمیض خون سے شرابور ہوگئی اس نے حالات میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے ایک اور بھاری کوشش کی۔ لیکن بجلی کی تیزی رفتار سے میری تلوار نے خیرہ کن چمک پیدا کر کے اس کی تلوار کو اس زور کی ٹھوکر لگائی کہ وہ ہوا میں اڑتی اور سنسناتی ہوئی میدان کے دوسرے سرے پر جا پڑی۔

یہ حالت دیکھ کر میں نے اپنی تلوار کی نوک کو فرش زمین کی طرف جھکا دیا اور اس معرکہ کی دوسری منزل کا انتظار کرنے لگا۔ لاموٹ جلدی سے اپنے نائب کی طرف مڑا اور اب میرے نائب نے جو دوڑ کر میرے پاس آ گیا تھا فرانسیسی زبان میں کئی ایک قسمیں کھاتے ہوئے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور کہا "آپ کا طرز عمل بلاشبہ انتہا درجے فیاضانہ اور قابل تعریف ہے" فی الحقیقت اس کے چہرہ کے آثارِ مسرت سے میں نے معلوم کیا کہ جو افسوس اس کو جرمنی کے اس دلفریب نظارہ کی محرومی سے ہوا تھا جس میں اس کے دوست لاموٹ نے حیرت انگیز تیزی اور پھرتی سے روسی بیرونٹ کو منٹوں میں نیچا دکھایا تھا اس کی تلافی آج کے واقعہ نے پوری طرح کر دی۔ اس کے ایک لمحہ بعد دونوں نائب آپس میں کھسر پھسر باتیں کرنے لگے۔ جس کے بعد اعلانیہ یہ بات کہہ دی گئی کہ اگر اس مقابلہ میں میرا اطمینان ہو گیا ہو تو موسیو لاموٹ مجھے ایک فیاض دشمن سمجھ کر مصافحہ کرنے کو آمادہ ہے۔ میری طرف سے انکار غیر ممکن تھا۔ اسی وقت ہاتھ ملائے گئے۔ اور ڈاکٹر نے آگے آ کر لاموٹ کے زخموں کی دیکھ بھال شروع کی۔ شانہ کا زخم چہرہ کے

زخم سے زیادہ شدید تھا لیکن خطرہ کسی زخم کے بارے میں نہیں تھا۔ جلدی ہی پلاسٹر اور پٹیوں کی مدد سے خون بند کیا گیا اور جب یہ عمل ہو چکا تو موسیو لاموٹ نے ایک نئے دوست کی حیثیت میں مجھ سے درخواست کی کہ آپ آج رات کا کھانا میرے ہاں تناول کریں۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں آپس کی دشمنی کا رہا سہا احساس شامپین کے چند گلاسوں کی مدد سے بالکل زائل ہو جائے۔ جواب میں میں نے کہا کہ میرے دل کو دشمنی کا احساس کبھی ہوا ہی نہ تھا۔ چنانچہ میں نے یہ درخواست نامنظور کر دی کہ مجھے ایک اور جگہ کام ہے۔ حالانکہ واقعہ میں میرے انکار کی وجہ محض یہ تھی کہ کشت و خون کی اس کوشش کے فوراً بعد میں خورد و نوش کی دلچسپیوں میں حصہ لینا فضول سمجھتا تھا۔ میرا نائب مجھے پیرس تک چھوڑ آنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ لیکن رخصت ہونے سے پیشتر اس نے لاموٹ سے شریک دعوت ہونے کا وعدہ کیا۔ پھر ایک بار ہاتھ ملائے گئے اور میں اپنے نائب کے ساتھ اسی گاڑی پر سوار ہو کر جس پر ہم یہاں آئے تھے شہر کو روانہ ہوا۔

راستہ میں جس وقت ہماری گاڑی باغات شام الاسی کی طرف جا رہی تھی تو اس نے لہجہ مسرت میں کہنا شروع کیا: "صاحب آپ نے اس موقعہ پر خوب ہی جوہر شمشیر دکھائے۔ کیا حقیقتاً آپ نے اس سے پہلے کبھی تلوار نہ چلائی تھی؟"

"کبھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اور اس عرصہ میں آپ قصداً محض اپنے بچاؤ کی کوشش کرتے رہے؟"

"بس یہی میرا مقصد تھا اور وہ دو زخم جو موسیو لاموٹ کو آئے محض اتفاقی تھے۔"

"بہر حال نظارہ بڑا دلکش تھا۔" میرے ساتھی نے خوشی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "اور اگر میں اس کو نہ دیکھتا تو عمر بھر افسوس رہتا۔ بارہا مجھے خود اپنی حالت پر رشک آنے لگتا تھا..."

"لیکن یہ تو بتلائیے کیا کسی طرح اس واقعہ کا ذکر اخباروں میں آنے سے

رد کا جا سکتا ہے؟" دفعتاً میں نے پوچھا۔

"اطمینان فرمایئے" میرے ساتھی نے جواب دیا" ہم لوگ خود اپنی حفاظت کے خیال سے یہ نہیں چاہتے کہ اس کا ذکر اخبارات میں شائع ہو۔ کاش آپ بھی ہماری طرح فرانسیسی ہوتے اور ان اصولوں پر اعتقاد رکھتے جو ہم کو مدنظر ہیں۔ اس صورت میں آپکو اپنی سوسائٹی میں شامل کرکے ہمیں کتنی خوشی ہوتی"

"مگر کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ اس ملک میں اس طرح کی انجمنوں کی بہت کثرت ہے؟"

"چونکہ آپ بہادر آدمی ہیں اور بہادر آدمی ہمیشہ قابل اعتبار ہوتا ہے اس لئے" میرے ساتھی نے جواب دیا" میں سب حال آپ سے بیان کرنے کو آمادہ ہوں۔ بات در اصل یہ ہے کہ ملک فرانس کے مختلف حصوں میں جابجا وسطی انجمنیں قائم ہیں۔ اور وہی اپنی ماتحت انجمنوں کی کارروائی کے لئے جواب دِہ سمجھی جاتی ہیں۔ شہر پیرس کی وسطی انجمن وہ ہے جس کا جلسہ کل رات آپ نے دیکھا تھا۔ اس کے ماتحت بہت سی انجمنیں اور ہیں..."

"اور کیا میں یہ بھی دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کی انجمن کے صحیح مقاصد کیا ہیں؟"

"ہمارا واحد مقصد یہ ہے کہ لوئیس فلپ کی بادشاہت کا خاتمہ کر کے ملک میں جمہوریت قائم کی جائے لیکن اس سے یہ نہ سمجھئے" اس نے غیر معمولی سنجیدگی کا لہجہ اختیار کر کے کہا۔ جس سے پایا جاتا تھا کہ ہر قسم کی لاپروائی اور بے فکری کے باوجود وہ اہم تر مسائل پر مدبرانہ رائے زنی کر سکتا ہے" کہ ہم لوگ شاہ لوئیس فلپ یا اس کے خاندان کے کسی فرد کے قتل کے حامی ہیں۔ درحقیقت جتنی کوششیں اس وقت تک اس کی جان لینے کے لئے ہوئی ہیں ان کا بعید تر تعلق ہماری جماعت سے نہیں ہے۔ کیونکہ

اس قسم کی کوششیں ہماری نظروں میں ناپاک ہیں۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ ان سے ملک کو کبھی کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ جائز طریقہ پر ہم ہر وقت جنگ و جدل کے لئے آمادہ ہیں لیکن چھپ کر کسی پر وار کرنا یا گولی چلانا یہ ہماری نظروں میں ایک سفاکانہ حرکت ہے۔"

اس بیان سے میرے دل کو بہت خوشی ہوئی۔ خصوصاً اس لئے کہ اس سے سچائی اور ایمانداری کی بو آتی تھی۔ اس سلسلہ میں میرے دوست نے مختلف خفیہ انجمنوں خصوصاً اس سوسائٹی کے متعلق جس کے جلسہ میں حالات نے مجھے شامل ہونے کا موقعہ دیا تھا۔ کئی طرح کے حالات بیان کئے۔ اور ان معلومات کی بنا پر میں یہ جاننے کے قابل ہوا کہ کس طرح اُن کی مجلس میں ہر طبقہ اور ہر درجہ کے اشخاص، کیا مرد اور کیا عورتیں سبھی شامل ہیں۔ مجھے یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ ان کی خفیہ سازشوں کا جال کتنا وسیع اور مکمل ہے اور کس طرح فرانس کے ہر حصہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے باوجود میں یہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا کہ "آپ کے ان جلسوں میں سرکاری جاسوس تو شامل نہیں ہوتے؟"

"آہ میرے دوست!" اس نے جواب میں کہنا شروع کیا۔ "اتنے جاسوس ہماری نگرانی کے لئے مقرر ہیں کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں فرانس کا ہر دسواں آدمی جاسوس ہے چنانچہ کل رات کے جلسہ میں بھی کم از کم چار ایسے آدمی موجود تھے۔"

"واقعی!" میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ "لیکن اس صورت میں آپ کا خفیہ لفظ کیا فائدہ دے سکتا ہے؟"

"محض یہ کہ ان لوگوں کو یعنی جاسوسوں کو جہاں تک ممکن ہو جلسوں سے باہر رکھا جا سکتا ہے۔"

"لیکن اگر واقعی چار جاسوس آپ کے کل رات کے جلسہ میں موجود تھے۔" میں

نے اس پر کہا" تو پھر کس لئے آپ ڈوٹل کے واقعہ کو چھپانے کے سوال پر اتنا زور دے رہے تھے ؟"

"بات یہ ہے اگر یہ اطلاع ہر جگہ شائع ہو جائے کہ فلاں خفیہ سوسائٹی کے جلسے فلاں خفیہ مقام پر ہوتے ہیں تو پھر یقینی طور پر گورنمنٹ کو دخل انداز ہونا پڑتا ہے۔ پولیس موقعہ پر آجاتی ہے اور جتنے آدمی شریک جلسہ ہوں ان سب کو گرفتار کر لیتی ہے۔ لیکن کیا بحالت موجودہ گورنمنٹ اپنے جاسوسوں کی دی ہوئی اطلاع کے بموجب پولیس بھیجکر شرکائے جلسہ کو گرفتار نہیں کر سکتی ؟"

"بے شک کر سکتی ہے لیکن کرتی نہیں" میرے ساتھی نے جواب دیا "بات یہ ہے اگر اس قسم کی کارروائی اعلانیہ عمل میں لائی جائے تو رات رات کے عرصہ میں ملک کی ایک چوتھائی آبادی جیل خانہ میں پہنچ جائے۔ درحقیقت بادشاہ کو معلوم ہے کہ اس کی مملکت میں کیا کیا واقعات ظہور میں آرہے ہیں لیکن پھر بھی وہ خاموش ہے کیونکہ وہ اپنی رعایا کی بددلی کو سارے عالم میں مشہور کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ اس میں خود اس کی بدنامی ہے۔ اس کے معنی صریحاً یہ ہے کہ اس کے جور و تشدد نے رعایا کو یہاں تک بددل اور برافروختہ کر رکھا ہے کہ وہ جیلخانوں میں جاتے ہوئے نہیں ڈرتی۔ آہ میرے عزیز دوست جس جگہ ظلم ہوگا وہاں خفیہ سازشیں ضرور ہوں گی پس اگر کسی گورنمنٹ کے ظلم کا صحیح اندازہ کرنا ہو تو اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ان خفیہ سوسائیٹیوں کا حال معلوم کیا جائے جو اس گورنمنٹ کو تہ و بالا کرنے کیلئے ظہور میں آئی ہوں۔ یہی باعث ہے کہ بادشاہ سارے حالات جان کر بھی خاموش ہے اور اپنے آپ کو یہ سوچکر تسلی دے چھوڑتا ہے کہ میں جس وقت چاہوں گا اپنے جاسوسوں کی مہیا کردہ اطلاعات کی بنا پر ان ساری خفیہ سوسائیٹیوں کا آنِ واحد میں قلع قمع کر دوں گا۔"

"لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ جب آپ کے جلسوں کی اطلاع برابر سرکار کو ملتی رہتی ہے تو پھر ان جلسوں کا فائدہ ہی کیا ہے؟

"اپنے مقاصد کی اشاعت اور کام جاری رکھنے کی ترغیب" اس نے جواب دیا "کم از کم اس طرح کے جلسوں سے لوگوں کا جوش اور سرگرمی تو قائم رہتی ہے۔"

"اور وہ خوبصورت خاتون میڈموازل یوجینی کون ہے جسے کل رات میں نے جلسہ گاہ میں دیکھا تھا" میں نے پوچھا۔

"آہ میرے نوجوان دوست" فرانسیسی نے شوخ نظروں سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "کیا اس خاتون کے حسن دلفریب نے آپ پر بھی اثر ڈالا ہے؟"

"قدرتی طور پر" میں نے جواب دیا "اور میں یقیناً اس کو چاہنے پر مجبور ہوتا اگر میرا دل ایک اور جگہ پہلے ہی وابستہ نہ ہو چکا ہوتا۔ اس کے باوجود مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ایک ایسی عالی قدر خاتون جیسی کہ میڈموازل یوجینی ہے کس لئے اپنے عیش و آرام کو منغص کر کے اس طرح کے سیاسی جھگڑوں میں پڑنا منظور کرتی ہے۔"

"میڈموازل یوجینی ڈیلاکور اس خاتون کا پورا نام ہے" میرے ساتھی نے جواب دیا "اس کے والدین چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ اور اب وہ اپنے چچا کی لے پالک ہے۔ جو ایک متمول ساہوکار ہے۔ اور اپنے بڑھتے ہوئے کاموں کی وجہ سے معلوم نہیں کر سکتا کہ اس کی بھتیجی کہاں رہتی اور کیا کرتی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جس قدر خواتین ہماری انجمن میں شامل ہیں میڈموازل ڈیلاکور ان سب سے زیادہ سرگرمی سے کام کرتی ہے۔ گو اس کے علاوہ لاتعداد خواتین اور ہیں جو ہمارے مقاصد سے ہمدردی رکھتے ہوئے ہماری امیدوں اور آرزوؤں کی مساوی حصہ دار ہیں۔ یہ تو خیر آپ نے دیکھ ہی لیا کہ میڈموازل یوجینی بے حد خوبصورت ہے۔ مگر اس کے علاوہ میں یہ بھی آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کی سیرت اتنی ہی بلند اور اس کا چال چلن

اتنا ہی بے داغ ہے۔ جتنی اس کی صورت دلفریب ہے۔ ہمارے جلسوں میں شریک ہوتے ہوئے وہ اس بات کا پورا اعتماد رکھتی ہے کہ کبھی کوئی شخص بری نگاہ سے اس کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ہر چند وہ اپنے چچا کے عالی شان مکان میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے کی عادی ہے۔ خوشنما گاڑیوں پر سوار ہوتی، اور لاتعداد دولت کی مالک اور وارث ہے۔ تاہم ہماری سوسائٹی میں وہ ہر ایک کام کو اسی تن دہی اور ویسی ہی دلچسپی کے ساتھ کرتی ہے جس طرح اور لوگ۔ حتیٰ کہ جس دن اس کی باری ہو تو وہ ڈیوڑھی کی دربانی کا فرض ادا کرنے سے بھی نہیں شرماتی سوسائٹی کا ہر شخص اس کا مداح اور ثنا خواں ہے۔ اور جتنا اثر وہ اراکین مجلس پر رکھتی ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ کل رات جس وقت بہت سے لوگ غصہ میں بھر کر آپ کو گھیرے ہوئے تھے تو محض اس کے ایک اشارہ سے وہ سب کے سب فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی مجھے یاد آ گیا کہ کل جس وقت ہمارے جلسہ میں آپ کے برخلاف جوش پھیلا ہوا تھا تو میں نے صاحب صدر کے کان میں یہی بات کہی تھی کہ آپ کے نزدیک لفظ نگنی کی اہمیت اس سے بالکل مختلف ہے جو اس لفظ کو ہماری نظروں میں حاصل ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ آپ ڈیوک ڈی پالن کے ہاں ملازم ہیں اور نگنی نام کی ایک خاتون سے ڈیوک کی دوستی اس کے گھر میں سخت پریشانی پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوئی ہے۔ مجھے امید ہے اس بارے میں سارے حالات آپ کو اچھی طرح یاد ہوں گے؟"

ان باتوں کے دوران میں گاڑی شام الامی کے باغ میں داخل ہو چکی تھی، پس میں نے درخواست کی کہ مجھے ڈیوک کے محل کے قریب کسی جگہ اتار دیا جائے اس پر میرے فرانسیسی دوست نے پھر اس بات پر زور دیا کہ آپ موسیو لاموٹ کی دعوت میں ضرور شامل ہوں۔ جہاں یقینی طور پر آپ کا پرتپاک خیر مقدم ہو گا لیکن

میں نے پھر ایک بار معذرت چاہی اور کام کا بہانہ پیش کر دیا۔ حالانکہ امر واقعہ یہ تھا کہ میں حال کے کشت و خون کے نظارہ کے بعد خورد و نوش کی خوش عیشیوں میں کوئی حصہ لینا نہ چاہتا۔ اس نے پھر ایک بار مجھ سے مصافحہ کیا اور میں گاڑی سے اتر کر محل کی طرف روانہ ہوا۔

اپنے کمرہ کی طرف جاتے ہوئے جو خوشی میرے دل کو حاصل تھی اس کا حال بیان کرنا عبث ہے۔ سامان کا صندوق کھول کر میں نے وہ خط جو انیبل کے نام لکھا تھا، پھاڑ ڈالا اور حیرت کے ساتھ گذشتہ چند گھنٹوں کے واقعات پر غور کرنے لگا جن سے میں غیبی امداد کی بدولت اس قدر کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوا تھا۔ یہ واقعات حقیقت سے بہت زیادہ خواب سے مشابہ تھے۔ چنانچہ میں نے اپنے دل ہی دل میں اس قادر مطلق کا شکریہ ادا کیا جس نے اپنی بے پایاں عنایت سے مجھے اس آزمائش میں ہر طرح محفوظ رکھا۔ جس میں ممکن تھا کہ میری جان ضائع ہو جاتی۔ یا کوئی ایسا زخم آتا جس کا نشان عمر بھر میرے بدن پر قائم رہتا۔

باب ۲۸

یوجینی ڈیلاکور

اس کے بعد ایک مہینہ گذر گیا اور اس عرصہ میں کوئی قابل ذکر واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میں سہ پہر کو شام الاسی کے باغ میں ٹہلتا پھر رہا تھا کہ مارکوئیس ڈی پالن، ڈیوک ڈی پالن کا بڑا لڑکا کسی قدر فاصلہ پر آگے آگے چلتا نظر آیا۔ وہ چونکہ کسی خاص کام پر جا رہا تھا اس لئے اپنے انہماک میں

اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ میں پیشتر بیان کر چکا ہوں کہ وہ بڑا خوبصورت نوجوان تھا۔ دراز قد نازک اور چھریرا بدن اور اس کا لباس نفاست آمیز سادگی لئے ہوئے تھا جس میں فیشن کی ضرورتوں کو آرام و آسائش کے ساتھ ملانے کی کوشش کی گئی تھی۔

میرے دیکھتے دیکھتے وہ سایہ دار درختوں کے ایک جھنڈ کے پیچھے نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور میں اپنی راہ پر چلتا گیا۔ میرے خیالات کی رَو رفتہ رفتہ اور باتوں کی طرف لگ گئی اور مارکوئیس کا خیال بالکل ہی ذہن سے اتر گیا۔ موسم خوشگوار تھا اور شام الاسی کی روشوں پہ پیدل چلنے والوں اور گاڑیوں کی اتنی بھیڑ تھی جتنی سیزن کے ایام میں ہائڈ پارک میں ہوا کرتی ہے۔ اس طرح آدھ گھنٹہ گذر گیا۔ اور میں چلتا چلتا باغ کی ایک دور افتادہ روش پہ جا پہنچا۔ میرے خیالات عہد ماضی کے واقعات اور مستقبل کی امیدوں پہ لگے ہوئے تھے۔ زیادہ صحیح لفظوں میں میں اس خلوت و تنہائی میں اینبل کے تصور سے صحبتِ یار کے مزے لے رہا تھا۔ اس طرح اپنے خیالات کے انہماک میں میں اس بات سے بے خبر کہ میرے پاؤں کس طرف لئے جا رہے ہیں چلتا گیا۔ حتیٰ کہ درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس جا پہنچا۔ اور چونکہ اپریل کا مہینہ تھا اور گرمی کسی قدر تیز تھی۔ اس لئے درختوں کے سایہ میں پہنچ کر دل کو بڑی فرحت ہوئی۔

ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ دو شخص ایک مرد اور ایک عورت مجھ سے تھوڑی دور آگے اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ لیکن جلدی ہی وہ ایک موڑ پہ پہنچ کر میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں اپنے خیالات کی الجھن میں پھر آگے چلنے لگا۔ حتیٰ کہ موڑ پہ پہنچ کر ان کے بالکل قریب جا پہنچا کیونکہ اب وہ آگے چلنے کی بجائے کھڑے ہو کر کسی معاملہ پہ گفتگو کرنے میں مشغول ہو گئے تھے۔ لیکن آپ میری حیرت اور سراسیمگی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک، مارکوئیس ڈی پاپن

اور دوسری بوجھی ڈیلاکور ہے۔ آخر الذکر اپنے صاف اور سادہ لباس میں بے حد حسین دکھائی دیتی تھی۔ اور اس وقت اس کے رخساروں پہ خوشی کی ہلکی گلابی رنگت موجود تھی۔ جو اس وقت اور بھی تیز ہو گئی جب اس نے مجھے آتے ہوئے دیکھا۔

مجھے یہ سوچ کر بے حد رنج ہوا کہ کیوں میں نے ان کے تخلیہ میں خلل اندازی کی۔ سخت پریشانی کی حالت میں میں پیچھے مڑنا چاہتا تھا کہ اتنے میں میڈموازل ڈیلاکور نے حواس بحال کر کے مجھے اس طرح سلام کیا گویا میں اس کے مساوی حیثیت رکھتا تھا میں نے بھی سلام کرنے کو ٹوپی اٹھائی اور اس کے بعد مارکوئیس کو آداب بجا لا کر سیدھا چلتا گیا۔ اس دوران میں میں نے ایک بار بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا حتیٰ کہ جس مقام پہ وہ سڑک ایک طرف مڑتی تھی مڑ گیا۔ بہر حال جو کچھ میں نے دیکھا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا دشوار نہ تھا کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے عشق ہے۔ وہ گہرا انہماک جس میں وہ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ شرم کی وہ سرخی جو مجھے آتے دیکھ کر بی بی کے خوشنما رخساروں پہ نمودار ہوئی نیز وہ پریشانی جو میں نے مارکوئیس کے چہرہ پر پیدا ہوتے دیکھی۔ یہ ساری باتیں اسی ایک خیال کا ثبوت تھیں لیکن پھر سوال پیدا ہوا کہ کس لئے اس عشق کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے؟ بظاہر یہ ملاقات خفیہ تھی حالانکہ ڈیوک ڈی بالن کے وارث اور فرزند کے لئے ایک مالدار ساہوکار کی بھتیجی سے شادی کرنا کسی طرح موجب عار نہ تھا۔ بلکہ میرا اپنا خیال یہ تھا کہ میڈموازل اپنے سگے چچا اس تعلق پہ ہر طرح خوش ہوتا۔ ممکن ہے اس رازداری کی وجہ یہ ہو کہ لڑکی اپنی کم سنی کے باعث (اس کی عمر مشکل سے ساڑھے سترہ سال کی تھی) اس واقعہ کا ذکر اپنے والدین سے کرنا نہ چاہتا ہو۔ پھر اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی پیدا ہوا۔ کیا اس کو معلوم ہے کہ یہ نازنین جس سے اس کو اتنی گہری محبت تھی ایک پُر پیچ سیاسی جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ کیا اسے ان خیالات کا علم تھا جو وہ خاندان شاہی اور جمہوریت

کے بارے میں رکھتی تھی؟ غالباً نہیں۔ کیونکہ پالن خاندان مدت سے بادشاہ پرست تھا۔ فی المحقیقت اس خاندان کے افراد کو بوربن بادشاہوں کے زوال کا افسوس تھا اور وہ لوئیس فلپ کی بادشاہت کو بھی معیار اعلیٰ سے گرا ہوا تصور کرتے تھے۔

اس روز پھر مجھے مارکوئیس ڈی پالن سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ البتہ اس کے دوسرے دن صبح کو میں جس وقت محل کی ڈیوڑھی سے گذر رہا تھا تو اس کے چہرہ کا انداز دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔ فکر وحیرت اور جوش وپریشانی کے آثار اس کے چہرہ پر نمودار تھے۔ رنگت بھی خلاف معمول زرد تھی اور آنکھوں میں عجیب طرح کی تیز چمک پائی جاتی تھی۔ پہلے تو شاید اس نے مجھے دیکھا ہی نہیں یا اگر دیکھا تو قصداً نظرانداز کر دیا۔ لیکن جس وقت میں اس کے پاس سے گذرنے کو تھا تو چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ اور اس طرح میری طرف دیکھنے لگا۔ گویا کسی فوری تحریک کے اثر سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ میں بھی یہ حالت دیکھ کر رُک گیا لیکن دفعتاً وہ کچھ سوچ کر اپنے جوش پر غلبہ پا گیا اور ایک لفظ تک کہے بغیر میرے پاس سے ہو کر آگے چلا گیا۔ تنہا رہ جانے پر میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کا عجیب وحیرت انگیز رویہ کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ بڑی دیر تک اس معمہ کا حل میرے ذہن میں نہ آیا۔ لیکن اس کے بعد یکایک ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ یعنی یاد آیا کہ مارکوئیس کا یہ اضطراب محض اس لئے ہے کہ شام الاسی کے باغ میں سیر کرتے ہوئے جس وقت یوجنی نے مجھے دیکھا تو اس قسم کا دوستانہ سلام کیا تھا گویا وہ مجھ کو مساوی حیثیت کا مرد شریف تصوّر کرتی ہے حالانکہ میں ایک ادنےٰ نوکر تھا۔ اس خیال کے پیدا ہونے پر سب راز فوراً حل ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ مارکوئیس نے غالباً اس سے پوچھا ہو گا کہ تم اس آدمی سے کیونکر واقف ہوئیں؟ لیکن وہ اس کی باتوں کا کوئی جواب نہ دے سکی ہو گی۔ اور دیتی بھی کس طرح۔ کیونکہ اس صورت میں اسے خفیہ انجمن کے سامنے حالات بیان کرنے پر مجبور ہونا پڑتا۔ یہی وجہ مارکوئیس کے

فکر و تشویش کی تھی اور اسی لئے وہ چلتے چلتے ٹھہر کر مجھ سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میرے لئے اس پریشانی کا اندازہ کرنا بہت مشکل نہ تھا۔ جو مارکوئیس کو سلام کے اس واقعہ سے ہوئی ہوگی۔ اتنا خود پسند تو میں بھی نہ تھا کہ سمجھتا اس کو مجھ سے حسد ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس حقیقت کو نظر انداز کرنا بھی دشوار تھا کہ عشق و رقابت میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور ایک مارکوئیس کو بھی اپنی منزلت کی بلندی کے باوجود مجھ ایسے ادنیٰ نوکر سے حسد ہونا غیر ممکن نہیں۔

ایک ہفتہ گذر گیا اور اس دوران میں جہاں تک ممکن تھا میں نوجوان مینو بالڈ یعنی مارکوئیس ڈی پالن کے چہرے کے آثار سے اس کے دل کے حالات جاننے کی کوشش کرتا رہا مگر مجھے یہ دیکھ کر سخت تکلیف ہوئی کہ اس کی پریشانی روز بروز بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ اس کے باوجود جب کبھی وہ مجھ سے ملتا تو چپ چاپ میرے پاس سے نکل جاتا۔ اپنے دل میں وہ کچھ ہی محسوس کرتا ہو مجھ سے اعلانیہ کچھ نہ کہتا تھا۔ ایک ہفتہ کے بعد اس واقعہ کے سلسلہ میں ایک نئی بات ظہور میں آئی۔ یعنی ڈاک کے ذریعہ سے مجھے ایک خط موصول ہوا۔ جس کا پتہ حروف بگاڑ کر لکھا ہوا تھا۔ کیونکہ جب میں نے اسے کھولا تو معلوم ہوا کہ خط کی تحریر پتہ کی لکھائی سے بالکل مختلف تھی تحریر شستہ اور زنانہ تھی اور مضمون مختصر جس کے تحت میں راقم خط کا نام ندارد تھا۔ فقط اس مطلب کی چند سطور اس میں درج تھیں کہ کوئی جو تمہیں جانتا ہے اور جسے تم نے ایک خاص موقعہ پر اور ایک خاص مقام پر اس وقت دیکھا تھا جب تم نے لگنی کا نام سنا تھا۔ وہ چند منٹ علیحدگی میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح ممکن ہو آپ آج سہ پہر کو چار بجے شام الاسی کے باغ میں فلاں مقام پر اس سے ملئے۔

خط کو پڑھ کر کوئی شک و شبہ اس بارے میں میرے دل میں باقی نہ رہا، کہ

اس کی راقمہ یوجینی ڈیلاکورہے اور اس خط کا تعلّق یقینی طور پر اس سلام کے واقعہ سے ہے جس نے مارکوئیس کو اتنا برافروختہ کیا تھا۔ میں نے جلدی ہی اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ حالات پیش آمدہ میں میرا یوجینی سے ملنا کسی طرح قابلِ اعتراض نہ ہوگا کیونکہ میں اگر انیبل سے محبت کرتا تھا تو مقابلہ میں وہ بھی مارکوئیس کو چاہتی تھی۔ علاوہ بریں اس کے حسنِ گلو سوز کو دیکھ لینے کے بعد بھی انیبل سے بے وفائی کا خیال کبھی میرے دل میں پیدا نہ ہوا تھا۔ پس سارے پہلو سوچ کر میرے لئے اس سے ملنے میں کوئی بات قابلِ اعتراض نظر نہ آتی تھی۔ یہی باعث تھا کہ عین وقت مقررہ پر میں باغ کے اس مقام پر جا پہنچا جس کا حوالہ خط میں درج تھا اور جو اس جگہ سے بالکل قریب تھا جہاں ایک ہفتہ پیشتر میں نے مارکوئیس اور یوجینی کو ساتھ ساتھ ٹہلتے دیکھا تھا۔ میرا خیال صحیح نکلا۔ میڈموازل ڈیلاکورہی اس خط کی راقمہ تھی اور وہ جلدی ہی مجھ سے آ ملی۔ میں نے دیکھا اس کے چہرہ کی رنگت میں جلد جلد تبدیلی ہو رہی تھی۔ بظاہر وہ اس ملاقات کی دشواریوں کو سختی سے محسوس کرتی تھی۔ یعنی اس بات کو جانتے ہوئے بھی کہ ہمارا ایک دوسرے سے ایک تنہا مقام پر ملنا بے جا اور نامناسب ہے۔ وہ حالات کے اثر سے اس جگہ آنے پر مجبور تھی۔

"مسٹر ولمٹ"! اس نے مجھ سے انگریزی میں کہنا شروع کیا اور میں نے دیکھا کہ وہ اس زبان کو بڑی سلاست اور روانی کے ساتھ بول سکتی تھی۔ "آپ یہ سوچکر ضرور حیرت زدہ ہوئے ہوں گے کہ کس لئے میں نے اس فعل کی جرأت کی جو ظاہرا معیوب اور قابلِ اعتراض ہے؟"

"میڈموازل" میں نے ادب کے ساتھ جواب دیا "غیر ممکن ہے کہ میں آپ کے کسی فعل کو اعتراضی نظروں سے دیکھوں۔ البتّہ آپ کو مزید پریشانی سے بچانے کے لئے میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ بڑی حد تک میں آپ کی آمد کے مدعا کو پہلے ہی سمجھ چکا ہوں"

"کیا واقعی؟" اس نے شرماتے ہوئے ایک ہلکی آہ بھر کر کہا: "حالانکہ میں یہ سوچ کر حیران ہوں کہ کس طرح ...؟"

"میڈموازل آپ کو جو کچھ کہنا ہو بلا تکلف کہہ دیجئے" میں نے اب بھی اسے رُکتے ہوئے دیکھ کر تحریک کی: "میں ایک مرد عزت دار ہوں اور حالات کی نزاکت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں۔ بہرحال مجھے یہ عرض کرنے دیجئے کہ غالباً آپکی تشریف آوری کسی غلط فہمی کے سلسلہ میں ہے جو آپ کے متعلق کسی شخص کو کسی معاملہ کی نسبت ہوئی ہے"

"یہ صحیح ہے" اس نے شرماتے ہوئے تسلیم کیا "غالباً آپ کو معلوم ہوگا کہ مارکوئیس ڈی پالن اور میں ... میرا مطلب یہ ہے کہ ہم ایکدوسرے کو چاہتے ہیں" اس نے رُکتے رُکتے کہا "لیکن افسوس کہ اب میں بہت ناخوش ہوں۔ کئی بار رُکنے کے بعد میں نے آپ کو خط لکھنے کی جرأت کی اور وہ بھی اس خیال سے کہ آپ ایک مرد شریف ہیں اور میں ہر معاملہ میں آپ پہ بھروسہ کر سکتی ہوں۔ پس میں نے اس پریشانی میں جو مجھے لاحق ہے آپ کی امداد حاصل کرنے کا ارادہ کیا ہے"

یہ کہتے ہوئے خوبصورت یوجینی کے رخساروں پہ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار بہنے شروع ہوئے۔ اور میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ ایک اتنی حوصلہ مند اور مستقل مزاج خاتون بھی جو حب الوطنی کے جوش میں ہر طرح کی مشکلات پر غالب آنے کو تیار ہے عشق کے میدان میں اتنی رقیق القلب ہو چکی ہے کہ معمولی سے چند الفاظ کہتے ہوئے بے تاب ہوئی جاتی ہے۔

"میڈموازل اطمینان فرمایئے مجھ سے جو کام ممکن ہوگا بے دریغ کروں گا" میں نے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

"میرا اپنا یہی خیال تھا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں نے آپ کی خصلت کے اندازہ میں غلطی نہیں کی؟" خاتون نے جواب دیا "اس موقعہ پہ جسے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں میں نے

آپ کا جو طرز عمل دیکھا تھا اس سے آپ کے بارے میں بہترین خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے تھے۔ ایک طرف اگر لاموٹ نے آپ سے گستاخانہ ہٹدھرمی کی اور آپ اس کی سزا دینے کو آمادہ ہو گئے تو مقابلہ میں صاحب صدر جلسہ کے سوالات کا جواب دینے اور اخفائے راز کا وعدہ کرنے میں بھی آپ نے کچھ کم فیاضی کا ثبوت نہیں دیا۔ پھر میں نے اس ڈوئل کا حال بھی سنا ہے جس کے لئے آپ کو مجبور کیا گیا تھا اور جس میں آپ نے بڑی بہادری اور دلیری کا ثبوت دیا۔ ان ساری باتوں کو جان کر میں نے آپ کی سیرت کے بارے میں نہایت اعلیٰ رائے قائم کی تھی اور اسی لئے میں آپ سے اس جگہ ملنے پر مجبور ہوئی"

"میڈموازل۔ آپکی عنایتیں مجھے شرمسار کر رہی ہیں"۔ میں نے رکتے ہوئے کہا "اطمینان فرمائیے میں کوشش کروں گا کہ مجھ ناچیز کے بارے میں آپکی نیک رائے ہمیشہ اسی طرح قائم رہے۔ بارہا یہ سوچ کر مجھے سخت افسوس ہوتا ہے کہ میں ہی کسی حد تک اس غلط فہمی کا موجب ثابت ہوا ہوں۔ جو آپ کے اور مارکوئیس کے درمیان پیدا ہوئی ہے۔ آپ کی اس عنایت کا میں تہ دل سے ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ایک اجنبی کی مانند نظرانداز کرنے کی بجائے مساوی حیثیت کے آدمی کی طرح سلام کیا۔ حالانکہ اگر آپ ایسا نہ کرتیں تو بھی میرے لئے کوئی وجہ شکایت پیدا نہ ہو سکتی تھی"۔

"مسٹر ولمٹ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔ یوجینی نے جواب دیا۔ "میں ایسی ناشکرگذار نہیں ہوں کہ ان احسانات کے بعد جو آپ نے ہماری سوسائٹی پر کئے ہیں میری طرف سے اس قدر سرد مہری کا سلوک آپ سے ہوتا۔ کیا میں اس نظارہ کو بھول سکتی ہوں جب محترم صدر جلسہ کے یہ بیان کرنے پر کہ ہم سب کی جانیں آپ کے ہاتھ میں ہیں، آپ نے سچے دل سے خدا کو حاضر قرار دے کر اس بات کا عہد کیا تھا کہ آپ کی طرف سے کبھی ایسی غداری ظہور میں نہ آئے گی جو اراکین مجلس کے لئے باعث تکلیف ہو۔ نہیں آپ کے وہ الفاظ مجھے اچھی طرح یاد ہیں اور میں کبھی ان کو فراموش نہیں کر سکتی اس لئے

یقین کیجئے اگر مجھ کو یہ بھی معلوم ہوتا کہ میرے اس رسمی سلام کے بعد مارکوئیس سے میرے تعلقات ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جائیں گے تو اس صورت میں بھی از روئے انصاف میں یہی کرنے پر مجبور ہوتی جواب میں نے کیا۔"

"بانو۔ آپ کے منہ سے نکلا ہوا ہر ایک لفظ میرے اس ارادہ کو مضبوط تر بناتا ہے کہ مجھے حد امکان آپ کی خدمت گذاری سے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔" میں نے جوش میں بھر کر کہا۔ "مارکوئیس ڈی پالن کو یقیناً اس بات سے حیرت ہوگی کہ آپ نے کس لئے مجھ ناچیز کو اس طرح کا پرتپاک سلام کیا۔ جو میری حیثیت کو اعلیٰ دارفع ثابت کرنے والا تھا۔ میرا خیال ہے کہ بعدازاں انہوں نے آپ سے اس کے متعلق استصواب بھی کیا ہوگا اور آپ ان کا اطمینان نہ کرا سکی ہوں گی۔ کیا یہی امر واقعہ ہے؟"

"ہاں اسی طرح ہوا ہے۔" میڈموازل ڈیلاکور نے تسلیم کیا۔ اور اس کے بعد دوشیزگی کے وقار اور اس اعتماد کے ساتھ جو کسی عالی قدر خاتون کا وصف ہونا چاہیئے اس نے کہا "اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس واقعہ نے مارکوئیس کے دل میں حسد پیدا کر دیا ہے۔ کیونکہ حسد وہیں ہوتا ہے جہاں شک موجود ہو اور جس محبت کی تہ میں شک کا عنصر شامل ہو جائے میں اسے ایک لحظہ قائم رکھنا گوارا نہیں کر سکتی۔ بات محض یہ ہے کہ اس معاملہ کے بڑھتے ہوئے اصرار نے مارکوئیس کو سخت پریشان کر رکھا ہے۔ اور چونکہ میں اصل حقیقت اس کے روبرو ظاہر نہیں کر سکتی اور نہ جھوٹ بولنا میری عادت ہے اس لئے اس کا اضطراب روز بروز بڑھ رہا ہے۔ مسٹر ولمٹ آپ کو معلوم ہے کہ میں از روئے حلف اس بات کا عہد کر چکی ہوں کہ اس انجمن کے متعلق جس کی میں ممبر ہوں۔ کبھی کوئی بات کسی کے روبرو ظاہر نہ کروں گی۔ اور میں اس شخص کے سوا جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ ہماری انجمن کا ممبر بننا قبول کرے گا کسی اور کے روبرو ۔۔۔ اس کے وجود کا ذکر بھی نہیں کر سکتی اس کے علاوہ یہ قطعاً غیر ممکن ہے کہ میں اس انجمن کے ساتھ اس قسم کی غداری کروں

جس سے لاتعداد شخصوں کی آزادی اور سلامتی خطرہ میں پڑ جائے۔ میرا پختہ اعتقاد ہے کہ آدمی کا ایمان سلامت رہنا چاہیئے۔ اس کے مقابلہ میں عشق تو کیا چیز ہے جان بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔"

"میڈموازل، میں نے آپ کے خیالات کو اچھی طرح سمجھ لیا۔" آخر کار میں نے کہا اور اب اگر کوئی طریقہ اس قسم کا آپ پیش کر سکیں جس پر عمل کر کے میرے لئے آپ کو اس تکلیف دہ الجھن سے نکالنے کی کوئی صورت ممکن ہو تو میں بلا تامل اس پر عمل کرنے کو آمادہ ہوں۔"

"میں نہیں جانتی آپ کے اس سوال کا کیا جواب دوں۔" یوجینی نے پرخیال انداز سے کہا۔ "چونکہ میں سخت پریشان تھی اور مارکوئیس ڈی بالن کا بڑھتا ہوا اضطراب میرے لئے باعث تکلیف تھا اس لئے ہر طرح مایوس ہو کر میں نے اس خیال سے آپ سے ملنا بہتر سمجھا کہ ممکن ہے کوئی ذریعہ آپ ہی تجویز کر سکیں جس سے مارکوئیس کا اطمینان ہو جائے۔ اور اس کی بڑھتی ہوئی پریشانی رفع ہونی ممکن ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی میرا خیال تھا ... لیکن خیر اسے جانے دو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جب کبھی مارکوئیس نے مجھ سے اس بارے میں سوالات پوچھے میں چونکہ کسی بات کا صحیح جواب نہ دے سکتی تھی۔ اس لئے میں نے گفتگو کو کسی اور معاملہ کی طرف پھیر دیا یا اُسے ہنس کر ٹالنے کی کوشش کی۔ کیونکہ میں نہ چاہتی تھی کہ اصل حقیقت تسلیم کر کے اپنی انجمن سے بے وفائی کروں۔ یا مارکوئیس کے روبرو جھوٹ بولوں۔"

"خیر آپ کے ان بیانات کے بعد میں اس قابل ہو گیا ہوں کہ مارکوئیس کے روبرو اپنے طرز عمل کے بارے میں زیادہ صحیح رائے قائم کر سکوں۔" میں نے آخر کار کہا۔ "آپ کو یاد ہوگا کہ میں ایک مرد شریف کی حیثیت میں پیرس آیا تھا۔ میرے پاس روپیہ کی وافر مقدار موجود تھی اور میوریس ہوٹل میں رہتے ہوئے میرا اشرفا سے میل جول تھا۔ پس کیا میرے لئے

مارکو بیس سے اشارۃً یہ کہنا بے جا ہوگا کہ آپ سے میری ملاقات کسی زمانہ میں انگلستان کے ایک شریف گھرانہ میں ہوئی تھی؟

"مسٹر ولٹ۔ میں اس تجویز کے لئے آپ کا دلی شکریہ ادا کرتی ہوں" خاتون نے سنجیدگی کے لہجہ میں کہا: "لیکن میں اگر ایک طرف خود جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتی، تو دوسری جانب یہ بھی مجھے منظور نہیں کہ کوئی اور میری خاطر جھوٹ بولے۔"

"تو پھر جس طرح آپ حکم دیں کیا جائے۔ کیا کوئی اور تجویز آپ کے ذہن میں آئی ہے؟"

"ہاں۔ ایک مبہم سا خیال بہ اوقاتِ مختلف میرے ذہن میں پیدا ہوتا ہے" یوجنی نے رکتے ہوئے کہا: "وہ ایک ایسا خیال ہے جسے عمل میں لانے سے نہ صرف مارکو بیس کا اطمینان ممکن ہوگا۔ بلکہ اس ذریعہ سے مارکو بیس کا درجہ میری نظروں میں زیادہ اونچا ہو جائے گا اور میں اسے اپنی محبت کے زیادہ قابل سمجھنے لگوں گی۔"

"اس صورت میں جو تجویز آپ کے ذہن میں ہو ارشاد فرمایئے" میں نے کہا مگر اس کے جواب کا انتظار کرتے ہوئے یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کا فیصلہ اس بارے میں کیا ہوگا۔

"آہ۔ میں نہیں جانتی کیا مجھے اپنے خیالات کے اظہار کی جرأت کرنی چاہیئے۔ تاہم آپ چونکہ نیکدل اور فیاض ہیں۔ کاش کسی طرح ممکن ہو کہ آپ مارکو بیس کو اپنے ساتھ ہماری انجمن کے اگلے جلسہ میں لا سکیں۔" نوجوان خاتون نے بڑھتے ہوئے جوش کے ساتھ کہنا شروع کیا: "آہ۔ اگر اس کو ان خیالات کا معتقد بنایا جا سکے جو میرے پیش نظر ہیں، تو اس سے کتنی بڑی راحت مجھے حاصل ہو۔ اس کی ذہانت بے شک بلند ہے۔ اور جوش صادق کی بھی اس میں کمی نہیں۔ پس اگر کسی طرح اس کو آزادی کے صحیح معنی معلوم ہو سکیں تو پھر غیر ممکن ہے کہ وہ فوراً اس کا مداح نہ بن جائے۔"

"مگر بانو، کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ اس حلف رازداری کے باوجود جو آپنے لے رکھا ہے براہ راست مارکو بیس سے اس کا ذکر چھیڑ کر رفتہ رفتہ اس کے خیالات کو اس

منزل پر لانے کی کوشش کریں جس سے آگے ان کا آپ سے ہمخیال ہونا ہر طرح قرین قیاس اور اغلب ہے"

"افسوس" یوجنی نے حسرتناک لہجہ میں جواب دیا۔ "میں ایسا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر اس نے اس مضمون پر مجھ کو تقریر کرتے سُنا تو وہ میری باتوں کو دوشیزگی کی شرم سے بعید سمجھنے لگے گا۔ اور اس کے دل کو میرے بیان سے سخت صدمہ پہنچے گا۔ فی الحقیقت پچھلے ایک ہفتہ میں میں نے ایک دو بار یہ ذکر اس کے روبرو چھیڑنے کی کوشش کی ہے لیکن میرے تقریر شروع کرتے ہی کچھ اس طرح کے حیرت کے آثار اس کے چہرہ پر نمودار ہو جاتے ہیں کہ مجھے فوراً رُک جانا پڑتا ہے۔ اس لئے میں چاہتی ہوں کہ آپ اگر کسی طریقہ پر اس سے گفت گو کر کے اسے اپنے ساتھ لیکچر والی رات کو ہماری جلسہ گاہ میں لا سکیں تو ایسی زوردار تقریریں مارگوپیس کے سننے میں آئیں گی کہ اس کے ہر رگ و ریشہ میں جوش کی لہر پیدا ہو جائے گی"

"مگر میری حالت میں بڑی مشکل یہ ہے کہ میں آپ کی سوسائٹی کا ممبر نہیں ہوں" میں نے جواب دیا۔ "اس لئے میں آپ کی جلسہ گاہ میں کیونکر داخل ہو سکتا ہوں؟"

"شاید آپ کو معلوم نہیں کہ لیکچر والی رات کو داخلہ کی شرطیں بہت ہلکی کر دی جاتی ہیں" اس نے جواب دیا "مثلاً اس رات ہر ایک آدمی جسے خفیہ لفظ معلوم ہو بلا روک ٹوک جلسہ گاہ میں آ سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان موقعوں پر محض تقریریں ہوتی ہیں اور کوئی خاص کام نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی سمجھا گیا ہے کہ ممبر لوگ صرف انہی شخصوں کو خفیہ لفظ سے واقف کریں گے جن پر ان کو اعتماد ہو۔ یا جنہیں ہمارے مقاصد سے ہمدردی ہو۔ یہ نہ خیال فرمایئے کہ آپ کے جلسہ گاہ میں آنے سے لازم آئیگا کہ آپ ہمارے اصول و مقاصد کے حامی بنیں ..."

"میڈموازل آپ میری فکر چھوڑ دیں" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں آپ کی

خدمت گذاری کا وعدہ کر چکا ہوں۔ اور بخوشی ایسا کروں گا۔ دقت اگر کوئی ہے تو محض یہ
کہ مجھ ایسے غریب نوکر کے لئے مارکوئیس سے اپنے طور پر گفتگو کرنا بہت مشکل ہے۔ تاہم
یہ ایک اس طرح کی رکاوٹ ہے جسے ممکن ہے حالات از خود رفع کر دیں "
"آہ میں بیان نہیں کر سکتی کہ میں آپ کی کتنی شکر گذار ہوں" یوجینی نے پر جوش لہجہ
میں کہا۔ "آپ کے وعدہ نے سچ مچ میرے بدن میں نئی جان ڈال دی ہے۔ میری زندگی کا
سب سے زیادہ قابل فخر لمحہ وہ ہو گا جب مجھے مارکوئیس کے رخساروں پر اور اس کی آنکھوں
میں جوش کی چمک دکھائی دے گی جب اس کے کان حامیان آزادی کے منہ سے نکلتے ہوئے
پر جوش لفظوں کو شوق کے ساتھ سنیں گے۔ آج سے تیسری رات کو ہمارے ہاں ایک لیکچر ہو گا
جس کا آغاز نو بجے ہونا ہے اور ہفتہ رواں کا خفیہ لفظ "آزادی" ہے "
"اطمینان فرمایئے کہ میری طرف سے کوشش میں کوئی کمی نہ ہو گی" میں نے جواب
دیا۔ "اور میں امید کرتا ہوں کہ میں ضرور مارکوئیس کو ساتھ لے کر آؤں گا۔ لیکن اگر انہوں
نے تقریروں کی وساطت سے متاثر ہونے سے پیشتر آپ کو جلسہ گاہ میں دیکھ لیا۔ تو
ممکن ہے اس صورت میں ... "
"اسکی ترکیب میں نے سوچ لی ہے" یوجینی نے قطع کلام کر کے کہا "میں در پردہ کھڑی ہو کر
سارے حالات دیکھتی رہوں گی اور جب میرا دل گواہی دے گا کہ ان تقریروں کا واقعی میرے
شوہر پر گہرا اثر ہوا ہے۔ جب مجھ کو یقین ہو جائے گا کہ آزادی کی گونج نے اس کے
کانوں میں پہنچ کر اس کے دل کے تار کو حقیقتاً مرتعش کر دیا ہے۔ تو پھر میں باہر آ کر اس کے پہلو
میں بیٹھ جاؤں گی۔ اور اس وقت پہلی مرتبہ اس کو سارا حال معلوم ہو گا "
اس کے بعد ہم جدا ہو گئے۔ میڈموازل ڈیلا کو رتے رخصت ہونے سے پیشتر پھر
ایک بار میرا شکریہ ادا کیا۔ مگر کوٹھی کی طرف جاتے ہوئے میں اس غیر معمولی جوش پر جو
ملکی آزادی کے لئے اس لڑکی کے دل میں پیدا ہو چکا تھا متعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ہمارا

راستہ میں یہ سوچتا رہا کہ کس طرح مجھ کو اس معاملہ کا ذکر مارکوئس سے چھیڑنا چاہیئے اس میں شک نہیں کہ نوکروں سے اس کا سلوک ہمیشہ اخلاق آمیز ہوتا تھا۔ تاہم اس کی عادت تھی کہ بلا ضرورت کبھی کسی سے گفتگو نہیں کرتا تھا۔ اس لئے میری نظروں میں کام کی سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ کیونکر اس سے گفتگو چھیڑی جائے اس کے باوجود میرے لئے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ اس سے پہلے بارہا میں نے دیکھا تھا کہ جب کبھی میں کسی کام کو کرنے پر آمادہ ہوجاتا تو بعض اس طرح کے غیبی حالات خود بخود رونما ہوجاتے تھے جن سے مجھے اس کام میں بخوبی مدد ملتی تھی۔

اور میرا پختہ اعتقاد ہے کہ اس دنیا کی چھوٹی بڑی سبھی طرح کی باتوں میں ہماری خواہشات کبھی اس منزل سے آگے نہیں بڑھتیں جس کی تحریک ذہن کی طرف سے ہوتی ہے یعنی جس کام کے کرنے کی خواہش ہمارے دل میں پیدا ہو، ذہن اس کے کرنے کی قدرت ضرور اپنے اندر رکھتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی غریب آدمی دولت، ثروت یا شہرت حاصل کرنے کی آرزو کرنے لگتا ہے تو اس کی وجہ محض یہ ہوتی ہے کہ اس کا دل اس کو بتاتا ہے کہ وہ اس کام کو حقیقتاً کر سکے گا۔ خواہ بادی النظر میں حصول مدعا کتنا ہی دشوار کیوں نہ ہو۔ یہی حالت اس آدمی کی سمجھنی چاہیئے جو اس سے زیادہ وسیع پیمانہ پر قسمت آزمائی کرنا چاہتا ہے۔ اس کی بہترین مثال اس غریب باشندہ کارسیکا (نپولین اعظم شہنشاہ فرانس) کی حالت میں ملتی ہے جو تلوار کی خدمت گذاری سے فرانس میں روزی کمانے گیا تھا۔ مگر جس نے اپنے دور زندگی کے ابتدا میں ہی حصول بادشاہت کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے تھے۔ کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ میں جلدی یا دیر میں ضرور اس منزل کو حاصل کر لوں گا۔

باب ۹

جلسہ

میڈموازل یوجینی ڈیلاکور سے میری ملاقات کو تین دن گذر گئے۔ حتیٰ کہ آخر کار وہ یوم خاص آیا جس کی رات کو خفیہ سوسائٹی کا جلسہ ہونا تھا۔ لیکن افسوس اس دوران میں مجھے نوجوان تھیو بالڈ مارکوئیس ڈمی پالن سے گفتگو کا کوئی موقعہ نہ ملا۔ ملاقات تو بارہا اس سے ہوتی تھی لیکن جب کبھی میں دیکھتا وہ افسردہ و غمگین نظر آتا۔ اور اس کی طرف سے آغاز گفتگو کی خواہش کا بالکل اظہار نہ ہوتا تھا۔ اس کے برعکس میں نے دیکھا کہ جب کبھی ہم ایک دوسرے سے ملتے۔ تو وہ قصداً کسی اور طرف کو چلا جاتا۔ اس کے مجھ سے دور دور رہنے کی وجہ جو کچھ تھی اس کو میں بخوبی سمجھ سکتا تھا یعنی اسے اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو حالتِ جوش میں وہ مجھ سے دریافت حال پر مجبور ہو جائے۔ حالانکہ وہ طبعاً ایسا کرنا نہ چاہتا تھا۔ اس کے باوجود میرا خیال تھا کہ ایک ایسے حلیم اور شریف آدمی کو اپنے طور پر گفتگو پر آمادہ کر لینا بہت دشوار نہ ہوگا۔ اور مجھے کامل امید تھی کہ اس طرح کا موقعہ کبھی نہ کبھی کسی طریقہ پر ضرور مل جائے گا۔ بہرحال جیسا لکھا گیا ہے تیسرا دن آگیا لیکن مارکوئیس ڈی پالن سے اب تک گفتگو کا کوئی موقعہ نہ ملا۔ اور اب رفتہ رفتہ مجھ کو یہ خوف دامنگیر ہونے لگا کہ ایسا نہ ہو میں اسے جلسہ گاہ میں لے جانے کی کوشش میں ناکام رہوں۔ اور میڈموازل ڈیلاکور کو میری ناکامی سے مایوس ہونا پڑے۔

پس میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ دن بھر اس قسم کے موقعہ کا متلاشی رہوں گا۔

جس میں ان دونوں میں سے گفتگو شروع کی جا سکے۔ اور بالفرض اس کی طرف سے آغاز نہ ہو تو پھر میں اپنی طرف سے ہی ابتدا کی کوشش کروں گا۔ دوپہر ہو گئی لیکن اس طرح کا موقعہ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ دوپہر کے بعد ڈیوک نے مجھے اپنے کمرہ میں طلب کر کے پستولوں کا ایک بکس میرے حوالہ کیا۔ اور حکم دیا کہ بازار روڈیلا پائی میں فلاں لوہار کی دکان پر لے جاؤ۔ ان چیزوں کی کچھ مرمت ہونی ہے جس کا حال پہلے سے اس شخص کو سمجھایا جا چکا ہے۔ میں نے بکس اٹھا لیا اور مقام مذکور کی طرف روانہ ہوا۔ کیونکہ میں اس کام سے فارغ ہو کر بارکونیس کو راہ پر لانے کی کوشش کے سلسلہ میں جلد از جلد واپس آنا چاہتا تھا۔ لیکن اس وقت میں جب لوہار کی دکان پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک سادہ پوش آدمی خوش شکل و صورت سے مرد شریف اور عزت دار معلوم ہوتا تھا۔ اور جس کے کپڑوں سے پایا جاتا تھا کہ کوئی متوسط الحال دکاندار ہے۔ دکان کے پاس کھڑا پولیس کے ایک سپاہی سے باتیں کرنے میں مشغول ہے۔ مجھ کو آتا دیکھ کر اس نے سپاہی سے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ "ہاں آج کی رات یاد رکھنا" اور اس کے بعد دکان کے اندر چلا گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد سپاہی بھی پیچھے مڑ کر بازار کے دوسرے سرے پر گیا اور میں پستولوں کا بکس ہاتھ میں لئے اس پہلے آدمی کے پیچھے دکان کے اندر داخل ہوا۔ اور اس خیال سے کہ اس کا کام ہو چکنے کے بعد میری باری آئے گی، چپ چاپ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آداب عرض موسیو کریلین" لوہار نے شخص مذکور سے کہا۔ "غالباً آپ وہ پارسل لینے آئے ہیں۔ دیکھئے میں نے اسے پہلے سے تیار کر رکھا ہے۔"

"بہت اچھا" گریلین نے جواب دیا۔ اور بعد ازاں اس نے وہی پُراسرار جملہ جو اس نے باہر سڑک پر سپاہی سے کہا تھا "دبی آواز میں لوہار سے بھی کہا۔ یعنی "آج کی

بات یاد رکھنا۔"

لوہار نے اس کے منہ کی طرف ایک معنی خیز نظر ڈالی اس کے بعد میز کا خانہ کھول کر ایک بڑا سا پارسل جو بھورے رنگ کے کاغذ میں لپٹا اور رسی سے بندھا ہوا تھا، اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ ساتھ ہی اس نے ایک بل دیا جس کی رقم موسیو کریسین نے فوراً ادا کر دی۔ اور جو انگریزی پیمانہ کے مطابق کم و بیش چالیس پونڈ کے برابر تھی۔ بعد ازاں وہ پارسل لے کر دکان سے رخصت ہو گیا۔ تمہارے جانے پر میں دکان دار کی طرف متوجہ ہوا۔ پستولوں کا بکس اس کے حوالہ کرتے ہوئے میں نے اس کو بتایا کہ ڈیوک ڈی پالن نے مجھے آپ کے پاس بھیجا اور فرمایا ہے کہ ان چیزوں کی جو مرمت آپ کو سمجھائی گئی ہے، کر دیجئے۔ لوہار نے بکس لے کر رکھ لیا اور اس کے تھوڑی دیر بعد میں پھر ایک بار گھر کی طرف لوٹا اس دوران میں موسیو کریسین کے معنی خیز جملے اور پر اسرار پارسل کا خیال میرے دل سے بالکل نکل گیا تھا کیونکہ میرے لئے اول تو ان الفاظ کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ دوسرے میرے اپنے خیالات اور اور معاملوں پر لگے ہوئے تھے گھر کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا، کہ مارکوئیس ڈی پالن سامنے سے چلا آ رہا ہے۔ اب میں نے جی کڑا کر کے اس بات کا تہیہ کر لیا کہ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیا جائے۔ وہ حسب معمول فکر مند تھا اور آنکھیں زمین زمین کی طرف جھکائے ہلکی رفتار سے چلا آتا تھا۔ اس نے [illegible] اس وقت تک مجھے نہیں دیکھا حتیٰ کہ میں بالکل قریب جا پہنچا۔ اس وقت دفعتاً چلتے چلتے رک گیا۔ میں نے کہا

"مسیو لا مارکوئیس۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔" اس نے کج اخلاقی میں جواب دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں اطمینان کی سی جھلک پیدا ہو گئی۔ گویا وہ اس خیال سے خوش تھا کہ جن باتوں کے جاننے کی خواہش اس کو تھی وہ عنقریب معلوم ہو جائیں گی۔ اور اس کی رفتار سے بھی ذرا نہ آنے دیا کہ گفتگو کا آغاز اس کی طرف سے نہ ہوا تھا۔

"موسیو لا مارکوئیس!" میں نے رکتے ہوئے کہا: "شاید آپ سمجھیں گے، کہ بڑا بے باک نوکر ہے۔ اور ممکن ہے یہ بھی خیال کریں کہ اس کا طریق عمل عجیب اور پراسرار ہے..."

"خیر یہ میری عادت نہیں کہ بلا وجہ کسی کے برخلاف بُری رائے قائم کروں" ہیو بالڈ نے جواب دیا۔ "اس لئے جو کچھ تمہیں کہنا ہو صاف صاف کہہ دو۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ مجھے تمہارے برخلاف کوئی بُری رائے قائم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"موسیو لا مارکوئیس۔ میں اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں" میں نے جواب دیا "اور اب مجھے یہ عرض کرنے کے لئے معاف فرمائیے کہ ضرور کوئی ایسی بات ہے جس کا بوجھ آپ کئی روز سے اپنے دل پر محسوس کر رہے ہیں۔"

نوجوان رئیس زادہ نے پُرشوق نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اس کے چہرہ پر حیرت و استعجاب کے آثار پیدا ہو گئے مگر اس نے الفاظ کی صورت میں کچھ نہ کہا۔

"ہر چند میں ایک غریب نوکر ہوں" میں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "تاہم میں نہیں چاہتا کہ آپ کو افسردہ و غمگین دیکھوں۔ اسی لئے جرأت کر کے کچھ عرض کرنے کھڑا ہو گیا ہوں۔"

مارکوئیس کی پریشانی اب تک قائم تھی۔ بظاہر وہ حیران تھا کہ اپنی طرف سے کس طرح گفتگو کا آغاز کرے۔ اپنے جی میں بے شک وہ سمجھا ہو گا کہ اگر لفظی ہمدردی ہی اس گفتگو کا مقصد ہے تو اس نوکر کی طرف سے بڑی بے باکی عمل میں آئی ہے۔ لیکن پھر اس کے بدلے ہوئے تیور سے معلوم ہوتا کہ وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اس گفتگو کی تہ میں ضرور کوئی اور بات ہوتی۔ تاہم وہ خاموش رہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا جن سے پایا جاتا تھا کہ وہ مزید کیفیت کا منتظر ہے۔

"موسیو" میں نے آخر کار کہا "یہ جو کچھ میں آپ سے کہہ رہا ہوں نہ تو لاف زنی میں داخل ہے اور نہ میں اس ذریعہ سے اظہار ترحم کرنا چاہتا ہوں۔ پس جو کچھ میں نے بیشتر عرض کیا تھا اس کے سلسلہ میں اتنا ہی اور کہہ دینا کافی ہے کہ جو بوجھ کچھ دنوں سے آپ کے سینہ پر ہے میں اسے دور کر کے از سرِ نو آپ کی راحت بحال کر سکتا ہوں۔ یہ میرا دعویٰ ہے اور اطمینان فرمایئے کہ وہ دعویٰ بے دلیل نہیں۔"

ان الفاظ کو سن کر نوجوان مارکوئیس کچھ شرما سا گیا۔ کم از کم اب اس کو یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو گئی کہ میڈموازل ڈیلاکورٹ سے اس کے عشق کا حال مجھ سے پوشیدہ نہیں۔

"فی الحال میں اس بارے میں زیادہ کیفیت بیان نہیں کر سکتا" میں نے تقریر جاری رکھ کر کہا۔ "اور نہ یہ موقعہ ایسا ہے کہ ساری تفصیلات آپ سے بیان کی جائیں۔"

"تاہم بتاؤ وہ کیا مشورہ ہے جو تم پیش کرنا چاہتے ہو؟" اس نے متجسس نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "وہ کیا تجویز ہے جو تم پیش کرتے ہو۔ اور جس پر مجھ کو عمل کرنا ہے۔"

"میری درخواست فقط یہ ہے کہ آپ آج رات سوا نو بجے کے عمل پر فلاں سڑک کے موڑ پر مجھ سے ملیں۔ یہ طریقہ ہر چند عجیب و پُراسرار ہے۔ تاہم اطمینان فرمایئے کہ وہ آپ کی بہتری اور آسائشِ قلب کے لئے سوچا گیا ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ اس سے آپ کی زائل شدہ راحت کی از سرِ نو بحالی ممکن ہو گی۔"

"تمہارا طرزِ کار بے شک عجیب ہے" مارکوئیس نے پُرخیال انداز سے کہا "تاہم جس جگہ تم کہتے ہو میں وقت مقررہ پر ضرور پہنچ جاؤں گا۔ غالباً تم یہ چاہتے ہو کہ اس معاملہ کو پوشیدہ رکھا جائے۔"

"جی ہاں بالکل پوشیدہ۔" میں نے جواب دیا۔ اور نوجوان مارکوئیس کو مزید استفسار کا موقعہ نہ دینے کے خیال سے محل کی طرف چل دیا۔

اب مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ کام جو مجھ کو درپیش تھا بوجہ احسن پورا ہو گیا۔ میری گفتگو نے مارکوئیس کے دل میں مادۂ حیرت تیز کر دیا تھا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ظاہر تھا کہ اسے مجھ پر کامل اعتماد ہے۔ ان حالات سے پایا جاتا تھا کہ وہ ضرور جائے مقررہ پر مجھ سے ملے گا۔ اور میں جہاں اس کو اپنے ساتھ لے جانا چاہوں گا اُسے جانے سے انکار نہ ہوگا۔

ساڑھے آٹھ کے تھوڑی دیر بعد جب رات کی تاریکی چھا گئی۔ تو میں کوٹھی سے نکلا اور مقام مقررہ کی طرف جو وہاں سے تھوڑی دور تھا روانہ ہوا۔ اور مارکوئیس کی آمد کے انتظار میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ اس وقت پہلی مرتبہ خیال آیا کہ میڈموازل یوجینی نے اپنے دلدار کے خیالات میں انقلاب پیدا کرنے کی جو انوکھی تجویز سوچی ہے، وہ کامیاب بھی ہوگی یا نہیں۔ جیسا اس نے بیان کیا تھا وہ اس کے عاشق کے خیالات میں تبدیلی پیدا کر کے اُسے اس محبت کے اور بھی قابل بنانا چاہتی تھی جو اسے اس سے تھی۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کیا اس کوشش میں اسے کامیابی حاصل ہوگی؟ کام اس میں شک نہیں خطروں سے خالی نہ تھا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ نوجوان مارکوئیس کا مزاج بڑا ذکی الحس واقع ہوا ہے۔ اس لئے جہاں ایک طرف ممکن تھا کہ وہ خفیہ انجمن کے لکچراروں کی تقریریں سن کر یوجینی کا ہم خیال بن جائے وہاں یہ بھی غیر ممکن نہ تھا کہ وہ اس ساری کارروائی کو یوجینی کی شان نسوانی سے بعید تصور کرے اور یہ سمجھنے لگے کہ اس قسم کی خفیہ سوسائیٹیوں میں شریک ہونا ایسی خاتونوں کا کام نہیں جن کا تعلق اونچے طبقہ سے ہو اور جن کے لئے اپنی شان منزلت کو برقرار رکھنا ضروری ہو۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ممکن تھا کہ میڈموازل یوجینی کی امید کے برخلاف لکچراروں کی تقریریں مارکوئیس کے دل میں کسی طرح کا جوش پیدا نہ کر سکیں اور اس اثر کی بجائے جس کی یوجینی کو امید تھی اس قسم کا تعصب اس کے دل میں پیدا ہو جائے جو عاشق و معشوق میں بھاری

اختلاف پیدا کرنے کا ذریعہ ہو۔ جس وقت میرے خیالات کی رَو اِن باتوں کی طرف گئی تو وہ جوش جو قبل ازیں میرے سینہ میں پیدا ہوا تھا ہلکا پڑ گیا۔ اور مجھے یہ سوچ کر افسوس ہوا کہ کس لئے میں نے شام الامی کے باغ میں یہ سارے پہلو یوجینی کے روبرو واضح نہ کر دیئے لیکن اب جس وقت تیر کمان سے نکل چکا میرا افسوس بعد از وقت تھا اب تک حالات کی رفتار وہی تھی جس کی امید یوجینی نے ظاہر کی تھی۔ اور میرا کام سردست اس سے زیادہ کچھ نہ تھا کہ اپنا فرض پورا کرتا ہوا، تجویز کی کامیابی کے لئے دست بدعا رہوں۔

عین وقت مقررہ پر نوجوان مارکوئیس مجھ سے آملا۔ اور اب میں نے محسوس کیا کہ اس کو جلسہ گاہ میں لے چلنے سے پیشتر چند الفاظ تمہید کے طور پر اس قسم کے اس سے بیان کر دینے چاہئیں جن سے وہ واقعاتِ آئندہ کے لئے بخوبی تیار ہو جائے۔

"موسیو لا مارکوئیس" میں نے کہنا شروع کیا "قوی امید ہے کہ آپ اس معاملہ میں میری رہبری قبول کرنا منظور کریں گے۔ کیونکہ گو فی الحال آپ کو میرا طرزِ عمل عجیب و پُراسرار معلوم ہوگا۔ تاہم اطمینان فرمایئے کہ اس سے وہ نتیجہ جس کی ضرورت ہے یقینی طور پر حاصل ہو جائے گا۔ یہ بھی خیال نہ فرمایئے کہ واقعات موجودہ کا انجام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے متعلق سارے حالات تو آپ بعد ہی میں بہتر سمجھ سکیں گے۔ فی الحال میں آپ کو ایک ایسے مقام پر لے جانا چاہتا ہوں، جہاں نئے آدمی آپ کے دیکھنے اور نئی باتیں سننے میں آئیں گی لیکن میں درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ آپ سُنیں اس پر بالکل اظہارِ حیرت نہ کریں۔ جو اثر آپ کے دل پر ہو وہ زبان سے ظاہر نہ ہونے پائے۔ بلکہ آپ ایسے طریقہ پر ضبط کر کے چپ چاپ بیٹھے رہیں گویا آپ پہلے سے ان واقعات کے لئے تیار ہو کر آئے بیٹھے ہیں۔"

"جوزف، تمہاری گفتگو عجیب اور اس کے الفاظ عجیب تر ہیں۔" نوجوان مارکوئیس

نے اس طرح بر سنک آمیز لہجہ میں کہا گویا اس معاملہ میں قدم بڑھانے سے پیشتر وہ اس بات پر غور کر چکا تھا کہ اس کا میری تجویز کو قبول کرنا دور اندیشی سے بعید تو نہ ہوگا۔

یہ حالت دیکھ کر میں نے قصداً سرد مہری سے کہا " سرکار والا۔ کیا آپ اپنے خادم کو ایسا نالائق سمجھتے ہیں کہ وہ آپ سے غداری یا بے وفائی کرے گا؟ اگر واقعی آپ کو بدگمانی ہو تو میں درخواست کرتا ہوں کہ اس قصہ کو یہیں پر ختم کر دیجئے۔ گو اس کے ساتھ میں دوبارہ آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ جو تجویز میں نے پیش کی ہے وہ محض آپ کے فائدہ کے لئے ہے میرا ذاتی نفع اس میں کچھ نہیں"

"معاف کرو اگر ایک لحظہ کے لئے مجھ سے تامّل کا اظہار ہوا" بھبو بالڈے نے جو طبعاً فیاض تھا جلدی سے کہا " مجھے تم سے بدگمانی نہیں ہے اور میرے تامّل کی وجہ محض یہ تھی کہ جو تجویز تم نے پیش کی وہ اتنی پر اسرار ہے کہ ہر شخص اس پر عمل کرتے ہوئے ہچکچا سکتا ہے"

"خیر میں اس سلسلہ میں اتنا ہی اور کہنا چاہتا ہوں" میں نے مختصر طور پر کہا " کہ آپ شروع سے آخر تک ہر ایک کام اس طریقہ پر کریں گویا آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہو نہ مجھ سے اور نہ کسی اور سے کوئی سوال پوچھیں۔ نہ چہرہ یا نگاہ سے حیرت کا اظہار کریں اور نہ کسی ایسی حرکت کا ارتکاب جسے خلل اندازی پر محمول کیا جا سکے کیونکہ یہ ساری باتیں ہماری سوچی ہوئی تجویز کے منافی ہیں"

"اچھا تو چلو" بھبو بالڈے نے آخر کار کہا " میں ہر بات میں تمہاری رہبری قبول کرتا ہوں"

میں اسے ساتھ لے کر جلسہ گاہ کی طرف ہو لیا۔ اس سے پہلے شام کو میں ایک بار یادداشت تازہ کرنے کے لئے اس مقام کا پھیرا کر آیا تھا، اس لئے اب وہاں جانے میں کسی دقت کا سامنا نہ ہوا۔ تنگ دروازہ نیم باز تھا۔ میں نے مارکوئیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے آگے بڑھ کر "آزادی" کا خفیہ لفظ کہا اور اس ڈیوڑھی میں جہاں

گھُپ اندھیرا چھایا ہوا تھا داخل ہوا۔

"ٹھیک ہے اندر جاؤ"! ایک آواز دروازہ کے پیچھے سے کہتے سنائی دی، اور مجھے مارکوئیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں کانپتا معلوم ہوا۔

لیکن گو میں نے اس کا ہاتھ دبایا تاہم منہ سے کچھ نہ کہا۔ محض اس طریقہ پر یہ بات اس پر واضح کردی کہ جو ہدایات میں نے پیشتر اس کو دی تھیں اسے ان پر پوری طرح عمل کرنا چاہیئے۔ ہمارے ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی گھنٹی بجنے کی مہین آواز سنائی دی۔ پھر اندرونی دروازہ کھلا۔ اور روشنی نمودار ہوئی۔ لیکن اب کی مرتبہ حسین یوحنی کی بجائے ایک مرد اندرونی پھاٹک کا پہرہ دار تھا جس نے معمولی کاریگر کا لباس پہنا ہوا تھا۔ وہی خفیہ لفظ 'آزادی' اس سے کہہ کر ہم آگے گئے۔ اور اس فراخ کمرہ میں پہنچ گئے جہاں ایک دفعہ پیشتر میں نہایت پُراسرار حالات میں داخل ہوا تھا۔

لیکن آج اس کمرہ کی روشنی مدھم ہونے کی بجائے تیز تھی۔ قریباً پچاس آدمی اس میں جمع تھے اور جس طرح اس پہلے موقعہ پر جب مجھے اتفاقی حالات کے اثر سے اس جگہ آنا پڑا تو میں نے دیکھا تھا آج بھی اس جماعت میں سوسائٹی کے ہر طبقہ اور ہر درجہ کے آدمی موجود تھے۔ دروازہ میں قدم رکھتے ہی بھیوبالڈ چلتا چلتا ٹھہر گیا گو اس کا یہ تامّل فقط ایک لمحہ کے لئے تھا کیونکہ جوں ہی میں نے اس کے چہرہ پر نظر ڈالی تو میری ہدایات اس کو از سر نو یاد آگئیں اور اس نے فوراً اوسان بحال کر لیئے۔ اس کے باوجود معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس جلسہ کی اہمیت کو بخوبی سمجھ چکا ہے کیونکہ جس وقت میں اسے ایک کرسی کی طرف لے جارہا تھا تو اس نے دبی آواز میں مجھ سے کہا۔ "جوزف میرے خیال میں یہ جگہ ایسی نہیں جہاں مجھے آنا چاہیئے تھا۔۔۔ لیکن خیر اب واپسی کا خیال بعد از وقت ہے"۔

"چپ موسیو لامارکوئیس خدا کے لئے چپ رہیئے"۔ اور یہ کہتے ہوئے پھر ایکبار

میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"معلوم ہوتا ہے کوئی بھاری غلطی ہوئی ہے۔" اس نے دبی آواز میں پھر ایک بار کہا۔ "کیونکہ اِس نظارہ کا اُس واقعہ سے جو میرے دل پر اثر انداز ہے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔"

"ٹھہریئے اور صبر کیجئے۔" میں نے اسی طرح دبی آواز سے کہا۔ اور اس کے بعد اس انداز سے دوسری طرف مُنہ پھیر لیا گویا یہ کہنا چاہتا تھا کہ اب اس گفتگو کو یہیں پر ختم کر دینا چاہیئے۔

اس کے بعد بھیو بالڈ شاکر ہو کر بیٹھ گیا۔ اور گو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ شک اور غیر یقینی کی حالت حیرت اور پریشانی سے ملی ہوئی اس کے جی کو اب بھی بے تاب کر رہی ہے۔ تاہم از روئے انصاف مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس موقعہ پر اس نے انتہائی ضبط کا ثبوت دیا۔ اور اس کی حرکت یا نگاہ سے کسی طرح کی پریشانی کا اظہار نہ ہوا۔ دبی ہوئی گفتگو کی مدھم آواز کمرہ کے ہر حصہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ پلیٹ فارم کی جگہ اب تک خالی تھی۔ اور وہ دونوں چھوٹی میزیں جن میں سے ایک کے پاس میری سابقہ آمد پر جلسہ کا سکریٹری بیٹھا تھا اور دوسری پر کسی انسان کی کھوپری رکھی ہوئی تھی وہ دونوں بھی اپنی جگہ سے اُٹھا دی جا چکی تھیں۔ جس وقت میری آنکھوں نے آہستگی کمرہ کے اطراف کا جائزہ لیا تو میں نے دیکھا کہ اس سامنے والی دیوار میں جو ہمارے عین بالمقابل تھی قریباً دو فٹ مربع کی ایک کھڑکی ہے اور اس کے اندر ایک سبز رنگ کا پردہ لٹکا ہوا ہے۔ پھر بھی میں نے دیکھا کہ جس کمرہ کی وہ کھڑکی ہے اس میں لیمپ جل رہا ہے۔ گو اس کی روشنی سبز پردہ کی وجہ سے باہر نہ آتی تھی۔ ایک بار ایسا بھی مجھ کو معلوم ہوا کہ ایک نازک اور لمبی انگلی پردہ کی سیاہ پشت پر واضح طور پر نمودار ہوئی۔ پردہ ایک طرف کو ہٹا اور ایک آنکھ چمکتی ہوئی نظر آئی جس سے میرے دل کو پورا یقین

ہو گیا کہ یہ بھی اسی کمرہ میں چھپی ہوئی کھڑی ہے۔ لیکن اس کے بعد میں نے دیر تک اس کھڑکی کی طرف دیکھتے رہنا پسند نہ کیا۔ کیونکہ ڈر تھا اس صورت میں تھیوبالڈ کی اپنی نظر اس مقام کی طرف جائے گی جس سے ممکن ہے اس کے دل میں کسی طرح کا شبہ پیدا ہو جائے۔

اس کے بعد میں نے آہستگی سے حاضرین جلسہ کی طرف دیکھا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ لاموٹ، اس کا فوجی دوست یا وہ دراز قد آدمی جو ڈوٹل کے واقعہ پر میرا نائب بنا تھا اس جگہ موجود ہے یا نہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ البتہ میری نگاہ ایک اور آدمی کے چہرہ کی طرف گئی جو پہچانا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ گو میں فوراً ہی یاد نہ کر سکا کہ وہ کون ہے اور میں نے اسے کہاں دیکھا تھا۔ دفعتاً اس کمرہ کے حاضرین میں ایک تیز سنسنی پھیلی اور ایسا معلوم ہوا گویا بجلی کی تیز لہر ہر شخص کے بدن میں پھر گئی ہے۔ اب جو نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کمرہ کے دروازہ سے جو پلیٹ فارم کے پس پشت واقع تھا اور سبز پردہ کی کھڑکی جس سے ملحق تھی ایک مرد شریف باہر نکل کر میز کے پاس آیا اور کھڑا ہو گیا۔

اس کا قد پست نہ، بدن چھریرا، چہرہ خوشنما اور انداز و اطوار شریفانہ تھے۔ اس نے گہرے سیاہ رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ بہت چوڑے کالر کا فراخ کوٹ جس کے بٹن سب کے سب بند تھے اور جس سے اس کے بدن کی موزوں ساخت پوری طرح نمایاں ہوتی تھی۔ چہرہ کی رنگت زرد اور انداز فکر آمیز تھے۔ سر کے بال سیاہ اور چہرہ ریش و بروت سے بالکل صاف تھا۔ سب سے تیز اور چمکیلی اس کی آنکھیں تھیں، جن میں جوش کی آگ چھپی ہوئی تھی۔ اس کی عمر مشکل سے تیس سال کے قریب ہو گی۔ تاہم جتنا زیادہ میں نے اس کی صورت اور خط و خال کو دیکھا اتنا ہی یہ یقین میرے دل میں پختہ ہو گیا کہ اس کی زرد پیشانی کے نیچے گہرے خیالات اور سنجیدگی کا ایک عالم چھپا ہوا ہے۔ اس کی آمد پر حاضرین میں جو سنسنی پیدا ہوئی وہ گویا اس تعریف کا ثبوت تھی

جس کا اظہار اہل جلسہ کی طرف سے ہوا۔ کیونکہ اس مجلس میں نہ کوئی شخص زور سے تالیاں بجاتا اور نہ فرش زمین پر پاؤں مارتا تھا۔ تاکہ ایسا نہ ہو اس کی آواز کمرہ کے باہر سُنی جا سکے۔ البتہ جب میری نگاہ حاضرین جلسہ کے چہروں کی طرف گئی تو اثنا میں نے ضرور دیکھا کہ اس شخص کی آمد نے بہت سے آدمیوں میں غیر معمولی جوش پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ بہتوں کے چہرے سُرخ اور نگاہیں تیز دکھائی دیتی تھیں۔ میرے پہلو میں بیٹھا ہوا نوجوان مارکوئیس حیرت سے اس عجیب و غریب نظارہ کو دیکھ رہا تھا۔ اور میں اپنے دل میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ دلچسپی کی یہ پہلی علامت جس کا اظہار اس کی طرف سے ہوا۔ یو جینی کی سوچی ہوئی تجویز کے حق میں فال نیک ہے۔

گہری خاموشی چھا گئی۔ پھر وقفہ خفیف کے بعد اس شخص کی تقریر نے جو پلیٹ فارم پر کھڑا تھا۔ اسے پہلی بار توڑا۔ اس کی آواز بھاری لیکن نرم تھی۔ معلوم ہوتا تھا وہ فن تقریر کا ماہر ہے۔ شروع میں ہلکی آواز سے آغاز کر کے اس نے خود اپنی فصاحت کی بے خبری کے جوش سے اس کو بلند کرنا شروع کیا۔ یعنی اس طرح جیسے ارغنوں باجہ کی دُھن مدھم سے شروع ہو کر تیز ہوتی جاتی ہے۔ اس نے بڑی ہلکی آواز میں ایک ایک جملہ واضح کرتے ہوئے اپنے مضمون کو سلجھانا شروع کیا اور اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے سب سے پہلے ان تکلیفوں کا ذکر کیا جو خلقت کو درپیش تھیں۔ اور بعد ازاں اپنی تقریر کے آخری حصہ میں اس مرض کا درماں پیش کیا۔ حصہ اول میں اس نے بڑے مؤثر طریقہ پر کل سیاسی اور مجلسی خرابیوں کا ذکر کیا۔ اور اس کے بعد جوں جوں اس کی آواز تیز ہوتی اس کا جوش بڑھتا گیا۔ اشارے زوردار ہوتے گئے۔ اور فصاحت کا دریا اس طرح بہنے لگا۔ کہ حاضرین جلسہ میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کی تقریر کے جوش سے متاثر یا اس کی بلاغت کے نشہ سے مدہوش نہ ہوا ہو۔ تاہم میں نے دیکھا کہ جب کبھی وہ اس طریقہ پر حاضرین کے جوش کو حد انتہا تک پہنچاتا اور اس کو معلوم ہو جاتا کہ اب وہ وقت قریب ہے، جب

وہ اس کی فصاحت کی داد دینے کو تالیاں بجانا شروع کریں گے۔ یا ان کی طرف سے اُن حاکموں کے برخلاف جن کی پیدا کردہ بُرائیوں کا اظہار اس کی طرف سے ہوتا تھا، جوش و غصہ ظاہر ہوگا۔ تو وہ فوراً ایک لحظہ کے لئے رُک کر اپنی انگلی ہونٹوں پہ لگا لیتا جس کا اثر فوری اور سحر آمیز ہوتا تھا یعنی حاضرینِ جلسہ میں گہرا سکوت چھا جاتا۔

اس دوران میں گاہ بگاہ میری نظر نوجوان مارکومیس کی طرف جاتی اور میں یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوتا تھا کہ اس تقریر کا کتنا عظیم اثر خود اس پہ ہونے لگا ہے۔ فی الحقیقت یہ اثر اتنا تیز تھا جس کی یہاں آتے ہوئے مجھے بعید تر امید نہ ہو سکتی تھی۔ حالانکہ میری دِلی خواہش یہ تھی کہ ایسا ہو اور یہ جنی کی آرزو بر آئے۔ وہ اس تقریر کے ہر لفظ کو گہری خاموشی کے ساتھ سُنتا۔ اور لغوی طور پر نامورمقرر کے ایک ایک لفظ کو جرعہ شراب کی مانند پیتا چلا جاتا تھا۔ پھر اس کی تقریر کتنی جان گداز، کتنی پُرسوز اور کتنی اعتماد بخش تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے دیکھا کہ لکچرار کے الفاظ سننے کے بعد میرے نوجوان آقا کے خیالات میں بھی انقلاب پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ اس کی ذہنیت کی تبدیلی اس کی نگاہ سے ظاہر ہونی شروع ہوئی۔ اس کا خوشنما چہرہ جو عموماً زرد رہا کرتا تھا اس پہ سُرخی چھا گئی۔ اس کی فکر آمیز آنکھوں سے تیز چمک ظاہر ہونے لگی۔ بارہا جب لکچرار کے کسی فقرہ سے حاضرینِ جلسہ میں جوش کی لہر پھیلتی تو تھیو بالڈ کا نازک بدن بے اختیار تھرانے لگ جاتا۔ اگر کسی موقعہ پہ وہ قوم کی مظلومیت کا اظہار کرتا تو اس کا صدمہ مارکومیس کے دل کو سختی سے محسوس ہوتا۔ اور بارہا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسی وقت اُٹھ کر حالتِ جوش میں یہ کہنے کے لئے تیار ہے، کہ ان مظالم کا انسداد میرا فرض ہے۔ اور مجھے تب تک چین نہ آئے گا جب تک میں ان خرابیوں کا قلع قمع نہ کر لوں گا۔ بہ اوقاتِ مختلف میری نگاہ اس دریچہ کی طرف بھی جاتی تھی۔ جس کے اندر سبز پردہ لٹکا ہوا تھا اور میں نے دیکھا کہ وہ شگاف جس کی راہ سے ایک خفیہ آنکھ ہماری طرف دیکھتی تھی ہر لحظہ چوڑا ہو رہا ہے۔ اور چونکہ تھیو بالڈ کا چہرہ روشنی میں تھا

اس لئے یوجینی کے لئے جو حقیقتاً اس کھڑکی میں پوشیدہ تھی اس کے چہرہ کی ہر ایک تبدیلی کو معلوم کرنا ذرا بھی مشکل نہ تھا۔ آخر کار تقریر ختم ہوئی۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ سے نائڈ لکچرار نے فصاحت و بلاغت کے وہ جوہر دکھائے کہ حاضرین جلسہ میں سے ہر شخص اپنے جی میں عش عش کر اٹھا۔ اس وقت نوجوان مارکوئیس نے میرا بازو زور سے پکڑ کر تیز جھٹکے دار آواز میں کہا۔ "بخدا اس کا ایک ایک لفظ بالکل صحیح ہے!"

"کیا حقیقتاً آپ کا یہ خیال ہے؟" میں نے پرشوق لہجہ میں پوچھا۔ کیونکہ وہ وقت اب قریب تھا جو حسین یوجینی کی قسمت کا فیصلہ کرتا۔

"جوزف" تھیوبالڈ نے ہلکی مگر پُرجوش آواز سے کہا۔ "آج وہ باتیں میرے سینے میں آئی ہیں جن کا پیشتر مجھے خواب میں بھی خیال نہ آسکتا تھا۔ سچ جانو میرے خیالات میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے۔ ایک پردہ سا میری آنکھوں کے آگے پڑا تھا جو آج ہٹ گیا۔ میں اس دنیا کو بالکل ہی نئی روشنی میں دیکھنے لگا ہوں۔ آزادی کے صحیح اصولوں کی تلقین کس خوبی سے کی گئی ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ ہر مرد اور عورت کا یہ فرض ہے ..."

"کیا عورتوں کا بھی؟" میں نے متانت آمیز پوچھا۔

"ہاں ہر ایک محب وطن عورت کا۔" تھیوبالڈ نے پُرجوش لہجہ میں کہا۔ "میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ہر ماں کا فرض ہے وہ اپنے دودھ پیتے بچہ کو ان اصولوں کی تعلیم دے ..."

"بالفرض میڈموازل ڈیلاکور کے خیالات بھی ایسے ہو سکیں؟" میں نے قطع کلام کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"ہونے چاہئیں اور ضرور ہونے پڑیں گے۔" تھیوبالڈ نے جوش سے مٹھیاں کستے ہوئے کہا۔ "کاش وہ آج اس جگہ موجود ہوتی ..."

"دیکھئے وہ ہے۔" میں نے کہا اور یہ کہتے ہوئے مارکوئیس کے بازو کو بڑے زور

سے پکڑ لیا۔ کیونکہ ڈر تھا وہ حالتِ جوش میں اُٹھ کر کھڑا نہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ جس کی اس کو تلاش تھی اب پہلی مرتبہ اس کی نظروں کے سامنے آنے لگی تھی۔

"آہ!" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور اب معلوم ہوا کہ اس نے سارا حال پوری طرح جان لیا ہے یعنی اب اس کو معلوم ہو گیا ہے کہ یوجینی سے میری واقفیت کن حالات میں ہوئی تھی۔ کس لئے اس نے شام الاسی کے باغ میں مجھ کو برادرانہ طریقہ پر سلام کیا تھا اور کیوں وہ ان اسرار کے اظہار سے قاصر تھی جو اس کے جی کو اتنا پریشان کرتے رہے تھے۔

عین اس وقت جب یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے، خوبصورت یوجینی اس دروازہ کی راہ سے جو پلیٹ فارم کے پس پشت واقع تھا، باہر نکل کر پلیٹ فارم پر آ گئی۔ اتنے میں لکچرار اسی راہ سے واپس ہو چکا تھا۔ یوجینی کی آمد پر پھر ایک بار حاضرین میں سنسنی پیدا ہوئی کیونکہ ایک ایسی حسین، ایسی کمسن اور پرجوش خاتون کو حب الوطنی کے اصولوں پر عامل دیکھنا ہر شخص کے سینہ میں جوش کی تیز لہر پیدا کرنے کے لئے کافی تھا۔ وہ بڑی آہستگی کے ساتھ پلیٹ فارم سے اُتری اور کمرہ کے وسط سے گذرتی ہوئی اس مقام کی طرف رُک رُک کر دیکھنے لگی جہاں میں اور مارکوئیس بیٹھے تھے۔ مگر اس حالت میں بھی اطمینان و مسرت کی ہلکی جھلک اس کی نگاہ میں پائی جاتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا اس نے کھڑکی کی راہ سے ان اثرات کو اچھی طرح دیکھ لیا ہے جو خفیہ مجلس کے لکچرار کی پرجوش تقریر سے مارکوئیس پر پیدا ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک اور مقرر پلیٹ فارم پر آ گیا تھا اور اس کی آمد سے جو نئی سنسنی حاضرین میں پیدا ہوئی اس کے جوش میں ارکین مجلس کی نگاہیں عارضی طور پر یوجینی کے چہرہ سے ہٹ گئیں۔ جو اس اثنا میں ہمارے قریب تر آ گئی تھی۔

"موسیو لا مارکوئیس!" میں نے تھیوبالڈ کے کان میں دبی آواز سے کہا۔ "مہربانی سے صبر و سکون قائم رکھئے۔ ایسا نہ ہو آپ کے جوش کا اظہار میڈموازل ڈیلاکور کے لئے باعثِ پریشانی ہو۔"

یہ اشارہ عین وقت پر کیا گیا کیونکہ نوجوان مارکوئیس اتنے ہی میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر خلقت کی پروا نہ کرتے ہوئے یوجنی کو چھاتی سے لپٹانے کے لئے تیار ہو چکا تھا۔ خیر میرے اشارہ سے وہ عین موقعہ پر رُک گیا۔ اتنے میں یوجنی ہمارے پاس آکر رُک گئی اور ایک بار نگاہ ممنونیت سے میری طرف دیکھ کر نوجوان مارکوئیس سے دبی آواز میں باتیں کرنے لگی۔ میں نے اس خیال سے دوسری طرف کو منہ پھیر لیا کہ میری موجودگی نوجوان عشاق کے لئے باعثِ تکلیف نہ ہو۔ اور اب جو میں نے حاضرین جلسہ پر ایک گھومتی ہوئی نظر ڈالی۔ تو میری نگاہ پھر ایک بار اسی آدمی کے چہرہ کی طرف گئی جسے پیشتر میں نے دیکھا تھا، اور جس کے متعلق یہ گمان گذرا تھا کہ اس کی صورت دیکھی اور پہچانی ہوئی ہے۔ گذشتہ ڈیڑھ گھنٹے کے عرصہ میں یعنی جب تک سلسلہ تقریبہ جاری رہا میں اس شخص کی موجودگی کو بالکل فراموش کر چکا تھا۔ لیکن اب جو میری نگاہ دوبارہ اس کی طرف گئی۔ تو ایک پردہ سا دماغ کے آگے سے ہٹ گیا۔ اور مجھے یاد آیا کہ یہ وہی آدمی ہے جسے اس دن صبح کو میں نے لوہار کی دکان پر دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان حالات کی یاد تازہ ہونے سے یہ بھی خیال آیا کہ ایک سپاہی اس وقت اس کے ساتھ تھا۔ اور اس نے کوئی اس قسم کا فقرہ اس سے کہا تھا کہ "آج کی رات یاد رکھنا"۔

ایک عجیب طرح کی بے چینی میرے دل پر مسلّط ہونے لگی۔ کسی آنے والی خرابی کا احساس اور یہ شبہ کہ اس آدمی کی موجودگی کسی کار نیک کے لئے نہیں ہے۔ میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ میری یہ تشویش اس وقت اور زیادہ بڑھی جب میں نے دیکھا کہ وہ میرے چہرہ کو گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ اس کو بھی یاد آگیا ہوگا کہ اس نے مجھے رود بلا پائی کے لوہار کی دکان کے پاس دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس خیال سے جلدی ہی دوسری طرف کو منہ پھیر لیا کہ اُسے میری طرف سے کسی طرح کا شبہ نہ ہونے پائے۔

کوئی ایک منٹ کے بعد میں نے دبی آواز میں میڈموازل یوجنی سے کہا "مہربانی کر کے فوراً اس طرف نہ دیکھئے۔ بلکہ تھوڑی دیر کے بعد ایک سرسری نظر ڈال کر مجھے بتائیے کہ وہ ٹھگنی سانولے رنگ کا آدمی جو کھڑکی کے پاس بیٹھا ہے کیا آپ اس سے واقف ہیں؟"

نوجوان خاتون نے میرے اشارہ پر عمل کر کے بڑی لاپروائی سے کمرہ کے اطراف میں نظر ڈالی۔ اور اس کے بعد شخص مذکور کو دیکھ کر کہنے لگی: "ہاں کریسن اس کا نام ہے۔ اور وہ ایک بہت قابل شہری اور ہماری انجمن کا بڑا پرجوش رکن ہے۔ البتہ اس کا جوش بعض اوقات حدانتہا سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ اور اس طرح کے موقعوں پر وہ کشت و خون کی حمایت کرنے لگتا ہے۔"

"میڈموازل ڈیلاکور" میں نے بدستور دبی آواز سے کہا "اس کے بارے میں میری اپنی رائے کچھ اور ہے۔ میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ کوئی جاسوس اور سرکاری مخبر ہے اور اس وقت اس کی موجودگی خطرہ سے خالی نہیں۔"

"جاسوس!... موسیو کریسن!... نہیں یہ غیر ممکن ہے" یوجنی نے پرسکون لہجہ میں جواب دیا "ہماری انجمن کے سارے اراکین میں سب سے کم شبہہ مجھے اس کے برخلاف ہو سکتا ہے۔"

"اس کے باوجود میں پھر کہتا ہوں وہ جاسوس ہے۔" میں نے پرزور لفظوں میں جواب دیا اور اس کے بعد مختصر طور پر لوہار کی دکان کا واقعہ بیان کیا یعنی کس طرح میں نے اسے ایک وردی پوش سپاہی کے ساتھ دیکھا تھا اور کس طرح دوبارہ اس نے یہ پراسرار جملہ کہا تھا کہ آج کی رات یاد رکھنا۔ پھر اس کے بعد کس طرح اس نے ایک بھاری سا پلندہ لوہار سے وصول کر کے اس کی قیمت ادا کی تھی۔

سارا حال سن کر یوجنی سوچ میں پڑ گئی۔ اس کے بعد پرخیال انداز سے کہنے لگی: "مسٹر

دلمٹ آپ کا خیال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یقیناً یہ آدمی جاسوس ہو گا۔ لیکن اگر ایسا ہے تو پھر ہم میں سے ہر شخص کو لازمی طور پہ گرفت کیا جائے گا؟"

اس بیان سے جو دہشت میرے دل میں پیدا ہو سکتی تھی وہ میڈموازل ڈیلاکور کے حیرت انگیز سکون کو دیکھ کر رُک گئی۔ میں اس کے حیرت انگیز استقلال اور دلیری کو دیکھ کر تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ سرخی کی تیز چمک اس کے رخساروں پہ پائی جاتی تھی گو یہ سرخی غدار کرسین کے برخلاف غصہ کی وجہ سے نہ تھی اور نہ دہشت ہی سے اس کا کوئی تعلق تھا۔ اتنے میں نوجوان مارکوئیس نے جو ہماری دبی گفتگو کو چپ چاپ سنتا رہا تھا آہستہ سے کہا: "خدا کے لئے یوجینی یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی آفت نازل ہو۔"

حسین دوشیزہ نے مارکوئیس کے چہرہ پہ ایک تیز متجسس نظر ڈالی۔ اس کے بعد کہا۔ "پیارے تھیو بالڈ مجھے یقین ہے کہ تم یہ الفاظ میری سلامتی اور حفاظت کے لئے کہہ رہے ہو اور اس کے لئے میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ کیونکہ اگر اس کا تعلق تمہاری اپنی دہشت سے ہوتا تو میں یقیناً تم سے نفرت کرنے پر مجبور ہو جاتی۔ آہ پیارے تھیو بالڈ۔ تم نہیں جانتے کہ آج تمہیں اس جگہ دیکھ کر مجھے کتنی خوشی حاصل ہوئی ہے۔"

مارکوئیس کے رخساروں پر جوش کی سرخی چھا گئی۔ یوجینی کی زبان سے اس قسم کے تعریفی الفاظ سن کر وہ دلی راحت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور میں بڑی دیر تک اس خوبصورت جوڑے کو جسے قدرت نے ایک دوسرے کے لئے بنایا تھا تعریفی نظروں سے دیکھنے میں محو رہا۔ آخر کار میڈموازل ڈیلاکور سے مخاطب ہو کر میں نے پوچھا۔ "فرمایئے اب کیا کرنا ہو گا؟"

"میری رائے میں اب جو کچھ کیا جائے بیکار ہے۔" اس نے سابقہ لاپروائی سے جواب دیا۔ "پولیس کے آدمی ہم میں سے ہر ایک کا جائزہ لے چکے ہیں اور اب یہ ایک یقینی بات

ہے کہ ہمیں آج رات اس جگہ گرفتار کیا جائے یا کل دن کو ہمارے گھروں میں۔ تاہم میں چاہتی ہوں کہ آپ بھیو بالڈ کو ساتھ لے کر رخصت ہو جائیں!"

"اور میں تم کو یہاں چھوڑ دوں۔" مارکوئیس نے حیرت کے ساتھ کہا: "نہیں یوجنی یہ غیر ممکن ہے۔ اگر تم یہاں رہوگی تو میں بھی ہل کر کہیں نہ جاؤں گا!"

اس پر یوجنی نے پھر ایک بار تعریفی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اور عین اس موقعہ پر ہمیں باہر والے کمرہ میں غیر معمولی ہنگامہ کی آوازیں سنائی دیں۔ یکا یک دروازہ جو باہر سے اس طرف کھلتا تھا، نیز وہ جو اس کے بالمقابل پلیٹ فارم کی طرف واقع تھا ایک ساتھ کھلے اور ان دونوں کی راہ سے فوجی سپاہی سنگینیں ہاتھ میں لیئے اور پولیس کے جوان ننگی تلواریں سونتے اندر آگھسے۔

مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایک لحظہ کے عرصہ خفیف کے لیئے میں خود بھی دہشت محسوس کیئے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن جب اس کے بعد میری نگاہ حسین یوجنی اور نوجوان مارکوئیس کی طرف گئی اور میں نے اس ناز و نعم میں پلے ہوئے کمسن جوڑے کو گہرے سکون کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو اپنی کمزوری پر شرم محسوس کیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اتنے میں ہر طرف بھگدڑ مچ گئی تھی۔ خفیہ سوسائٹی کے ممبروں نے ان سپاہیوں کا جو انہیں گرفتار کرنا چاہتے تھے سختی سے مقابلہ کیا۔ بعضوں کو زخم آئے اور تین چار جگہ دھینگا مشتی بھی ہوئی لیکن میں اس مقابلہ کا نتیجہ معلوم نہ کر سکا۔ کیونکہ جن لوگوں کو سب سے پہلے گرفتار کیا گیا ان میں مارکوئیس، یوجنی اور میں خود شامل تھے۔

"خبردار اس خاتون پر کسی طرح کی سختی نہ ہونے پائے!" بھیو بالڈ نے سپاہیوں سے کہا: "بس یہی ایک رعایت ہے جس کی درخواست مارکوئیس ڈی بالن آپ لوگوں سے کرنا چاہتا ہے!" یہ الفاظ اس نے اس طرح کے رعب و وقار کے ساتھ کہے جو شاید اس سے دوگنی عمر کے آدمیوں کے لئے موزوں ہوتے۔

"مارکوئیس ڈی پالن!" سپاہیوں کے افسر نے حیرت آمیز نظروں سے مارکوئیس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ڈیوک ڈی پالن کا بیٹا" تھیوبالڈ نے جواب دیا۔ "اور میں پھر ایکبار کہتا ہوں کہ میرے اس بیان کے بعد جو ادب آپ میرا کرنا چاہتے تھے وہ اس نوجوان خاتون کا کیا جائے۔ جو خود بھی ایک نامی ساہوکار کی بھتیجی ہے"

"موسیو لا مارکوئیس" افسر مذکور نے جواب دیا۔ "اگر آپ اس بات کا وعدہ کریں کہ جس وقت حکام آپ کو طلب کریں گے آپ کو حاضر ہونے سے انکار نہ ہوگا، تو اس صورت میں میں آپ کو اپنے مکان پر واپس جانے کی اجازت دے سکتا ہوں"

"اور کیا یہی رعایت آپ میڈموازل ڈیلاکور سے نہیں کر سکتے؟" تھیوبالڈ نے پوچھا۔

"افسوس نہیں" افسر نے مایوسانہ سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ حقیقتاً جو رعایت میں آپ کے ساتھ کر رہا ہوں وہ بھی..."

"اس عنایت کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں" مارکوئیس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن جو سلوک آپ میڈموازل ڈیلاکور سے کرنا چاہتے ہیں، وہی مجھے منظور ہے"

اس موقعہ پر نوجوان خاتون نے پھر ایک بار تھیوبالڈ پر محبت اور تعریف کی نظر ڈالی۔ اور خود افسر مذکور بھی نوجوان مارکوئیس کی جرأت کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ ایک آخری رحم آمیز نظر یوجینی پر ڈالنے کے بعد اس نے اپنے سر کو دوبارہ مایوسانہ حرکت دی اور اس کے بعد کہا "میں اپنا فرض ادا کرنے پر مجبور ہوں"

اس کے بعد وہ لوگ ہم تینوں کو مکان سے باہر لے آئے۔ بازار میں پہنچکر مارکوئیس نے ان دو سپاہیوں سے پوچھا جن کی حراست میں تھے "آپ لوگ ہمیں کونسے جیلخانہ

میں لے جائیں گے؟ جس کے جواب میں انہوں نے کہا " کوتوالی کی حوالات میں"

اس پر تھیو بالڈ نے درخواست کی کہ مجھے اپنے خرچ پر کرایہ کی گاڑی کا انتظام کرنے کے لیے دیا جائے۔ یہ درخواست منظور کی گئی چنانچہ اسی وقت ایک گاڑی طلب کرکے ہم تینوں اس پر سوار ہوئے۔ سپاہیوں میں سے ایک باہر کوچوان کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا گاڑی کی پشت پر کھڑا ہوگیا۔ راستہ میں مارکوئیس اور یوجینی دونوں نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ ان کی خدمات بجا لاتے ہوئے مجھے بھی مبتلائے مصیبت ہونا پڑا۔ لیکن میں نے یہ کہہ کر ان کا اطمینان کرادیا کہ آپ میری نسبت کسی قسم کی تشویش نہ کریں۔ اور اس کا تو خیال ہی دل سے نکال دیں کہ میں آپ کو اپنی موجودہ حالت کے لئے کسی طرح مطعون کرتا ہوں۔

کوتوالی پہنچکر ہم سب کو الگ الگ کمروں میں پہنچا دیا گیا مگر ایکدوسرے سے جُدا ہونے سے پہلے ہم سب نے سچے جوش رفاقت سے ایکدوسرے سے ہاتھ ملایا۔

باب ۲۰

وسطی جیلخانہ

جس کمرہ میں مجھے رکھا گیا وہ ہر چند سامان آرائش کے لحاظ سے بہت عمدہ نہ تھا تاہم اس میں معمولی آسائش کی سبھی چیزیں موجود تھیں۔ قدرتی طور پر اس کی کھڑکیوں میں جا بجا موٹی آہنی سلاخیں لگی ہوئی تھیں جن کی وجہ سے فرار کا خیال بھی دل میں لانا فضول تھا۔ اس میں شک نہیں میرے لئے یہ ایک بالکل ہی نئی طرح کی مشکل تھی تاہم کوئی خاص خطرہ مجھے اپنے بارے میں لاحق نہ تھا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ ضرورت پیش آنے پر یوجینی اور مارکوئیس دونوں میری نسبت اس قسم کی توضیحات پیش کردیں گے جس سے

بعد میری بریت سہل ہو گی۔ علاوہ بریں غیر ممکن تھا کہ ہم لوگوں پر بغاوت کا الزام عائد کیا جائے کیونکہ جلسہ مذکور میں کوئی خاص تجویز اس قسم کی زیر بحث نہ آئی تھی۔ گو تقریر جوشیلی اور پُر زور تھی۔ بحیثیت مجموعی میرے لئے افسردہ و غمگین ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ بلکہ جس وقت یوجینی اور نوجوان مارکوئیس کی حیرت انگیز دلیری اور استقلال کا خیال آتا تھا تو میرا حوصلہ دہ چند بڑھ جاتا تھا۔ اس کے باوجود گاہ بگاہ جب میرے خیالات کی رَو اینبل کی طرف جاتی اور میں سوچتا کہ اگر اس کو میری موجودہ خطرناک حالت کا علم ہو جائے تو اس کی کیا حالت ہو، تو سینہ سے بے اختیار آہِ سرد نکل جاتی تھی۔ ناظرین کو یہ بتانے کی حاجت نہیں ہے کہ اس رات میں بہت ہی کم سویا۔ کیونکہ ہر ممکن طریقہ پر اپنی ہمت برقرار رکھنے کے باوجود میرے خیالات اتنے پریشان کن تھے کہ ان کی وجہ سے بے فکری کی نیند آنا غیر ممکن تھا۔

صبح کو نو بجے کے عمل پر ایک سپاہی ایک پیالی قہوہ کی، روٹی اور مکھن سمیت میرے لئے لایا جس کے دو گھنٹے بعد مجھے نچلی منزل پر ایک بہت فراخ کمرہ میں پہنچایا گیا۔ جہاں پانچ افسر ایک میز کے گرد بیٹھے تھے۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ ایک ان میں سے وزیر فرانس اور صدر دارالامراء، دوسرا وزیر پولیس، تیسرا مجسٹریٹ اور باقی دو ان کے معتمد تھے جو کارروائی کو حلقۂ تحریر میں لانے کے لئے بیٹھے تھے۔ میں بڑے ادب لیکن استقلال کے ساتھ میز کی طرف بڑھا۔ جس کے بعد صاحب مجسٹریٹ نے یہ معلوم کر کے کہ میں فرانسیسی اچھی طرح بول اور سمجھ نہیں سکتا، مجھ سے کہا کہ اگر تم اپنا بیان انگریزی میں دینا چاہتے ہو تو معتمدوں میں سے ایک نوجوان کا فرض ادا کر سکتا ہے۔ مجھے اس رعایت سے فائدہ حاصل کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ جس کے بعد میرا بیان لکھا جانا شروع ہوا۔ لیکن یہاں فقط اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے میرا نام، پتہ اور عمر دریافت کی گئی اور اس کے بعد کہا گیا کہ

تم چونکہ ایک خفیہ سوسائٹی کے جلسہ میں جو باغیانہ اغراض کے لئے منعقد ہوا تھا موجود پائے گئے تھے اس لئے اگر تم کوئی بیان اس بارے میں دینا چاہتے ہو تو ہم لسے قلمبند کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں نے ادب کے ساتھ پوچھا۔ "کیا گرفتار شدگان میں سے کسی اور نے میرا نام لیا ہے؟" یہ اس لئے کہ میں نے سوچا اگر مارکوئیس ڈی پالین اور یوجینی نے اس وقت تک میرے متعلق کوئی بیان نہیں دیا تو میں بھی اس قسم کی کوئی بات ظاہر نہ کرونگا جس سے ان کے عشق و محبت کے راز پر روشنی پڑ سکے یا اُن حالات کا ذکر آنے پائے جن میں مجھ کو شریک جلسہ ہونا پڑا تھا۔ جواب میں مجھے بتایا گیا کہ جن شخصوں کے بیانات اس سے پہلے ہوئے ہیں ان میں سے کسی نے اس وقت تک کوئی بات تمہاری نسبت بیان نہیں کی اور اس سے ضمناً یہ خیال بھی میرے دل میں پیدا ہوا کہ اس وقت تک یوجینی اور مارکوئیس کا بیان قلمبند ہی نہیں ہوا۔ اس دریافت کے بعد میں نے اراکین مسند سے بیان کیا کہ سردست میں اس بارے میں کوئی بیان دینا نہیں چاہتا۔ لیکن اس کے بعد ایک ایسا اچنبھا ظہور میں آیا جس کا مجھے خواب میں بھی خیال نہ آسکتا تھا۔ یعنی مجھے بتایا گیا کہ تم پر نہ صرف بغاوت کا الزام عائد ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جس جلسہ میں تم شریک ہوئے اس کا مقصد بادشاہ سلامت کو قتل کرنا اور حکومت کو تہ و بالا کرکے جمہوریت قائم کرنا تھا۔ چنانچہ اس معتمد نے جو ترجمان کا فرض ادا کر رہا تھا ایک چھوٹی سی میز کی طرف اشارہ کیا جس پر متعدد پستول اور بارود کی شیشیاں رکھی تھیں ساتھ ہی اس نے کہا کہ یہ سب چیزیں شب گذشتہ کو صدر جلسہ کی میز کے نیچے رکھی ہوئی پائی گئی تھیں۔ میں اس حیرت انگیز الزام کو سُن کر اس قدر حیران و ششدر رہا کہ بڑی دیر تک کوئی لفظ میرے منہ سے نکل سکا۔ لیکن بعد ازاں جب رفتہ رفتہ میں ضبط قائم کرکے سارے حالات پر غور کرنے کے قابل ہوا تو ایک نیا خیال میرے دل میں پیدا ہونے لگا، اور میں نے بے تابانہ کہا: "آہ غدار کرلیسن!"

"تمہیں اس کو غدار کہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے" معتمد مذکور نے کڑی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "وہ بادشاہ سلامت کی وفادار رعیت ہے۔ لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم جو ایک غیر ملکی نوجوان ہو اور ہماری قوم کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تم نے اس خوفناک سازش میں کس لئے حصہ لیا تھا؟"

"میں اس الزام سے بالکل بے قصور ہوں جو آپ مجھ پر عائد کرتے ہیں" میں نے کسی قدر جوش کے ساتھ جواب دیا "میرے خواب میں بھی یہ خیال نہ آسکتا تھا کہ میں کسی کے قتل کی سازش میں حصہ لوں۔ اور اب مہربانی سے اصل حقیقت سنئے۔ یہ ہتھیار اور وہ بارود جو اس کے پہلو میں رکھا ہوا ہے یہ سب چیزیں اراکین جلسہ نے اس جگہ چھپا کر نہ رکھی تھیں بلکہ ان کو وہاں لے جانے والا وہی ناہنجار کریسن تھا جس کی آپ حمایت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ٹھہریئے میں ان چیزوں کو ایک نظر دیکھ لوں۔" اور یہ کہہ کر میں نے میز کے پاس جاکر ایک پستول اور ایک شیشی ہاتھ میں لے لی اور انہیں دیکھنے کے بعد کہا "میرا خیال صحیح نکلا۔ اس پستول اور اس شیشی پر روڈیلا پائی کے لوہار کا نام دلج ہے۔"

اب ان لوگوں کے حیرت زدہ ہونے کی باری تھی۔ چنانچہ مجھ سے پوچھا گیا، کہ تم کس بنا پر اتنا سنگین الزام کریسن پر عائد کرتے ہو۔ میں نے سارا واقعہ جس طرح پیش آیا تھا من وعن بیان کیا۔ اور جب میرے الفاظ کو ترجمان نے اراکین مسند کے روبرو دُہرایا تو وہ لوگ بڑی دیر تک کاناپھسکی کرتے رہے اس کے تھوڑی دیر بعد پھر مجھے میری کوٹھڑی میں پہنچا دیا گیا۔ اور میں عالم تنہائی میں اس واقعہ پر غور کرنے لگا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ میرے بیان سے اراکین عدالت کو سخت حیرت ہوئی ہے اور اگر انصاف کوئی چیز ہے تو یقیناً یہ انکشاف فائدہ مند اثرات سے خالی ثابت نہ ہوگا۔

ایک عرصہ کے بعد میرے کمرہ کا دروازہ کھلا اور ڈیوک ڈی پالن ایک سن رسیدہ مرد شریف کے ہمراہ جس نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا داخل ہوا۔ معلوم ہوا کہ ڈیوک

پاس والے کمرہ میں اپنے بیٹے سے مل کر آیا ہے اور اس ملاقات کا اس کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ پہلے وہ مجھ پر خفا ہونے لگا۔ یعنی اس نے کہا کہ محض تمہاری وجہ سے مارکوئیس کو اس پریشانی میں مبتلا ہونا پڑا ہے۔ لیکن بعد ازاں مرد سیاہ پوش نے جو کوئی بیرسٹر ثابت ہوا اس کے کان میں کچھ کہا اور ڈیوک فوراً نرم ہو کر بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگا "آہ۔ یہ بے شک صحیح ہے۔ بھیو بالڈ نے مجھے اس بارے میں بہت تاکید کی تھی، کہ میں تم سے سخت کلامی نہ کروں۔ فی الحقیقت اس نے سارا حال بیان کرتے ہوئے یہ بات زور دے کر واضح کر دی تھی کہ جو کچھ تم نے کیا وہ اس کی اور اس بے حیا لڑکی میڈموازل ڈیلاکور کی خدمت گذاری کے لئے تھا۔"

"موسیو لا ڈیوک معاف کیجئے" میں نے ادب آمیز فہمائش کے لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "میڈموازل ڈیلاکور ایک نہایت شریف خاتون ہے اور آپ کو اس کی نسبت اس طرح کے سخت الفاظ استعمال نہ کرنے چاہئیں۔"

"میں تو کہتا ہوں اس دن پر لعنت ہو جب وہ بار اوّل بھیو بالڈ سے ملی۔" ڈیوک نے پر جوش لہجہ میں کہا۔ "افسوس جوزف تم ان خطرات سے ناواقف ہو جو مارکوئیس کو در پیش ہیں۔ بدنصیب لڑکے شاید تم کو معلوم نہیں کہ یہ خفیہ سازشیں اس حد انتہا تک پہنچ گئی ہیں کہ اب بادشاہ سلامت اور ان کے وزراء کا ارادہ ایسی عبرتناک سزائیں دینے کا ہے جن سے دنیا دہل جائے گی۔ کٹے ہوئے سر مقتل میں جا بجا لڑھکتے نظر آئیں گے۔ اور لاتعداد شخصوں کو زنجیر بند کر کے عمر بھر کی مشقت کے لئے گیلی جہازوں پر بھیجدیا جائے گا۔ اپنے عزیز بیٹے کے متعلق میں حقیقتاً دست بہ دعا ہوں کہ اس مشقت کے بدلے اس کو سزائے موت دے دی جائے تو بہتر ہے۔" اتنا کہہ کر ڈیوک بے حال ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا کر سسکیاں لے لے کر رونے لگا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل پر گہرا اثر ہوا۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ ہر طرح کی کمزوریوں کے باوجود اسے اپنی اولاد سے بہت گہری محبت ہے۔ اور اگر واقعی کسی طرح کی سخت سزا اس کے بیٹے تھیو بالڈ کو دی گئی جس کی ذات پر اُسے بے حد فخر تھا تو یہ صدمہ اس کے لئے ناقابل برداشت ثابت ہوگا۔

"لیکن موسیو لا ڈیوک" میں نے اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "یہ غیر ممکن ہے کہ اُن حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جن میں موسیو لا مارکوئیس اس جلسہ میں تشریف لے گئے تھے ..."

"افسوس وہ حالات اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے" ڈیوک نے غم و غصہ کے پُرجوش لہجہ میں کہا۔ "کیونکہ جاسوس کرسین نے اپنے بیان میں یہ لکھوایا ہے کہ مختلف تقریروں کا جو اثر مارکوئیس کے چہرہ پر نمودار ہوا اس سے صاف پایا جاتا تھا کہ اسے انجمن کے مقاصد سے ہمدردی ہے۔ اس کے علاوہ گو تم کو معلوم نہیں تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ میں بادشاہ کے منظور نظر شخصوں میں سے نہیں ہوں۔ میرا تعلق روسا کے اس طبقہ سے ہے جو خاندان بوربن کا حامی تھا اور جسے موجودہ خاندان شاہی سے کوئی ہمدردی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بادشاہ وقت کو ہم سب سے بڑی نفرت ہے اور موقعہ حاصل ہونے پر اُسے کوئی ایسا وار کرنے سے دریغ نہ ہوگا جس سے وہ بعض نہایت قدیم اور مغرور خاندانوں کو بھاری زک پہنچا سکے۔ اس کے باوجود جو کچھ کرنا ممکن ہے ضرور کیا جائے گا۔ یہ صاحب اس ملک کے ایک نامور بیرسٹر ہیں، اور میں نے اِن کی خدمات اپنے بیٹے کی اور خود تمہاری صفائی کے لئے حاصل کی ہیں، جس سے تم یہ بھی دیکھ سکتے ہو کہ میں نے اس مصیبت میں تم سے پہلو تہی نہیں کی۔"

یہ کہتے ہوئے ڈیوک نے پُرمعنیٰ انداز سے میری طرف دیکھا گویا زبان حال سے کہنا چاہتا تھا کہ تم نے چونکہ بیگم کے لکھے ہوئے مسودہ کے متعلق سب اسرار کو

پوشیدہ رکھا اور میڈموازل لگنی کے بارے میں میرے احکام کی ہمیشہ تعمیل کی۔ اس لئے میں اس ذریعہ سے اپنی شکر گذاری کا ثبوت مہیا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور جو سوالات ہیر سٹر مجھ سے پوچھنے تھے ان کا جواب دینے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ دوران گفتگو میں معلوم ہوا کہ وہ دونوں یعنی ڈیوک اور ہیر سٹر اس سے پہلے مارکوئیس سے ملاقات کر چکے تھے اور اس کی زبانی ان کو وہ سارے حالات معلوم ہو گئے تھے جن میں مارکوئیس ڈی پالن شریک جلسہ ہوا۔ پھر اس کے علاوہ کریسین کی غداری کے معاملہ میں بھی بعض حالات ان کو مارکوئیس کی زبانی معلوم ہو چکے تھے اور اب وہ اس معاملہ کے بارے میں مجھ سے مزید استفسارات کرنا چاہتے تھے۔ میں حالاتِ مطلوبہ بیان کرنے کو تیار تھا اور ہیر سٹر ڈیوک کو ترجمان بنا کر میرا بیان قلمبند کرنے کو سامانِ نوشت تیار کئے بیٹھا تھا کہ ناگاہ کمرہ کا دروازہ بڑے زور کے ساتھ کھلا اور وزیر پولیس دو شخصوں کو ساتھ لئے داخل ہوا۔ اس نے آتے ہی بیان کیا کہ تم کو اس مقام سے دوسری جگہ لے جایا جائے گا۔ اس پر ڈیوک اور ہیر سٹر نے اصرار کیا کہ آپ تھوڑی دیر صبر کریں تاکہ اس ملاقات کی تکمیل ہو جائے۔ مگر وزیر نے صاف انکار کیا بلکہ مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ اس نے ڈیوک ڈی پالن کے اعلیٰ مرتبہ کا بھی کوئی خیال نہ کر کے اس کے ساتھ بہت روکھا برتاؤ کیا۔ آخر کار ہیر سٹر نے اس سے پوچھا کہ آپ اس نوجوان کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں مگر انسر مذکور نے ہر قسم کے سوالات کا جواب دینے سے صاف انکار کر دیا۔ دونوں سپاہیوں نے آگے بڑھ کر مجھے گرفتار کیا۔ اور کمرہ سے باہر لے آئے صحن میں ایک بند گاڑی کھڑی تھی مجھے اس میں بٹھا کر دونوں سپاہی میرے دونوں طرف بیٹھ گئے اور کھڑکیاں بند کر لیں۔ معلوم ہوتا ہے کوچبان کو ضروری ہدایا پہلے سے دے دی گئی تھیں کیونکہ کھڑکیوں کے بند ہوتے ہی گاڑی ایک طرف کو چلنے لگی۔

لیکن ہمارا سفر نہایت مختصر ثابت ہوا یعنی چند منٹ کے عرصہ میں گاڑی کسی مقام پر پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ اور میں دونوں سپاہیوں کی حراست میں نیچے اترا۔ اس وقت پہلی مرتبہ معلوم

ہوا کہ وہ لوگ مجھے صدر جیلخانہ میں لے آئے ہیں جس کی خوفناک عمارت جو دریائے سین کے ساحل پر واقع ہے میں نے اس سے پہلے بارہا دیکھی تھی۔ اتنے میں جیلخانہ کا بھاری پھاٹک کھلا، اور دونوں سپاہی مجھے اس کی فراخ ڈیوڑھی میں لے گئے جہاں ایک چوڑی پتھر کی میز پر سامانِ نوشت رکھا تھا۔ اتنے میں ایک پہرہ دار بھی آگیا۔ جو میرے محافظ سپاہیوں میں سے ایک نے سرکاری دستاویز جو شاید میری حوالگی کا وارنٹ تھا پہرہ دار کو پیش کی۔ اس نے اس پر دستخط کر کے وہ کاغذ واپس دے دیا اور دونوں سپاہی رخصت ہو گئے۔ اس پہرہ دار کی معیت میں میں ایک تاریک سنگی زینہ کی راہ سے اوپر کی طرف چلا جہاں مجھے بتایا گیا تھا کہ مجھے اپنے زمانۂ حراست میں رہنا ہوگا۔ کمرہ کافی طور پر آراستہ تھا مگر مجھے پہرہ دار کی زبانی معلوم ہوا کہ جتنا سامان اس کے اندر ہے وہ سب اس کا ذاتی ہے۔ اس نے بیان کیا کہ تم اگر چاہو تو یہ سامان اسی طرح تمہارے استعمال کے لئے رکھا رہے گا جس صورت میں تمہیں چند فرانک ہفتہ وار بطور کرایہ ادا کرنے پڑیں گے۔ مگر اس میں مجبوری کچھ نہیں۔ اور اگر تم اس سامان کو رکھنا نہ چاہو تو صرف اس قسم کی چیزیں جن کی قواعد جیلخانہ کی رو سے اجازت ہے اس جگہ رکھ دی جائیں گی۔ جواب میں میں نے کہا کہ میں ان چیزوں کو بدستور رکھنا چاہتا ہوں لیکن بڑی مشکل یہ ہے کہ میرے پاس ان کا کرایہ ادا کرنے کے لئے روپیہ موجود نہیں۔ اگرچہ گھر پر میرے بکس میں کافی روپیہ دکھا ہے۔ اس پر پہرہ دار نے جواب دیا کہ آپ کو اپنے استعمال کے لئے صاف کپڑے بھی تو درکار ہوں گے اور ممکن ہے بعض اور چیزوں کی بھی ضرورت پڑے۔ پس تم اگر ایک باقاعدہ رقعہ لکھ دو تو میں یہاں سے آدمی بھیجکر ڈیوک ڈی پالن کے مکان سے تمہارا صندوق منگا سکتا ہوں۔ میں اس کے لئے بخوشی آمادہ ہو گیا کیونکہ جیلخانہ میں رہتے ہوئے میں سامانِ آسائش سے محروم ہونا نہ چاہتا تھا۔ اسی سہ پہر کو میرا صندوق میرے کمرہ میں پہنچا دیا گیا۔

اب پہرہ دار نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے لئے کھانے کا کیا انتظام ہو؟ اگر تم چاہو تو جیل کی معمولی خوراک ملتی رہے گی۔ اگر اچھے کھانے کا شوق ہو تو پھر کسی دکاندار سے اس کا

انتظام کر دیا جائے گا۔ میں نے جواب دینے سے پیشتر یہ ضروری سمجھا کہ میرے پاس جو نقدی ہے وہ کتنا عرصہ کام دے سکے گی۔ کیونکہ میں اخراجات کو اپنی آمدنی کے حسب حال بنانا چاہتا تھا۔ پس میں نے پہرہ دار سے دریافت کیا کہ تمہاری رائے میں مجھے کب تک اس جیلخانہ میں رہنا پڑے گا؟ اس نے سوچ کر جواب دیا کہ میں گو اس کے متعلق کوئی فیصلہ کن رائے ظاہر نہیں کر سکتا۔ تاہم میرا خیال ہے کہ تمہیں ایک ڈیڑھ مہینہ ضرور لگ جائے گا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد آخری فیصلہ جو میں نے کیا۔ یہی تھا کہ کھانا باہر سے منگوانا شروع کیا جائے۔ کیونکہ میرے پاس اخراجات کے لئے کافی زر نقد موجود تھا۔ پہرے دار میرے اس فیصلہ کو سن کر بظاہر خوش ہوا اور اس سے میں یہ نتیجہ نکالے بغیر نہ رہ سکا کہ یا تو اس کا اس دکان سے جہاں سے میرے لئے کھانا آنا تھا کسی طرح کا مالکانہ تعلق ہوگا۔ یا اس نے اس کے مالک سے کوئی کمیشن ٹھہرا رکھی ہوگی۔ یہ سوچ کر کہ وہ اس جیلخانہ میں میری موجودگی کو اپنے لئے نفع بخش تصور کر کے باتیں کرنے کے لئے آمادہ ہے۔ نیز اس لئے کہ میں فرانسیسی زبان میں شُد بُد رکھنے کی وجہ سے سرسری گفتگو کر سکتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا "کیا تم کو معلوم ہے کہ مجھے دفعتاً کوتوالی کی حوالات سے اس جگہ لے آنے میں کیا مصلحت تھی؟" میرا سوال سنتے ہی اس نے آنکھیں پھیر لیں اور اپنے چہرہ پر گہری سنجیدگی کے آثار پیدا کر کے کہنے لگا "یہ ایک راز ہے" میں نے جب اس راز کی توضیح کے لئے اصرار کیا اور اس کو بتایا کہ میں اس کیفیت کو کسی اور کے روبرو ظاہر نہ کروں گا۔ محض اس لئے دریافت کرتا ہوں کہ مجھے اپنی صحیح حالت کا پوری طرح علم ہو جائے تو آخر کار اس نے جواب دیا کہ تم کو یہاں اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس دوران میں کوئی شخص تم سے نہ ملے۔ نہ تمہاری حالت کا کسی کو علم ہو۔ فی الحقیقت اس نے بیان کیا کہ اگر تم کوئی خط بھی لکھنا چاہو تو فقط حکام بالا کے نام لکھ سکتے ہو۔ کسی اور کے نام نہیں۔ اور دوستوں اور رشتہ داروں کے نام تو کسی حالت میں بھی نہیں۔ یہ سن کر میرے دل کو بھاری صدمہ ہوا اور غصہ بھی آنے لگا۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا "کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے وکیل یا بیرسٹر

کو بھی میرے پاس نہ آنے دیا جائے گا؟ اور کیا وقت مقررہ پر جب مقدمہ کی پیشی ہو گی، تو مجھے اپنی صفائی کے لئے تیاری کا موقعہ دیئے بغیر دفعتاً عدالت کے روبرو حاضر کیا جائے گا"

پہرہ دار تھوڑی دیر خاموش رہا اس کے بعد بولا "میں اس بارے میں زیادہ حالات بیان نہیں کر سکتا۔ مختصر یہ کہ تم ہر طرح مطمئن رہو۔ سب کام بہتر ہو جائے گا"

اس کے چلے جانے کے بعد میں نے سب سے پہلے اپنا بکس کھولا۔ اور اس کے ساتھ ہی پہلی مرتبہ یہ خیال دل میں پیدا ہوا کہ ممکن ہے ڈیوک نے کسی قسم کا رقعہ اس کے اندر داخل کر دیا ہو۔ تاکہ ہمیں اس ذریعے سے تبادلۂ خیالات کا موقعہ مل سکے۔ لیکن آپ میری حیرت اور پریشانی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب صندوق کو کھول کر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ سارا سامان تہ و بالا تھا اور کوئی چیز اس حالت میں رکھی ہوئی نظر نہ آتی تھی جس حالت میں خود میں نے اس میں رکھی تھی۔ اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہوا کہ حکام جیلخانہ نے صندوق کو میرے پاس پہنچانے سے پہلے اسے کھلوا کر اچھی طرح دیکھ لیا اور اس بارے میں اپنا اطمینان کر لیا ہے کہ اس میں کوئی خط یا اور ایسی چیز جس کی قواعد جیلخانہ اجازت نہ دیتے ہوں، بند تو نہیں ہے اس کے باوجود جب میں نے اپنے سامان کی جانچ کی تو معلوم ہوا کہ ہر ایک چیز موجود تھی۔ یعنی میرے ذاتی سامان کی کوئی چیز نکالی نہ گئی تھی۔ روپیہ گنا تو وہ بھی درست نکلا۔ میرے کپڑے بھی کاغذات اور کتابیں حتیٰ کہ سامانِ نوشت بھی صندوق کے اندر بدستور رکھا ہوا تھا۔

اور اب میں سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے چند الفاظ اپنے کمرہ کے بارے میں لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ بہت کشادہ اور فراخ تھا اور گو اس کی دیواریں بہت موٹی تھیں تاہم اس کے اندر ہوا کی آمد و رفت کافی ہوتی تھی۔ کیونکہ کمرہ کی ایک کھڑکی دریائے سین کی طرف واقع تھی اور جب اسے کھولا جائے تو دریا کے پانی میں بھیگی ہوئی سرد ہوا کے جھونکے بخوبی آنے لگتے تھے۔ بدقسمتی سے یہ کھڑکی بہت زیادہ اونچائی پر اس طرح بنی ہوئی تھی کہ میرے لئے اس کی راہ سے باہر کی طرف دیکھنا غیر ممکن تھا۔ اس کے علاوہ حفاظت

کے خیال سے اس میں لوہے کی مضبوط سلاخیں لگا دی گئی تھیں۔ پس زیادہ سے زیادہ جو چیز مجھے نظر آتی تھی وہ دریا کے دوسری جانب بنے ہوئے مکانوں کی چھتیں یا ان کے دودکش۔ کمرہ کی دیواریں اتنی موٹی تھیں کہ میں اگر اس کھڑکی سے اپنا بازو نکالنے کی کوشش کرتا تو میری انگلیوں کے سرے بمشکل کھڑکی کے شیشہ کو چھو سکتے تھے۔ البتہ اسے کھولنے اور بند کرنے کے لئے دو رسیاں اس میں بندھی ہوئی تھیں۔ اور ان کی مدد سے حسب منشا اس کو کھولا یا بند کیا جا سکتا تھا۔ جس وقت میں کمرہ کے اندر کھڑا ہوا اس کی کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا تو یہ خیال معاً دل میں پیدا ہوا کہ یہ دیوار چونکہ دریائے سین کے ساحل پر بنی ہوئی ہے اور اس ساحل پر صبح و شام بہت سے لوگ سیر کے لئے آتے جاتے ہیں اس لئے اگر میں کسی پرزہ کاغذ پر رقعہ لکھ کر اسے گول مول کر کے اس کھڑکی کی راہ سے باہر پھینک دوں تو ممکن ہے وہ کسی راہ رَو کے ہاتھ آ جائے اور وہ اس کو اس شخص کے پاس پہنچا دے جس کا نام اس پر درج ہو لیکن اس میں ایک قباحت ضرور تھی، یعنی ممکن تھا کسی آدمی کی نظر اس خط پر پڑے یا نہ پڑے، کوئی اسے اٹھائے یا نہ اٹھائے اور اٹھانے کے بعد اس کو منزلِ مقصود پر پہنچانا منظور کرے یا نہ کرے۔ انہی فکروں میں کھڑا تھا کہ ایک اور خیال دل میں پیدا ہوا۔ یعنی خیال آیا کہ حکام جیلخانہ یقیناً اتنے غافل نہ ہوں گے کہ قیدیوں کو خط و کتابت جاری رکھنے کا اس قدر سہل موقعہ دے دیں۔ لازمی طور پر انہوں نے کوئی انسدادی ترکیب پہلے سے اختیار کر رکھی ہو گی۔ اور اس وقت دفعتاً یہ بھی یاد آیا کہ میں جب پیرس کی سڑکوں کی سیر کرتا ایک دو بار اس مقام سے گذرا تو میں نے دیکھا تھا کہ ایک پہرہ دار ہمیشہ جیل کی دیوار کے باہر متعین رہتا تھا اس آزادانہ سیر و سیاحت کے دنوں میں یہ خیال بھولے سے بھی میرے دل میں پیدا نہ ہوا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب مجھے اس بھیانک عمارت کی چار دیواری کے اندر ایک قیدی کی مانند رہنا پڑے گا۔

جیسا کہ پیشتر لکھا گیا ہے میرے کمرہ کا سامان ہر لحاظ سے کافی آرام دہ تھا سب چیزیں نفیس اور صاف ستھری۔ گو یا اس جگہ رہتے ہوئے اپنی آزادی سلب ہونے کے سوا مجھے حقیقی معنوں میں کوئی تکلیف نہ تھی۔ لیکن آزادی کا کھو یا جانا بجائے خود ایسی مصیبت ہے کہ کوئی دنیاوی نعمت جس کی تلافی نہیں کر سکتی۔ پہرہ دار نے مجھے بتایا تھا کہ ہر روز دو گھنٹے کے لئے اس وقت تم کو جیل خانہ کے صحن میں چہل قدمی کی اجازت ہو گی جب دوسرے قیدی اپنی اپنی کوٹھڑیوں میں بند ہوں۔ ایک اور نہایت ناخوشگوار بات یہ بھی اس کی زبانی معلوم ہوئی تھی کہ بعض کھڑکیاں جو صحن کی طرف کھلتی تھیں اور جن میں نہایت مضبوط آہنی سلاخیں لگی ہوئی تھیں وہ دراصل ان کمروں کی ہیں۔ جن میں ان بدنصیب قیدیوں کو رکھا جاتا ہے جن کے لئے سزائے موت تجویز ہو چکی ہو۔ چنانچہ اس طرح سے بدنصیب قیدیوں کو ان کی ہلاکت سے چند دن پہلے ان مختلف جیل خانوں سے جن میں وہ پہلے قید ہوں اس جگہ لا کر رکھا جاتا تھا۔ اس خبر کو پا کر میرے بدن میں بے اختیار سردی کی لہر پھر گئی۔ میں نے چھپی نظروں سے ان کھڑکیوں کی طرف دیکھا اور اپنے دل میں اس بات کا پختہ عہد کر لیا کہ جب کبھی مجھے معلوم ہو گا کہ ان کوٹھڑیوں میں کوئی قیدی بند ہے تو ہرگز ہرگز سیر کرنے کے لئے جیل خانہ کے صحن میں نہ نکلوں گا۔

اس جگہ رہتے ہوئے مجھ پر نوشت و خواند کے متعلق کسی طرح کی پابندی عائد نہ کی گئی تھی۔ گو پہرہ دار نے صاف لفظوں میں بتا دیا تھا کہ اس چار دیواری کے باہر کسی آدمی سے خط و کتابت کرنا فضول ہو گا۔ چنانچہ اس کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے۔ جو میرے کمرہ میں اونچی بنی ہوئی تھی اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس دیوار کے نیچے کوئی نہ کوئی پہرہ دار ہر وقت دن رات موجود رہتا ہے۔ اس طرح اس اندیشہ کی جو پہلے ہی میرے دل میں پیدا ہوا تھا مزید تصدیق ہو گئی۔ اور جب اس کے بعد پہرہ دار نے مجھے بتایا کہ جو کسی کا سلوک فی الحال تم سے ہوتا ہے اس کا جاری رہنا یا بند کر دیا جانا تمہارے

لبِ طرزِ عمل پر منحصر ہے۔ تو میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ اس کھڑکی کی راہ سے رقعہ پھینکنے کی بے سود کوشش ہرگز ہرگز نہ کروں گا۔ لیکن چونکہ مجھے ان شخصوں کا خیال تھا جن کو میرے ساتھ خفیہ انجمن کے جلسہ سے گرفتار کیا گیا تھا۔ نیز اس بات کا علم تھا کہ وہ اسلحہ اور بارود جو جلسہ گاہ میں چھپے ہوئے پائے گئے غدار ریس کی ناپاک کوشش کا نتیجہ تھے۔ اس لئے صدر جیلخانہ میں اپنی آمد کے دوسرے دن میں پہرہ دار سے یہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا کہ کیا مجھے اخبارات پڑھنے کی بھی اجازت ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق اس کا جواب فیصلہ کن انکار تھا۔ جس سے میں اس رنجدہ نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہوا کہ فی الحال جس طرح میں دنیا کے لئے مر چکا ہوں اسی طرح مجھ کو بھی دنیاوی معاملات سے بے خبر اور لاعلم رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اپنی حراست کے پہلے تین چار دن میرے وقت کا بڑا حصہ مطالعۂ کتب میں صرف ہوا۔۔۔ لیکن ایک تو میرے پاس کتابوں کی تعداد محدود تھی دوسرے میں ان سب کو اس سے پہلے بارہا پڑھ چکا تھا۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض کے متفرق حصے مجھے ازبر یاد تھے۔ پس میرے لئے دل بہلاؤ کا یہ سامان جلدی ہی ناکافی ثابت ہونے لگا۔ اور اس کے بعد دفعتاً ایک نیا خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ یعنی اپنی سرگذشت لکھنے کا۔ اس خیال کے آتے ہی میرے دل میں خوشی کی لہر پیدا ہوئی۔ کیونکہ یہ کافی لمبا کام تھا۔ اور میں اپنے اوقاتِ حراست کو اس طرح فائدہ مند طریقہ پر صرف کر سکتا تھا۔ خیال کے پیدا ہوتے ہی میں نے اپنے حالاتِ زندگی کو قلمبند کرنا شروع کر دیا۔ اور اس طرح پیارے ناظرین میری اس سرگذشت کا بیشتر حصہ جو بصورت موجودہ آپ کے ہاتھ میں ہے فرانس کے صدر جیلخانہ کی چار دیواری میں ہی لکھا گیا تھا۔

لیکن جیل خانہ کے حالات اور اس کے متعلقہ امور کی اس لمبی چوڑی تفصیل سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ میرے خیالات اسی ایک مضمون پر لگے ہوئے تھے۔ نہیں۔ ایسا بالکل نہ تھا کیونکہ بارہا میں پریشان دماغ اور بے چین دل کے ساتھ یہ سوچا کرتا تھا کہ ممکن ہے

میری گرفتاری اور نظربندی کا حال اخباروں کی وساطت سے انگلستان پہنچ کر ہیسلیٹن ہال کے ساکنوں کے کانوں تک بھی پہنچ گیا ہو جو میرے سود و بہبود سے اتنی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ آہ اگر ایسا ہو تو میں بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ اس اطلاع سے نیکدل مسز لینوود اور حسین انیبل کے دلوں کو کتنا بھاری صدمہ پہنچے گا۔ اور سر میتھیو ہیسلیٹن کی نظروں میں میری قدر و قیمت کتنی گھٹ جائے گی۔ سن رسیدہ بیرونٹ نے مجھے اخراجات کے لئے معقول روپیہ دے کر دو سال کی سیر و سیاحت کے لئے انگلستان سے باہر بھیجا تھا اور وہ میرے طریق زندگی سے اس بات کا اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ مجھ میں انیبل سے شادی کرنے کی کہاں تک اہلیت ہے۔ مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ براعظم یورپ کا سفر کر کے دنیاوی تجربات حاصل کرنا اور اپنی معلومات کو وسعت دینا۔ لیکن اس کے مقابلہ میں میری طرف سے کیا ہوا؟ قریباً چھ مہینے مجھے ہیسلیٹن ہال سے رخصت ہوئے ہو چکے تھے لیکن میرا سفر پیرس پہنچ کر ختم ہو گیا تھا۔ جتنا سرمایہ میرے پاس تھا وہ میں نے اپنی حماقت سے اس شہر میں ہاتھ سے کھو دیا۔ اور اعلیٰ سوسائٹی میں شریک ہو کر دنیاوی تجربہ حاصل کرنے کی بجائے پھر ایک بار ملازمت اختیار کرنے پر مجبور ہو کے حقیقی معنوں میں دوبارہ اسی مقام پر آ گیا جہاں سے چلا تھا۔ معاملہ یہیں پر ختم ہو جاتا تو ایک بات تھی لیکن اب میں فرانس کے صدر جیلخانہ میں قید تھا۔ اور ایک سنگین الزام کی تلوار میرے سر پر لٹک رہی تھی۔ بالفرض میں نے آخر کار اس قید سے رہائی بھی حاصل کر لی تو بڑا سوال یہ تھا کہ کیا منہ لے کر ہیسلیٹن ہال میں جاؤں گا اور کس برتے پر سر میتھیو کی نواسی سے شادی کرنے کی امید کر سکوں گا؟ یہ خیالات بار بار میرے دل میں پیدا ہو کر جی کو بے تاب کیا کرتے تھے۔ گو بحیثیت مجموعی میں اب بھی امید کو دل سے خارج کرنا نہ چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ انیبل سے مجھے وہ سچی محبت تھی جو مایوس ہونا نہیں جانتی۔ اس لئے کہ عشق صادق کا دوسرا نام ہی امید ہے۔

ممکن ہے ناظرین میں سے کوئی صاحب سوال کریں کہ ان ایام حراست میں کیوں یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ میں انجام کار رہائی اور آزادی حاصل کر لوں گا۔ اور کیوں مجھے اس بات کی دہشت نہ ہوئی کہ ممکن ہے مجھے نہایت عبرتناک سزا دیجائے میں چاہتا ہوں کہ سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پیشتر ایک دو باتیں اس سلسلہ میں بیان کر دوں۔ فی الحال میں پیرس کے صدر جیلخانہ میں قید تھا اور مجھے خارجی دنیا سے کوئی تعلق رکھنے کی اجازت نہ دی جاتی تھی۔ لیکن مقابلہ میں جو سلوک مجھ سے ہوتا تھا وہ بدرجہ غایت نرم تھا۔ اور میرے پہرہ دار کا اپنا بیان یہ تھا کہ حالات پیش آمدہ میں تمہاری حراست کا عرصہ چند ہفتوں تک محدود ہوگا۔ مجھے دوبارہ کسی مجسٹریٹ کے روبرو بھی پیش نہ کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ مجھے صفائی پیش کرنے کا موقعہ ہی نہ دیا گیا تھا جب کبھی میں نے پہرے دار سے یہ ذکر چھیڑا تو اس نے یہ کہہ کر فوراً ٹال دیا کہ تم اس بارے میں کسی تشویش کو دل میں جگہ نہ دو۔ پھر یہ بھی مجھے یاد تھا کہ جس وقت حوالات میں ڈیوک ڈی پالن ایک بیرسٹر کو ساتھ لے کر مجھ سے ملنے کے لئے آیا تو وزیر پولیس نے جھٹ مجھے وہاں سے نکال کر ان کی لاعلمی میں اس جگہ پہنچا دیا تھا۔ ان سارے حالات سے جو نتیجہ میں نے اخذ کیا وہ ان واقعات کو جانتے ہوئے جو شاہ لوئیس فلپ کے عہد حکومت میں عموماً پیش آیا کرتے تھے، قدرتی اور یقینی تھا۔ یعنی مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ میری موجودہ حراست اور کوتوالی کی حوالات سے مجھے نکال کر یہاں لانے کا اصلی سبب محض یہ ہے کہ گورنمنٹ اس ذریعہ سے اس شہادت کو دبانا چاہتی ہے جو میں جاسوس کریبین کے برخلاف دے سکتا تھا۔ میرے خیال میں سرکاری کارکنوں کا ارادہ یہ تھا کہ استغاثہ دائر ہونے پر میرا نام ملزموں کی فہرست سے بالکل نکال دیا جائے۔ اور جب آخر کار میری تردیدی شہادت کی عدم موجودگی میں بے گناہ و بے خطا شخصوں کو سزا بھی دلائی جا چکیں تو پھر مجھے چپکے سے رہا کر دیا جائے۔ ان سارے حالات کو سوچ کر مجھے پورا یقین

تھا کہ وہ دن دُور نہیں جب مجھے چُپ چاپ یہاں سے نکال کر اس حکم کے ساتھ فرانس کے باہر بھیجدیا جائے گا کہ دوبارہ اس ملک کی حدود میں قدم نہ رکھنا۔

میں نے پیشتر بیان کیا ہے کہ مجھے ہر روز جیلخانہ کے صحن میں دو گھنٹے چہل قدمی کی اجازت تھی۔ اس کے لئے دو اوقات مقرر تھے۔ یا تو نو اور گیارہ کے درمیان قبل دوپہر یا تین اور پانچ کے درمیان سہ پہر کو۔ کیونکہ ان ہر دو اوقات میں باقی ماندہ قیدی اپنی اپنی کوٹھڑیوں میں بند کر دیئے جاچکتے تھے۔ مجھے اس جیلخانہ میں آئے قریباً پانچ ہفتے گذرے تھے کہ ایک دن سہ پہر کو تین اور پانچ بجے کے درمیان جس وقت میں صحن میں ٹہلتا پھر رہا تھا باہر کا پھاٹک کھلا اور ایک وردی پوش سپاہی ایک قیدی کو ساتھ لئے داخل ہوا۔ میری نگاہ بے اختیار اس کی طرف گئی۔ لیکن آپ میری حیرت کا اندازہ کر سکتے ہیں جب میں نے دیکھا کہ نو وارد قیدی مسٹر ڈورچیسٹر کے سوا کوئی اور نہیں۔ نہ اب وہ اس کا فیشن ایبل لباس تھا نہ تبدیل ہیئت کے باقی لوازمات۔ یعنی وہ صورت جو اس نے میورس ہوٹل میں مسٹر ڈوٹن بننے کے لئے اختیار کی تھی اور جس کی حقیقت سے بے خبر ہوتے ہوئے میں نے اپنی ساری جتھا اس کے ہاتھ ضائع کر دی تھی۔ اس کے بدلے اس نے وہی معمولی لباس پہنا ہوا تھا جو میں نے اس زمانہ میں اولڈہم میں دیکھا تھا جب وہ مسٹر ڈورچیسٹر کی حیثیت میں مجھ سے ملا تھا۔ اپنے سیاہ کپڑوں اور سپید رنگ کے گلوبند کی وجہ سے اس کی شکل و صورت ٹھیک کسی پادری سے ملتی تھی۔ ہم نے فوراً ہی ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ لیکن گو میرے مُنہ سے حیرت کا کلمہ تیز نکلا۔ تاہم اس بدکردار نے کسی عابد و پارسا مرد کی صورت بنا کر اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے۔ اور آنکھوں کو بھی اس قدر اونچا اٹھا کر کہ ان کی سپیدی اچھی طرح دکھائی دیتی تھی۔ گنگناتے ہوئے کہنے لگا "جونز خدا کی یہی مرضی تھی کہ ہمیں ہماری بداعمالیوں کی سزا اس طریقہ پر دی جائے"۔

مگر الفاظ اس کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ سپاہی نے کڑک کر کہا "چُپ رہو"

اور مجھے ہاتھ کے اشارہ سے صحن کے دوسری جانب چلے جانے کے لئے کہا میں نے تعمیل کی۔ اور وہ مسٹر ڈور چسٹر کو عمارت کے ایک ایسے حصے میں لے گیا جس کی کھڑکی صحن کی طرف کھلتی تھی یہ تو نہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کس الزام میں پکڑا گیا ہے تاہم اس کا مجھے یقین تھا کہ ضرور وہ کوئی دھوکا دہی کی واردات ہوگی۔ جو بالآخر اس کی حراست کا موجب بنی یہ کہنا غلط ہوگا کہ مجھے اس کی حراست پر کسی قسم کا رحم آیا۔ اس کے برعکس مجھے یہ سوچ کر خوشی ہوئی کہ یہ شخص آخر کار کیفر کردار کو پہنچا۔

جس وقت میں اپنی کوٹھڑی میں واپس گیا تو میں نے اس پہرے دار سے جو میرا دروازہ بند اور مقفل کرنے آیا کرتا تھا، بیان کیا کہ میں اس نئے قیدی کو جانتا ہوں چند مہینے گذرے اس نے میرا بہت سا روپیہ دھوکے سے اڑایا تھا۔ میں خود اس کی زبانی یہ معلوم کرنے کو خواہشمند تھا کہ اس شخص پر کیا الزام عائد کیا گیا ہے لیکن اس کا چونکہ جیلخانہ کے اس حصہ سے کوئی تعلق نہ تھا جس میں ڈورچسٹر کو بند کیا گیا اس لئے وہ اس بارے میں کسی طرح کی معلومات بہم نہ پہنچا سکا۔ البتہ اس نے وعدہ کیا کہ میں اس کے متعلق دریافت حال کی کوشش کروں گا۔ اس دن شام کو اس نے مجھے اطلاع دی کہ اس شخص کا نام پادری ڈورچسٹر ہے جو چار دن گذرے پیرس آیا تھا اور پلیس وینڈم کے ایک ہوٹل میں رہتا تھا۔ وہاں اس کی دوستی ایک انگریز کے ساتھ ہوگئی۔ اور اس نے اُسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے انگریزی نوٹ اس کی یعنی ڈورچسٹر کی معرفت ایک خاص ساہوکار کی دکان سے تبدیل کرائے جس سے ڈورچسٹر کی واقفیت تھی شخص مذکور نے تجویز پسند کی اور اپنے سارے بینک نوٹ تبدیلی کی غرض سے مسٹر ڈورچسٹر کے حوالے کر دیئے۔ لیکن آخرالذکر کسی طریقہ پر اپنے دوست کی آنکھوں میں دھول ڈال کر روپوش ہو گیا اور ایک کرایہ کی گاڑی پر سوار ہو کر کسی دوسرے شہر کی طرف جانا چاہتا تھا کہ عین وقت پر شناخت کر لیا گیا اور پکڑا گیا۔ پہرہ دار کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ ڈورچسٹر

کے مقدمہ کی سماعت اسی دن ختم ہوئی تھی اور اب اس کو براہ راست عدالت سے اس جگہ لایا گیا تھا۔ عدالت کا حکم تھا کہ وہ ایک سال قید با مشقت ڈانورس کے جیل خانہ میں بھگتے۔ چنانچہ تین چار دن کے عرصہ میں اس کو وہیں پہنچایا جاتا تھا۔ جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں یہ واردات بالکل ویسی ہی تھی جیسی وہ جس میں خود میں نے اپنی دولت کھوئی تھی۔ اور میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ ایک نہایت عجیب اتفاق ہے کہ مجھے اس شخص کو اس کی سزا یابی کے بعد دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔

لیکن کیا وجہ تھی کہ پہرہ دار مسٹر ڈورچسٹر کے حالات بیان کرنے کے بعد بھی میرے کمرہ میں منڈلاتا پھر رہا تھا؟ میں نے اس کے انداز سے معلوم کیا کہ وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہے لیکن کسی وجہ سے اس کے بیان میں تامل کر رہا ہے۔ بغرض تحریک میں نے پوچھا "کیا اس شخص ڈورچسٹر کے بارے میں اسی قدر حالات تھے جو تم نے بیان کر دیے؟" اس نے میرے سوال کا جواب اثبات میں دیا۔ پھر گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھنے کے بعد وہ تھوڑی دیر کنجیوں کا گچھا کھنکھناتا رہا۔ اور اس کے بعد دفعتاً کمرہ سے رخصت ہوتے ہوئے مجھے شب بخیر کہہ کر اور میرے کمرہ کا دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ اپنی موجودہ حالت میں جب کہ میری زندگی ایک عجیب ہم آہنگی کے ساتھ بسر ہوتی تھی یہ واقعہ نہ صرف روزمرہ کے واقعات میں تبدیلی پیدا کرنے والا بلکہ کسی حد تک معنیٰ خیز بھی تھا۔ اور میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کی تہ میں ضرور کوئی خاص بات ہوگی۔ کیونکہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ پہرہ دار کا ارادہ کوئی بات مجھ سے کہنے کا تھا لیکن کہتا کہتا رک گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی مجھے معلوم ہوا کہ وہ کوئی بری خبر نہ تھی۔ جو وہ مجھے دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ ڈورچسٹر کا قصہ بیان کرتے ہوئے وہ ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا اور اس کے بعد بھی جو تامل اس کی طرف سے ظاہر ہوا وہ اس قسم کا نہ تھا جس سے پایا جاتا کہ وہ کوئی منحوس خبر ہے۔ جو وہ مجھ کو سنانا چاہتا ہے۔ تاہم وہ کیا اطلاع

تھی جو وہ دینا چاہتا تھا؟ کیا میری حراست کی میعاد کے بارے میں؟ ... تو کیا اسے معلوم تھا کہ مجھے چند گھنٹوں یا چند دنوں کے اندر رہا کر دیا جائے گا؟ کیا وہ اس طریقہ پر میرے جی کو تسلی دینے کا خواہشمند تھا لیکن فرض کے خیال سے ایسا کرتے ہوئے رُک گیا؟ یہ، اور ایسے ہی لاتعداد سوالات میرے دل میں پیدا ہوئے۔ اس رات میں بہت کم سویا۔ کیونکہ ہر لحظہ یہ انتظار لگا ہوا تھا کہ کب صبح ہو۔ پہرہ دار واپس آئے اور میں اس کی زبانی سارے حالات معلوم کر سکوں۔

لیکن جب دن نکلا اور پہرہ دار صبح کا ناشتہ لے کر آیا تو اس کی حالت حسب معمول تھی۔ اس وقت میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ شاید مجھی سے اس کی حالت کا اندازہ کرنے میں غلطی ہوئی ہو۔ اس سے مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ کیونکہ وہ امید جو اب تک میرا سہارا بنی ہوئی تھی، زائل ہو گئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ واپس چلا گیا لیکن میں اپنے خیالات کی پریشانی میں ناشتہ بالکل نہ کھا سکا۔ بلکہ دیر تک اس بات پر افسوس کرتا رہا کہ کیوں میں نے خود اس سے سب حال نہ پوچھ لیا۔ کوئی نصف گھنٹہ بعد پھر مجھے برآمدہ میں اس کے پیروں کی چاپ سنائی دی۔ پہلے خیال تھا کہ وہ کسی دوسری کوٹھری کی طرف جا رہا ہے۔ لیکن نہیں۔ وہ میرے ہی کمرہ کے سامنے ٹھہرا۔ کنجی کے قفل میں گھومنے کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور وہ داخل ہوا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ وہ عجیب طرح کی نظروں سے میری طرف گھور رہا ہے۔ یعنی اس طرح کے پُرمعنی انداز سے گویا کچھ کہنا چاہتا ہے۔ لیکن کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں بے تابانہ کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ آہ! کیا واقعی میری رہائی کا وقت آ گیا تھا؟ لیکن اس کے بعد فوراً ہی یہ سوچ کر مایوسی ہونے لگی کہ شاید یہ امید فرضی ہو۔

اسی اثناء میں وہ بدستور میرے منہ کو عجیب طرح کی نظروں سے تکے جاتا تھا۔ میرے لئے یہ حالتِ انتظار ناقابلِ برداشت ہو گئی۔ تشنجی انداز سے اس کا بازو پکڑ کر میں نے

مضطربانہ کہا۔ "خدا کے لئے بولو اور جو کچھ تمہارے دل میں ہو کہہ ڈالو۔"

"کیا تم یہاں سے رخصت ہونا چاہتے ہو؟" اس نے عجیب طرح کی پولی آواز میں پوچھا اور اس کے ساتھ ہی اس طرح چاروں طرف دیکھا گویا اُسے ڈر تھا کہ دیوار بھی کان نہ رکھتی ہو۔

"رخصت! ..... کیوں نہیں۔ اگر میری قید کا زمانہ حقیقتاً ختم نہیں ہوا اور کوئی طریقہ میرے فرار کا ممکن ہے تو میں یقیناً اس سے فائدہ اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔" میں نے رُکتے ہوئے پُرجوش لفظوں میں کہا۔ "لیکن آہ ایسا تو نہیں ہے کہ تم مجھے آزمانے کی کوشش کر رہے ہو؟" اور یہ کہتے ہوئے پھر ایکبار مجھے اپنا دل یاس سے بھاری ہوتا معلوم ہوا۔

"نہیں!" شخص مذکور نے جلدی سے جواب دیا۔ "اگر تم یہاں سے بچ کر نکل جانا چاہتے ہو تو اس کے لئے نہایت اچھا موقعہ ہے۔ دوست باہر کھڑے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک اور مقام پر تمہاری موجودگی کی ضرورت ہے لیکن میں اس بارے میں زیادہ تفصیلات بیان نہیں کر سکتا۔ تم کو چاہیئے کہ دوپہر تک فرار کے لئے تیار رہو۔ اُسوقت تمہارے بچاؤ کا انتظام کر دیا جائے گا۔"

اتنا کہہ کر وہ تیز چلتا کمرہ سے رخصت ہو گیا۔ دروازہ پھر بند اور مقفل کر دیا گیا اور میں اپنے کمرہ کے اندر تنہا رہ گیا۔ لیکن اوہ! کتنی خوشی اس وقت میرے دل کو محسوس ہو رہی تھی! آزادی کا خیال کتنا راحت بخش تھا۔ گو اس کے ساتھ کبھی کبھی یہ اندیشہ دامنگیر ہونے لگتا تھا کہ شاید میری سوچی ہوئی تجویز ناکام رہے اور میں فرار میں کامیابی حاصل نہ کر سکوں۔ لاتعداد خیالات میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے وہ لوگ کون تھے جن کی نسبت پہرے دار نے بتایا تھا کہ جیل خانہ کے باہر انتظار کر رہے ہیں؟ کس جگہ میری موجودگی کی ضرورت تھی؟ اور کس لئے؟ کیا ان دوستوں کا

تعلق خفیہ سوسائٹی سے تھا۔ یا وہ ڈیوک ڈی پالن کے آدمی تھے۔ اور کیا میرا جیل سے باہر آنا سرکاری مخبر کریسن کی شہادت کو جھٹلانے کے لئے ضروری تھا؟ لیکن اگر ایسا ہو تو کیا میرا بچ رہنا محض برائے نام نہ ہوگا؟ کیا میری حالت اس شخص کی طرح نہ ہوگی جو پہاڑ سے نکل کر آگ میں گر پڑے؟ اس کے علاوہ کیا میرا فرار ہونا انتہائی خودغرضی کی دلیل نہ تھا؟ کیونکہ اپنے ساتھ حسین یوجنی، نوجوان مارکوئیس اور سوسائٹی کے باقی ممبروں کو بھی جہاں تک ممکن ہو بچانا میرا فرض تھا۔

خیر جس طرح ممکن ہو سکا۔ میں نے سخت بے تابی کی حالت میں دوپہر کی آمد کا انتظار کیا۔ آخرکار بارہ بجے کے بعد دروازہ کھلا اور پہرے دار ایک اور آدمی کو ساتھ لئے داخل ہوا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آخرالذکر میرا سابقہ حریف لاموٹ تھا۔ اس نے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد چند سرسری لفظوں میں میرے فرار کے متعلق سوچی ہوئی تجویز کی مختصر کیفیت بیان کی۔ نیز وہ کام جو مجھ سے لیا جانا تھا بتایا اور یہ بھی بیان کیا کہ اس سے کیسے دوررس نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ ایک لحظہ کے تامل کے بغیر میں آمادۂ فرار ہوگیا اور اس وقت میری رخصت کی تیاریاں جلد جلد مکمل ہونی شروع ہوئیں۔

اس جگہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ لاموٹ کسی اور قیدی سے ملنے کا بہانہ کرکے جو جیل خانہ کے کسی دوسرے حصہ میں بند تھا، پھاٹک کی راہ سے داخل ہوا تھا۔ اس کے بعد میرے کمرہ کا پہرے دار اس کو پوشیدہ طور پر عمارت کے اس حصہ میں لے آیا تھا جہاں وہ قیدی رکھے جاتے تھے جن کی نظربندی خفیہ ہو۔ لاموٹ اپنے ساتھ کئی اس قسم کی چیزیں لیتا آیا تھا جو بھیس بدلنے میں کارآمد ہو سکتی تھیں چنانچہ ان سب چیزوں کو اس نے ایک ایک کرکے نکالا اور میرے سامنے رکھ دیا۔ سب سے پہلے ہم نے آپس میں کپڑے تبدیل کئے اور چونکہ ہمارا قد ایک دوسرے کے برابر تھا اور اس کا بدن بھی اتنا ہی چھریرا تھا جتنا میرا۔ اس لئے اس کے کپڑے میرے بدن پر پورے آگئے۔ بعد ازاں اس نے مصنوعی داڑھی مونچھیں اور گلمچھے نکالے

کیونکہ میرے چہرہ پر اس وقت تک یہ تینوں چیزیں محض برائے نام تھیں مصنوعی داڑھی اور گلمچھے وغیرہ اس خوبی سے بنے ہوئے تھے کہ اصل اور نقل میں تمیز کرنا مشکل تھا۔ لاموٹ نے اس گوند کی مدد سے جس کی ایک شیشی وہ اپنے ساتھ لیتا آیا تھا یہ سب چیزیں میرے منہ پر جا بجا چپکا دیں اور آدھ گھنٹہ سے کم عرصہ کے اندر میری صورت میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو گئی۔

لیکن سب سے بڑی مشکل ابھی واقع تھی۔ یعنی قید خانہ کی حدود سے باہر نکلنے کی۔ اپنی کوٹھڑی سے رخصت ہونے سے پیشتر میں پہرہ دار سے یہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا کہ جس وقت میرے فرار کا حال افسرانِ بالا کو معلوم ہوگا تو تم اس کے متعلق کیا جواب دہی کرو گے؟ یقیناً وہ یہ کہیں گے کہ تم نے اس کے فرار میں مدد دی۔ اس لئے تم کو بڑی مشکل کا سامنا ہوگا۔

پہرے دار نے جواب دیا "تمہارے رخصت ہو جانے کے بعد جس کے متعلق مجھے پوری امید ہے کہ اب کوئی دقت پیش نہ آئے گی، میں بھی جس قدر جلد ممکن ہوگا، یہاں سے فرار ہو جاؤں گا۔ میرا ارادہ اس ملک کی حدود سے نکل کر جس قدر جلد ممکن ہو جرمنی، انگلستان یا بلجیئم چلے جانے کا ہے اور اس کے بعد خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ پھر کب فرانس آنا ہو۔"

اس بیان سے کم از کم یہ ایک بات واضح ہو گئی۔ کہ اس شخص کو اس کام کے متعلق جو وہ کر رہا تھا یقینی طور پر بھاری انعام دیا گیا ہوگا۔ اور اس رشوت کی رقم اتنی بڑی ہوگی کہ اسے اپنی دیرینہ ملازمت ترک کرنے میں بھی تامل نہ ہو سکا۔ اس اثنا میں لاموٹ کو میری جگہ قیدی بن کر رہنا تھا۔ پس میں نے اس سے رخصتی مصافحہ کیا۔ پہرہ دار نے دروازہ کھولا۔ اور ہم دونوں باہر نکل آئے بسنگی برآمدہ سے گزر کر ہم دوسرے دروازہ پر پہنچے۔ جس کے آگے نیچے اترنے کا زینہ تھا۔ چنانچہ میں آگے ہو لیا اور پہرہ دار میرے پیچھے اترنے لگا۔ ایک بار جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھے اس کے چہرہ پر اضطراب کے گہرے آثار دکھائی دیئے مگر اس نے مجھے جلد جلد اترنے کا اشارہ کیا۔ میرا دل اس وقت بڑے زور سے دھک دھک

کر رہا تھا۔ گو خیال ہے کہ میرے بالوں میں چھپے ہوئے چہرہ پر کسی طرح کے آثار خوشی یا امید اور اضطراب یا بے چینی کے بالکل نمودار نہ ہوئے ہوں گے۔

زینہ کو طے کر کے ہم جیل خانہ کی فراخ ڈیوڑھی میں پہنچے جہاں پھر کی میز پر سامانِ نوشت رکھا رہتا تھا۔ چونکہ اس پہرہ دار کا فرض جس نے مجھے فرار میں مدد دی۔ اب کم و بیش پورا ہو چکا تھا۔ اس لئے یہ معلوم کرنے کے بعد کہ آس پاس کوئی شخص مجھے اس کمرہ سے باہر آتے دیکھنے والا نہیں ہے جس میں خفیہ قیدیوں کو رکھا جاتا تھا۔ وہ ایک طرف کو ہٹ گیا۔ اور میں باقدب مضطرب پھاٹک کی طرف بڑھا۔ ایسا کرتے ہوئے جہاں تک ممکن تھا میں نے لاموٹ کا انداز اور اسی کی چال اختیار کرنے کی کوشش کی۔ اور بید کی وہ چھڑی جو وہ اپنے ساتھ لیتا آیا تھا اور جو اس نے میرے حوالہ کر دی تھی لاپروائی سے ہلاتا ہوا چلا لیکن سچ پوچھئے تو میری اس لاپروائی اور بے فکری کے پردہ میں گہرا اضطراب پوشیدہ تھا۔ کیونکہ سب سے زیادہ خطرناک لمحے عنقریب پیش آنے والے تھے۔ اس پہرہ دار نے جو پھاٹک کے پاس کھڑا تھا اگر پانچ ہفتے پیشتر میری آمد کے موقعہ پر میری صورت کو اچھی طرح دیکھ لیا ہو یا اگر تھوڑی دیر پہلے اس نے لاموٹ کی صورت کو ہی اچھی طرح ذہن نشیں کر لیا ہو تو پھر میری آزادی کا خدا حافظ تھا۔ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس وقت نہ صرف فرار و آزادی کا خیال ہی مجھ کو بے تاب کئے دیتا تھا۔ بلکہ میری بے چینی اس وجہ سے اور بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی کہ مجھ کو معلوم تھا بیسیوں شخصوں کی جان اس وقت سخت خطرہ میں ہے۔ فی الحقیقت پہرہ دار کے جی میں ذرا سا شبہ پیدا ہو جانے کے بعد اس رشتہ کے فوراً ٹوٹ جانے کا احتمال تھا جس سے میرے ساتھیوں کی آزادی و سلامتی بندھی ہوئی تھی۔

خیر میں پھاٹک کے پاس پہنچا۔ اور جس قدر گہرے سکون کے ساتھ ممکن تھا اپنا ہاتھ جیب میں ڈال کر پانچ فرانک کا ایک سکہ بطور انعام پیش کرنے کے لئے نکالا۔ اتنے میں پھاٹک کا پہرہ دار بھی اپنی کوٹھڑی سے باہر نکل آیا تھا۔ اور گو میں نہیں جانتا یہ میرا وہم تھا

پا گیا۔ تاہم ایسا معلوم ہوا کہ وہ مجھے گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ میں نے وہ سکہ جو جیب سے نکالا تھا اس خیال سے فرش زمین پر گرا دیا کہ پہرے دار کا دھیان اس طرف لگ جائے۔ لیکن جب میں اُسے اٹھانے کے لئے جھکا تو خلاف امید مجھ کو کنجی قفل کے اندر گھومنے کی آواز بالکل سنائی نہ دی۔ حالانکہ میرا خیال تھا کہ اس انعام کو دیکھ لینے کے بعد پہرہ دار اس فرض کو بڑی پھرتی کے ساتھ ادا کرے گا۔ اس نئی آفت کو دیکھ کر میرا دل سینہ کے اندر ڈوب گیا۔

"موسیو"! اس نے فرانسیسی زبان میں مجھ سے کہا۔" آپ اندر جاتے وقت ملاقاتیوں کی کتاب میں نام لکھنا بھول گئے۔" میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ کیونکہ میں نے محسوس کیا کہ جس بات کا دھڑکا لگا تھا آخرکار وہ پیش آہی گئی۔ اب اگر میں اس کو جواب دیتا ہوں تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ میرے لہجہ سے فوراً معلوم کر لے گا کہ یہ ملک فرانس کا باشندہ نہیں اور اگر چپ رہتا ہوں تو پھر اس کے دل میں شبہات پیدا ہونے یقینی ہیں۔ خوش قسمتی سے وہ میرے جواب کا انتظار کئے بغیر اس کوٹھڑی کی طرف ہولیا جس میں ملاقاتیوں کے دستخطوں کی کتاب رکھی رہتی تھی۔ اور قلم اٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔

لیکن اب ایک نئی مصیبت پیش آئی۔ میں نے سوچا کہ اگر اس شخص نے دریافت کیا آپ کس قیدی سے ملنے آئے تھے۔ پھر میں کیا جواب دوں گا۔ کیونکہ یا تو قواعد جیل خانہ لاعلمی کی وجہ سے یا سہواً لاموٹ کو مجھ سے یہ بیان کرنا یاد نہ رہا تھا کہ یہ ساری باتیں تم کو جیل کے دروازہ سے گذرتے وقت کرنی ہوں گی۔ اور دوسرے پہرہ دار نے غالباً اس لئے ان کا ذکر نہ کیا تھا کہ اس کا خیال ہوگا لاموٹ نے ملاقاتیوں کی کتاب میں باقاعدہ دستخط کر دیئے ہیں۔ خیر جہاں تک ممکن تھا اہل فرانس کے خط کی نقل کر کے میں نے اس کاپی میں لاموٹ کا نام اس مقام پر لکھا جس جگہ پہرہ دار نے اپنی انگلی رکھی ہوئی تھی۔ اس کے بعد وہ ایک اور مقام کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

"یہاں پر اس قیدی کا نام بھی لکھیے جس سے ملنے آپ آئے تھے۔"

آن واحد میں صورت القا ایک خیال میرے دل میں پیدا ہوا - اور میں نے جھٹ ڈورچسٹر کا نام اس مقام پر لکھ دیا۔ پہرہ دار کا اطمینان ہو گیا۔ میرے آگے آگے جا کر اس نے پھاٹک کا قفل کھولا۔ اور میں نے پانچ فرانک کا سکہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ کھڑکی کھول دی گئی۔ اس نے ٹوپی اٹھا کر سلام کیا۔ اور میں مطمئن اور مسرور جیل خانہ سے باہر نکلا۔

چوتھی جلد کا دوسرا حصہ ختم ہوا

گردشِ آفاق

چوتھی جلد

تیسرا حصّہ

باب ۱۸

آزادی

آزادی !... آہ اس دنیا کی بہترین نعمت ! کیا یہ بیان کرنے کی حاجت ہے کہ اسے پاکر کتنی خوشی... کتنی ناقابل بیان خوشی میرے دل کو ہوئی ! بڑی دیر تک ایسا معلوم ہوتا تھا گویا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں خواب یا افسانہ ہے۔ حواس اس پیش آمدہ حقیقت کو تسلیم کرنے سے عاجز تھے۔ حیرت اس نعمت کو غیر مرئی ظاہر کرتی تھی۔ تازہ ہوا نے میرے بدن میں کیف شراب پیدا کر دیا۔ اور اس آدمی کی طرح جو کئی دن کا بھوکا پیاسا ہو .... میں اس کی بڑی مقدار سے تیز تر جرعہ کش ہونے لگا۔ اچھی طرح یاد ہے کہ میری سب سے پہلی خواہش جیل کے پھاٹک سے نکل کر دیوانہ وار دوڑنے کی تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے میں اس پر بروقت غالب آگیا اور مزے مزے چلتا اس پہرہ دار کے پاس سے ہو کر گزرا جو دریا کے گھاٹ پر جیل خانہ کے عقبی حصہ کا محافظ تھا۔ جو ہدایات رخصت ہونے سے پیشتر مجھ کو دی گئی تھیں، ان کو بخوبی ذہن نشین کر چکا تھا۔ چنانچہ ان پر عمل کر کے میں جب قریب ترین بازار میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ ایک کرایہ کی گاڑی پہلے سے اس جگہ منتظر کھڑی ہے۔ گاڑیبان اپنی جگہ پر مستعد بیٹھا

تھا۔ کوئی شخص اندر بھی سوار تھا۔ جس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر فوراً کھڑکی کھول دی میں جھٹ گاڑی پر سوار ہوا۔ کھڑکی بند کر دی گئی۔ اور گاڑیبان نے گھوڑوں کو چابک لگا کر ایک طرف چلانا شروع کیا۔

دفعتاً اس مرد نے جو گاڑی کے اندر بیٹھا تھا۔ میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بڑے زور سے دبایا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ یہ وہی دراز قد نیز بہ صورت آدمی تھا۔ جو لاموٹ کے ساتھ ڈوئل لڑنے کے موقعہ پر میرے نائب کا فرض انجام دے چکا تھا۔ گاڑی کے چلتے ہی اس نے زوردار قہقہہ لگایا اور مجھے اس چالاکی اور عیاری کی کامیابی پر مبارکباد دی۔

"لیکن وقت تنگ ہے۔" دفعتاً اس نے کہا۔ "کیونکہ ملزموں کو ایک بجے کے عمل پر فیصلہ سنایا جائے گا اور وقت عنقریب ہوا چاہتا ہے۔"

"مگر آپ کی رائے میں وہ فیصلہ کیا ہوگا؟" میں نے فکرمند لہجہ میں پوچھا۔

"فی الحال اس کے متعلق کوئی خاص لطے قائم کرنا دشوار ہے۔" اس نے جواب دیا اور میں نے دیکھا کہ اس موقعہ پر بھی اس کے لہجہ میں کسل اور لاپروائی کا وہی اثر شامل تھا جس کا اظہار اس کی طرف سے ڈوئل کے موقعہ پر ہوا تھا۔ "بہرحال امید کرنی چاہیئے کہ انجام بخیر ہوگا۔"

"مگر کیا آپ مجھے اس موجودہ صورت میں عدالت کے روبرو پیش کرنا چاہتے ہیں؟" میں نے اپنا ہاتھ چہرہ کی طرف اٹھا کر ان مصنوعی بالوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا جو تبدیلیٔ ہیئت کے لئے لگائے گئے تھے۔

"نہیں۔ یہ سوانگ فقط اس وقت تک قائم رکھا جائے گا حتیٰ کہ ہم کمرۂ عدالت کے اندر پہنچ جائیں۔" میرے ساتھی نے جواب دیا۔ "اس کے بعد اگر تم چاہو تو ان بالوں کو اتار سکتے ہو۔ گوند کے چند نشان البتہ منہ پر باقی رہ جائیں گے سو ان کا مضائقہ نہیں

لیکن کمرۂ عدالت کے باہر ان بالوں کو اُتارنا اس لئے نامناسب ہے کہ لاتعداد سپاہی اس جگہ موجود ہوں گے۔ ایسا نہ ہو کوئی شخص آپ کو پہچان لے۔"

گاڑی لکسمبرگ کی طرف چلتی گئی۔ کیونکہ امرائے فرانس کی عدالت کا اجلاس وہیں ہوتا تھا۔ اور جن شخصوں پر بغاوت کا الزام عائد کیا جاتا ان کے مقدمات کی سماعت ان ہی کے روبرو ہوا کرتی تھی۔ پھاٹک کے پاس پہنچکر گاڑی رک گئی اور ہم اترے عمارت کے وسیع صحن سے گذر کر ہم دونوں اس کے اندرونی حصہ کی طرف ہو لئے۔ ہر طبقہ اور ہر جماعت کے لاتعداد لوگ عدالت کا فیصلہ سننے کے انتظار میں اس جگہ موجود تھے۔ کیونکہ جیسا سمجھا جا سکتا ہے اس مقدمہ کی کارروائی نے لوگوں میں عظیم سنسنی پیدا کر دی تھی خصوصاً اس لئے کہ ڈیوک ڈی پالن کا نوجوان بیٹا اور حسین وجمیل یوجنی ڈیلا کو ربھی ملزموں میں شامل تھے۔ خلقت کا انبوہ اتنا کثیر تھا کہ ہمیں اس سے گذرنے میں بڑی دقت پیش آئی۔ لیکن آخر کار سعیٔ عظیم کے بعد ہم صدر دروازہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ باہر کی سیڑھیوں پر اور پیش طاق کے نیچے بے شمار سپاہی اس جگہ بھی موجود تھے اور گو میرا دل بڑے زور سے دھک دھک کرتا رہا تاہم شکر ہے کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔ ڈیوڑھی میں کچھ اور سپاہی قاصدوں، اردلیوں اور دوسرے اہلکاروں سے گفتگو کرنے میں مشغول تھے۔

"صاحبان اپنے ٹکٹ دکھائیے" ان میں سے ایک نے دفعتاً کہا۔

میرے ساتھی نے دو کارڈ پیش کئے۔ جس کے بعد ہمیں آگے بڑھنے کی اجازت دی گئی اور ہم ایک عالیشان مرمری زینہ پر چڑھنے لگے۔ جس کے دو رویہ فوجی سپاہیوں کی قطار تھی۔ اور جب کبھی کوئی شخص امراء کا لباس پہنے ان کے پاس سے گذرتا تو وہ اسے فوجی سلام کرتے تھے۔ جس جگہ زینہ ختم ہوتا تھا اس کے آگے دو تین کمروں سے گذر کر ہم ایک چھوٹے سے دالان میں جا پہنچے جو اس وقت بالکل خالی تھا۔ یہاں پر میرے ساتھی نے کہا۔

"اب اگر آپ اِن چیزوں کو اُتار دیں تو کچھ حرج نہیں؟ اور یہ کہتے ہوئے اس نے میرے چہرہ کے مصنوعی بالوں کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے فوراً تعمیل کی۔ اور چونکہ وہیں ایک کونے میں پانی کی صراحی رکھی تھی اس لیئے ایک کپڑا تر کر کے منہ بھی صاف کر ڈالا۔ کیونکہ بالوں کے اتر جانے کے بعد گوند کی چیچپاہٹ تکلیف دہ احساس پیدا کرتی تھی۔

"آیئے اب چلیں" میرے ساتھی نے اس کے بعد کہا اور ہم آگے بڑھے۔

ایک غلام گردش میں پہنچ کر میرا ساتھی اس دروازہ کی طرف گیا۔ جس کے باہر سنہری جھالر کا بھاری سُرخ پردہ لٹکا ہوا تھا۔ اور قریب تھا کہ ہم دونوں اس کے اندر چلے جائیں کہ دفعتاً ایک سپاہی سامنے سے ...... آتا دکھائی دیا۔ مگر آپ میری اس وقت کی حیرت اور پریشانی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب میں نے دیکھا کہ یہ ان سپاہیوں میں سے ایک تھا جو مجھے کوتوالی کی حوالات سے نکال کر صدر جیلخانہ میں لے گئے تھے معلوم ہوتا ہے اس نے بھی مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ سامنے آتے ہی وہ بڑے زور سے ٹھٹکا اور حیرت آمیز نظروں سے میرے منہ کو تکنے لگا۔ میرے لیئے یہ وقت بڑا نازک تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے اوسان بحال رکھے۔

"یہ کیا اسرار ہے" سپاہی نے بدقت اپنی حیرت کو ضبط کر کے بے تابانہ کہا اور ساتھ ہی میرے بازو کو مضبوط پکڑ لیا۔

"ٹھہریئے آپ کیا کر رہے ہیں؟" میرے ساتھی نے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "کیا آپ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ شخص سرکاری اجازت سے اس جگہ لایا گیا ہے ورنہ کس طرح ممکن تھا کہ آپ اسے یہاں پر دیکھتے"

سپاہی ایک لحظہ حیران وسراسیمہ چپ چاپ کھڑا رہا اس کے بعد پُرخیال انداز سے کہنے لگا "یہ صحیح ہے" اور اس نے میرا بازو آہستہ سے چھوڑ دیا۔

اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر میرے ساتھی نے عجلت سے مجھے دروازہ کی طرف دھکیلا۔ پردہ کی اوٹ میں چھپے ہوئے دروازہ کے دونوں کواڑ بے آواز کھُلے اور ہم کمرۂ عدالت میں داخل ہو گئے۔

ایک بہت بڑا ہال تھا۔ نیم دائرہ کی صورت میں بنا ہوا اور بیش قیمت سامان سے آراستہ۔ اس سیدھی لکیر میں جسے اس نصف دائرہ کا قطر کہنا چاہیئے۔ اونچے پلیٹ فارم پر بیش بہا قالین بچھے ہوئے تھے۔ اور دورویہ اوپر چڑھنے کی سیڑھیاں تھیں اس اونچے چبوترہ کے وسط میں صاحب وزیر اعظم فرانس سرکاری لباس پہنے ایک کشادہ کرسی پر میز کے پاس بیٹھے تھے۔ اور ان کے عین بالمقابل لیکن قدرے نشیب میں وہ مسند تھی جہاں امرائے فرانس عدالت کی صورت میں جمع ہوئے تھے۔ اس مسند کے سامنے اور اطراف میں لاتعداد بنچیں بچھی ہوئی تھیں۔ سب سے اگلی پر قریباً تیس آدمی بیٹھے تھے۔ یعنی وہ لوگ جنہیں جلسہ کی یادگار رات کو گرفتار کیا گیا تھا اور جو اس وقت ملزمان کی حیثیت رکھتے تھے۔ کیونکہ گو جلسہ گاہ میں حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی تاہم اس جگہ رہیں جو پولیس کی آمد کے بعد بھی، بہت سے لوگ فرار اور روپوش ہو گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان ملزموں میں یوجنی ڈبلا کور موجود تھی اور اس کے پہلو میں مارکوئیس ڈی پالن بھی۔ کیونکہ دونوں پاس ہی پاس بیٹھے تھے۔ باقی تمام بنچوں پر وردی پوش امراء کا جم غفیر تھا۔ اور گیلریاں تماشائیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ جن میں سے کثیر التعداد لوگ سوسائٹی کے طبقۂ اعلیٰ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس محدود قطعہ زمین پر جو مسند اور قیدیوں کی بنچ کے درمیان حائل تھا ایک لمبی میز بکلائے ملزمان کے استعمال کے لئے عارضی طور پر مہیا کر دی گئی تھی جس دروازہ کی راہ سے میں اور میرا ساتھی داخل ہوئے وہ عین اس مقام کے پاس تھا جہاں صدر عدالت کی نشست تھی۔ لیکن چونکہ اس مقام پر اردلیوں سپاہیوں اور پہرہ داروں کا ہجوم تھا اس لئے قیدیوں میں سے کوئی فوراً ہی ہماری موجودگی سے

واقف نہ ہو سکا۔

ہم جس وقت اندر گئے تو وہ بیرسٹر جس کی خدمات ڈیک ڈی پالن نے اپنے بیٹے کی صفائی کے لئے حاصل کی تھیں، صدر اجلاس کو مخاطب کر کے پُر زور مگر صاف لہجہ میں تقریر کر رہا تھا جس کے چند الفاظ میں نے سُنے جو یہ تھے۔

"میں باادب گذارش کرتا ہوں کہ میرے موکل کے برخلاف سردست کسی قسم کا فیصلہ صادر نہ کیا جائے کیونکہ جیسا میں نے ایک دفعہ پیشتر بھی عرض کیا تھا اُسے اس مقدمہ میں جوابدہی کا پورا موقعہ نہیں دیا گیا۔ یہ بات عدالت کی نظروں میں لائی جا چکی ہے کہ استغاثہ نے اپنے مطلب کے لئے ایک نہایت ضروری گواہ کو نامعلوم طریقہ پر غائب کر دیا ہے۔ وہ ایک نوجوان انگریز تھا جس کے برخلاف شروع میں یہی الزام بغاوت عائد کیا گیا تھا۔ لیکن چونکہ اسے مخبر کرلسین کے برخلاف بعض باتیں معلوم تھیں اور استغاثہ کو ڈر تھا کہ ان باتوں کے اظہار کے بعد ملزمان کی سزایابی غیر ممکن ہو گی اور سرکار کے اُس ادنیٰ تنخواہ پانے والے کے برخلاف جس کی شہادت کی بنا پر سارے ملزمان کو قصوروار گردانا گیا ہے۔ بہت سی باتیں ظاہر ہوں گی۔ اس لئے اُسے قصداً غائب کر دیا گیا۔۔؟

اس موقعہ پر صاحب صدر اجلاس کی آواز بیرسٹر کی تقریر کو قطع کرتی سنائی دی۔ "میں اجازت نہیں دے سکتا" اس نے کہا "کہ آپ سرکاری گواہ کرلسین پر اس طرح کے بے بنیاد الزامات عائد کریں۔ کیا آپ بھول گئے اس کا حلفی بیان یہ تھا کہ آپ کا عائد کردہ یہ الزام بے بنیاد ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اسلحہ اور بارود لے کر جلسہ گاہ میں گیا اور وہاں ان چیزوں کو چھپایا۔"

"آپ ایک منٹ اس جگہ ٹھہریئے" میرے ساتھی نے ان دونوں تقریروں کو سن کر آہستگی سے مجھ سے کہا اور مجھے سُرخ دروازہ کے اندر خلقت کے ہجوم میں لا ہوا چھوڑ کر

وہ خود وکلاء کی میز کی طرف گیا اور چند الفاظ بیرسٹر کے کان میں کہے۔

"موسیو لا پریسیڈنٹ" وکیل مذکور نے شہ پاکر پھر ایکبار کہنا شروع کیا "اب میں اور بھی زیادہ پُرزور طریقہ پر درخواست کرتا ہوں کہ میرے موکل کے برخلاف فی الحال کوئی فیصلہ صادر نہ کیا جائے۔ کیونکہ میرے پاس ایسا کہنے کے لئے معقول وجہ موجود ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہی وجہ باقی وکلا صاحبان بھی اپنے موکلوں کیطرف سے پیش کریں گے۔ وہ وجہ یہ ہے کہ عدم پتہ انگریز نوجوان جوزف ولمٹ جس کا نام تھا اس کی شہادت کے بغیر مقدمہ کی کارروائی مکمل نہیں سمجھی جا سکتی۔ پس ضروری ہے کہ عدالت اس کا بیان لے۔ افسران استغاثہ نے کسی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر اس کا نام ملزمان کی فہرست سے خارج کر دیا ہے۔ ان حالات میں فریق صفائی کو اختیار ہے کہ وہ اس کو بطور گواہ پیش کرے۔ چنانچہ آپ کی اجازت سے میں اس کو طلب کرتا ہوں۔ آپ اس کا بیان سنیں ... وہ اس جگہ موجود ہے۔"

ان الفاظ سے جو سنسنی کمرۂ عدالت میں پھیلی اس کا اندازہ بہ آسانی کیا جا سکتا ہے۔ یہ الفاظ بیرسٹر مذکور نے اپنی بارعب بھاری آواز میں فاتحانہ انداز سے کہے تھے کہ میں اپنے ساتھی کا اشارہ پاکر وکلاء کی میز کی طرف بڑھا۔ اور ایک ثانیہ کے اندر میری ناچیز شخصیت لاتعداد آنکھوں کا نقطۂ نظر بن گئی۔ میں نے دیکھا کہ میری موجودگی سے خبردار ہوتے ہی ملزموں میں سے ہر شخص میں جوش کی لہر پھیلی۔ یوجی اور نیبو بالڈ میں مبارکباد اور خوشی کی نگاہوں کا تبادلہ ہوا۔ اور جب اس کے بعد میری نگاہ اس کشادہ ہال کا طواف کرتی ہوئی وزیر اعظم فرانس کے چہرہ کی طرف گئی تو میں نے دیکھا کہ اس پر حیرت اور بدنصیب کریسن کے چہرہ پر جو مسند سے بہت نیچے ایک علیحدہ بنچ پر بیٹھا تھا پریشانی اور سراسیمگی کے آثار پیدا ہوئے۔ رہ گیا میں، تو نہیں معلوم کہ میں اپنے بارے میں صحیح احساسات کا اظہار کن الفاظ میں کروں۔ بیشتر امرا، میری صورت دیکھنے

کے لئے اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ کر آگے جھکنے لگے۔ بعض اُن میں سے کھڑے بھی ہو گئے۔ اور گیلریوں میں تو قریباً ہر شخص شوق و استعجاب کا مجسمہ نظر آنے لگا۔ لیکن گو اس ایک لمحہ کے عرصہ میں صدہا آنکھیں مجھ پر لگ گئیں۔ تاہم نہ میرے استقلال میں فرق آیا۔ نہ میری طرف سے کسی بے تابی کا اظہار ہوا۔ یہ جانتے ہوئے کہ میں ایک فرض مقدس ادا کر رہا ہوں میرے اندر جوش اور بہادری کی امنگ پیدا ہو گئی۔

"بہتر ہے آپ اس گواہ کو پیش کریں۔" صاحب صدر اجلاس نے آخر کار وکیل کو مخاطب کرکے پُر خیال انداز سے کہا۔ اور اس تقریر کے بعد اتنا گہرا سکوت چاروں طرف پھیلا جس میں کسی پن کے گرنے کی آواز بھی صاف سُنائی دے سکتی تھی۔

"میں اس گواہ کا بیان ایک ترجمان کی وساطت سے لینا چاہتا ہوں۔" بیرسٹر نے جواب دیا۔ "کیونکہ گو وہ بجائے خود فرانسیسی زبان سے کافی طور پر واقف ہے تاہم ایک اس طرح کے سنگین معاملہ میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بیان کسی ایسے شخص کے ذریعہ سے لیا جائے جو ہماری زبان کے محاورات پر کامل عبور رکھتا ہو۔"

اسی وقت ایک ترجمان کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اور اس کو حلف دیا گیا کہ وہ میرے بیان کو صحیح لفظوں میں پیش کرے گا۔ اس کے بعد میرا بیان شروع ہوا جس میں میں نے اس ترجمان کے ذریعہ سے بتایا کہ کس طرح یوم مذکور کو میں ڈیوک ڈی پالن کے حکم سے لوہار کی دکان پر گیا تھا۔ کس طرح وہاں میں نے سرکاری مخبر کریسن کو ایک سپاہی سے باتیں کرتے دیکھا۔ اور اس کے یہ الفاظ میرے کانوں میں آئے کہ "آج کی رات یاد رکھنا" بعد ازاں اس نے میری موجودگی میں یہی الفاظ لوہار سے کہے۔ اور ایک بھاری پارسل اس سے وصول کرکے رخصت ہوا جس کے معاوضہ میں اس نے اس کو قریباً چالیس پونڈ دیئے۔ بعد ازاں میں نے اس کو جلسہ گاہ میں شناخت کیا۔ اور جب اس کے بعد پولیس ہم کو گرفتار کرکے کوتوالی لے گئی تو میں نے ان پستولوں اور

بارود کی تھیلیوں کا معائنہ کرنے کے بعد جن کا جلسہ گاہ میں پایا جانا بیان کیا گیا تھا۔ یہ معلوم کیا کہ اسی لوہار کا نام جس کا میں ذکر کر رہا ہوں ہر ایک چیز پر درج ہے۔ میرے اس بیان کے دوران میں جو کافی لمبا تھا حاضرین میں بار ہا سنسنی کی تیز لہر پیدا ہوئی معلوم ہوتا تھا ہر شخص کو گورنمنٹ کے اس فعل کے برخلاف سخت غم وغصہ ہے کہ کہ اس نے ایک ادنیٰ اور قابلِ نفرت شخص کو انعام کے لالچ سے ایک ایسے فعل پر آمادہ کیا جس کی وجہ سے لاتعداد اشخاص کو سنگین سزائیں دی جاسکتی تھیں۔ یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ حاضرین کے مقابلہ میں زیادہ سنسنی ملزمان میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور صاحب صدر اجلاس تو واقعات کا رنگ بدلتا دیکھ کر کچھ ایسے پریشان دکھائی دینے لگے کہ وہ حاضرین کو چپ کرانے کے لئے ایک لفظ تک منہ سے نہ کہہ سکے۔

میرے بیان کے خاتمہ پر اس وکیل نے جس کی خدمات مادکوئیں ڈی پالن نے حاصل کی تھیں مجھ پر جرح کرنی شروع کی۔ اس نے پوچھا کن حالات میں پولیس تمہیں کوتوالی سے بھگا کر صدر جیلخانہ میں لے گئی تھی؟ اور کس طرح دو گھنٹے پہلے تک تمہیں جیل خانہ کے اندر محفوظ رکھا گیا؟ وغیرہ وغیرہ۔ میرا بیان ختم ہونے پر اس نے پُر معنیٰ تبسم کے ساتھ کہا۔" ہم آپ سے یہ دریافت کرنا نہیں چاہتے کہ آپ جیل خانہ کی چاردیواری سے کیونکر باہر آئے۔ ہمارے لئے یہ جاننا ہی کافی ہے کہ آپ عین وقت پر عدالت کے روبرو شہادت دینے کے لئے آگئے"۔

اتنے میں ایک امیر اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بھاری آواز میں کہنے لگا " موسیو لاپریسیڈنٹ۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ حالات پیش آمدہ کی روشنی میں عدالت کو اپنے اس فیصلہ پر جو اُس نے ملزمان کے برخلاف جرم بغاوت کے ثبوت کے بارے میں صادر کرنا تھا نظر ثانی کا موقعہ دیا جائے"۔

جب میری نگاہ اس شخص کی طرف گئی جس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تھے تو میں

نے دیکھا وہ ڈچیس ڈی پالن کا باپ بڈھا فیلڈ مارشل تھا۔ لیکن اسے اپنی جگہ پر بیٹھے بہت دیر نہ گذری تھی اور ابھی صدر اجلاس کو ایک لفظ تک کہنے کا موقعہ نہ ملا تھا کہ ناگاہ وہی سرخ دروازہ جس کی راہ سے میں اور میرا ساتھی اس جگہ آئے تھے پھر کھلا۔ اور ڈیوک ڈی پالن رو ڈیلا پائی کے اُس لوہار کو ساتھ لئے جس کی دکان پر میں گیا تھا داخل ہوا۔ اس جگہ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ڈیوک کا نام امرائے فرانس کی فہرست میں شامل نہ تھا۔ کیونکہ شاہ لوئیس فلپ والئی فرانس کے عہد میں دار الامرا کی رُکنیت نہ تو فہم و فراست سے تعلق رکھتی تھی اور نہ خطابات سے۔ بلکہ صرف وہی لوگ اس ایوان میں جگہ پا سکتے تھے جنہیں بادشاہ سلامت نے بطور خود نامزد کیا ہو۔ لیکن گو ڈیوک ڈی پالن دار الامراء کا ممبر نہ تھا تاہم ہر شخص اس کو جانتا تھا اور اب اس کے دفعتاً نمودار ہونے پر قریباً ویسی ہی تیز سنسنی جیسی میری آمد پر پیدا ہوئی تھی پھر ایک بار ظاہر ہوئی۔ اتنے میں چاروں طرف یہ افواہ پھیل چکی تھی کہ ایک نہایت ضروری گواہ جیل خانہ سے بھاگ کر عدالت میں آیا اور مقدمہ کے متعلق شہادت دے رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ خبر ڈیوک ڈی پالن کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ اور اس نے جان لیا کہ وہ گواہ کون ہے۔ پس مجھے دیکھ کر کسی طرح کی حیرت ظاہر نہ کی۔ البتہ میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر امید و اطمینان کے آثار نمودار تھے۔ اندر آتے ہی اس نے اس بیرسٹر کے کان میں کچھ کہا جسے اس نے اپنے بیٹے کی طرف سے مقرر کیا تھا۔ عین اس موقعہ پر میں نے دیکھا کہ سرکاری گواہ کریسن جو اس سارے فتنہ کی بنیاد تھا گردن جھکائے شرم اور ذلت کے آثار چہرہ پر لئے منہ نیچا کئے بیٹھا ہے۔ اس ہنگامہ سے فائدہ اٹھا کر جو ڈیوک ڈی پالن کی آمد سے پیدا ہوا تھا اُس نے رفتہ رفتہ دروازہ کی طرف سرکنا شروع کیا۔ میں نے یہ حالت دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہ فرار کی تیاریاں کر رہا ہے پس میں نے ڈیوک ڈی پالن کے بیرسٹر کی توجہ فوراً اس طرف دلائی اور اس نے اسی وقت کھڑے ہو کر صاحب صدر اجلاس

کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "موسیو لا پریسیڈنٹ. میں درخواست کرتا ہوں کہ سرکاری گواہ کریسن کو حاضر عدالت رکھنے کا انتظام کیا جائے کیونکہ اگر یہ بات پہلے ہی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ چکی تو میں عنقریب ثابت کر کے دکھاؤں گا کہ اس نے حلف دروغی کی ہے۔"

اس پر صدر اجلاس کو ایک سپاہی کریسن کی نگرانی پر مقرر کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ مگر میں نے دیکھا کہ اب وہ کھسیانا سا ہو رہا تھا۔ اس کی حیرت اور پریشانی شرم کے درجہ تک پہنچنے لگی تھی۔ اور وہ معاملات کی صحیح نوعیت سے واقف ہونے کے بعد اب کسی طرح کا ذاتی یا اخلاقی وقار برقرار رکھنے سے معذور تھا۔ "موسیو لا پریسیڈنٹ" بیرسٹر نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "آپ کو یاد ہوگا چند دن پیشتر اسی جگہ تقریر کرتے ہوئے میں نے بیان کیا تھا کہ سرکاری اہل کاروں نے ایک نوجوان انگریز کو جو اس مقدمہ کے متعلق فیصلہ کن شہادت دے سکتا تھا، قصداً کسی جگہ چھپا رکھا ہے اور اس کے علاوہ اس لوہار کا بھی پتہ نہیں ملتا جس کی دکان سے اسلحے حاصل کئے گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے اس میں بھی سرکاری اہلکاروں کا خفیہ ہاتھ کام کرتا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ گو ڈیوک ڈی یالن نے لوہار کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی۔ تاہم اس کا پتہ نہ مل سکا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے خارجی اثرات کے باوجود لوہار کے لئے اپنے ضمیر کی آواز کو دبانا غیر ممکن ثابت ہوا اور وہ خود بخود اس مقام سے نکل کر جہاں وہ چھپا ہوا تھا، ڈیوک ڈی یالن کے مکان پر گیا اور ان کے روبرو سارے حالات بیان کر دیئے اب یہ شخص بھی اس جگہ موجود ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس کا بیان بھی عدالت کے روبرو لیا جائے۔"

بیرسٹر کے آخری الفاظ پر پھر ایک بار سنسنی پیدا ہوئی۔ لیکن چونکہ عدالت کے لئے اعتراض کی گنجائش بالکل نہ تھی اس لئے لوہار کو حلف دینے کے بعد اسکا بیان لیا

جانا شروع کیا گیا جس کا خلاصہ یہ تھا۔

"میں گواہ کریسن کو مدت دراز سے جانتا ہوں۔ عرصہ قریباً تین ماہ کا گذرا کہ اس نے میری دکان پر آکر کچھ پستول اور بارود کی چند شیشیاں طلب کیں۔ اس خیال سے کہ وہ اتنی بڑی رقم شاید یکمشت ادا نہ کر سکے میں نے اس کو اشیائے مطلوبہ دینے میں تامل کیا مگر اس نے مجھے بتایا کہ میں سرکار کا تنخواہ دار ہوں۔ اور یہ ہتھیار مجھے اپنے ذاتی استعمال کے لئے نہیں بلکہ اس ترکیب کے سلسلہ میں درکار ہیں جو گورنمنٹ نے ملک کو خفیہ انجمنوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے سوچی ہے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں نے یہ سودا نفع کے لئے نہیں بلکہ محض اس خیال سے کیا تھا کہ اس طریقہ پر خفیہ سوسائیٹیوں کی موجودگی کو کافی ضعف پہنچے گا۔ کریسن نے مجھ کو بتایا کہ جلسہ کی رات کو میں باقی اراکین انجمن کی آمد سے پہلے یہ تمام چیزیں ایک بوڑھی عورت کے ذریعہ سے جو جلسہ گاہ کی جھاڑ پونچھ کیا کرتی تھی اس جگہ چھپا کے رکھ دوں گا۔ اور اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ یہ چیزیں پلیٹ فارم کے عین نیچے ہوں۔ بعد ازاں جب اراکین جلسہ کی گرفتاریاں عمل میں آئیں تو صاحب کوتوال نے مجھے پیغام بھیجا کہ تم کہیں روپوش ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے اس مشورہ پر عمل بھی کیا۔ لیکن جیسا کہ وکیل صاحب نے پیشتر بیان کیا ہے میں اپنے ضمیر کی آواز کو دبانے میں کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ اور یہ دیکھ کر کہ بے شمار ناکردہ گناہ شخصوں کی جانیں خطرہ میں ہیں آخر کار شہادت دینے کے لئے باہر آ گیا۔"

اس بیان کے خاتمہ پر صاحب صدر اجلاس نے کھرائی ہوئی آواز میں یہ حکم سنایا کہ

"عدالت بند دروازے کے پیچھے اپنا فیصلہ مرتب کرے گی۔"

اس کا مطلب یہ تھا کہ جس قدر اجنبی کمرۂ عدالت میں موجود تھے سب کے سب رخصت ہو جائیں چنانچہ فوراً ہی خلقت کا ہجوم گیلریوں سے رخصت ہونے لگا۔ قیدیوں کو بھی سپاہیوں کی نگرانی میں اس جگہ سے ہٹا دیا گیا۔ گواہ اور ریبر سٹر بھی رخصت ہو گئے۔

یعنی صرف وہ امراء جو ایوان کے ممبر تھے باقی رہ گئے۔ ہر چند میں جیل خانہ کا مفرور تھا۔ تاہم میری حراست یا نگرانی کے متعلق کسی طرح کا حکم جاری نہ کیا گیا تھا۔ اور سچ پوچھئے تو میں نے اسے قیدیوں کے حق میں ایک فالِ نیک سمجھا۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ صاحب صدر عدالت عامۃ الناس کی رائے کو نظر انداز کر کے زیادہ عرصہ تک انصاف کے خون کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ میں ڈیوک ڈی پالن، بیرسٹر، لوہار اور اپنے دراز قد فرانسیسی دوست کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اور اس کے بعد ڈیوک کے روبرو اپنے فرار کی داستان بیان کی۔ وہ خود بھی اس بارے میں ہر طرح مطمئن تھا کہ عدالت کا فیصلہ ہر حال میں قیدیوں کے حق میں ہوگا۔ خصوصاً اس لئے کہ اس کا اپنا خسر فیلڈ مارشل دار الامرا کا ممبر تھا اور اپنے اثر سے کام لے کر باقی امراء کو اس بات پر مائل کر سکتا تھا کہ اس فیصلہ پر جو بیشتر سوچا گیا تھا نظر ثانی کی جائے۔

آدھ گھنٹہ کے بعد اس بیرسٹر کو جس کی خدمات مارکوئیس ڈی پالن کے لئے حاصل کی گئی تھیں کمرۂ عدالت میں طلب کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ باقی ملزمان کے وکیلوں کو بھی جیسا کہ بعد ازاں معلوم ہوا صاحب صدر اجلاس گورنمنٹ کی قوت اور عدالت کے وقار کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک طرح کا سمجھوتہ کرنا چاہتے تھے۔ تجویز یہ تھی کہ سرکاری گواہ کریسن کی حلف دروغی کی بنا پر سارے قیدیوں کو عزت کے ساتھ بری کر دیا جائے۔ البتہ اس کے مقابلہ میں وکلائے ملزمان اس بات کا وعدہ کریں کہ ان کی طرف سے گواہ کریسن کے برخلاف کسی طرح کی فوجداری کارروائی عمل میں نہ لائی جائے گی۔ ساتھ ہی اس سمجھوتہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جیل خانہ سے میرے فرار کے واقعہ کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ بلکہ اس سلسلہ میں جن شخصوں نے میری امداد و اعانت کی تھی ان کے برخلاف بھی کوئی کارروائی عمل میں نہ لائی جائے گی۔ اس کے علاوہ کوشش کی جائے گی کہ میرے اور لوہار کے متعلق سارے واقعات کو پوشیدہ رکھا جائے۔ اور پبلک کے روبرو یہ ظاہر نہ ہونے پائے کہ گواہ کریسن کی

حلف دروغی کا حال بعض اور ذریعوں سے معلوم ہونے کے بعد ملزمان کو بری کیا گیا ہے جیساکہ سمجھا جا سکتا ہے یہ ساری شرطیں محض اس لئے سوچی گئیں کہ گورنمنٹ کو یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ اس کے اہلکاروں نے مقدمہ کی کامیابی کے لئے ایک گواہ کو چھپایا اور دوسرے کو پوشیدہ رہنے پر مجبور کیا گیا عوام کی نظروں میں ذلیل و شرمسار نہ ہونا پڑے غرض یہ ان شرطوں کا خلاصہ تھا جو ملزمان کے بیرسٹروں کے روبرو پیش کی گئیں۔ اور انہوں نے اپنے موکلوں کی بہتری کے خیال سے ان کو قبول کرنا ہی مناسب جانا۔ کیونکہ گو ان کو معلوم تھا کہ حال کے انکشافات کے بعد جرم بغاوت ملزموں کے برخلاف ثابت نہیں ہو سکتا۔ تاہم عدالت کو اختیار تھا کہ وہ دوسرے الزام میں جو گورنمنٹ کے برخلاف پوشیدہ طور پر جلسہ کرنے کا تھا ان کو عبرتناک سزائیں دیتی۔

خیر اس سمجھوتہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ عدالت خاص نے اپنے سابقہ فیصلہ پر نظر ثانی کر کے سارے ملزموں کی بریت کا حکم دے دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رسمی طور پر صدر اجلاس نے حکم صادر کیا کہ گواہ کریسین کو جیل خانہ میں رکھا اور اس پر حلف دروغی کا مقدمہ چلایا جائے۔ خدا جانے اس کے بعد اس شخص کا کیا حشر ہوا۔ لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اسے جلدی ہی خفیہ طور پر رہا کر دیا گیا اور سرکاری خزانہ سے بہت سا روپیہ دے کر یا تو اسے کسی دوسرے ملک کو بھیجدیا گیا یا وہ نام تبدیل کر کے صدر مقام سے دور کسی غیر معروف مقام میں سکونت پذیر ہو گیا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ لاموٹ گو جو میری بجائے جیل خانہ کی کوٹھڑی میں بند تھا جلدی ہی آزاد کر دیا گیا۔ لیکن اس کا حال مجھے بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ وہ پہرہ دار جس نے میرے فرار میں مدد دی تھی اپنی سابقہ تجویز کے مطابق پیرس سے بھاگ گیا۔ یا یہ معلوم کرنے کے بعد کہ گورنمنٹ اب اس کے برخلاف کوئی کارروائی عمل میں نہ لائے گی صدر مقام ہی میں ٹھہر ا رہا۔

قدرتی طور پر یہ معاملہ اخبارات تک بھی پہنچا۔ لیکن صدر اجلاس کے منشا کے

مطابق پیرس کے اخباروں نے اس پر موشگافیاں کرنے کی بجائے سارے واقعہ کو چند سرسری لفظوں میں ٹال دیا۔ اس سے ممکن ہے میری داستان کے وہ ناظرین جو انگلستان کے رہنے والے ہیں حیرت زدہ ہوں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ شاہ لوئیس فلپ کے زمانہ میں فرانس کے اخباروں کو اتنی ہی کم آزادی حاصل تھی جتنی اب لوئیس نپولین کے زمانہ میں ہے پس اگر کوئی اخبار ہمت و جرأت سے کام لے کر صاف گوئی پر آمادہ ہوتا تو یقینی بات ہے کہ پولیس فوراً اس کے دفتر پر چھاپہ مارتی۔ اور اس کے تمام پرچے ضبط کر کے لے جاتی۔ بالفرض اس کے چند پرچے ڈاک میں بھی پڑ چکتے تو انہیں راستہ میں روک لیا جاتا۔ مگر کچھ ہو میرے لئے جو بات سب سے زیادہ خوشی کا موجب ثابت ہوئی یہ تھی کہ میرا نام فرانس کے کسی اخبار میں نہ ملزمان کی گرفتاری کے سلسلہ میں نہ اس کے بعد دوران مقدمہ کے حالات میں، بالکل شائع نہ ہوا۔ فی الحقیقت مادکوئیس ڈی پالن کے بیرسٹر نے اپنی عدالتی تقریر میں محض اتنا کہا تھا کہ پولیس ایک نوجوان انگریز کو جسے باقی ملزمان کے ساتھ گرفتار کیا گیا تھا محض اس لئے چھپانے کی کوشش کر رہی ہے کہ وہ اس مقدمہ کے متعلق بڑا اہمیت بیان دے سکتا تھا۔ گویا میرا نام اس بیرسٹر نے بھی نہیں لیا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ اس واقعہ کے حالات جو انگریزی اخبارات میں شائع ہوئے بے حد مختصر اور قلیل تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ لندنی اخبارات کے پیرسی نامہ نگار ہر قسم کی معلومات عموماً فرانسیسی اخباروں سے حاصل کرتے تھے۔ ممکن ہے کچھ اصحاب میرے اس لمبے چوڑے بیان سے اُکتانے لگے ہوں۔ لیکن میں نے یہ ساری تفصیلات محض اس لئے درج کرنی ضروری سمجھی ہیں کہ میرا نام چونکہ اس دوران میں فرانسیسی اور انگریزی اخباروں میں قطعاً ظاہر نہ ہوا تھا اس لئے وہ لوگ جو انگلستان میں رہتے ہوئے میرے معاملات سے دلچسپی لیتے تھے اس بارے میں بالکل ہی لاعلم رہے کہ اس ہیبت ناک مقدمہ میں میں نے کس قدر حوصلہ کیا اور کونسا پارٹ ادا کیا تھا۔

باب ۸۲

پاک محبت کی منزلیں

ناظرین بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ رہا ہونے کے بعد ملزموں میں سے ہر ایک نے بے حد پُرجوش الفاظ میں میرا شکریہ ادا کیا۔ مگر سب سے زیادہ اظہار ممنونیت مارکوئیس ڈی پالن اور یوجینی ڈیلاکور کی طرف سے ہوا۔ جو مجھے اپنا محسن اور نجات دہندہ کہتے ہوئے نہ تھکتے تھے۔ محل میں واپس آیا تو سارے نوکر بڑے تپاک کے ساتھ ملے۔ اور ڈیوک ڈی پالن نے اس بارے میں ایک لمبی تقریر کے بعد کہ آج کل کے نوجوان بے وجہ اوروں کے معاملات میں دخل انداز ہونے کے عادی ہیں۔ مجھے اس بارے میں تاکید کی کہ آئندہ زیادہ محتاط رہنا۔ پس جہاں تک میری ذات کا تعلق تھا معاملات نے جلدی ہی پھر وہی سابقہ صورت اختیار کر لی۔ فرق اگر کچھ تھا تو محض یہ کہ مارکوئیس ڈی پالن جو اس سے پہلے سرد مہری کا برتاؤ کیا کرتا تھا وہ اب میرا گہرا دوست بن گیا۔ چنانچہ جب کبھی ہم دونوں کو ملنے کا اتفاق ہوتا تو وہ نہ صرف گذرے ہوئے واقعات کا ذکر کرتا بلکہ ان عقائد پر بھی بحث شروع کر دیتا جو اس نے خفیہ انجمن کے جلسہ میں صرف ایک دن کی تقریریں سن کر حاصل کئے تھے۔

گاہ بگاہ وہ مجھ سے میڈموازل ڈیلاکور کا بھی ذکر کیا کرتا تھا۔ گو اس طرح کے موقعوں پر اس کی آواز میں اُداسی کی جھلک پائی جاتی تھی۔ اس کی گفتگو ظاہر کرتی تھی کہ اس کو میری ذات پر پورا اعتماد ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ یوجینی ڈیلاکور سے اس کے واقعات عشق اب کس منزل تک پہنچ چکے ہیں۔ اس کی گفتگو سے معلوم ہوا، کہ

گو اس کا باپ اس کی اپنی منت سماجت پر اس بات کے لئے آمادہ ہوچکا تھا کہ اس کی شادی یوجنی ڈیلا کورسے ہو جائے۔ تاہم اس کی ماں اس تجویز کے سخت برخلاف تھی اس معاملہ میں مارکوئیس کا نانا بڈھا مارشل بھی اپنی دختر کا ہم خیال تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ڈچس کا عندیہ بڑی حد تک مارشل کے اپنے انکار سے ہی تعلق رکھتی تھی۔ لیکن صحیح وجہ کچھ ہو اس میں شک نہیں کہ مارشل اور ڈچس دونوں یوجنی ڈیلاکورسے تھیوبالڈ کی محبت کو اس آفت کا سرچشمہ تصور کرتے تھے جس سے مارکوئیس ڈی پالان نے بمشکل نجات حاصل کی تھی۔ اور ان کا خیال تھا کہ اگر یہ تعلق قائم ہو گیا تو خاندان کی بدنامی جو پہلے ہی کافی ہو چکی تھی اور زیادہ حد انتہا تک پہنچ جائے گی۔ تھیوبالڈ کی ماں اور اس کا نانا اس لئے بھی اس سے ناراض تھے کہ ان کے انتہائی اصرار کے باوجود اس نے اخبارات کے نام اس مضمون کی چٹھی لکھنے سے صاف انکار کر دیا تھا کہ اسے خفیہ انجمن کے عقائد سے کوئی ہمدردی نہیں ہے اور یہ کہ وہ محض رفع استعجاب کے لئے جلسہ گاہ میں گیا تھا۔ امرواقعہ یہ ہے کہ مغرور ڈچس اور اس کے بادشاہت پرست باپ کو جمہوری عقائد سے سخت نفرت تھی۔ لیکن تھیوبالڈ جو ایک بلند خیال نوجوان تھا اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ وہ ان عقائد کا اتنا ہی معترف اور مداح ہے جتنا یوجنی ڈیلاکور دکھائی دیے یا نمائش کے لئے کسی حال میں ان کی مذمت پر آمادہ نہ ہو سکتا تھا۔

امرواقعہ یہ ہے کہ تھیوبالڈ کے مستقبل کے متعلق ڈیوک ڈی پالان کے اپنے خیالات بڑی حد تک ڈچس اور اس کے باپ کے خیالات سے ملتے تھے۔ لیکن اس کے طرز عمل میں تحمل اور درگذر کا عنصر غالب تھا۔ حالانکہ مارکوئیس کی ماں اور اس کا نانا قطعی طور پر اس بات کے مخالف تھے کہ اس کا تعلق کسی حال میں میڈموازل ڈیلاکور سے ہو۔ معلوم ہوتا ہے ڈیوک نے در پردہ تھیوبالڈ سے مل کر یوجنی ڈیلاکور کے بارے میں کئی سوال پوچھے تھے اور اس کے دل کی حالت سے پوری طرح واقف ہونے کے بعد

یعنی یہ معلوم ہو جانے پر کہ تھیوبالڈ کی راحت اور اس کے مستقبل کی امیدیں اس نوجوان خاتون کی ذات کے ساتھ وابستہ ہیں۔ نیز یہ کہ وہ ایک دوسرے کو بے حد چاہتے ہیں۔ ڈیوک اس بات پر آمادہ ہو گیا تھا کہ وہ بیٹے کی خوشی کی خاطر اپنے تعصبات کو دبائے اور نظر انداز کر دے۔ نتیجہ یہ کہ وہ اس بات کا حامی بن گیا کہ تھیوبالڈ اور یوجنی کی نسبت قرار پا جائے۔ اور آخر الذکر کے چچا بڈھے ماہوکار کو بھی اس کی اطلاع بھیج دی جائے۔ لیکن مقابلہ میں ڈچس ڈی پالن کسی حال میں اس کے لئے آمادہ نہ تھی۔ اور اس کا باپ بڈھا مارشل جو قریباً ہر روز وہاں آتا تھا ہر ممکن طریقہ پر بیٹی کے خیالات کو تقویت دیتا رہتا تھا۔ اس سے خانگی جھگڑے پیدا ہونے شروع ہوئے جن میں بارہا نوبت حجت و تکرار تک پہنچ جاتی۔ رفتہ رفتہ گھر میں دو پارٹیاں بن گئیں جن میں ایک طرف ڈیوک اور دوسری جانب ان کی بیوی اور خسر تھے۔ اور کئی بار معاملات ایسی کشیدہ صورت اختیار کرتے کہ گھر کے نوکروں کو بھی سارے حالات کا علم ہو جاتا ڈچس زور دیتی تھی کہ تھیوبالڈ کو پھر ایک بار سال دو سال کے لئے جرمن یونیورسٹی میں بھیج دیا جائے۔ مگر ڈیوک کسی حال میں اس کے لئے آمادہ نہ تھا۔ البتہ اپنے بیٹے سے اس نے اس بات کا اقرار لے لیا تھا کہ جب تک اس معاملہ کا آخری فیصلہ نہ ہو وہ میڈموازل ڈیلاکور سے میل جول ترک کر دے۔ اور چونکہ تھیوبالڈ اپنے باپ کی ہمدردی و حمایت کا ممنون احسان تھا اس لئے وہ اس کے کہنے پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔

ناظرین کے لئے یہ معلوم کرنا بہت دشوار نہیں ہو سکتا کہ ایک ایسے فیاض اور ذکی الحس نوجوان کے لئے جیسا کہ تھیوبالڈ تھا، معاملات کی یہ حالت کس قدر موجب تکلیف تھی۔ ایک طرف اسے اپنے والدین سے بہت گہری محبت تھی اور دوسری جانب وہ یوجنی ڈیلاکور کو بھی چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ اس کے دل کو آئے دن کے جھگڑوں

سے بہت تکلیف ہوتی تھی۔ اور یہ بھی اس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ان جھگڑوں کی بنیاد درحقیقت وہ عشق ہے جو اسے یوجینی سے ہے۔ لیکن وہ کیا کر سکتا تھا؟ عزت اور شرافت کا پاس اور سب سے بڑھ کر اپنی راحت کا خیال اس بات کی اجازت نہ دیتا تھا کہ وہ یوجینی ڈیلاکور سے قطع تعلق کرے۔ وہ ماں باپ کے آئے دن کے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے بھی ایسی بے وفائی اور سنگدلی کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی معاملات کو ان کی موجودہ حالت میں قائم رہنے دینا بھی غیر ممکن تھا۔ کیونکہ اس سے گھر میں پھوٹ پڑنے لگی تھی۔ نازک ترین رشتے منقطع ہوتے جاتے تھے اور نوکروں کو چہ میگوئیوں کا موقعہ ملتا تھا۔ غرض ان حالات میں تھیوبالڈ کا چہرہ روز بروز پیلا پڑنے لگا۔ اب اس کے رخساروں پر افسردگی اور مایوسی کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ اور گو سبھی نوکر اس سے دلی ہمدردی کرتے تھے تاہم جتنا درد میرے دل میں تھا اتنا شاید ہی کسی اور کو ہو۔ بارہا وہ مجھ سے پوچھتا کیا کبھی تم کو میڈموازل ڈیلاکور سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے؟ اور جب میں بصورتِ انکار جواب دیتا تو اس کے چہرہ کی افسردگی اور زیادہ بڑھ جاتی۔ لیکن میں اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس بات کا خواہشمند ہے کہ میں اس کی معشوقہ کی طرف سے کوئی ایسا پیغام لاکر دوں جو اس کی حوصلہ افزائی کا موجب ہو۔ بالکل بے بس تھا۔ نہ کبھی اس نے مجھ سے کہا کہ میڈموازل ڈیلاکور سے ملنا اور نہ میں اپنے طور پر اس بارے میں کچھ کہنے کی جرأت کر سکا۔ پس جب کبھی ہمارے درمیان اس بارے میں گفتگو ہوتی تو میں ایک انکاری جواب کے بعد چپ ہو جاتا۔ گو یہ دیکھ کر میرے جی کو سخت قلق ہوتا تھا کہ نوجوان مارکوئیس خفیہ غم کی وجہ سے روز بروز نحیف و ضعیف جان ہوتا جا رہا ہے۔

میرے صدر جیل خانہ سے فرار ہونے کے بعد قریباً چھ مہینے گذر چکے تھے کہ ایک

دن کا ذکر ہے میں بلوارڈ سے گذر رہا تھا کہ ناگاہ میں نے دیکھا میڈموازل یوجینی ایک دکان سے نکل کر اس گاڑی میں سوار ہوئی جو اس کے انتظار میں کھڑی تھی اس کا اپنا چہرہ زرد تھا ضعف و اضمحلال کے آثار اس کے خوشنما رخساروں پر پائے جاتے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہوئی۔ اور اس نے شرمیلے اخلاق کے ساتھ اپنا ہاتھ پیش کر کے اس قسم کے لہجہ میں جو صاف ظاہر کرتا تھا کہ وہ آپس کے مجلسی اختلاف کے باوجود مجھے اپنا دوست اور ہم پایہ تصور کرتی ہے، کہنے لگی۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں ان دنوں مارکوئیس کا کیا حال ہے؟" یہ الفاظ اس نے رُک رُک کر کہے اور میں نے دیکھا کہ ہلکی چھپی ہوئی تھراہٹ اس کے لہجہ میں پائی جاتی تھی اور نگاہ سے امید و بیم کا اظہار ہو رہا تھا۔

میرے لئے غیر ممکن تھا کہ اسے مارکوئیس کے بارے میں مبتلائے غلط فہمی کرنے کی کوشش کرتا۔ میرا یہ کہنا کہ وہ ہر طرح خوش و خرم ہے اس بیان کا مترادف ہوتا کہ وہ اتنا سنگدل اور بے رحم ہے کہ اسے اس مجبوری فراق کا ذرا بھی رنج و غم نہیں پس میں نے اُداس لہجہ میں کہا "میڈموازل۔ مارکوئیس ڈی پالن کی حالت اچھی نہیں ہے۔ وہ ہر وقت خفیہ رنج و غم کرتے رہتے ہیں۔ جس کا نشان ان کے چہرہ پر صاف دکھائی دیتا ہے۔"

یہ سن کر یوجینی کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوا۔ اور گو کسی طرح کی آواز اس کے منہ سے نہ نکلی تاہم اس کے متلاطم سینہ سے اُٹھی ہوئی سسکیوں کی وجہ سے اس کے شال کے اُتار چڑھاؤ نے ثابت کر دیا کہ اس کا دل خون کے آنسو رو تا ہے چند لمحوں کے لئے وہ ایک لفظ تک منہ سے نہ کہہ سکی۔ اس کے بعد شکستہ لفظوں میں بولی "مسٹر ولمٹ۔ میں بھی کچھ کم مصیبت زدہ نہیں ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ مارکوئیس نے عارضی طور پر مجھ سے نہ ملنے کے بارے میں اپنے باپ سے وعدہ کیا ہے۔ اور گو ڈیوک کا

باپ اس کا طرفدار ہے تاہم اس کی ماں ہمارے میل جول کی سخت مخالف ہے۔ یہ ساری باتیں مجھے مارکوئیس کے ایک رقعہ سے معلوم ہوئی تھیں... مگر کیا تم اس سے کہہ گئے کہ میں راستہ میں تم سے ملی تھی؟ اس نے رکتے رکتے اور شرماتے ہوئے پوچھا۔

"لازمی طور پر" میں نے جواب دیا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ خود اس بات کی خواہشمند ہے۔

"اچھا تو جب تم اس سے ملو تو میری طرف سے کہنا کہ وہ بھی میری طرح امید کو ہاتھ سے نہ دے" میڈ موازل ڈیلاکور نے تقریر جاری رکھ کر کہا۔ "ہم دونوں ابھی کمسن ہیں اور فی الحال ہماری شادی کا زمانہ دور ہے۔ بے شک ایک دوسرے کی جدائی ہمیں شاق ہے تاہم میں پہلے ہی جانتی تھی کہ اس طرح کی آفت ضرور پیش آئے گی۔ لیکن یہ بتایئے مارکوئیس کے گھر میں اس معاملہ کی وجہ سے جھگڑے تکرار کی نوبت تو نہیں آتی؟"

"بدقسمتی سے یہ خرابی ہر روز بڑھتی جاتی ہے" میں نے جواب دیا۔ کیونکہ نوجوان خاتون کو مبتلائے غلط فہمی کرنا میری رائے میں لاحاصل تھا۔ بلکہ سچ پوچھئے تو وہ بھی اس بات سے ناواقف نہ تھی کہ حقیقت حال کیا ہے۔ پس میں نے کہا "میڈ موازل میں افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس گھر میں سخت تفرقہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور اندیشہ ہے کہ اگر معاملات کی صورت اسی طرح قائم رہی تو نہ صرف اس خاندان کی راحت تباہ ہو جائے گی بلکہ بدنامی بھی سخت ہو گی۔"

"اس صورت میں بھتیو بالڈ کو لازم ہے کہ دانائی اور دور اندیشی سے کام لے" یوجینی نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا اور ساتھ ہی اس کے چہرہ کے آثار سے پایا گیا کہ وہ خود بھی ہوشیاری اور مستعدی سے کام لینا چاہتی ہے۔ "میں ڈچس کے عادات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ گو مجھے اس سے ملنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ اس کا فیصلہ ہر حال

میں اٹل ہوتا ہے اس لئے غیر ممکن ہے کہ وہ اپنی بات سے پیچھے ہٹے۔ اس کے علاوہ اس کا باپ جو فوجی منضبط انتظام کا عادی ہے اور اسی فوجی سختی سے امور خانگی میں کام لینا چاہتا ہے اس کی حمایت اور تائید کر رہا ہے۔ پس حالات پیش آمدہ میں بہتر یہی ہے کہ تھیوبالڈ کچھ عرصہ کے لئے گھر سے رخصت ہو جائے۔ میرے خیال میں زیادہ مناسب ہوگا وہ جرمنی کو واپس چلا جائے۔ اس کی عدم موجودگی میں یہ آئے دن کے جھگڑے جو اس کے ماں باپ میں چلتے رہتے ہیں خود بخود رفع ہو جائیں گے۔ رہ گیا ہماری علیحدگی کا سوال۔ تو وہ علیحدگی اب بھی قائم ہے۔ فی الحال صرف چند محلوں کا فاصلہ ہمارے درمیان حائل ہے لیکن اگر اس کی بجائے کئی سو میل کا فاصلہ ہو جائے تو بھی حالت جوں کی توں رہے گی۔ پس آپ میری طرف سے تھیوبالڈ سے بزور کہئے کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے رخصت ہو جائے۔ کیونکہ اسی طریقہ پر وہ تفرقہ جو اس کے والدین میں پیدا ہو رہا ہے رفع ہو سکتا ہے اور میری اپنی رائے میں کوئی قربانی ایسی نہیں جو اس مطلب کیلئے ہیچ سمجھی جائے۔ مستقبل کے بارے میں ہمیں خدا پر بھروسہ رکھنا لازم ہے۔ ممکن ہے حالات آخر ہمارے موافق ہو جائیں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ قدرت نے ہمیں ایک دوسرے کے لئے پیدا کیا تھا اور اس لئے وہ ہمارے ملاپ کی کوئی صورت عمل میں لائے گی۔ تھیوبالڈ کو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ خدا کو منظور ہے وہ اس کے اپنے ناقابل فہم طریقوں پر ضرور عمل میں آئے گا۔ کیونکہ گو اس وقت تک معاملات نے ایک عجیب طرح کی الجھن اختیار کر رکھی ہے تاہم اس وقت تک امید کی جھلک باقی ہے اور بظاہر کوئی وجہ نہیں کہ ہم یاس کو دل میں جگہ دیں۔"

خاتون کی اس دردناک تقریر کا میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور جب میں نے اس مشورہ پر غور کیا جو وہ میری وساطت سے تھیوبالڈ کو دینا چاہتی تھی تو مجھے اس دانائی اور دور اندیشی کا بھی قائل ہونا پڑا جو حقیقتاً اس کے اوصاف

کا ایک حصہ تھا۔

"میڈموازل۔ اطمینان رکھئے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے لفظ بلفظ موسیولا مارکو میئں سے کہہ دیا جائے گا" میں نے جواب دیا "آپ کا مشورہ بیش قیمت ہے اور یہ معلوم کرنے کے بعد کہ وہ آپ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ اس پر یقینی طور سے عمل کیا جائے گا"

"مگر میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے اس کے نتیجہ سے ضرور مطلع کریں" میڈموازل ڈیلاکور نے رکتے ہوئے کہا۔

"میں اس فرض کو بخوشی ادا کروں گا" میں نے صدق دل سے جواب دیا۔

"آپ جس وقت چاہیں میرے چچا کے مکان پر آسکتے ہیں" اس نے کہا۔ "میں اس جگہ ہر طرح مختار ہوں اور میرے نیکدل رشتہ دار کی طرف سے مجھ پر کسی طرح کی روک یا پابندی عائد نہیں"

میں نے پھر ایک بار تعمیل کا وعدہ کیا اور وہ مجھے الوداع کہہ کر اپنی گاڑی پر سوار ہو کے رخصت ہو گئی۔ لیکن جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ تھوڑے فاصلہ پر ایڈولف کی پہچانی ہوئی صورت کسی مکان کے اوجھل میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی جیسا کہ ناظرین کو یاد ہوگا یہ شخص ڈچس کا خادم خاص تھا۔ اور میں حالات کی بنا پر یہ بات یقینی طور پر معلوم کر چکا تھا کہ وہ اس کا مخبر اور جاسوس ہے۔ کچھ عرصہ سے یہ بات میرے ذہن سے خارج ہو چکی تھی کہ کوئی شخص میری نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا ہے۔ لیکن اب یہ حقیقت بڑے زور کے ساتھ از سر نو واضح ہو گئی۔ یقینی طور پر ڈچس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ جس صورت میں میں اس کے بیٹے کے معاملات میں بیشتر حصہ لیتا رہا ہوں تو اب بھی اس کے اور میڈموازل ڈیلاکور کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ میری ہی معرفت قائم ہوگا۔ اس خیال کی تصدیق جلدی ہی ہو گئی۔ کیونکہ جس

وقت میں محل کو واپس آیا تو دربان نے اطلاع دی کہ بیگم صاحب نے تم کو یاد کیا ہے میں اس بلاوے کے لئے تیار ہی تھا پس سیدھا زنانخانہ کی طرف ہولیا۔

بیگم اپنے کمرہ میں تنہا تھی اور اس کے چہرہ پر سختی کے آثار پائے جاتے تھے۔ مجھے سامنے آتا دیکھ کر اس نے کہا۔" جوزف۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میرے بیٹے اور میڈموازل ڈیلاکور کے درمیان خط و کتابت کا ذریعہ بنے ہوئے ہو"

" بانو میں بخوبی سمجھ سکتا ہوں " میں نے ادب آمیز استقلال کے ساتھ جواب دیا۔ " کہ آپ یہ الزام کس بنا پر عائد کرتی ہیں لیکن اطمینان فرمایئے کہ وہ غلط ہے۔ فی الحقیقت اگر پاس ادب مانع نہ ہوتا تو میں زور کے ساتھ کہتا کہ میں اس الزام کی حقیقت سے غصہ کے ساتھ انکار کرتا ہوں "

" گستاخ ! " ڈچس نے جس کے چہرہ کا رنگ دفعتاً سرخ ہوگیا تھا کہا۔ " یہ الفاظ میرے سامنے ! لیکن شاید تمہیں اس لئے اتنی جرأت ہوئی ہے کہ تم جانتے ہو تمہارے آقا مہربان ہیں۔ خبردار آئندہ میرے روبرو کبھی ایسی دیدہ دلیری نہ ہو۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ شخص جو اپنے آقا کے خطوط اس کی داشتہ کو پہنچانے جاتا تھا اب دو اور شخصوں کے درمیان خط و کتابت کا ذریعہ ثابت نہ ہو "

میری گردن مارے شرم کے جھک گئی۔ ڈچس کا طعنہ صحیح تھا۔ اور مجھے یہ سوچ کر سخت افسوس ہوا کہ کیوں میں نے ڈیوک کی چٹھیاں میڈموازل لگنی کو پہنچانے کا ناپاک فرض ادا کیا۔

" بانو " میں نے ضبط سے کام لے کر کہا " یقین کیجئے کہ اس قابل یاد دن کے بعد جب امراء کی عدالت میں مارکوئیس کے مقدمہ کا آخری فیصلہ ہوا تھا، آج پہلا موقعہ ہے، کہ مجھے میڈموازل ڈیلاکور سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور وہ بھی قصداً نہیں محض اتفاقیہ طور پر... "

" اتفاقیہ طور پر ! کیا اسی لئے تم قریباً آدھ گھنٹہ اس سے گفتگو کرنے میں مشغول

رہے؟" ڈچس نے طنز کے ساتھ پوچھا۔

"معلوم ہوتا ہے ایڈمنڈ نے آپ کو ہر ایک تفصیل سے پوری طرح واقف کر دیا ہے۔" میں نے جواب دیا اور ساتھ ہی یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ جو اندازہ میں نے پیشتر اس شخص کے مخبر ہونے کے بارے میں کیا تھا وہ بالکل صحیح نکلا۔ "بدقسمتی سے بالو آپ کا یہ جاسوس اس گفتگو کو نہ سن سکا جو اس موقعہ پر میرے اور میڈموازل ڈیلاکور کے درمیان ہوئی تھی۔ لیکن اگر آپ منظور کریں تو میں اس کو بیان کرنے کے لئے تیار ہوں، کیونکہ جو باتیں اس موقعہ پر ہمارے درمیان ہوئی تھیں۔ وہ ایسی نہیں ہیں کہ انہیں آپ سے چھپایا جائے۔ بلکہ بعض کے الفاظ واقعہ میں ایسے تھے کہ وہ ضرور آپ کے کانوں تک پہنچنے چاہئیں۔"

میرا خیال ہے کہ یہ کہتے ہوئے میرے چہرہ پر صداقت اور راستی کے ایسے آثار نمودار ہوئے جن سے ڈچس کو پورا یقین ہو گیا کہ میں اسے دھوکا دینا نہیں چاہتا چنانچہ اس نے مجھ سے وہ الفاظ دہرانے کے لئے کہا۔ اور اب کی بار اس کے لہجہ میں کسی طرح کا طنز بالکل نہ تھا۔

"میڈموازل ڈیلاکور نے" میں نے تقریر جاری رکھ کر کہا۔ "مجھے کہا تھا کہ میں اس کی طرف سے موسیو لامارکوئیس سے درخواست کروں کہ وہ بلا تاخیر جرمن یونیورسٹی کو واپس چلے جائیں کیونکہ اسی میں خاندان کی بہتری ہے۔"

ڈچس گہری سنجیدگی سے میرے منہ کو تکنے لگی۔ اور اس کے بعد اس بارے میں مطمئن ہو کر کہ میں جھوٹ نہیں کہتا ہوں۔ بولی "تو کیا تم یہ پیغام میرے بیٹے کو پہنچانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ میرا ارادہ یہی تھا کہ بجنسہ یہ پیغام موسیو لامارکوئیس کے کانوں تک پہنچا دوں۔"

"تو جاؤ" اس نے حکم دیا۔ مگر جب اس کے بعد میں سلام کر کے رخصت ہو رہا تھا تو اس نے پیچھے سے آواز دی "اگر تمہیں میرا حکم ماننے سے انکار نہ ہو تو بھیو بالڈ سے اس بات کا بالکل ذکر نہ کرنا کہ میں نے اس بارے میں تم سے کسی طرح کی بات چیت کی ہے"

"بانو۔ جہاں تک مجھ کو یاد ہے اس طرح کا موقعہ بہت کم پیش آیا ہوگا کہ میں نے آپ کے کسی فرمان کی حکم عدولی کی ہو" میں نے لہجۂ وقار میں جواب دیا "پس اطمینان فرمایئے کہ میں آپ کے ارشاد کی پوری تعمیل کروں گا"

اتنا کہہ کر میں باہر آ گیا۔ اور جب اس کے تھوڑی دیر بعد باغ میں نوجوان مارکوئیس سے ملنے کا اتفاق ہوا تو جو گفتگو میڈموازل ڈیلاکور سے ہوئی تھی وہ سب میں نے اس سے بیان کی۔ اور یہ بھی بتایا کہ اس نے مستقبل کے بارے میں کیا رائے پیش کی ہے۔

"آہ۔ قابل تعریف یوجینی!" بھیو بالڈ نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی مسرت کی چمک اس کے خوشنما چہرہ پر نمودار ہوئی۔ "جوزف یہ غیر ممکن ہے کہ میں اس کے کسی مشورہ کی تعمیل سے انکار کر دوں۔ اس کے منہ سے نکلا ہوا چھوٹے سے چھوٹا لفظ بھی میرے لیئے فرمان واجب الاذعان کا درجہ رکھتا ہے۔ بے شک اس کا کہنا صحیح ہے اور مجھے ضرور اس تجویز پر عمل کرنا چاہیئے۔ والدہ کی طرف سے پہلے ہی اس پر اصرار تھا اور وہ محض اس خیال سے اب تک خاموش تھے کہ اس تجویز پر عمل کرنا میرے حق میں جبر سمجھا جائے گا۔ پس میرے درخواست کرنے پر وہ بھی یقیناً اس بارے میں منظوری صادر کر دیں گے" اور اس کے بعد تھوڑے توقف سے "بے شک یہی طریقہ بہتر ہے۔ دو تین سال کا عرصہ جلدی گذر جائے گا۔ اور جب والدہ کو معلوم ہوگا کہ میرا دل ہمیشہ کے لیئے یوجینی سے وابستہ ہو چکا ہے تو وہ بھی مزید انکار نہ کر سکیں گی۔ میرے چلے جانے سے اس آئے دن کے جھگڑے کا یقینی خاتمہ ہو جائے گا۔ جس نے گھر میں طوفان محشر

بپا کر رکھا ہے اور جس کے بارے میں اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ مستقل عداوت کی صورت اختیار کر لے گا. میں ابھی والد کے پاس جا کر سب حال اُن سے کہکر اُن کی منظوری حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں"

اس کے قریباً دو گھنٹے بعد ڈچس کی خادمہ ایمیلی مجھ سے ملی اور چونکہ ہم اس وقت شاگرد پیشے کے ہال میں اکیلے تھے اس لیئے وہ براہ راست معاملہ کی طرف آتے ہوئے بولی۔

"سنو جوزف۔ مالک اور مالکن میں پھر وہی تکرار ہونے لگی ہے. تھوڑی دیر پہلے میں جب اندرونی کمرہ میں تھی تو دونوں میں جھگڑا شروع ہو گیا اور ان کی گفتگو کے چند الفاظ میرے کانوں تک بھی پہنچ گئے۔ ڈیوک نے بیگم صاحبہ پر یہ الزام لگایا تھا کہ تم درپردہ مارکوئیس پر دباؤ ڈال کر اُسے رخصت ہونے کے لیئے اُکساتی ہو. بیگم صاحبہ نے انکار کیا۔ اور میں اپنے اندازہ سے کہتی ہوں کہ وہ راستی پر تھیں. کیونکہ میں ان کے طور واطوار کو اچھی طرح سمجھتی ہوں لیکن ڈیوک اس وقت بڑے جوش کی حالت میں تھے۔چنانچہ وہ بار بار اپنی بات پر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ ڈچس نے تنگ آکر ان سے کہہ دیا کہ آپ بالکل جھوٹ کہتے ہیں۔ اس پر ڈیوک کا غصہ اور زیادہ بھڑکا۔ اور انہوں نے کئی ناگفتہ باتیں کہیں. جواب میں ڈچس نے بھی میڈموازل لگنی کے بارے میں طعنہ دیا اور کسی بھیانک راز کا بھی ذکر کیا جس کا حال بیگم صاحبہ کو معلوم تھا. . . "

"آہ۔ کیا یہ بھی انہوں نے کہہ دیا!" میں نے فوراً یہ سمجھ کر کہ ڈچس کا اشارہ رائین کے ویران قلعہ کے واقعہ کی طرف تھا، مضطربانہ پوچھا۔

"ہاں" ایمیلی نے حیرت آمیز نظروں سے میرے منہ کو تکتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیا بات ہے تم اس کے متعلق اتنے متعجب کیوں ہو؟ اس بارے میں کون سے حالات تم کو معلوم ہیں؟"

"کچھ نہیں کچھ نہیں۔" میں نے جلدی سے گفتگو کا رُخ بدل کر کہا۔ "میرے کہنے کا مطلب محض یہ تھا کہ عورت کو اپنے شوہر کے متعلق ہر طرح کی شکایتوں کے باوجود کوئی ایسی بات نہ کہنی چاہیئے جو اس کی دل آزاری کا موجب ہو۔"

"میں نہیں جانتی اصل حقیقت کیا تھی۔" ایمیلی نے اس پر کہا۔ "تاہم اتنا کہہ سکتی ہوں کہ بیگم صاحبہ کے لفظوں کا اثر فوری اور حیرت انگیز ثابت ہوا۔ یعنی ڈیوک کا لہجہ فوراً نرم ہوگیا اور انہوں نے کہا۔ تم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ میں آخر تمہارا شوہر ہوں۔ بعد ازاں انہوں نے بیگم صاحبہ سے معافی بھی مانگی اور آخری فیصلہ یہ ہوا کہ مارکوئس کل ہی جرمنی کو رخصت ہو جائے۔ اس کے بعد ڈیوک اپنے کمرہ میں چلے گئے، اور ڈچس بھی اپنی بیٹھک کی طرف رخصت ہوگئیں۔"

"لیکن تمہارے پاس والے کمرہ میں موجود ہونے کا حال تو کسی کو معلوم نہیں ہوا؟" میں نے ایمیلی سے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "اور میں اس کے لئے خدا کا شکر ادا کرتی ہوں۔ کیونکہ اگر میری موجودگی ظاہر ہو جاتی تو بڑی مشکل کا سامنا ہوتا... فی الحقیقت اگر کوئی راستہ باہر جانے کا دوسری طرف موجود ہوتا تو میں ایک لحظہ وہاں نہ ٹھہرتی۔"

"ایمیلی! میری اپنی رائے میں" میں نے لہجۂ نہائش میں کہنا شروع کیا "بہترین صورت یہ ہوتی کہ جیسے ہی تم نے ڈیوک اور ڈچس کو نجی معاملات پر گفتگو کرتے سُنا تھا باہر چلی آتیں۔"

"تمہارے لئے بعد از وقت پند و نصیحت کا دفتر کھولنا بے شک سہل ہے۔" وہ بگڑ کر کہنے لگی۔ "لیکن افسوس تم میری مجبوری کو نہیں سمجھ سکتے۔ سارا واقعہ اس قدر تیزی کے ساتھ پیش آیا کہ میں اگر باہر آنا چاہتی بھی تو نہ آسکتی تھی۔ اس سے پہلے کہ میں

اپنے خیالات جمع کر سکتی ان کی گفتگو ناخوشگوار صورت اختیار کر چکی تھی۔"

اتنے میں کچھ اور نوکر آ گئے اس لئے ہماری گفتگو کا یہیں پر خاتمہ ہو گیا۔

اس سے اگلی صبح کو مارکوئیس ڈی پالن نے مجھے اپنے کمرہ میں طلب کیا اور ایک بند خط میرے حوالہ کرتے ہوئے کہا "جوزف۔ میں عنقریب یہاں سے رخصت ہو رہا ہوں۔ شروع میں والدہ نے بڑا انکار کیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ میں والدہ کے دباؤ سے رخصت ہونے پر آمادہ ہوا ہوں۔ میں نے ان کو سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر ان کا اطمینان نہ ہو سکا لیکن اس کے بعد وہ جب والدہ سے مل کر واپس آئے تو کافی طور پر مطمئن ہو چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے رخصت کی بخوشی اجازت دے دی۔ لیکن ہاں تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میرا جواب میڈموازل ڈیلاکور کو پہنچا دو گے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ میری طرف سے یہ خط اس کے حوالہ کر دو۔ اسے میں نے والد کی رضامندی سے لکھا ہے۔ گو ان کی شرط یہ ہے کہ جب تک میں گھر سے باہر رہوں، خواہ میری غیر حاضری لمبی ہو یا مختصر۔ دوبارہ یوجنی سے خط و کتابت نہ کروں۔ میں نے اس کا اقرار بھی کر لیا ہے اور میں اس وعدہ کا پابند رہوں گا۔ بہر حال اب میرے جی کو پورا سکون حاصل ہو گیا ہے کیونکہ میں یوجنی کی خواہش کے عین مطابق عمل کر رہا ہوں۔ اور میری دعا ہے کہ میرے رخصت ہو جانے کے بعد اس گھر میں پھر ایک بار امن و راحت کا دور قائم ہو۔ بس جوزف میں اب تم کو الوداع کہتا ہوں اور اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ گہری شکر گزاری کا احساس تمہاری نسبت میرے دل کو ہے اور میں تمہیں اپنا . . ."

وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ مگر اس کی آواز فرط جوش سے تھرا گئی۔ اس نے فقرہ کو ناتمام ہی چھوڑ کر مجھ سے ہاتھ ملایا اور بے تابانہ چلتا کمرہ سے رخصت ہو گیا۔

اس روز قبل دوپہر ڈچیس ڈی پالن ایڈولف، فلورین اور ایمیلی کو ساتھ لیکر اپنے باپ سے ملنے میکے چلی گئی تھیں۔ اس سے میرے جی کو گونہ اطمینان ہوا۔ کیونکہ جاسوسوں

کی عدم موجودگی میں میں تھیوبالڈ کا خط میڈموازل ڈیلاکور کو پہنچانے کا فرض زیادہ محفوظ طریقہ پر انجام دے سکتا تھا چنانچہ اس کے تھوڑی دیر بعد میں میڈموازل کے مکان کی طرف روانہ ہوا لیکن وہاں جاکر معلوم ہوا کہ وہ سخت بیمار پڑی ہے۔ اس سے مجھے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ ایک روز پیشتر میں نے اسے اچھی حالت میں دیکھا تھا۔ اور گو وہ زردرو اور مغموم تھی تاہم یہ خیال بالکل پیدا نہ ہوسکتا تھا کہ اس کی صحت اس قدر جلد بگڑ جائے گی۔ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ وہ جس وقت گاڑی پر سوار ہو کر باہر گئی تو راستہ میں کئی بار اس کو غش آیا۔ اس سے سخت تشویش پیدا ہوئی۔ لیکن ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد اطمینان دلایا کہ خطرہ کی حالت گذر چکی ہے اور گو انہوں نے اس کے لئے کامل سکون تجویز کیا۔ تاہم اب کسی طرح کا اندیشہ باقی نہ تھا۔

یہ حالات مجھ سے میڈموازل ڈیلاکور کی خادمہ نے بیان کئے تھے۔ اسی کو میں نے مارکوئیس کا خط دے دیا۔ اور وہ یہ کہہ کر رخصت ہوگئی کہ تم میری واپسی تک اس جگہ ٹھہرو۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ خط دے کر لوٹی تو کہنے لگی کہ میڈموازل نے آپ کا شکریہ ادا کیا ہے اور وہ درخواست کرتی ہیں کہ اگر کبھی آپ فرستندہ خط کو کوئی چٹھی لکھیں تو اس میں ان کی بیماری کا ذکر بالکل نہ کریں۔

میں نے اس کا وعدہ کیا۔ لیکن محل کی طرف واپس آتے ہوئے یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس بیماری کا تعلق حقیقتاً اس رنج و غم سے ہے جو خاتون موصوف کو ایک روز پیشتر میری زبانی یہ معلوم کرکے ہوا تھا کہ تھیوبالڈ ایک طرف ماں باپ کے جھگڑوں سے پریشان ہے اور دوسری طرف میڈموازل ڈیلاکور کو چھوڑ کر جانا بھی نہیں چاہتا۔

باب ۸۳

جاسوس ایڈولف

ڈچس کو باپ کے گھر گئے قریباً دو ہفتے گذر گئے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ ڈیوک ڈی پالن کے وقت کا بڑا حصّہ گھر سے باہر بسر ہوتا تھا۔ اور چونکہ وہ نہ تو خود گاڑی پر سوار ہو کر جاتا تھا اور نہ گھوڑے پر۔ اس لئے میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ ضرور اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر میڈموازل لگنی سے ملنے جاتا ہے۔

ایک دن کا ذکر ہے صبح کا وقت تھا۔ اور ڈچس ابھی تک میکے ہی میں تھی کہ ڈیوک ڈی پالن معمول سے کچھ سویرے... بلکہ یوں کہنا چاہیئے ناشتہ کے فوراً بعد گھر سے باہر گیا۔ چونکہ مجھے فرصت تھی اور کوئی خاص کام در پیش نہ تھا اس لئے میں بھی سیر کرنے بلوارڈ کی طرف ہو لیا۔ محل سے کافی دور پہنچنے کے بعد میں جس وقت باغ کی روش پر چل رہا تھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں ایک آدمی باغ کے ایک چھتنارے پیڑ کے تنے کے ساتھ لگا ہوا کھڑا ہے۔ اس کی حالت اس آدمی سے ملتی تھی جسے کوئی خاص کام در پیش نہ ہو اور محض دم لینے یا سستانے کے لئے ٹھہر گیا ہو۔ لیکن آپ میری حیرت اور پریشانی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب میں نے پہچانا کہ یہ شخص درحقیقت بیگم صاحبہ کا منہ لگا نوکر ایڈولف ہے!... ایڈولف جو ڈچس کے ہمراہ اس کے باپ کے مکان پر گیا تھا۔ اس کو اتنا سویرے پیرس کے ایک باغ میں دیکھ کر جو حیرت مجھ کو ہوئی اس کا اندازہ کرنا سہل ہے۔ اور اب جو میں نے غور کر کے دیکھا تو معلوم ہو گیا کہ ظاہری لاپروائی کی تہ میں اس کے جاسوسی اوصاف نمایاں تھے۔ وہ عین بالمقابل ایک مکان کے دروازہ کی طرف ناک لگائے کھڑا تھا۔ لباس اس کا سادہ تھا اور معلوم ہوتا ہے

کہ اس نے فوراً مجھے نہیں پہچانا۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کیا وہ ڈچس کے ہمراہ حقیقتاً گیا بھی تھا یا نہیں؟ یا کیا وہ اب دوبارہ اس مقام سے جہاں ڈچس کا باپ رہتا تھا اور جس کا فاصلہ پیرس سے بہت زیادہ نہ تھا واپس آگیا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک خیال یہ بھی میرے دل میں پیدا ہوا کہ ممکن ہے ڈچس ڈی پالن کی غیر حاضری میں وہ ہر روز اپنے جاسوسی فرائض ادا کرتا رہا ہو۔ ورنہ اس سادہ لباس کا کیا مطلب؟ اور اتنا سویرے باغ کے ایک درخت کے ساتھ لگ کر کھڑا ہونے کے کیا معنی ہو سکتے تھے؟ عین ممکن تھا کہ اس کا ڈچس کے ہمراہ جانا محض اس بات کا بہانہ ہو کہ ڈیوک اس کی غیر حاضری سے دھوکا کھا کر میڈموازل لگنی سے کھلم کھلا ملنا شروع کر دے۔ اور اس کو تاک جھانک کا موقعہ ملتا رہے۔ کم از کم اس میں کسی شک و شبہ کی مطلق گنجائش نہ تھی کہ ایڈولف اس وقت ڈیوک ہی کا پیچھا کر رہا تھا اور گو مجھے معلوم تھا کہ میڈموازل لگنی شہر کے ایک اور حصہ میں رہا کرتی تھی۔ تاہم عین ممکن تھا، کہ اس نے میری لاعلمی میں اپنا مکان تبدیل کر لیا ہو اور اب اس جگہ رہنے لگی ہو۔

ایڈولف کو پہچاننے کے بعد میں تھوڑی دیر چپ چاپ اور بے حرکت کھڑا رہا۔ کوئی ایک منٹ کے بعد اس نے مجھے پہچانا۔ پہلے تو وہ چونکا۔ پھر جلدی سے درخت کی اوجھل میں چھپنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر ایسا کرتے ہوئے ہم دونوں کی آنکھیں چار ہو گئیں۔ عین اس موقعہ پر میری نگاہ اس سامنے والے مکان کی طرف گئی۔ جدھر ایڈولف کھڑا تکتا تھا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ ڈیوک ڈی پالن اس عمارت کے چوبی پھاٹک میں داخل ہوا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر ایڈولف کو اضطراب لاحق ہو گیا۔ لیکن وہ فوراً سنبھل کر بولا۔ "آہ۔ جوزف کیا تم ہو! بہت سویرے آئے"!

"اور تم بھی علیٰ ہذا"! میں نے پُر معنی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن مجھ کو معلوم ہے کہ تم یہاں کس مطلب سے کھڑے ہو۔ اور میں صاف صاف کہتا ہوں کہ جو

حرکت تم کر رہے ہو غایت درجے شرمناک ہے۔ کیونکہ محض تمہاری اس قابل نفرت جاسوسی کی وجہ سے ہمارے آقا اور بیگم میں تفرقہ پڑتا ہے۔"

ایڈولف نے گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر تند لہجہ میں کہنے لگا۔" تم کون ہو کہ مجھے اس طرح نصیحت کرتے ہو؟"

"میں وہ ہوں جس نے تمہیں خود اپنی جاسوسی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔" میں نے جواب دیا۔" اور میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ اگر پھر تمہیں ایسا کرتے دیکھوں گا تو وہ سلوک تم سے کروں گا جو زندگی بھر یاد رہے۔"

"خیر۔ کم از کم میں اس وقت تمہاری جاسوسی نہیں کرتا۔" ایڈولف نے سہمے ہوئے لہجہ میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرہ پر دہشت کے آثار نمودار ہوئے۔ جس سے میں یہ نتیجہ اخذ کئے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ اپنی ظاہری تندی کے باوجود باطن میں ڈرپوک اور بزدل ہے۔

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔" اور یہی باعث ہے کہ میں نے تم کو درخت کے ساتھ لگا ہوا دیکھ کر فوراً ہی چت نہیں گرا دیا۔ اس کے باوجود یاد رکھو میں تم سے سخت نفرت کرتا ہوں۔" اور یہ کہہ کر میں ایک طرف کو چلنے لگا۔

"جوزف۔" اس نے دوڑتے ہوئے میرے پاس آ کر کہا۔" خدا کے لئے وعدہ کرو کہ تم ڈیوک سے میری موجودگی کا حال نہ کہو گے۔"

"میں اس قسم کا کوئی وعدہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" میں نے استقلال کے ساتھ جواب دیا۔" فی الحقیقت ایک ایسے قابلِ نفرت آدمی کے ساتھ جیسے تم ہو، میں کوئی گفتگو کرنا ہی خلاف شان تصور کرتا ہوں۔ تمہاری حالت بالکل اس سرکاری مخبر سے ملتی ہے جس نے اپنے فائدہ کو مدنظر رکھ کر لاتعداد جانوں کی پروا نہ کرتے ہوئے جھوٹی قسم کھانے سے دریغ نہ کیا تھا۔"

ایڈولف نے جسے سخت غصہ آیا تھا بے بسی کی حالت میں دانت کٹکٹائے۔ وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن رُک گیا۔ کیونکہ عین اس موقعہ پر ہم دونوں نے ڈیوک ڈی پالن کو بلوارڈس کی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ ایڈولف کی نظر جب ادھر گئی تو اس نے جلدی سے ایک طرف کو بھاگنے کی کوشش کی۔ مگر میں نے اس خیال سے اس کا بازو پکڑ لیا کہ اس کی موجودگی کا حال ڈیوک کو معلوم ہو جانا ضروری ہے۔

اتنے میں ڈیوک بھی ہمارے پاس آ پہنچا اور کڑی نظروں سے دیکھ کر کہنے لگا۔ "ایڈولف۔ تم یہاں پیرس میں کب آئے ہو؟" لیکن چونکہ وہ اپنے باطنی اضطراب کی وجہ سے کوئی جواب نہ دے سکا۔ اس لئے ڈیوک نے میری طرف مڑ کر پوچھا "جوزف یہ شخص اس جگہ کب اور کس حالت میں تم سے ملا تھا؟"

"سرکار میں اس باغ کی سیر کرنے آیا تھا کہ ناگاہ ایڈولف کو اس درخت کے ساتھ لگ کر کھڑے ہوئے دیکھا۔"

"اس جگہ!... سادہ کپڑوں میں؟" ڈیوک نے بے تابانہ کہا اور اس کے بعد تھوڑی دیر چپ رہ کر گویا وہ اس بات پر غور کر رہا تھا کہ اسے کیا طریق عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ آخر کار اس نے کہا "ایڈولف۔ ہر چند تمہاری ملازمت میڈم لاڈچیس سے تعلق رکھتی ہے تاہم در حقیقت تم میرے ہی نوکر ہو۔ کیونکہ میں ہی اپنے گھر کا مالک ہوں۔ پس میں آج سے تم کو موقوف کرتا اور حکم دیتا ہوں کہ پھر کبھی میرے محل کے آس پاس قدم نہ رکھنا... جوزف تم میرے ساتھ آؤ۔"

ایڈولف کچھ اس طرح کے الفاظ بڑبڑاتا ایک طرف کو چلا گیا کہ اس معاملہ میں مارشل اور ڈچیس ضرور میری حمایت کریں گے۔ اور ہم دونوں، میں اور ڈیوک سمت مخالف میں چلنے لگے۔ تھوڑی دور جا کر ڈیوک چلتے چلتے ٹھہر گیا اور کہنے لگا "کیا ایڈولف نے مجھے سامنے والے مکان میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا؟"

"جی ہاں" میں نے جواب دیا۔

"اور وہ کیا گفتگو تھی جو تم دونوں میں ہو رہی تھی۔ کیونکہ پیشتر جب میں نے کھڑکی کی راہ سے دیکھا تو تم دونوں سخت جوش کی حالت میں تھے"

"میں ایڈولف کو اس بارے میں لعنت ملامت کر رہا تھا کہ کیوں اس نے چھپ کر آپ کی نقل و حرکت دیکھنے کی کوشش کی"

"تم نیک دل نوجوان ہو" اتنا کہہ کر ڈیوک نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے رخصت کیا اور خود دوبارہ اس مقام کی طرف مڑا۔ جہاں سے چل کر ہم اس جگہ تک آئے تھے۔

تنہا رہ جانے پر میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اب ڈچیس کے واپس آنے پر پھر اسی جھگڑے ٹکرار کی نوبت آئے گی۔ کیونکہ ایڈولف یقینی طور پر اپنی موقوفی کی اطلاع ڈچیس کو بھیجنے میں تساہل نہ کرے گا۔ لیکن ناظرین سے یہ بات مخفی نہ رہنی چاہیئے کہ ایڈولف کی مذمت کرتے ہوئے میں اس عورت لگنی کے متعلق ڈیوک کے طرز عمل کو بہر حال پسندیدہ نظروں سے نہ دیکھتا تھا۔ میری نظروں میں ڈیوک کا طرز عمل قابلِ معافی نہ تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ شخص بے حد قابلِ نفرت تھا جو محض اپنے فائدہ کی خاطر میاں بیوی میں ان کی سابقہ بدگمانیوں کو ترقی دے کر مزید تفرقہ پیدا کر رہا تھا۔ اور یہاں پر سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں پھر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے ڈیوک سے جو روپیہ لے کر برتا تھا اس کی واپسی کے قابل ہونے کے بعد میرا ارادہ یقینی طور پر اس گھر سے رخصت ہو جانے کا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ مجھ پر ڈیوک کے بھاری احسانات تھے تاہم معاملات کی پیچیدگی کو بڑھتا ہوا دیکھ کر اور اس بات کا لحاظ کر کے کہ میں نادانستہ اس الجھن میں زیادہ سے زیادہ پھنستا جا رہا ہوں میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو اس گھر سے رخصت ہو جاؤں۔ باغ سے گھر کی طرف واپس آتے ہوئے میں راستے میں اس بڈھے ساہوکار کی کوٹھی پر گیا جو یوجینی کا چچا تھا۔ اور

جیسا کہ اس سے پہلے بھی تین چار مرتبہ ہوا تھا۔ میں نے وہاں جاکر میڈموازل ڈیلاکور کی صحت کا حال پوچھا۔ معلوم ہوا کہ اب اس کی حالت پہلے کی نسبت بہتر ہے تاہم بیماری چونکہ شدید تھی اس لئے وہ فی الحال اس قابل نہیں ہوئی کہ اپنے کمرہ سے باہر آسکے۔

اس کے دوسرے دن سہ پہر کو ڈچس ایمیلی اور فلورین کو ساتھ لئے میکے سے واپس آگئی۔ مگر ایڈولف گاڑی کے ہمراہ نہ تھا اور میں نے دیکھا کہ ڈچس کا چہرہ زرد شکن آلودہ اور حال کی پریشانیوں کے نمایاں آثار لئے ہوئے تھا۔ گاڑی سے اُتر کر ایک لفظ تک منہ سے کہے یا دائیں بائیں دیکھے بغیر وہ محل میں داخل ہو کر سیدھی اپنے کمرہ کی طرف چلی گئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد فلورین باہر آئی اور مجھ سے پوچھنے لگی "کیا ڈیوک اپنے کمرہ میں تشریف رکھتے ہیں؟" اور جب میں نے اس کا جواب بصورت انکار دیا تو بولی "وہ جس وقت آئیں ان سے کہنا کہ بیگم صاحبہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں" اتنا کہہ کر وہ تیز چلتی رخصت ہوگئی۔ مگر میں اس کے انداز سے یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ اس وقت سخت پریشانی کی حالت میں تھی۔ اور اس کے چہرہ پر غم و غصہ کے آثار پائے جاتے تھے۔ انصافاً دیکھا جائے تو ایسا ہونا باعث حیرت بھی نہ تھا۔ کیونکہ اس کی شادی ایڈولف سے ہونی قرار پا چکی تھی اور ایڈولف کو ڈیوک ڈی پالن نے ملازمت سے برطرف کر دیا تھا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد ایمیلی سے ملنے کا اتفاق ہوا تو وہ پوچھنے لگی "کیا واقعی ایڈولف کو موقوف کر دیا گیا؟ اور یہ سارا واقعہ کیا تمہارے روبرو پیش آیا تھا؟ کل سہ پہر کی بات ہے وہ سخت پریشانی کی حالت میں مارشل کے دیہاتی مکان پر آیا اور سارا حال ڈچس سے بیان کرنے لگا۔ یہاں تک کہ جو دھمکی تم نے اسے دی تھی۔ اس کا حال بھی اس نے کہہ دیا۔ چونکہ یہ ساری باتیں اس وقت ہونی تھیں جب میں اور فلورین کمرہ میں موجود تھیں اس لئے مجھے سارا حال جاننے کا موقعہ مل گیا۔ بیگم صاحبہ بڑے

جوش کی حالت میں تھیں۔ وہ کہنے لگیں جس صورت میں عنقریب سارا حال دنیا جہان کے روبرو ظاہر ہونا ہے تو کوئی بات نوکروں سے چھپانے کی حاجت نہیں۔ میرا خیال ہے کہ عنقریب ڈیوک کی آمد پر پھر کوئی ناگوار جھگڑا شروع ہوگا۔"

"میرا اپنا خیال یہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "مگر ایمیلی یہ تو بیان کرو۔ کیا جب تک بیگم صاحبہ اپنے والد کے مکان پر رہیں ایڈولف پیرس ہی میں تھا؟"

"اس کے وقت کا بڑا حصہ عملی طور پر پیرس ہی میں گذرا ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "مگر حالات سے پایا جاتا ہے کہ اس کو ڈیوک کا سُراغ لگانے میں پرسوں ہی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس روز اس نے معلوم کیا کہ آقا ہر روز میڈموازل گنی کے نئے مکان پر جاتے ہیں۔ اور وہیں اس مکان کے بالمقابل کھڑا ہو کر وہ ان کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ خیر بیگم صاحبہ نے اس کی امداد کا وعدہ کیا ہے کیونکہ وہ اس کو بحال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتیں۔ مگر سب سے بُرا حال بے چاری فلورین کا ہے جو ایڈولف سے جدا ہونے کے باعث ہر وقت روئے جاتی ہے۔ اور اب جوزف میں اطلاعاً تم سے کہتی ہوں کہ ڈچس کو تمہارے برخلاف بہت غصہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ محض تمہاری وجہ سے ایڈولف کی جاسوسی کا حال ڈیوک کو معلوم ہوا۔ پس مجھے یقین ہے کہ وہ ڈیوک کے روبرو اس بات پر زور دیں گی کہ تم کو بھی ضرور موقوف کر دیا جائے۔"

"اوہ۔ اس کا مضائقہ نہیں۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔ "میں بذات خود اس گھر میں رہنا نہیں چاہتا اور مدت سے رخصت کی تجویزیں سوچ رہا ہوں۔ وہ تو سچ پوچھو بعض حالات کی مجبوری ہے جس نے مجھے اس وقت تک روکے رکھا ورنہ میں کبھی کا چلا گیا ہوتا۔"

نیکدل ایمیلی اس کے جواب میں کچھ اور کہنے کو تھی کہ ناگاہ ڈچس کے کمرہ میں گھنٹی کی آواز سن کر تیز چلتی اس طرف کو ہو لی۔ میں جس وقت سیڑھیوں سے

اُتر رہا تھا تو ڈیوڑھی میں ڈیوک سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور میں نے فلودین کا دیا ہوا پیغام اسی وقت ان کو پہنچا دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس اطلاع کو پاکر ڈیوک کے چہرہ پر گہری پریشانی کے آثار نمودار ہوئے۔ تاہم ایک لفظ تک کہے بغیر وہ پیچھے مڑا اور اپنی بیوی کے کمرہ کی طرف ہو لیا۔

شام کے چھ بجے کا عمل تھا کہ دن بھر کے واقعات سے پریشانی محسوس کر کے نیز اس خیال سے کہ عنقریب ان دو شخصوں میں جنہوں نے خدا کو حاضر جان کر اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ وہ تا زیست ایک دوسرے سے محبت کرتے رہیں گے۔ خوفناک تکرار ہونے والی ہے۔ میں اپنے خیالات کی رَو بدلنے کے لئے باغ کی طرف چلا۔ اگست کا مہینہ تھا۔ دن بھر کے تیز اُمس کے بعد سر شام خنک ہوا چلنے لگی تھی۔ میں تفریحاً اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔

کوئی ایک گھنٹہ بعد امیلی مجھ سے ملی۔ جو زرد رو اور پریشان تھی۔ اس کی سوجی ہوئی آنکھوں سے صاف پایا جاتا تھا کہ روتی رہی ہے۔

"آہ جوزف!" اس نے جوش سے تھرائی ہوئی آواز میں کہا: "آخر کار وہی ہوا جس کا احتمال تھا۔ یعنی ڈیوک اور بیگم صاحبہ کے جھگڑے نے خوفناک صورت اختیار کر لی ..."

وہ کہتے کہتے رُک گئی اور اس ہولناک واقعہ کو یاد کر کے جو اس کے روبرو پیش آیا تھا سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا: "میں اور فلودین بیگم صاحبہ کے پاس تھیں کہ ڈیوک اندر آئے اور آتے ہی حکم دیا تم دونوں باہر چلی جاؤ۔ مگر بیگم صاحبہ نے یہ کہہ کر وہیں ٹھہرے رہنے کا اشارہ کیا کہ آپ میرے عملہ کے مردوں نوکروں کو تو بے شک موقوف کر سکتے ہیں مگر میری ماماؤں پر آپ کو کوئی اختیار نہیں۔ نہ وہ آپ کا حکم ماننے پر

مجبور نہیں۔ اس پر ڈیوک پیچھے مڑا۔ اور یہ کہہ کر باہر جانے لگا کہ میں پھر کسی وقت جب موقعہ حسب حال ہوگا آجاؤں گا۔ آہ جوزف۔ میں بیان نہیں کرسکتی اس وقت بیگم صاحب کی کیا حالت ہوئی۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا بھری ہوئی شیرنی کی روح ان میں حلول کر گئی ہے۔ وہ دوڑی دوڑی دروازہ کے پاس گئی۔ اور اسے اندر سے بند کرکے کنجی ہاتھ میں لے لی۔ اس کے بعد واپس آکر ڈیوک کو ملامت کرنی شروع کی۔ اس نے اس کی مسلسل بے وفائیوں کا ذکر کرکے برملا کہہ دیا کہ ان حالات میں مجھ کو اختیار تھا کہ تمہاری نقل وحرکت کی نگرانی جس طریقہ پہ چاہوں کرتی رہوں۔ اور میں اب پھر تم سے کہتی ہوں کہ اگر اپنی پچھلی تقصیرات کی تلافی اور آئندہ اصلاح کا پورا ثبوت نہ دوگے تو میں ہمیشہ کے لئے اپنے باپ کے گھر چلی جاؤں گی۔ ڈیوک نے بیگم صاحبہ کو نرمی سے سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن ان پر اس فہمائش کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ آخر کار اس وقت چپ ہوئیں جب مارے جوش کے ان میں بولنے کی طاقت نہ رہی جوزف سچ کہتی ہوں بڑا دردناک نظارہ تھا اور مجھ پر تو اس کا اتنا اثر ہوا کہ بے اختیار رونے لگی۔ البتہ سنگدل فلورین ڈچس کو اس طرح جوش میں آتے اور اپنے شوہر کو برا بھلا کہتے دیکھ کر بہت خوش ہو رہی تھی"۔

"اور کیا ڈیوک بھی کچھ بولے"؟ میں نے آخر کار پوچھا کیونکہ میں اس ذریعہ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس بحث میں میرا بھی ذکر آیا تھا یا نہیں۔

"وہ بہت پریشان دکھائی دیتے تھے"۔ ایمیلی نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا۔" لیکن گو ان کے اپنے لہجہ میں جوش کی تھرتھری موجود تھی تاہم ڈچس کے مقابلہ میں ان کا سکون حیرت انگیز تھا۔ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ میں بے شک تمہاری عدم موجودگی میں میڈم موازل لگنی سے ملنے گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی گہری سنجیدگی سے سمجھایا کہ میرے اور اس خاتون

کے درمیان کوئی اس طرح کا ناپاک تعلق نہیں ہے جس کا تمہیں شبہہ ہے۔ پھر یہ بھی انہوں نے کہا کہ تمہیں کسی حال میں میری نقل وحرکت کی جاسوسی کا حق حاصل نہ تھا اور یہ بات میری شان مردمی سے بعید ہے کہ میں ان معاملات کی نسبت جن کا حال تم کو محض خفیہ جاسوسی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کسی طرح کے وعدے تم سے کروں۔ اس سلسلہ میں ڈیوک نے اس بات پر بھی زور دیا کہ اس فتنہ وفساد کی ساری ذمہ داری تمہارے باپ کے سر ہے نہ وہ تم کو پٹیاں پڑھاتا اور نہ حالات اس حد تک طول کھینچتے۔ اپنے جواب کے آخری حصہ میں ڈیوک نے کہا کہ جو ہونا تھا ہوا۔ اب مناسب یہی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو رعایتیں پیش کرکے ناچاقی کو مٹانے اور از سر نو محبت وآشتی پیدا کرنے کی کوشش کریں اس پر ڈچس پھر ایک بار بھڑکیں اور کہنے لگیں کونسی رعایتیں ہیں جو میں تم کو پیش کرسکتی ہوں؟ ڈیوک نے جواب دیا کئی ایک۔ مثلاً یہ کہ تم اپنے باپ کو آئندہ دخل اندازی سے روک دو، اس بات کا اقرار کرو کہ پھر کبھی میری حرکات کی جاسوسی نہ کراؤ گی۔ تھیوبالڈ کو ہٹا کر اور اگر میڈموازل ڈیلا کور سے اس کو واقعی محبت ہے تو انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ رکھنے کی کوشش ترک کردو۔ اس پر ڈچس کہنے لگیں کہ یہ سب باتیں بعد کو ہوتی رہیں گی۔ صلح وآشتی کی شرط اول یہ ہے کہ تم قسم لو آئندہ کبھی کسی حالت میں میڈموازل لگنی سے نہ ملوگے۔ اور جہاں ایک طرف تم نے ایڈولف کو اپنی مرضی سے موقوف کیا ہے وہاں میرے کہنے سے جوزف کو بھی ملازمت سے علیحدہ کردو۔ اس پر ڈیوک نے تمہاری حمایت شروع کی اور اس بات پر زور دیا کہ جوزف سے کوئی خطا ایسی سرزد نہیں ہوئی جس کی وجہ سے وہ اس سختی کا مستوجب سمجھا جاسکے۔ اس سے وہ جھگڑا جو کسی قدر دبنے لگا تھا از سر نو تیز ہوگیا۔ اور میں نہیں جانتی وہ کتنی ناگوار صورت اختیار کرتا کہ دفعتاً ڈچس نے دو قدم آگے بڑھ کر اپنے شوہر کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور پرسکون لہجہ میں، گو اس کا وہ سکون جوش سے بھی زیادہ ہیبت ناک

تھا کہنے لگی۔ سنو میں ایک بات تمہارے کان میں کہنا چاہتی ہوں۔ خدا معلوم وہ کیا الفاظ تھے جو اس کے بعد اس نے کہے۔ مگر ہاں اتنا میں نے دیکھا کہ ان الفاظ کو سنتے ہی ڈیوک کے چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ اور اس نے پولی آواز سے کہا۔ آہ یہ دھمکی تم مجھے دیتی ہو۔ ڈچس چپ چاپ پیچھے ہٹ کر اپنی جگہ پر آ گئی۔ اب اس کے چہرہ پر فاتحانہ مسرت کے آثار تھے۔ ڈیوک تھوڑی دیر عالم اضطراب میں کمرہ کے اندر ٹہلتا رہا اس کے بعد یکایک بولا۔ بہت اچھا میں اس پہلو پر غور کر دوں گا۔ مگر جھگڑا پہلے ہی ناگوار صورت اختیار کر چکا ہے اب اسے طول دینا واجب نہیں۔ بس اجازت دو کہ میں فی الحال رخصت ہو جاؤں۔ اس پر ڈچس نے کنجیوں کا گچھا حقارت سے فلورین کی طرف پھینکا۔ جس نے اشارہ پا کر دروازہ کھول دیا۔ اور ڈیوک رخصت ہو گیا"

اتنا کہہ کر ایمیلی چپ ہو گئی اور بیان کردہ واقعات پر غور کرنے لگی۔ ہر چند اس کو معلوم نہ تھا کہ وہ کیا الفاظ تھے جو ڈچس نے اپنے شوہر کے کان میں آواز دبا کر کہے۔ تاہم میں بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ اس کا اشارہ ڈیوک کے اس ہولناک جرم کی طرف تھا جو دریائے رائن کے کنارے فرضی جائداد کی خرید و فروخت کے بارے میں اس سے سرزد ہوا تھا۔ اور جس کی وجہ سے وہ اپنی خودسر بیوی کے قابو میں آ چکا تھا۔ اپنے بارے میں میں اس قدر کہنا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ میری موقوفی کے متعلق جو مطالبہ ڈچس نے کیا تھا اس کے پورا کیا جانے کا میں خود ہی خواہشمند تھا۔ میری اپنی خواہش یہ تھی کہ اس مکان سے جس میں حالات آئے دن زیادہ ناخوشگوار ہوتے جا رہے تھے جس قدر جلد ممکن ہو رخصت ہو جاؤں۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک ایمیلی سے اور اور باتیں ہوئیں۔ پھر رخصت ہونے سے پہلے میں نے اس سے کہا کہ اگر کوئی موقعہ ملے تو فلورین سے یہ کہنا کہ میں جس قدر جلد ممکن ہوگا اس گھر کی ملازمت ترک کر کے خود ہی رخصت ہو جاؤں گا۔ فلورین اس کی خبر یقیناً ڈچس کو پہنچا دے گی۔ اور اس طرح میاں بیوی

میں مصالحت کی جو کئی رُکاوٹیں درپیش ہیں اُن میں سے کم از کم ایک بہ آسانی رفع ہو جائے گی۔

ایمیلی سے جدا ہو کر میں ڈیوک کے کمرہ کی طرف گیا۔ لیکن جب اس میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ڈیوک ایک طرف کھڑا دو شیشیوں سے ایک مرکب تیار کر رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر اس نے ان شیشیوں پر رومال ڈال دیا۔ اور بے تابانہ کہنے لگا: "کیوں اب کیا کام ہے؟ کیا کوئی نئی خبر لے کر آئے ہو؟" اور میں نے دیکھا کہ یہ کہتے ہوئے اس کے لہجہ میں خلاف معمول کڑواہٹ پیدا ہو گئی۔

"نہیں سرکار۔ میں کوئی ناخوشگوار اطلاع دینے کے لئے حاضر نہیں ہوا۔" میں نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔ "میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان احسانات کو نہ بھولتے ہوئے جو آپ نے مجھ پر کئے ہیں اور آپ کے فیاضانہ سلوک کو ہمیشہ یاد رکھنے کا وعدہ کرتے ہوئے میں درخواست کرتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے مجھے میری ملازمت سے برطرف کر دیا جائے۔"

"آہ! یہ تم نے کیا کہا؟" ڈیوک نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ایمیلی یا فلورین نے ..."

"موسیو لاڈیوک" میں نے جواب دیا اور ایسا کرتے ہوئے قصداً یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ مجھے ڈچس کی خادماؤں میں سے کسی کی زبانی واقعات حال کے بارے میں کوئی کیفیت معلوم نہیں ہوئی۔ "موسیو لاڈیوک۔ میں خود محسوس کرتا ہوں کہ جس طریقہ پر کل میری وجہ سے ایڈولف کی موقوفی عمل میں آئی تھی۔ اس کے بعد میری موجودگی اس گھر میں یقینی طور پر بیگم صاحبہ کے بار خاطر ہو گی ان حالات میں یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو ..."

"سنو جوزف۔ میرا ارادہ کل ایک لمبے سفر پر روانہ ہونے کا ہے۔" ڈیوک نے

قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "اور میں تمہیں بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں تم سے یہ بات چھپانے کی حاجت نہیں کہ میرے اور ڈچس کے درمیان بعض غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ پس بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں عارضی طور پر اپنی ایک دُور افتادہ ریاست میں چلا جاؤں۔ جس کے بعد امید ہے دوستوں کی وساطت سے آپس کی بدمزگی رفع ہو جائیگی میری عدم موجودگی میں ڈچس یہاں رہے گی۔ اور گو میں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہتا کہ اس کو میری وجہ سے پریشانیاں لاحق ہوئی ہیں۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ اس وقت تک میری طرف سے مصالحت کی کوئی کوشش کارگر نہ ہو گی جب تک اس کے جوش میں کمی واقع نہ ہو۔ ان حالات میں میرا خیال ہے کہ اس گھر سے میری رخصت ہماری صلح وآشتی کی کوشش میں ذریعۂ امداد ثابت ہو گی۔ چونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم ایک سمجھدار اور نیکدل نوجوان ہو، نیز میں نے ہمیشہ تمہیں قابل اعتماد پایا ہے اسلئے میں یہ سارے حالات اس قدر تفصیل کے ساتھ تم سے بیان کر رہا ہوں ..."

اس کے باوجود مجھے یہ سوچ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ڈیوک ڈی پالن الیسے ذی جاہ امیر نے مجھ ادنیٰ نوکر کے روبرو یہ سارے خانگی حالات اس طرح بیان کرنے پسند کیے گویا ہم دونوں مساوی حیثیت رکھتے تھے۔ خیر اس کے بعد میں تھوڑی دیر تک سارے حالات پر غور کرتا رہا اور آخر کار یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوا کہ ڈیوک کے جو احسانات میری ذات پر ہیں اُن کو مدنظر رکھ کر نیز اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے کہ ڈیوک کی روانگی کے ساتھ میں بھی عنقریب اس مکان سے رخصت ہو جاؤں گا جہاں میری موجودگی بعضوں کو ناپسند تھی، بہتر یہی ہو گا کہ ملازمت سے علیحدگی کے سوال پر مزید اصرار نہ کیا جائے ڈیوک کے ہمراہ میرے اس گھر سے چلے جانے کے بعد ڈچس کی آرزو بھی پوری ہو جائیگی اور ڈیوک کے حکم کی تعمیل بھی ممکن ہو گی۔ پس میں نے غور کرنے کے بعد یہی جواب دیا کہ میں آپ کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس نے ڈیوک کو

قدرے اطمینان محسوس ہوا۔

"لیکن" اس نے کہا: "میں ایک بات تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ جس کو امید ہے تم پوری طرح پیش نظر رکھو گے۔ میرا ارادہ ہے کہ اس تیاری کا حال دم آخر تک ظاہر نہ ہونے دیا جائے۔ حتیٰ کہ میں اپنے عزم سفر کو اس وقت تک پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں جب تک ڈچس اپنے کمرہ میں سونے کے لئے چلی جائے۔ کل صبح نو بجے گاڑی تیار ہوگی اور ہم اس میں رخصت ہو جائیں گے۔ پس تم کو میں ہدایت کرنا چاہتا ہوں کہ اس معاملہ کا ذکر فی الحال کسی سے نہ کرنا۔ کیونکہ اگر اس بارے میں کوئی اطلاع ڈچس کے کانوں تک پہنچ گئی تو ممکن ہے پھر جھگڑے تکرار کی نوبت آئے۔ میں ایک خط تمہیں دوں گا وہ خط تم کل صبح ڈچس کی کنیزوں میں سے کسی کے حوالہ کر دینا اس میں میرے عزم سفر کا پورا حال تفصیل کے ساتھ درج ہوگا۔"

ڈیوک کی بیٹھک سے نکل کر میں اپنے کمرہ کی طرف ہو لیا تاکہ کل کے سفر کی تیاری میں اسباب وغیرہ باندھ لوں۔ بہر حال جتنا زیادہ میں نے اس سوال پر غور کیا اتنا ہی یہ خیال پختہ ہوتا گیا کہ حالاتِ پیش آمدہ میں ڈیوک کا ارادہ لمبے سفر پر رخصت ہونے کے بارے میں ہر لحاظ سے مبارک ہے۔ میاں بیوی کی باہمی ناچاقی اب اس حد انتہا تک پہنچ چکی تھی جس کے بعد ان کے یکجا رہنے میں کئی طرح کی قباحتیں تھیں۔ اس لئے عین ممکن تھا کہ اس عارضی علیحدگی میں دوستوں کی مصالحانہ کوششیں از سر نو ان میں وہ یگانگت پیدا کر دیں جو حالات کے زیر اثر اب قطعاً مفقود ہو چکی تھی۔ اور اس طرح پھر ایک بار اس گھر میں راحت کا دور شروع ہو جائے۔ قریباً دس بجے رات تک میں رخت سفر باندھنے میں مشغول رہا۔ اور آخر کار اس وقت رات کا کھانا کھانے شاگرد پیشے میں گیا۔ اس سے فارغ ہو کر میں جب اس زینہ کی راہ سے جو نوکروں کے استعمال کے لئے مخصوص تھا دوبارہ اپنے کمرہ کی طرف جا رہا تھا تو ایک لمبی غلام گردش میں کسی آدمی کی

جھلک نظر آئی۔ جو بظاہر مجھ سے پردے رہنا چاہتا تھا۔ صرف ایک بار اس کی دھندلی سی صورت مجھے دکھائی دی۔ اس کے بعد وہ اندھیرے میں غائب ہو گیا اور میں انتہائی کوشش کے باوجود یہ معلوم نہ کر سکا کہ وہ کون تھا۔ ایک بار میرے جی میں آئی تھی کہ اس کا پیچھا کروں۔ ممکن ہے وہ کوئی چور ہو اور بری نیت سے گھر میں داخل ہوا ہو۔ لیکن پھر خیال ہوا یہ ایک غیر ممکن سی بات ہے کیونکہ اس گھر میں پہرہ کا اتنا مکمل انتظام تھا کہ دربان کی اطلاع یا اجازت کے بغیر کوئی شخص صحن میں قدم نہ رکھ سکتا تھا۔ اور چراغ جلنے کے بعد تو کسی غیر مرد کا اس وقت تک اندر آنا قطعاً غیر ممکن تھا جب تک نوکروں میں سے کوئی اس کے ساتھ نہ ہو۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے ہر طرح کے اندیشوں کو دل سے نکال دیا اور اطمینان کے ساتھ اپنے کمرہ کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ رات زیادہ جا چکی تھی، اس لئے لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ اور اس کے بعد یہ معاملہ میرے ذہن سے بالکل خارج ہو گیا

ناظرین کو یاد ہو گا کہ اس سے بیشتر میں نے کسی موقعہ پر ڈیوک ڈی پالن کے مکان کا نقشہ قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور اب واقعاتِ مابعد کی تشریح کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تفصیل کی یاد پھر ایک بار تازہ کی جائے عمارت ایک چوک کی صورت میں بنی ہوئی تھی جس کے وسط میں بڑا کشادہ صحن تھا۔ محل کا بیرونی حصہ جس میں پھاٹک تھا سڑک کی طرف کھلتا تھا۔ اور پچھواڑہ اس باغ کی سمت میں جو عمارت کے پس پشت واقع تھا۔ اس پچھواڑہ کے سب سے زیریں حصہ میں ڈیوک اور ڈچس کی خوابگاہیں تھیں جن کی کھڑکیاں باغ کی طرف کھلتی تھیں۔ اور ان کی جھلملیاں آمدِ شب کے ساتھ احتیاط سے بند کر دی جاتی تھیں۔ دونوں خوابگاہوں کے درمیان ایک مسقف راستہ تھا جس کا ایک دروازہ بڑے ہال کی طرف کھلتا تھا اور اس میں خود بخود بند ہونے والے دروازے لگے ہوئے تھے۔ دوسرا دروازہ جس کے اکہرے کواڑ تھے باغ کی طرف واقع تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ ناظرین ان تفصیلات کو

اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

اس خیال سے مطمئن ہونے کے بعد کہ میں کل صبح اس گھر سے جہاں میری ناچیز شخصیت کئی طرح کی ناخوشگوار الجھنوں کا مرکز بن چکی تھی یقینی طور پر رخصت ہو جاؤں گا میں آرام کے ساتھ سو گیا اور کئی گھنٹوں تک بے فکری کی نیند سویا لیکن دفعتاً کسی غیر معمولی واقعہ سے آنکھ کھل گئی۔ اور گو میں عارضی طور پر یہ تحقیق نہ کر سکا کہ اس پیش از وقت بیداری کا سبب کیا ہے تاہم اتنا معلوم ہوا کہ میں چونک کر اٹھا ہوں۔ کیونکہ میرا دل زور سے دھک دھک کرتا اور بدن سردی کا احساس لئے ہوئے تھا۔ کوئی غیر واضح اندیشہ میرے جی پر مسلط تھا لیکن کیا؟ اس کا حال مجھے بالکل معلوم نہ ہو سکا۔ دفعتاً بڑے زور سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور میں نے معلوم کیا کہ وہ ڈچس کی خوابگاہ سے متعلق اس گھنٹی کی آواز ہے جو خادمہ ایمیلی کے کمرہ میں لگی ہوئی تھی جو میرے کمرہ کے عین بالمقابل رہا کرتی تھی۔ یہ سوچ کر کہ ضرور کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے میں بے تابانہ اٹھا سب سے پہلا خیال جو دل میں پیدا ہوا یہ تھا کہ شاید ڈچس بیمار ہے۔ دن کی پھیکی روشنی کھڑکیوں سے داخل ہو رہی تھی اور جب میں نے تپائی پر رکھی ہوئی گھڑی دیکھی، تو معلوم ہوا کہ سوا پانچ بجے ہیں۔ گھنٹی کی آواز بند ہو گئی اور میں جلد جلد کپڑے پہن کر بے تحاشا نیچے کی طرف دوڑا۔ لیکن بڑے ہال میں پہنچا تو عمارت کے زیریں حصہ سے پے درپے جگر دوز چیخوں کی آواز سنائی دی جو بظاہر ڈچس کے کمرہ سے آ رہی تھی۔ آگے گیا تو خادمہ ایمیلی نیم برہنہ حالت میں دروازہ کے پاس کھڑی اسے کھولنے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ خود ایمیلی اس وقت زرد رو اور رعشہ براندام تھی۔ مجھے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ کر اس نے رکتے ہوئے کہا "میرے خدا۔ جوزف نہیں معلوم کیا ہوا ہے؟"

"شاید ڈچس کو غش آ گیا" یہ کہتے ہوئے میں نے بند دروازہ کو بڑے زور کی

ٹکر لگائی کہ شاید وہ اس طریقہ پر کھل جائے لیکن مجھے اس کوشش میں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اتنے میں چیخوں کی آواز پھر سنائی دینے لگی۔ مگر جلدی ہی اس نے مدھم کراہٹ کی صورت اختیار کر لی۔

"یہ تو کچھ اور ہی معاملہ ہے" میں نے اب دہشت زدہ ہو کر کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ڈچس کو جان سے مارنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اِدھر آؤ۔ دوسرے دروازہ کی راہ سے اندر چلیں۔"

یہ کہہ کر میں باغ کے دروازہ کی طرف دوڑا جسے چند ثانیوں کے عرصہ میں کھول لیا گیا۔ اور اس کے بعد ہم دونوں، میں اور ایمیلی اس چھتے ہوئے راستہ کی طرف دوڑے جو اس سمت میں واقع تھا۔ لیکن جب اس کے سرے پر پہنچ کر اس دروازہ کو کھولنے کی کوشش کی جس کے آگے ڈیوک اور ڈچس کی خوابگاہیں تھیں، تو معلوم ہوا کہ وہ بھی بند ہے اتنے میں چیخوں کی آواز بالکل بند ہو گئی تھی۔ لیکن جس وقت میں اور ایمیلی دوڑتے ہوئے اس کھڑکی کے پاس گئے جس کے اندر کمرہ میں ڈچس کی مسہری رکھی رہا کرتی تھی۔ تو مدھم کراہٹ کے ساتھ ملی ہوئی سرد آہوں کی رکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ میں نے جھلملی کھولنے کی کوشش کی مگر اس میں ناکام رہا۔ اس اثنا میں ایمیلی میرے پاس کھڑی ہاتھ ملتی اور دردناک بے جوڑ کلمات کہتی رہی۔ گو میری اپنی حالت بہ لحاظ جوش و اضطراب اس سے بہتر نہ تھی۔ تاہم اتنا ضبط بھی مجھ میں تھا کہ میں نے اس قیمتی وقت کو لاحاصل تاسف میں ضائع کرنا پسند نہ کیا۔ ایک مرتبہ پھر میں نے جھلملی کو توڑنے کی بے سود کوشش کی مگر وہ اتنی مستحکم اور مضبوط تھی کہ سعی عظیم کے باوجود میں اس کا ایک جوڑ بھی ڈھیلا نہ کر سکا۔ اور اس کے بعد یکایک اس وقت جب میں بے بسی کے عالم میں کھڑکی کے بالائی حصہ کی طرف دیکھ رہا تھا تو ایسا معلوم ہوا کہ دھوئیں کی سیدھی لکیر عمارت کے اس پہلو کی چھت سے اوپر کو اٹھ رہی ہے جس میں ڈیوک کی خوابگاہ واقع تھی۔

میں نے ایمیلی کی توجہ اس طرف دلائی ہی تھی کہ اتنے میں ڈیوک کا بڑا نوکر اور تین چار دوسرے ملازم ہمارے پاس آپہنچے۔ اوّل الذکر نے یہ کام میرے سپرد کیا کہ ڈیوک کے کمرہ کی کھڑکی کے باہر کھڑا ہو کر ادھر سے آوازیں دوں۔ اور خود دوسرے نوکروں کو ساتھ لے کر اندرونی دروازہ کھلوانے کی غرض سے دوسری جانب چلا گیا۔ میں نے ڈیوک کی خوابگاہ کے پاس جا کر کھڑکی کی بند جھلملی پر زور زور سے مکّے مارنے اور ساتھ ہی اس طرح زور زور سے چلانا شروع کیا جس سے پایا جاتا تھا کہ کوئی بڑا ہیبت ناک واقعہ پیش آیا ہے۔ قریباً ایک منٹ اندر سے کوئی جواب نہ ملا (اور حالتِ پیش آمدہ میں وہ ایک لمحہ کا عرصہ بھی میرے لئے ایک صدی کے برابر لمبا ثابت ہوا) مجبور ہو کر میں نے جھلملی کو ذرا سا اٹھایا۔ اور کھڑکی کے شیشہ پر زور کا مکّہ مار کر اسے توڑ ڈالا۔ اس کے چند ثانیہ بعد کھڑکی کا پٹ ذرا سا کھلا اور ڈیوک کی آواز مضطربانہ پوچھتے سنائی دی "کون ہے؟" اس کے بعد جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے بے تحاشا چلانا شروع کر دیا "چور! چور! خبردار جو تم نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ یاد رکھو میں فیر کر دوں گا"

"سرکار میں ہوں جوزف ولمٹ" اس پر میں نے کہا۔ "خدا کے لئے اپنے کمرہ کا دروازہ کھولئے"

"کیا تم جوزف ولمٹ ہو؟" اس نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا "کیوں آخر سویرے کیا معاملہ ہے؟"

"آہ موسیو میں کچھ عرض نہیں کر سکتا" میں نے رُکتے ہوئے جواب دیا "لیکن میرے خیال میں بیگم صاحبہ کو ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے"

"کیا ڈچس کو؟ میرے خدا... اچھا ٹھہرو میں ابھی دروازہ کھولتا ہوں"

اِدھر ڈیوک مجھ سے باتیں کر رہا تھا اُدھر اس کا بڑا نوکر دو تین آدمیوں کے ساتھ بند دروازہ کو زبردستی کھولنے میں مشغول تھا۔ چنانچہ عین اس وقت جب ڈیوک

دروازہ کھولنے کے لئے پیچھے مڑا تو دروازہ خود بخود کھل گیا۔ آواز سن کر میں بھی اندھا دھند اسی طرف کو دوڑا اتنے میں شوروغل کی آوازیں سن کر پانچ چھ نوکر اور بھی اس جگہ آگئے تھے چنانچہ ہم سب کھلے دروازہ کی راہ سے ملبی غلام گردش میں داخل ہوئے اور وہاں سے اس کمرہ کی طرف بھاگے جس کے آگے ڈچیس کی خوابگاہ واقع تھی۔ لباس تبدیل کرنے کے کمرہ سے گذر کر ہم بے تحاشا خوابگاہ میں گھس گئے۔ اور اندر جاکر دیکھا کہ... اُف خداوندا۔ ڈچیس کی لاش فرش زمین پر پڑی تھی۔

باب ۸۴

قتل کے اسرار

پلنگ کے عین پاس فرش زمین پر بچھے ہوئے قالین پر مقتول ڈچیس پڑی تھی۔ گلے میں رات کے پہننے کا لباس تھا جس پر جا بجا خون کے سرخ دھبے لگے تھے۔ سر کے بال بھی خون سے چپکے ہوئے اور پیشانی میں گہرا گھاؤ تھا جس سے اب تک خون بہہ رہا تھا علاوہ بریں اس کی چھاتی، شانوں اور بازوؤں پر بھی لاتعداد زخم تھے اور ان میں سے ایک کے اندر پیش قبض کا ٹوٹا ہوا پھل اب تک موجود تھا۔ ایک جانب قالین پر خون سے بھرا ہوا پستول تھا۔ اور گھنٹی بجانے کی رسی زور کے ساتھ کھینچے جانے کے باعث ٹوٹ کر ایک جانب گر گئی تھی۔ پلنگ کی چادروں اور لحاف پر نیز دیواروں اور فرنیچر کے سامان پر جا بجا خون آلودہ ہاتھوں کے نشان تھے۔ کرسیاں اور میزیں ادھر اُدھر اُلٹی ہوئی پڑی تھیں اور کمرہ کی عام حالت ظاہر کرتی تھی کہ بدنصیب خاتون نے جان دینے سے پہلے بڑی زوردار جدوجہد کی ہوگی۔ پہلے ہمارا خیال تھا کہ ڈچیس بالکل بے جان ہے

لیکن اس بھیانک نظارہ کی تکمیل میں اگر کوئی کسر باقی تھی تو وہ اس وقت پوری ہوگئی جب ہم نے دیکھا کہ اس میں ابھی تک کوئی سانس باقی تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں گو ان پر مردنی چھانے لگی تھی۔ پھر اس کے علاوہ اس کی خون آلود چھاتی اب تک متلاطم تھی۔ اور اس کے منہ سے رک رک کر تیز جھٹکے دار سانس خارج ہوتا تھا۔ وہ بولنے کے ناقابل تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ گو اس کی آنکھیں کھلی تھیں تاہم اپنی بے ہوشی کی وجہ سے وہ گرد و نواح کے حالات سے بالکل بے خبر تھی۔

اس اثنا میں قریباً گیارہ بارہ آدمی اس کمرہ میں جمع ہو گئے تھے۔ یعنی چار پانچ مرد اور باقی نوکرانیاں۔ بالآخر چند شخصوں نے مل کر قریب المرگ ڈچس کو فرش زمین سے اٹھایا اور پلنگ پر لٹا دیا۔ شروع میں تو میری نگاہ فقط اس ایک بھیانک نظارہ پر لگی ہوئی تھی جو ہم سب کے پیش نظر تھا۔ یعنی زخم خوردہ ڈچس کے خون آلودہ بدن پر، جس سے زندگی کا شرارہ تیزی کے ساتھ رخصت ہو رہا تھا۔ لیکن دفعتاً معلوم ہوا کہ موقوف شدہ ملازم ایڈولف بھی اس کمرہ میں موجود ہے اور ڈچس کو پلنگ پر لٹانے کے کام میں سہارا دے رہا ہے۔ بہرحال میں زیادہ عرصہ تک اس کی موجودگی کے سوال پر توجہ نہ دے سکا کیونکہ اتنے میں ایک آدمی ڈریسنگ گون پہنے نوکروں کے ہجوم کو چیرتا آگے بڑھا۔ اور بدنصیب ڈچس کے کچلے ہوئے جسم پر گر کر اس طرح کے دردناک لہجہ میں بین کرنے لگا کہ جتنے آدمی اس جگہ موجود تھے سب کے دل کانپ اٹھے۔ یہ شخص ڈیوک ڈی پالن تھا!

اتنے میں ہر طرف سے آوازیں آنی شروع ہوئیں کہ ڈاکٹر کو بلاؤ۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کسی نے کہا کہ پولیس کو طلب کرنا ضروری ہے۔

نوکروں میں سے بعض ان دو کاموں پر روانہ ہوئے اور ان کے چلے جانے پر میں نے دیکھا کہ جو باقی رہ گئے ان میں ایڈولف شامل تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس کا نام کسی

طرح ڈیوک کے کانوں میں بھی پہنچ گیا۔ کیونکہ وہ جو اب تک ڈچیس کے پلنگ پر جھکا ہوا آہ وزاری کر رہا تھا اب دفعتاً اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ایڈولف کو گریبان سے پکڑ کر غصہ اور جوش سے کہنے لگا: "کم بخت تو نے ہی اس کی جان لی ہے!"

ان الفاظ کو سُن کر ایڈولف کے چہرہ کی رنگت پیلی پڑ گئی۔ اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ اس نے بولنے کی کوشش کی مگر ایک لفظ تک منہ سے نہ نکل سکا۔ اتنے میں ہر شخص کی آنکھیں شکی انداز سے اس کی طرف لگ گئی تھیں۔ اور میں نے دیکھا کہ گو ہم میں سے ہر ایک آدمی نیم برہنہ تھا۔ یعنی حالتِ اضطراب میں جو کپڑا کسی کے ہاتھ آیا وہی پہن کر آ گیا لیکن ایڈولف نے پورا لباس پہنا ہوا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ شاید رات کو سویا بھی نہیں ہے۔

"آہ۔ شاید اسی کو میں نے کل رات اندھیرے میں غائب ہوتے دیکھا تھا" یکایک میرے منہ سے نکلا۔

میرے ان الفاظ پر متجسس نگاہیں ہر طرف سے اُٹھنی شروع ہوئیں۔ اور مجھے تفصیل کے طور پر بیان کرنا پڑا کہ کس طرح شب گذشتہ کو دس اور گیارہ بجے کے درمیان میں نے کسی شخص کو اندھیرے میں چھپنے کی کوشش کرتے دیکھا تھا۔

"اور دیکھو تو اس کی ٹوپی بھی پڑی ہے" نوکروں میں سے ایک نے ڈچیس کے پلنگ کے نیچے سے ایڈولف کی ٹوپی اُٹھا کر دکھاتے ہوئے کہا۔

"لے جاؤ۔ اس نمک حرام کو دوسرے کمرے میں لے جاؤ" ڈیوک نے تحکمانہ لہجہ میں کہا "اور پولیس کی آمد تک زیرِ حراست رکھو اسی نے ڈچیس کو مارا ہے"

اس اثنا میں ایڈولف کی حالت عجیب تھی یعنی وہ پانی کے باہر نکالی ہوئی مچھلی کی طرح زور زور سے سانس لیتا اور حیران و سراسیمہ الزام کی جواب دہی سے قاصر۔ کچھ بولنے کی کوشش کرتا دکھائی دیتا لیکن اس کے باوجود خاموش تھا۔ معلوم ہوتا تھا الفاظ

اس کے حلق میں آ کر رُک جاتے ہیں۔ اتنے ہی میں چند نوکر اسے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئے۔

یہ سارا واقعہ ایک منٹ سے بھی کم عرصہ میں پیش آیا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ فقط چند ثانیوں کا عرصہ اس میں صرف ہوا۔ یعنی اس سے بھی کم جتنا مجھے ان واقعات کی تحریر یا ناظرین کو ان کے پڑھنے میں لگا ہے۔ مطلب یہ کہ سب کام غیر معمولی عجلت اور جوش کے ساتھ دہشت، اضطراب اور پریشانی کی حالت میں کیا گیا جس وقت ڈیوک ایڈولف پر قتل کا الزام عائد کر رہا تھا ایمیلی دو اور خادماؤں کے ساتھ ڈچس کے پلنگ پر جھکی ہوئی بدنصیب مرنے والی کے حلق میں پانی ٹپکا رہی تھی۔ لیکن اس کی حالت ہر قسم کی امید کے دائرہ سے باہر ہو چکی تھی۔ ابھی سے موت کی ہچکی آنے لگی تھی۔ چنانچہ ایڈولف کو اس کمرہ سے باہر گئے مشکل سے ایک منٹ گذرا تھا کہ ڈچس کا جسم ٹھنڈا پڑنا شروع ہو گیا۔

ڈچس کی موت کے ساتھ ہی ڈیوک ڈی پالن کی حالت میں تبدیلی واقع ہونی شروع ہوئی۔ یعنی سخت ضعف جانی کی حالت میں وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور آنکھیں بے مدعا چاروں طرف دیکھنے لگیں۔ ڈیوک کی یہ حالت دیکھ کر میں نے درخواست کی کہ آپ اس کمرہ سے باہر تشریف لے جائیں تو بہتر ہو۔ چنانچہ میرے ہاتھ کا سہارا لے کر وہ خوابگاہ کے باہر ڈچس کے تبدیل لباس والے کمرہ کی طرف چلا گیا۔ جہاں میں نے اس کو ایک گلاس سرد پانی کا پیش کیا۔ اس کی تھوڑی سی مقدار پی کر وہ بڑبڑاتے ہوئے اس قدر کہنے کے قابل ہوا۔ "اوہ جوزف، کتنا جگر پاش، روح فرسا واقعہ پیش آیا ہے ہائے۔ جب اس کی اطلاع میرے عزیز بیٹے تھیوبالڈ کو پہنچے گی تو وہ کیا خیال کرے گا اور... میرے چھوٹے بچوں کا کیا حال ہو گا!"

اتنا کہہ کر اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھک لیا اور اپنی کہنیاں گھٹنوں پر ٹیکے ایک لمحہ چپ چاپ اور بے حرکت بیٹھا رہا۔ لیکن نہ آنسو کا ایک قطرہ اس کی انگلیوں کی راہ سے گرتا دکھائی دیا نہ اس کی چھاتی متلاطم نظر آئی۔ نہ کوئی آہ

اس کے ہونٹوں سے نکلی۔ اس کا رنج و غم اس درجہ انتہا تک پہنچا ہوا تھا جس کا اظہار غیر ممکن سمجھا گیا ہے۔ اور اس کے بعد دفعتاً وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور تیز چل کر اپنے کمرہ میں داخل ہوا۔ اس نے اس کا دروازہ بھی جلدی سے بھیڑ لیا۔ میں نے اس کے پیچھے جانے کی کوشش کی لیکن جرأت نہ کر سکا۔ کیونکہ اس کا غم اتنا مقدس اور پاک تھا کہ اس میں دخل اندازی گناہ معلوم ہوتی تھی۔

اس کے تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر اور محکمہ پولیس کے آدمی آنے شروع ہو گئے۔ ڈاکٹروں کی آمد پر جس قدر نوکر ڈچس کی لاش کے پاس موجود تھے داروغہ کے حکم سے باہر بھیج دیئے گئے۔ سرسری معائنہ کے بعد معلوم ہوا کہ بیگم کا تارِ نفس ٹوٹ چکا اور اب لاش بالکل بے جان تھی۔ اس معائنہ کے بعد پولیس کی آمد کے انتظار میں کمرہ کی ہر ایک چیز اسی طرح رکھے رہنے کا انتظام کیا گیا۔ اتنے میں پولیس کے اہلکار بھی آ پہنچے۔ اس وقت تک گھر کا ایک نوکر اس کمرہ کے دروازہ پر پہرہ دے رہا تھا جس میں ایڈولف بند تھا۔ پولیس کی آمد پر دو سپاہی اس کی بجائے متعین کر دیئے گئے۔ مختلف نوکر کپڑے پہننے لیے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ہر شخص کے چہرہ پر دہشت، پریشانی اور سراسیمگی کے آثار نمودار تھے۔

میں نہیں جانتا یہ اس تعصب کا نتیجہ تھا جو ایڈولف کے برخلاف میرے دل میں جاگزیں ہو چکا تھا۔ یا صحیح وجہ کچھ اور تھی۔ بہرحال امر واقعہ یہ ہے کہ میں نے شروع سے ہی ایڈولف کو مجرم تصور کر لیا۔ علاوہ بریں کیا یہ امر واقعہ نہ تھا کہ اسے بلاوجہ ڈچس کے کمرہ میں کھڑا پایا گیا۔ اور وہیں اس کی ٹوپی پڑی ہوئی تھی۔ یہ ساری باتیں اس خیال کی تصدیق کرنے والی تھیں کہ وہ پہلی رات ہی کسی نہ کسی طریقہ پر خوابگاہ میں داخل ہو کر چھپ گیا اور یا تو مناسب وقت کے انتظار میں یا دون ہمتی کی وجہ سے دن نکلنے سے پیشتر حملہ آور نہ ہو سکا۔ لیکن ایک سوال یہ پیدا ہوا کہ اس نے اس جرم کا

ارتکاب کس لئے کیا ہوگا؟ اس کے جواب دو تھے۔ اوّل طمع دوسرے انتقام۔ سچ پوچھیے تو مجھے اس شخص کی شکل وصورت ہمیشہ سے ناپسند تھی۔ اس کی چھپی ہوئی چور نظریں، اس کا تند وترش چہرہ، اس کی خاموشی اور رازداری کی کوشش۔ غرض ساری باتیں اسے کسی مرد نیک طینت سے زیادہ مجرم ثابت کرنے والی تھیں۔ طامع بھی وہ ضرور تھا ورنہ کس لئے مخبر کا ادنیٰ فرض انجام دینا منظور کرتا؟ میں نے انداز سے معلوم کیا، کہ وہ لوٹ مار کی غرض سے آیا ہوگا بیشتر اس کا خیال رہا ہوگا کہ بلا مزاحمت جو جی چاہے گا لے جاؤں گا لیکن جب ڈچس نے مقابلہ شروع کیا تو وہ بھی وار کرنے پر مجبور ہوگیا ہوگا۔ رہ گیا انتقام تو اس کی صحیح نوعیت سمجھنا بہت دشوار نہ تھا۔ اس میں شک نہیں وہ بیگم کا اپنا منہ لگا نوکر تھا تاہم ممکن ہے اس کو یہ گلہ ہو کہ کس لئے بیگم صاحبہ نے موتوفی کے سوال پر ڈیوک کے فیصلہ کا مقابلہ نہ کیا؟ کیوں اس نے زور دے کر اس کی بحالی کی کوشش نہ کی۔ اور کیوں اس کی موتوفی کو چپکے سے ایک امر طے شدہ سمجھ لیا؟ پھر اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی موتوفی کے بعد کوئی رقم بطور امداد بیگم سے حاصل کرنا چاہتا ہو اور اس کے نہ ملنے پر اس کا جوش انتقام بھڑک اٹھا ہو۔ غرض یہ اور کئی ایک باتیں اور بھی اس خیال کی تائید کرنے والی تھیں، کہ جو کچھ ہوا ایڈولف کی طمع اور طینتِ بد کا نتیجہ تھا۔

مگر افسوس وہ امیدیں جو ڈیوک ڈی پالن کو مصالحت کے بارے میں لگی ہوئی تھیں وہ کیسی غم آمیز طریقہ پر یاس میں تبدیل ہوئیں۔ کتنا بھاری صدمہ بدنصیب امیر کو اس واقعہ سے ہوا ہوگا۔ کہ ایک غیر متوقع سانحۂ عظیم نے وہ خلیج اس کے اور بیگم کے درمیان حائل کردی جسے اب کوئی طاقت پاٹ نہ سکتی تھی!

انہی غمناک خیالات کی الجھن میں پھنسا ہوا تھا کہ ایک نوکر یہ اطلاع لے کر آیا کہ صاحب مجسٹریٹ نیچے بیٹھے تحقیقات کر رہے ہیں اور تم کو بیان دینے کیلئے

طلب فرمایا ہے۔ میں اس بلاوے کا منتظر ہی تھا اور اس لئے پہلے ہی ہاتھ منہ دھو کر فارغ ہو چکا تھا۔ نیچے اُترا تو معلوم ہوا کہ تفتیش کا عمل کھانا کھانے کے کمرہ میں جاری ہے۔ وہیں کھانے کی میز کے ایک سرے پر صاحب مجسٹریٹ جنہیں اہل فرانس کی اصطلاح میں کمسری کہا جاتا ہے سامان نوشت سامنے رکھے بیٹھے تھے۔ ڈیوک ڈی پالن زرد رو اور غمناک ان کے پہلو میں ایک کرسی پر بیٹھا تھا اور دو سپاہی دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے۔

میرے داخل ہوتے ہی صاحب مجسٹریٹ نے ڈیوک سے کہا: "موسیو لا ڈیوک! میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ تھوڑی دیر کے لئے دوسرے کمرہ میں تشریف لے جائیں ..."

مالک نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھنا شروع کیا اور اس کے بعد رُکتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ ان حالات میں جن میں یہ افسوسناک واردات عمل میں آئی ہے آپ مجھے اس جگہ ٹھہر کر حالات سے واقف ہوتے رہنے کا موقعہ دینا منظور کریں گے۔"

"آپ کا فرمانا صحیح ہے۔" صاحب مجسٹریٹ نے ادب و استقلال کے ساتھ تسلیم کیا۔ "لیکن مصلحت یہ چاہتی ہے کہ آپ فی الحال باہر تشریف لے جائیں اس کے بعد جب ضرورت ہو گی آپ کو دوبارہ طلب کر لیا جائے گا۔"

ڈیوک نے مزید انکار فضول سمجھا۔ اور گردن جھکائے بہ آہستگی کمرہ سے رخصت ہو گیا۔ مجھے اس کی حالت پر بہت رحم آتا تھا۔ کیونکہ اس کا غم حقیقتاً ناقابلِ برداشت تھا۔ ڈیوک کے چلے جانے کے بعد صاحب مجسٹریٹ نے سپاہیوں میں سے ایک کو اشارہ سے اپنے پاس بلایا اور چند الفاظ دبی زبان میں اس کے کان میں کہے اس پر وہ سپاہی بھی کمرہ سے باہر چلا گیا۔

اب مجھ سے مخاطب ہو کر صاحب مجسٹریٹ نے پوچھا "کیا تم فرانسیسی میں

بخوبی گفتگو کر سکو گے؟" چونکہ میں اس زبان کے مسلسل مطالعہ سے اس پر کافی عبور حاصل کر چکا تھا اس لئے میں نے جواب دیا۔ "جی ہاں میں اس زبان میں اچھی طرح گفتگو کر سکتا ہوں۔"

"تو پھر بتاؤ کیا واردات کی شام کو ڈیوک ڈی پالن نے کوئی بات تم سے کہی تھی؟" صاحب مجسٹریٹ نے پوچھا۔

"جی ہاں" میں نے جواب دیا۔ "انہوں نے مجھے اگلے روز سفر پر اپنے ہمراہ چلنے کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا تھا۔"

"اس گفتگو کے مزید حالات جو تم کو معلوم ہیں یاد کر کے بیان کرو۔"

جہاں تک میرا حافظہ مدد دے سکتا تھا میں نے ساری گفتگو لفظ بلفظ بیان کی اور ڈیوک کے ان خیالات کو بھی دُہرایا جو اس نے اس بارے میں ظاہر کئے تھے کہ اس کی عارضی عدم موجودگی میں تعلقات کی وہ کشاکشی جو ڈچس سے پیدا ہو چکی تھی، یقینی طور پر رفع ہو جائے گی۔ بعد ازاں صاحب مجسٹریٹ نے اس بارے میں استفسار کیا کہ وہ کس کی صورت تھی جسے تم نے بوقت شب اندھیرے میں غائب ہوتے دیکھا تھا لیکن اس کے متعلق میں کوئی فیصلہ کُن جواب نہ دے سکا۔ اس لئے اتنا ہی کہا کہ ممکن ہے وہ صورت ایڈولف کی ہو یا کسی اور کی۔ میں اس کے متعلق کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ اس پر صاحب مجسٹریٹ نے مجھے بیٹھ جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تک سارے گواہوں کے بیانات قلمبند نہ ہو چکیں میں نہیں چاہتا کسی آدمی کو باہر لے جانے کی اجازت دی جائے۔

میرے بعد ڈیوک کے خادم خاص کو طلب کیا گیا جس نے حسب ذیل بیان دیا۔

"واردات کی رات کو میں جب دس بجے کے قریب سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں کل لمبے سفر پر روانہ ہونا چاہتا ہوں اس لئے میرے کپڑے

تیار رکھنا۔ ساتھ ہی یہ بھی انہوں نے کہا کہ صبح نو بجے گاڑی تیار رہے۔ لیکن خبردار میری روانگی کی اطلاع کسی دوسرے نوکر کو نہ ہو۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا اس کی خبر ڈچس کے کانوں تک پہنچے اور ہم میں پھر کسی تکرار کی نوبت آئے۔"

اس کے بعد صاحب مجسٹریٹ نے متفرق سوالات اس بارے میں کرنے شروع کیئے کہ واردات کا حال سب سے پہلے کیونکر معلوم ہوا، بلکہ اس سلسلہ میں انہوں نے مجھ سے بھی چند ایک سوالات اور پوچھے۔ دوبارہ بیان دیتے ہوئے ایک اور واقعہ کی یاد میرے ذہن میں تازہ ہو گئی اور میں نے صاحب مجسٹریٹ کو بتایا کہ جس وقت میں بند کھڑکی کے باہر کھڑا آوازیں سن رہا تھا تو مجھے مکان کے اس حصہ سے جدھر سرکار کی خوابگاہ واقع ہے چھت کے اوپر دھواں سا اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ پیشتر یہ واقعہ بالکل ہی میرے ذہن سے اتر گیا تھا لیکن اب یاد آنے پر میں نے اس کو بھی بیان کرنا ضروری سمجھا۔ اس پر صاحب مجسٹریٹ نے دوسرے سپاہی کو اشارہ سے اپنے پاس بلا کر اس کے کان میں کچھ کہا اور وہ بھی رخصت ہو گیا۔ اس کے بعد ایک اور سپاہی اس کی جگہ کھڑا ہو کر پہرہ دینے لگا۔

اب خادمہ ایمیلی کا بیان شروع ہوا۔ جس نے ان حالات کے متعلق جن میں واردات کا علم نوکروں کو ہوا تھا۔ میرے اور ڈیوک کے بڑے نوکر کے بیان کی تائید کی۔ اس کے بعد باری باری سائیس، کوچبان اور اس نوکر کی شہادتیں ہوئیں، جسے گاڑی کی تیاری کے متعلق ڈیوک کے خادم خاص نے مختلف ہدایات دی تھیں۔

لیکن ان کا بیان ختم ہوا ہی تھا کہ وہ سپاہی جو سب سے آخر میں کمرہ سے باہر گیا تھا واپس آ گیا۔ اس نے تھوڑی دیر صاحب مجسٹریٹ سے کھسر پھسر باتیں کیں اور ساتھ ہی ایک سربمہر لفافہ پیش کیا جسے صاحب مجسٹریٹ نے کھول کر پڑھا۔

خط کے مطالعہ سے فارغ ہو کر وہ مجھ سے مخاطب ہوئے اور بولے: "غالباً

تم نے اپنے بیان میں یہ کہا تھا کہ ڈیوک ڈی پالن روانگی سے پہلے کوئی خط تمہارے حوالے کرنا چاہتے تھے اور ان کا منشا یہ تھا کہ وہ خط روانگی سے پہلے ڈچس کو پہنچا دیا جائے؟"

"جی ہاں یہ بالکل صحیح ہے" میں نے جواب دیا۔ "موسیولا ڈیوک نے فرمایا تھا کہ میں وہ خط کل صبح تمہیں دوں گا۔ اور تم اسے کنیزوں میں سے کسی ایک کو دے دینا تاکہ وہ اسے ہماری روانگی کے فوراً بعد ڈچس کے حوالہ کر دے۔"

"اچھا تو یہ خط جو میں تمہیں دیتا ہوں اسے لے کر پڑھو اور بتاؤ کیا اس کی تحریر اُتنی ہی صاف اور اعتماد بخش ہے جتنا اس گفتگو سے ظاہر ہوتا تھا، جو ڈیوک نے تم سے کی تھی؟"

میں نے خط لے کر پڑھا۔ اتنا رقت خیز اس کا مضمون تھا کہ میرے لئے آنسو ضبط کرنا دشوار ہو گیا۔ اس خط میں ڈیوک نے صاف طور پر لکھا تھا کہ بے شک مجھ سے خطائیں سرزد ہوئی ہیں اور میری بعض حرکات ایسی ہیں جنہیں بدترین روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے لیکن ایک مرد شریف دعوت دار کی حیثیت میں میں صاف صاف کہتا ہوں کہ میرے اور میڈموازل لگنی کے درمیان کبھی کسی قسم کے گناہ آلود تعلقات نہ تھے محض آپس کا دوستانہ تھا اور بس۔ یہ صحیح ہے کہ میں نے بہ اوقاتِ مختلف اس کو مالی امداد دی۔ لیکن اس کی وجہ محض یہ تھی کہ تم نے (اشارہ ڈچس کی طرف ہے) اس کے برخلاف بے وجہ شک کر کے اسے بہت نقصان پہنچایا۔ چنانچہ محض تمہارے حسد سے اس کی ملازمت چھوٹی اور تم نے جو اتہامات اس پر لگائے تھے ان کی وجہ سے شدت رنج و غم نے اس کی صحت بالکل خراب کر دی۔ چونکہ وہ حسد جو تم کو اس سے ہوا۔ میری خطا کے باعث تھا اور محض اسی وجہ سے وہ تمہارے جوشِ عتاب کا نشانہ بن کر اس گھر سے رخصت ہونے پر مجبور ہوئی اس لئے اس کی امداد میرا فرض تھا

آگے چل کر اس خط میں لکھا تھا کہ یہ اصلی کیفیت ہے اور مجھے یقین ہے کہ سارے حالات جاننے کے بعد تم بھی درگذر سے کام لوگی۔ باوجود ہر قسم کے واقعات کے جو پیش آچکے ہیں مجھے اب بھی تم سے محبت ہے۔ لیکن میری وجہ سے نہیں تو ان بچّوں کی خاطر جن کے ننھے دلوں پر ہمارے آپس کے جھگڑے کا مضر اثر پیدا ہونا یقینی ہے۔ تم کو چاہیئے کہ واقعات گذشتہ کو بھلا کر آئندہ صلح وآشتی سے کام لو۔ خط کے آخر میں تحریر تھا مجھے قوی امید ہے کہ میری عارضی غیر حاضری کے دنوں میں دوستوں کی کوششیں ہر قسم کی غلط فہمیوں کو رفع کر کے ہمارے درمیان پھر ایک بار ویسے ہی اچھے تعلقات پیدا کر دیں گی جیسے پیشتر تھے۔

اس خط کو پڑھ کر میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا۔ ایک آہ سرد بھر کر میں نے صاحب مجسٹریٹ کو خط واپس دے دیا اور کہا "جی بے شک۔ کل جب وقت سرکار نے مجھ سے گفتگو کی تو ان کے لب ولہجہ سے ویسی ہی نیک نیتّی اور صداقت ظاہر ہوتی تھی، جیسی اس خط میں ظاہر کی گئی ہے"۔

اب صاحب مجسٹریٹ نے ایڈولف کے حاضر کئے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ چند لمحوں کے عرصہ میں دو سپاہی اس کو حراست میں لئے ہوئے کمرہ میں داخل ہوئے۔ اس کا چہرہ سُتا ہوا اور زرد تھا اور اس پر افسردگی کے آثار نمایاں تھے۔ ہر چند اسے گرفتار ہوئے بمشکل دو گھنٹے گذرے تھے تاہم اس کی شکل وصورت سے پایا جاتا تھا کہ اس نے ہفتوں رنج وغم یا بیماری کی تکلیف سہی ہے۔

"تم اپنے بارے میں جو بیان دینا چاہو میں اُسے سننے کے لئے تیار ہوں"۔ صاحب مجسٹریٹ نے اس کو مخاطب کر کے کہا۔ "تاہم یاد رکھو تم اِس وقت ملزم ہو اور جو بیان تم دو گے وہ ضرورت پیش آنے پر تمہارے برخلاف استعمال کیا جا سکے گا۔ اس پر بھی اگر تم اپنا بیان لکھوانا چاہتے ہو تو بے شک لکھوا دو۔ ورنہ جیسی مرضی ہو"۔

ایک نئی طرح کی تیزی اور ہوشیاری ایڈولف کے مضمحل قویٰ میں پیدا ہو گئی۔ جو اس کی سابقہ مایوسی اور افسردگی کے مقابلہ میں حیرت خیز تھی۔ بے تابانہ کہنے لگا۔ "اے صاحب میں بخوشی اپنے متعلق سارا حال عرض کرنے کے لئے تیار ہوں۔ فی الحقیقت میں اس وقت سے ہی جب مجھے گرفتار کر کے کوٹھڑی میں رکھا گیا تھا۔ بعض حالات بیان کرنے کو بے تاب تھا۔ مگر مجھے اس کا موقعہ نہیں ملا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مجھے میڈم لاڈچس کی خدمت گذاری کرتے مدّت گذر گئی۔ اس دوران میں بیگم صاحبہ کی کنیزوں میں سے ایک کے ساتھ جس کا نام فلورین ہے مجھ کو الفت ہو گئی اور ہم نے بیگم صاحبہ سے درخواست کی کہ وہ ہمیں شادی کی اجازت دیں۔ لیکن ڈچس نے فرمایا کہ تم اس وقت تک انتظار کرو۔ حتیٰ کہ ملازمت کر کے گذارہ لائق روپیہ جمع کر لو۔ ہم نے سوچا کہ اس کے لئے بہت عرصہ درکار ہو گا۔ اس لئے قریباً سات یا آٹھ ماہ گذرے ہم نے خفیہ طور پر شادی کر لی۔ حال میں کوئی دو یوم کا عرصہ ہوا کہ موسیو لاڈیوک نے دفعتاً مجھے ملازمت سے موقوف کر دیا۔ اس کی اطلاع میں نے بیگم صاحبہ کو دی۔ انہوں نے ازراہِ عنایت اس بات کا وعدہ کیا کہ میں تمہارے گذارہ کی صورت پیدا کر دوں گی اور اس بات کی ان کے والد نے بھی تائید کی۔ لیکن ان کے وعدہ کے باوجود مجھے اپنی بیوی کی جدائی شاق تھی۔ آخر کار کل رات میں اس سے ملنے خفیہ طور پر یہاں آیا۔ چنانچہ وہ میں ہی تھا جسے جوزف ولمٹ نے غلام گردش کے اندھیرے میں چھپتے ہوئے دیکھا تھا لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے چونکہ مجھ سے عداوت تھی اس لئے میں ڈرتا تھا کہ اگر اس نے مجھے دیکھ کر پہچان لیا تو اس کی اطلاع ڈیوک کو دینے سے دریغ نہ کرے گا۔ رات بھر میں اپنی بیوی کے پاس رہا۔ اور منہ اندھیرا ہی تھا کہ دوسرے نوکروں کے بیدار ہونے سے پہلے رخصت کی تیّاری کرنے لگا۔ چونکہ دربان میرا دوست ہے اس لئے اس نے سرِشام میرے داخلہ میں کوئی مزاحمت نہ کی تھی بلکہ اس کا وعدہ

تھا کہ میں کل صبح چپ چاپ تمہیں کوٹھی سے باہر جانے کا موقعہ دے دوں گا مگر عین اس وقت جب میں رخصت ہو رہا تھا تو شاگرد پیشے میں ایک عجیب طرح کا ہنگامہ پیدا ہو گیا اور یہ اُڑتی سی خبر میرے کانوں میں بھی پہنچی کہ بیگم صاحبہ کو کوئی سانحہ پیش آیا ہے۔ چونکہ میری ذات پر ان کے بے شمار احسانات تھے اس لئے ہر طرح کی عجلت کے باوجود میں یہ معلوم کرنے کے لئے ٹھہر گیا کہ اس شور و شر کا کیا مطلب ہے اور نیم بے خبری کی حالت میں بیگم صاحبہ کے کمرہ کی طرف چلا گیا۔ جیسا کہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ اس جوش کی وجہ سے جو نوکروں میں پھیلا ہوا تھا کسی کو میری موجودگی کا خیال نہیں آیا بعد ازاں میں نے چند اور شخصوں کے ساتھ زخم خوردہ ڈچس کو قالین سے اُٹھایا۔ اور اس طرح میرے کپڑوں پر خون کے داغ لگ گئے۔ میں نہیں جانتا میری ٹوپی کس طرح ان کے پلنگ کے نیچے جا پڑی۔ میرا خیال ہے کہ جس وقت میں نے ان کو زخم خوردہ دیکھا تو دہشت کے مارے میرے ہاتھوں میں رعشہ پڑ گیا۔ اور ٹوپی فرش زمین پر گر کر لڑھکتی ہوئی پلنگ کے نیچے جا رہی۔ یا ممکن ہے کسی کے پاؤں کی ٹھوکر سے اس جگہ پہنچ گئی ہو۔ بس یہ میرا بیان ہے اور میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ بالکل صحیح ہے۔"

ایڈولف کی داستان چونکہ ہر طرح مربوط تھی اور اس سے ان کو انفی شبہات کا جو اس کے برخلاف پیدا ہو چکے تھے بخوبی ازالہ ہوتا تھا۔ اس لئے حاضرین نے اسے گہری دلچسپی کے ساتھ سنا اور اس سے ہم نوکروں میں کچھ ہمدردی بھی اس بدنصیب کے لئے پیدا ہو گئی لیکن صاحب مجسٹریٹ بدستور سنجیدگی کی مورت بنے خاموش بیٹھے رہے اور نہ سپاہیوں میں سے ہی کسی نے جوش ظاہر کیا۔ ایڈولف کی داستان سن کر مجھے حیرت تو ضرور ہوئی تاہم اس سے میری دلجمعی نہ ہو سکی کیونکہ سچ پوچھئے تو ایڈولف کے سوا اس گھر میں کون تھا جس پر بیگم کے قاتل ہونے کا شبہ کیا جاتا؟ صاحب مجسٹریٹ

نے اس کے بیان کو تفصیل کے ساتھ قلمبند کر لیا تھا۔ اور میں سوچ میں بیٹھا تھا کہ دیکھیں پولیس کی تفتیش کیا نیا رنگ لاتی ہے کہ دفعتاً معاملات نے ایک بالکل ہی نئی صورت اختیار کرنی شروع کی۔ سب سے پہلے ڈاکٹروں میں سے ایک نے اندر آ کر ایک چھوٹا سا پیکٹ جو چیتھی کے کاغذ کا ایک تہ کیا ہوا تختہ معلوم ہوتا تھا صاحب مجسٹریٹ کو دیتے ہوئے کہا۔ "ملاحظہ فرمائیے اس میں وہ چند بال ہیں جو مقتولہ کے بند ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑے ہوئے پائے گئے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت قاتل و مقتول میں زوردار جد و جہد ہو رہی تھی تو کسی طرح قاتل کے بال بیگم صاحبہ کی مٹھی میں آ گئے۔ اور وہ ان کے بند ہاتھوں میں محفوظ رہے ہیں۔ انہیں دھو کر اور صاف کر کے لایا ہوں۔ اب آپ ان کا معائنہ کر سکتے ہیں۔"

صاحب مجسٹریٹ نے تہ کیا ہوا کاغذ کھولا۔ اس کے ساتھ ہی میری نگاہ ایڈولف کے چہرہ کی طرف گئی۔ میرا خیال تھا کہ اس نئے ثبوت کی موجودگی میں اس کی رنگت فوراً پیلی پڑ جائے گی۔ لیکن آپ میری حیرت کا اندازہ کر سکتے ہیں جب میں نے دیکھا کہ اس کی خودضبطی اور استقلال میں اور اضافہ ہو گیا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنی بے گناہی کے یقین کے ساتھ اس کی وہ سابقہ پریشانی اور افسردگی جو پیشتر اس کے چہرہ پہ موجود تھی بڑی حد تک زائل ہو گئی۔ دو ہی صورتیں ممکن تھیں۔ یا تو یہ شخص بے انتہا دیدہ دلیر تھا یا حقیقتاً بے قصور۔ لیکن اس آخری صورت میں وہی سوال پھر پیدا ہوتا تھا کہ اگر ایڈولف بے قصور ہے تو مجرم کون ہوگا؟"

صاحب مجسٹریٹ نے پیکٹ کھول کر وہ چند بال نکالے جو اس میں بند تھے اور انہیں دوبارہ ڈاکٹر کے حوالہ کر کے اس سے کہا۔ "آپ ان کا مقابلہ ایڈولف کے سر کے بالوں سے کریں۔" چونکہ میں اور دوسرا نوکر اس مقام سے کافی دور تھے جہاں صاحب مجسٹریٹ بیٹھے تھے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ ان بالوں کا صحیح رنگ کیا ہے۔ جن کی موجودگی سے قاتل کا سراغ ملنے کی نئی امید پیدا ہو گئی تھی۔ تاہم سب لوگ اس نئے

انکشاف کی روشنی میں واقعات کی رفتار کا دلچسپی کے ساتھ انتظار کرنے لگے۔ ڈاکٹر نے ان بالوں کو ایڈولف کے سر کے پاس لے جا کر دیکھا پھر فوراً اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور کہا: "میں نے رسم پوری کرنے کے لئے ایسا کیا ہے لیکن مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ وہ بال جو میں نے آپ کو پیش کئے ملزم کے سر کے نہیں ہیں۔"

اس سے میری اور دوسرے نوکروں کی حیرت میں اور اضافہ ہو گیا اور مجھے اس خیال سے افسوس بھی ہوا کہ کیوں میں نے ایڈولف کے برخلاف کسی طرح کے شبہات کو دل میں جگہ دی۔ میری ذہنی تکلیف اس خیال سے زیادہ بڑھ گئی کہ جو واقعہ اس کے اندھیرے میں دکھائی دینے کا میں نے بیان کیا تھا۔ وہی سب سے زیادہ اس کے برخلاف شبہہ پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوا تھا۔

اتنے میں ایک نیا واقعہ اور پیش آیا جس نے حاضرین کی حیرت کو دوبالا کر دیا۔ صاحب مجسٹریٹ نے ایڈولف کو دو سپاہیوں کی نگرانی میں بیٹھ جانے کا حکم دیا ہی تھا کہ اتنے میں ایک اور سپاہی کمرہ میں داخل ہوا اور اس نے چند ایک چیزیں صاحب مجسٹریٹ کو پیش کیں۔ ان میں ایک پستول تھا اور ایک اس پیش قبض کا دستہ جس کا پھل مقتول لے ڈچس کی چھاتی میں لگا ہوا پایا گیا تھا۔ یہ چیزیں پیش کرتے ہوئے سپاہی نے صاحب مجسٹریٹ سے کہا: "ان دونوں پر خون کے داغ موجود تھے۔ میں نے ایک کو تو صاف کر دیا ہے مگر اس کو نہیں کیا۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے پیش قبض کے دستہ کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا تم میں سے کوئی آدمی اس پستول کو شناخت کر سکتا ہے؟" صاحب مجسٹریٹ نے مجھے اور دوسرے نوکروں کو اشارہ سے اپنے پاس بلاتے ہوئے پوچھا۔

ہم نے پاس جا کر دیکھا۔ مگر آپ میرے اور ڈیوک کے بڑے نوکر کی حیرت اور پریشانی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب ہم نے اس پستول کو دیکھا جس کے موٹے سرے سے بدنصیب ڈچس کی کھوپڑی توڑی گئی تھی۔

"کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟" صاحب مجسٹریٹ نے باری باری ہم دونوں سے پوچھا۔
"جی ہاں!" دوسرے نوکر نے جواب دیا۔ "یہ سرکار کا پستول ہے۔"
ان الفاظ کو سن کر حاضرین میں سنسنی کی تیز لہر پھیل گئی اور ہر شخص اس تازہ انکشاف سے حیران و ششدر نظر آنے لگا۔ کیونکہ اگر یہ بیان صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ تھا کہ ڈیوک ڈی پالن نے اپنی بیوی کو قتل کیا ہے۔ میری اپنی حالت یہ تھی کہ ان الفاظ کو سن کر دماغ پر سمہ اور آنکھوں کے سامنے دھند سی چھائی ہوئی معلوم ہوئی۔ اور میں لڑکھڑاتا ہوا اپنی جائے نشست کی طرف گیا۔ خادم خاص کے بیان میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ خود مجھے بھی معلوم تھا کہ وہ ڈیوک کا پستول ہے۔ فی الحقیقت یہ انہی پستولوں میں سے ایک تھا جنہیں کچھ عرصہ پیشتر لوہار سے مرمت کرا لینے گیا تھا۔
"اور یہ پیش قبض کا خون آلود دستہ" صاحب مجسٹریٹ نے سپاہی کو مخاطب کر کے پوچھا "یہ کس جگہ پڑا ہوا ملا تھا؟"
"ڈیوک کے اپنے کمرہ میں ایک میز کے خانے کے اندر!" سپاہی نے جواب دیا۔
اس کے قریب ایک لمحہ بعد جبکہ صاحب مجسٹریٹ ٹوٹے ہوئے پھل کو دستہ کے ساتھ جوڑ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ کیا ایک ہی چیز کے دو حصے ہیں۔ پھر ایک بار وہ سپاہی جسے اس وقت باہر بھیجا گیا تھا جب میں نے آتش دان سے دھواں اٹھتا نظر آنے کا واقعہ بیان کیا تھا واپس آ گیا۔ سیاہ آبنوس کا ایک نہایت نفیس قلمدان جس پر خوشنما سیپ کی پچی کاری کی ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ اسے دیکھتے ہی خادمہ ایملی نے دبی آواز سے میرے کان میں کہا "یہ تو بیگم صاحبہ کا قلمدان ہے!"
ایک نئی روشنی میرے دماغ میں پیدا ہونے لگی۔ آن واحد میں اس دھوئیں کا مطلب سمجھ میں آ گیا۔ جو دود کش سے باہر نکلتا دکھائی دیا تھا۔
"حضور یہ قلمدان اس وقت آپ کے معائنہ سے رہ گیا تھا جب آپ نے کمرہ کے سامان

کی فہرست تیار کی تھی ۔" سپاہی نے بیان کیا۔"اس کی عام حالت ظاہر کرتی ہے کہ اس کو زبردستی کھول کر جو سامان اس میں بند تھا نکالا گیا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے اسے اس پیش قبض کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے سے ہی کھولا گیا ہے جو دستہ میں لگا ہوا رہ گیا تھا۔" یہ کہتے ہوئے سپاہی نے مجسٹریٹ کی میز پر رکھے ہوئے آلہ کی طرف دیکھا۔

"تمہارا خیال صحیح ہے۔" صاحب مجسٹریٹ نے ٹوٹے ہوئے پھل کی نوک کو بند قلمدان کے ڈھکنے کے اس مقام کے پاس لاکر دیکھنے کے بعد کہا۔ جہاں اسے کھولا گیا تھا۔ اور اس کے بعد سپاہی کی طرف مڑتے ہوئے تقریر جاری رکھ کر کہا۔" مجھے یاد ہے کہ پیشتر تم نے یہ اطلاع بھی دی تھی کہ ڈیوک کے کمرہ کے آتشدان میں کچھ جلے ہوئے کاغذات کی راکھ دیکھی گئی ہے ۔"

"جی ہاں ۔ وہ راکھ اس قسم کی تھی جیسی تازہ جلے ہوئے کاغذات کی ہوتی ہے ۔" سپاہی نے بیان کیا ۔

"اور وہ دھواں جو تم نے دیکھا تھا ۔" ایمیلی نے جس کا چہرہ دہشت زدہ اور سپید تھا میری طرف مڑتے ہوئے کہا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ ڈیوک کے برخلاف یکے بعد دیگرے ان شہادتوں کے جمع ہونے سے میرے چہرہ کی رنگت بھی پھیکی پڑنے لگی تھی ۔

یکایک صاحب مجسٹریٹ نے ایک خون آلود رومال جو کاغذات کی ایک تھئی کے نیچے دبا ہوا تھا نکالا ۔ اور ڈیوک کے بڑے نوکر کو اشارہ سے پاس بلاکر اس سے پوچھا "کیا تم بتا سکتے ہو یہ رومال کس کا ہے ؟"

نوکر نے بغور اسے دیکھا ۔ رومال کے ایک کونے میں خاندان پالن کا نشان امارت بنا ہوا تھا اسے دیکھ کر وہ یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ سرکار ہی کا رومال ہے اور اس طرح اس شہادت کی زنجیر میں جو ڈیوک کے برخلاف تیار ہو رہی تھی ایک نئی کڑی پیدا ہو گئی حالات مابعد سے معلوم ہوا کہ یہ رومال صاحب مجسٹریٹ کو ابتدائی تفتیش میں ڈچس کے کمرہ میں پڑا ہوا ملا تھا لیکن انہوں نے اس کو اب تک قصداً چھپا رکھا تھا ۔ تاکہ اسے ضرورت

پیش آنے پر ہی نکالا جائے لیکن اب اس رومال کے واقعہ نے ثابت کر دیا کہ صاحب مجسٹریٹ کے دل میں شروع سے ہی یہ خیال جاگزیں ہو چکا تھا کہ اصلی قاتل کون ہے؟ اور اسی لیے انہوں نے ڈیوک کو کمرہ سے باہر بھیج دیا تھا۔ جیسا کہ ناظرین نے اندازہ کیا ہوگا تفتیش ہر لحاظ سے مکمل اور مربوط تھی۔ یعنی صاحب مجسٹریٹ نے شروع میں اپنے طور پر سارے حالات کی جانچ کی اور ڈیوک ڈی پالن کا بیان جو کچھ وہ دینا چاہتا تھا لکھ لیا۔ یہ بات بڑی آسانی کے ساتھ سمجھی جا سکتی ہے کہ ڈیوک کا بیان اپنے سفر اور اس خط کے متعلق ہی تھا جو وہ بیگم کے نام چھوڑنا چاہتا تھا۔ اسی لئے سب سے پہلے مجھے بغرض شہادت طلب کیا گیا تھا۔ بعدازاں واردات کے بارے میں مزید حالات جان کر صاحب مجسٹریٹ نے ملزم ایڈولف کا بیان اس خیال سے قلمبند کیا کہ اسے اپنی صفائی کا موقعہ مل جائے۔ اور رفتہ رفتہ ہر تازہ انکشاف بدنصیب ڈیوک کو مجرم قرار دینے کا ذریعہ ثابت ہو۔

میرے لئے یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا کہ جو کاغذات جلے ہوئے پائے گئے، وہ غالباً اس واقعہ کے بارے میں تھے۔ جو دریائے رائن کے ساحل پر ڈیوک کی فرضی جائداد کے متعلق تھا۔ اور جس کا حال میری ملازمت کے آغاز میں ہی بعض عجیب اتفاقات سے میرے کانوں تک پہنچ چکا تھا۔

معاملات کے یہ نیا رنگ اختیار کرنے کے بعد صاحب مجسٹریٹ نے ایڈولف کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔ پھر میرے اور دوسرے نوکروں کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے فرمایا "حالات پیش آمدہ میں میرے لئے یہ بیان کرنا غیر ضروری ہے کہ الزام کا سارا بوجھ تم لوگوں کے بدنصیب آقا پر پڑتا نظر آتا ہے۔ پس میں بادلِ ناخواستہ یہ حکم صادر کرنے پر مجبور ہوں، کہ ڈیوک ڈی پالن کو جیل خانہ لکسمبرگ میں زیر حراست رکھا جائے۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی شخص اس اطلاع کو جس قدر نرمی کے ساتھ ممکن ہو، ان کو پہنچائے۔ میں نہیں جانتا یہ بات ان کو معلوم ہے یا نہیں کہ بعض شبہات شروع سے ہی

ان کے برخلاف پیدا ہو چکے ہیں۔ بہر صورت میں نے اپنے سپاہیوں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ ڈیوک کو اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ چنانچہ وہ جس وقت اس کمرہ سے رخصت ہوئے تبھی میرا ایک سپاہی ان کے پیچھے پیچھے گیا تھا۔ ممکن ہے وہ اپنے گنہگار ضمیر کی وجہ سے خود ہی یہ سمجھ گئے ہوں کہ ان کے برخلاف شبہات پیدا ہو چکے ہیں۔ مگر اس کے باوجود میری خواہش ہے کہ ان کی حراست کی اطلاع انتہائی نرم لفظوں میں ان کے کانوں تک پہنچائی جائے۔ تم میں کون ایسا آدمی ہے جو اس نازک لیکن نہایت ضروری فرض کو اپنے ذمہ لے گا؟"

سب آنکھیں میری طرف اٹھیں اور صاحب مجسٹریٹ نے اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ یہ طریقہ ڈیوک کے حق میں رحم آمیز تھا۔ میں بھی اس فرض کی تعمیل سے انکار نہ کر سکا اس کے باوجود جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میں نے بڑے دکھی دل کے ساتھ اس کو ادا کرنا منظور کیا۔ کیونکہ حقیقتاً اتنا رنج میرے دل کو تھا کہ جی چاہتا تھا وہیں بیٹھ کر رونے لگوں۔ تو بھی جس طرح ممکن تھا میں نے ضبط سے کام لیا اور اپنے چہرہ پر آثار سکون پیدا کر کے کمرہ سے باہر نکلا۔ ہال میں چند نوکر جمع تھے۔ اور ان میں دبی آواز میں کچھ باتیں ہو رہی تھیں۔ معلوم ہوا سپاہی کے منہ سے نکلے ہوئے کسی لفظ سے یا یہ دیکھ کر کہ پولیس کا ایک آدمی ڈیوک کے آس پاس پھر رہا ہے۔ وہ پہلے ہی معلوم کر چکے تھے کہ جرم کا شبہ ڈیوک کے برخلاف پیدا ہو گیا ہے اور وہ اس وقت عملی طور پر زیر حراست ہے۔ مجھے آتا دیکھ کر ان کے شبہات کی مزید تصدیق ہو گئی۔ لیکن نہ کسی نے مجھ سے کسی طرح کا سوال پوچھا نہ ان کے چہروں سے بے جا استعجاب کا اظہار ہوا۔ ان کی شکلوں سے گہری افسردگی، مایوسی اور پریشانی ظاہر ہوتی تھی۔

میں نے جب ان سے دریافت کیا کہ سرکار اس وقت کہاں ہیں تو معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے کمرہ کے بالمقابل دوسرے کمرہ میں بیٹھے ہیں۔ میں اس طرف روانہ ہوا۔ مگر اندر

جاتے ہی میں نے دیکھا کہ ڈیوک بدستور ڈریسنگ گون پہنے صوفے پر بیٹھے ہیں۔ اور جب اس کے بعد اطراف کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔ تو یہ بھی معلوم ہوا کہ کھڑکی کے باہر صحن میں ایک وردی پوش سپاہی ٹہلتا پھر رہا ہے۔ گو میرے لئے جو اندرونی حالات سے واقف تھا یہ معلوم کرنا بہت دشوار نہ ہوا۔ کہ وہ ڈیوک کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس خیال کی تصدیق یوں بھی ہوگئی کہ یہ وہی سپاہی نکلا جو ڈیوک کے صاحب مجسٹریٹ کے اجلاس سے رخصت ہوتے وقت پیچھے پیچھے آیا تھا۔

مجھے آتا دیکھ کر ڈیوک نے آنکھیں اٹھائیں اور اس وقت معلوم ہوا کہ وحشت ... انتہائی وحشت اس کے چہرہ پر برستی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کھلی آنکھوں کے باوجود وہ گرد و نواح کے حالات سے لاعلم ہے۔ یعنی اس کی قوت باصرہ حقیقتاً کام نہیں کرتی۔ جس کا ثبوت اس طرح بھی مل گیا کہ اس نے مجھے پہچانا تک نہیں۔

"موسیو لا ڈیوک۔" میں نے رکتے ہوئے کہا۔ "میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"آہ۔ تم کون ہو؟ کیا یہ خواب ہے یا عالم بیداری؟" یہ کہتے ہوئے ڈیوک نے اپنے داہنے ہاتھ سے پیشانی کو تھام لیا۔ گویا اس طریقہ پر اپنے منتشر خیالات جمع کرنا چاہتا تھا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا حتیٰ کہ بڑی دیر تک ایک لفظ بھی میرے منہ سے نہ نکل سکا۔ کوئی چیز مجھے اپنے گلے میں اٹکتی معلوم ہوتی۔ اُف رائم خدا۔ کیا یہ وہی عالی قدر رئیس تھا۔ جو محلوں میں رہتا۔ عیش و عشرت کی زندگی گذارتا لاتعداد نوکروں پر حکومت کرتا اور بے شمار دولت کا مالک تھا۔ مختصر لفظوں میں کیا یہ وہی ڈیوک ڈی پائن تھا جو ایک دن پہلے تک دنیا کا سب سے زیادہ خوش نصیب تھا اور جو اگر چاہتا تو اپنے وسائل کے صحیح استعمال سے ہر قسم کی دنیاوی راحت حاصل کر سکتا تھا۔ حالانکہ آج اس کی حالت کسی گئے گذرے راندہ درگاہ شخص سے بہتر نہ تھی۔ کس طرح آنِ واحد میں اس نے اپنی راحتوں کا خاتمہ کر لیا۔ کس طرح ایک رات کے واقعات

نے اس کی زندگی میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا! اس کا یہ پوچھنا کیا یہ عالم خواب ہے۔ اور اپنی پیشانی کو تھامنا اس کی انتہائی پریشانی کا ثبوت تھا۔ اور اتنا گہرا اثر اس کی زار حالت دیکھ کر میرے دل پر ہوا کہ میرا اپنا ہاتھ بے اختیار اپنی پیشانی کی طرف اٹھا۔ اور میں اپنے دل سے یہ سوال پوچھے بغیر نہ رہ سکا کہ کیا سچ مچ یہ عالم حقیقت ہے یا میری آنکھیں دھوکا دے رہی ہیں؟

"موسیو لا ڈیوک" آخر کار میں نے کہا "کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں آپ کا خادم جوزف دلمٹ ہوں۔"

ان الفاظ نے گویا اس سحری طلسم کو جو اب تک ڈیوک پر مسلط تھا۔ باطل کر دیا۔ اس کے منتشر خیالات پھر اپنے صحیح مرکز پر آنے شروع ہوئے۔ مضطرب نگاہیں از سر نو درست ہوئیں پھر ایک بار اس نے میری طرف دیکھا۔ اور گو اس کی آنکھوں کی دہشت اب پہلے کی نسبت گھٹی ہوئی تھی۔ تاہم یاس کا ایک عالم اس کی نگاہوں میں پوشیدہ تھا۔

"آہ بے شک تم جوزف دلمٹ ہو" اس نے بے تابانہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا "اور تم کوئی خوفناک خبر لے کر آئے ہو۔ میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔ آخر وہ لوگ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ... کیا سچ مچ ان کو یہ شبہ ہے ... لیکن نہیں یہ غیر ممکن ہے ..."

"موسیو لا ڈیوک" میں نے افسوسناک لہجہ میں کہنا شروع کیا "خدا کے لئے ایک خوفناک اطلاع سننے کے لئے تیار ہو جائیے۔"

"اُف۔ تو کیا واقعی ایسا ہے؟" اس نے بے چین ہو کر کہا اور اس کے چہرہ کی زردی اور بھی نمایاں ہو گئی۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ لڑکھڑاتا ہوا کمرے کے دوسری طرف گیا۔

آنسوؤں کے قطرے میری آنکھوں میں اُمڈ آئے تھے۔ مجھے اپنے سامنے دھند سی چھاتی معلوم ہوئی۔ میں جب آنسوؤں کو ضبط کر کے اچھی طرح دیکھنے کے قابل ہوا تو دیکھا کہ ڈیوک کسی چیز کو اپنے ہونٹوں سے لگائے کھڑا ہے۔ زہر نوشی کا ہیبت ناک خیال میرے

دل میں پیدا ہوا۔ میں دوڑ کر آگے گیا اور ڈیوک کا بازو تھام کر بے تابانہ کہنے لگا۔" آہ سرکار۔ یہ آپ کیا کرنے لگے ہیں؟"

خالی شیشی ڈیوک کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی۔ اس نے فاتحانہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اور اس کے بعد قریبی صوفے پہ بیٹھ گیا۔ میں نے اس سپاہی کو اشارہ کیا۔ جو کھڑکی کے باہر کھڑا تھا۔ اور خود ڈیوڑھی کی طرف دوڑا۔ جہاں کئی اور نوکر کھڑے تھے۔ ساتھ ہی زور زور سے چلانا شروع کیا۔" سرکار نے زہر کھالیا!"

باب ۸۵

کہ کر دکی نیافت

جتنے ڈاکٹر تھے سب دوڑے دوڑے آئے۔ خالی شیشی ان کو دکھائی گئی اور اس ایک آدھ بوند سے جو شیشی میں لگی ہوئی رہ گئی تھی۔ انہوں نے فوراً معلوم کر لیا کہ اس میں سم الفار اور ست افیون کا مرکب تھا۔ مقئی ادویات اسی وقت ڈیوک کے حلق میں داخل کی گئیں۔ جن کا اثر فوری ثابت ہوا۔ حتیٰ کہ آخر کار چند نوکر اسے غشی کی حالت میں اٹھا کر دوسرے کمرہ میں لے گئے۔ مگر اس کے بعد جو ہنگامہ گھر بھر میں پیدا ہوا۔ اس کا حال تحریر سے زیادہ تخیل سے جانا جاسکتا ہے۔ جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی کہ ڈیوک نے خودکشی کی کوشش کی لیکن ڈاکٹروں کے بیان سے معلوم ہوا کہ مقئی ادویات کے ذریعہ سے زہر کا اثر چونکہ باطل کر دیا جاچکا ہے اس لئے انجام مہلک نہ ہوگا۔ تاہم انہوں نے صلاح دی کہ ڈیوک کو اس کی موجودہ حالت میں وہیں ٹھہرنے کی اجازت دی جائے اور اسے جیل میں لیجانے

کا عمل رات تک ملتوی رکھا جائے۔ نہ صرف اس لئے کہ وہ اس وقت ضعیف و نیم جان تھا بلکہ اس لئے بھی کہ اس اثنا میں بے شمار خلقت ڈچس کے قتل کی خبر پا کر پیالمکسد کے باہر جمع ہو گئی تھی۔ اور دربان بڑی مشکل سے اس ہجوم کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا اس وقت تو کا عمل ہو گیا تھا۔ اور پیالمکسد کے باہر خلقت کا تانتا سا لگا دکھائی دیتا تھا ہر شخص کے منہ میں یہ بات تھی کہ ڈچس کو بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اس کے بدن پر لاتعداد زخم آئے اور اس کی کھوپڑی کسی کند آلہ کی مدد سے توڑ دی گئی۔ ہر شخص قاتل کو گالیاں دیتا اور برے سے برے لفظوں میں یاد کرتا تھا۔ لیکن جب اس کے بعد معلوم ہوا کہ قاتل دراصل ڈچس کا شوہر تھا تو اتنا جوش لوگوں میں پھیلا اور حاضرین کے غصہ نے ایسی انتہائی صورت اختیار کی کہ اگر حقیقتاً ڈیوک کو اس وقت جیل خانہ لے جانے کی غلطی کا ارتکاب ہوتا تو خلقت اس کی بوٹیاں نوچ لینے سے دریغ نہ کرتی۔

ڈیوک کے کمرہ سے رخصت ہو کر میں اپنے خیالات پریشاں کو رفع کرنے اپنے کمرہ میں گیا۔ مگر جتنا زیادہ میں واقعات پیش آمدہ پر غور کرتا اتنا ہی میری حیرت اور پریشانی میں اضافہ ہوتا تھا۔ اب اس بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا تھا کہ ڈیوک نے اس جرم کی تجویز کئی گھنٹے پیشتر سوچی اور سب کام ایسے طریقہ پر کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس کے برخلاف کسی طرح کا شبہ پیدا نہ ہو سکے۔ سفر کا بہانہ، وہ لمبا خط جو اس نے اپنی بیوی کے نام لکھا تھا، وہ اس کی میٹھی میٹھی باتیں جو بوقت شب اس نے مجھ سے کی تھیں، نیز وہ احکام جو اس نے اپنے خادم خاص کی وساطت سے سفر کی تیاری کے متعلق جاری کئے تھے۔ ساری باتیں اسی خوفناک گہری تجویز کا حصہ تھیں۔ جو اس نے ارتکاب جرم کے متعلق سوچی تھی۔ غالباً اس کا خیال تھا کہ ڈچس کو بہ آسانی ہلاک کر کے اس کی خوابگاہ میں اس قسم کی صورت حالات پیدا کر دی جا سکے گی کہ دیکھنے والے سمجھیں کوئی چور چوری کرنے آیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں ڈچس کو جان سے مار گیا

کیونکہ میاں بیوی کا جھگڑا لاکھ ناخوشگوار ہو، شاذ حالتوں ہی میں ایسے بے دردانہ کُشت و خون کی صورت اختیار کرتا ہے۔ لیکن جس سختی سے بدنصیب ڈچس نے ڈیوک کے قاتلانہ حملہ کی مزاحمت کی اس سے بدنصیب امیر کی ساری امیدیں ضائع ہو گئیں۔ اور حالات نے ایک بالکل ہی نئی صورت پیدا کر دی۔ فی الحقیقت یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا کہ ارتکاب جُرم کے بعد ایک عجیب طرح کی دحشت اس پر سوار ہو گئی۔ اور اسی عالم اضطراب میں نہ اس کو پستول اٹھانا یاد رہا۔ نہ خنجر کا ٹوٹا ہوا پھل ڈچس کی چھاتی سے نکالنا۔ عالم بیخبری میں وہ اس ٹوٹے ہوئے خنجر کے دستہ کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ اور اسی کی مدد سے ڈچس کا قلمدان کھول کر وہ کاغذات نکالے جنہیں حاصل کرنے کی غرض سے وہ اس جرم کا مرتکب ہوا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اس رومال کو بھی اپنے ساتھ لے جانا بھول گیا جو گھبراہٹ میں ڈچس کے کمرہ میں رہ گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیگم کو قتل کرنے کے بعد ڈیوک کی سب سے بڑی آرزو کسی طرح اس مسودہ پر قبضہ کرنے کی تھی۔ جسے وہ اپنی بدنامی کا ذریعہ سمجھے ہوئے تھا۔ چنانچہ اسی خیال کے اثر میں وہ دوڑا دوڑا اپنے کمرہ میں گیا اور جس قدر جلد ممکن تھا کاغذات جلانے کی کوشش کی۔

اور اب جو میں نے سوچا تو یہ بھی یاد آیا کہ پہلی رات کو جس وقت میں اس کے کمرہ میں داخل ہوا تو ڈیوک دو شیشیوں کے عرق کو آمیز کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور مجھے آتا دیکھ کر اس نے بڑی عجلت سے ان شیشیوں کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔ آہ بدنصیب آدمی! معلوم ہوتا ہے وہ بعد کے امکانات کے لئے پہلے سے ہر قسم کی تیاریاں مکمل کرنا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش تھی اگر ذرا سا بھی شبہ میرے برخلاف پیدا ہوا تو میں فوراً اس ذریعہ سے خودکشی کر لوں گا۔ ان سب تیاریوں کے بعد خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس قلق و اضطراب میں رات بسر کی ہو گی۔ کس طرح اس کے ارادے کبھی کمزور اور کبھی مضبوط ہوتے ہوں گے۔ اور کس طرح اس نے شیطانی خیالات

کو اپنے نیک ارادوں پر غالب آنے کا موقع دیا ہوگا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس نے بڑی کشمکش و پیچ کے بعد اس جرم کا ارتکاب کیا۔ ورنہ کیا وجہ تھی کہ وہ ساری رات گزار کر صبح کے پانچ بجے کے بعد تک اس جرم کو ملتوی کرتا۔ حالانکہ آدھی رات کا وقت اس قسم کے فعل شنیع کے لئے ہر لحاظ سے بہتر تھا۔

اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ ان حالات کے علاوہ جو اوپر درج کئے جا چکے ہیں کئی اور شہادتیں ڈیوک کے جرم کی تصدیق کرنے والی اب پیدا ہو گئی تھیں جیسا کہ پیشتر لکھا جا چکا ہے خودکشی کی ناکام کوشش کے وقت تک ڈیوک نے لمبی ڈریسنگ گون پہن رکھی تھی۔ جب اس ڈریسنگ گون کو اتار کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے نیچے اس کی قمیض خون آلودہ اور کئی مقامات پر پھٹی ہوئی تھی۔ علاوہ بریں وہ چند بال، جو بدنصیب خاتون کی مٹھی میں پائے گئے ڈیوک کے سر کے بالوں سے مشابہ تھے۔ اس کے کمرہ میں جابجا خون کے داغ تھے۔ اور خون آلودہ تولیہ اس کی خوابگاہ میں پانی کے ٹب کے پاس قالین کے نیچے دبا ہوا پایا گیا تھا۔

خلقت کا ہجوم دن بھر کوٹھی کے پھاٹک پر اور اس کے اطراف میں جمع ہوتا رہا۔ اس قدر لوگوں کی موجودگی میں ڈیوک کو ایک ملزم کی حیثیت میں کوٹھی سے باہر لے جانا چونکہ خطرناک تھا۔ اس لئے پولیس نے یہ ترکیب سوچی کہ ایک کرایہ کی گاڑی مکان کے پچھواڑے شام الاسی کے باغ کی سمت میں لا کر کھڑی کر دی اور وہیں سے ڈیوک کو سوار کر کے عام خلقت کی بے خبری میں جیل خانہ لکسمبرگ کو بھجوا دیا گیا۔ پولیس کی ایک جماعت اسی خیال سے گاڑی کے پاس متعین کر دی گئی تھی کہ مبادا کچھ لوگ اس بات کی اطلاع پا کر کہ ڈیوک کو مکان کے پچھلی طرف سے رخصت کیا جا رہا ہے۔ ادھر کا رخ کریں۔ لیکن کسی وجہ سے خلقت کو اس کا خیال ہی نہیں آیا۔ اور سب لوگ صدر دروازہ کے باہر جمع ہو کر وہیں سے شور و غل مچانے میں مشغول رہے۔ ان کی لاعلمی

مین نو اور دس بجے کے درمیان گاڑی اس بدنصیب قاتل کو جو کبھی اپنی عالی شان خوشنما گاڑیوں میں سوار ہوتا تھا جسے اس کی دولت اور ثروت مملکتِ فرانس کے رؤسا میں ایک اعلیٰ درجہ دیتی تھی، نیم بیہوشی کی حالت میں اس مکان سے جو اس کے اسلاف کی یادگار تھا ہمیشہ کے لئے رخصت کر دیا گیا۔

ڈیوک ڈی پالن کے حوالات بھیجے جانے کے تھوڑی دیر بعد صاحب مجسٹریٹ نے ایک وارنٹ میڈموازل لگنی کی گرفتاری کا بھی جاری کیا۔ چونکہ ہر شخص کو معلوم تھا کہ ڈیوک اور میڈموازل لگنی میں خفیہ تعلقات ہیں۔ اس لئے صاحب مجسٹریٹ کو خیال آیا کہ ممکن ہے وہ اس سازش قتل میں بھی شریک ہو۔ چنانچہ اس کو اس کے مکان سے گرفتار کر کے لے گئے لیکن گو اس نے سخت غصہ اور جوش کے ساتھ قتل کے الزام سے انکار کیا تاہم صاحب مجسٹریٹ کے حکم سے اس کو صدر جیلخانہ میں پہنچا دیا گیا۔

اس دن سہ پہر کو ایک قاصد جرمن یونیورسٹی میں مارکوئیس ڈی پالن کو اس سانحہ جانگداز سے خبردار کرنے کے لئے روانہ ہوا لیکن میرے بدن میں یہ سوچ کر بے اختیار دہشت کی تھرتھری پیدا ہو گئی۔ کہ جب یہ خونی اطلاع بھبو بالڈ کو پہنچے گی تو اس کا کیا حال ہو گا دن ڈھلے کے قریب ڈیوک کا خسر بڈھا مارشل بھی آ پہنچا۔ ہر چند اس شخص نے اپنے عہد میں بڑی بڑی خون ریز جنگیں دیکھی تھیں تاہم اتنا رنج و غم اسے اپنی بیٹی کی موت سے ہوا کہ اس کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ وہ ڈیوک کے ننھے یتیم بچوں کو ان کی استانی سمیت اپنے مکان پر لے گیا اور جو دو لڑکیاں مدرسہ میں پڑھتی اور وہیں رہا کرتی تھیں ان کو اس سانحہ کی اطلاع دینے کا فرض بھی اس نے اپنے ہی ذمہ لیا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اس روح فرسا واقعہ نے صدر مقام پیرس میں بھاری سنسنی پیدا کر دی اور گو سرکاری طور پر اس کی تفصیلات دبانے کی انتہائی کوشش کی گئی۔ تاہم اخباروں نے جہاں تک ان سے بن پڑا اس جرم کی اشاعت میں خوب حصہ لیا۔ دراصل گورنمنٹ

کو اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو طبقۂ متوسط اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ جو پہلے ہی امراء کے برخلاف تھے اس واقعہ کی خبر سُن کر زیادہ بھڑک جائیں۔ اور چونکہ حال میں ایک دو واقعات اور بھی ایسے پیش آچکے تھے جن سے گورنمنٹ کے برخلاف رعایا کے دلوں میں سخت بدظنی پیدا ہو گئی تھی۔ مثلاً ایک وزیر پر رشوت ستانی کا مقدمہ چلا تھا۔ اور سازش کے اس مقدمہ کا نتیجہ بھی جس میں خود میں بھی گرفتار ہوا تھا گورنمنٹ کے حق میں اچھا نہ نکلا تھا۔ اس لئے شاہ لوئیس فلپ کو ڈر تھا کہ اس واقعہ کی اطلاع ملک کے اطراف میں غصہ اور جوش کی سُلگی ہوئی آگ کو بھڑکانے کا ذریعہ ثابت نہ ہو جائے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ان خفیہ احکام کے بموجب جو صاحب وزیر داغر نے جاری کئے تھے اس واردات کی بہت کم تفصیلات لوگوں کے کانوں تک پہنچیں۔ اور وہ بھی ایسی جنہیں کسی حال میں دبانا ممکن نہ تھا۔ بہرحال میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مفصل بیان اس بارے میں اخبارات میں شائع نہیں ہوا۔ اور اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو ایڈولف، ایمیلی اور ڈیوک کے بڑے نوکر کے سوا ملازموں میں سے کسی کا نام بھی شائع نہیں ہوا۔ کم از کم میرا ذکر کسی اخبار نے نہیں کیا۔ اور گو میں ہفتوں فرانسیسی اور انگریزی اخباروں کا مطالعہ کرتا رہا تاہم خوشی کی بات ہے کہ ان سب نے میرا ذکر نظر انداز کر دیا۔

ڈیوک کے داروغہ نے حکم صادر کیا تھا کہ سارے نوکر جہاں تک ممکن ہو گھر کے اندر رہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ جنازہ اُٹھنے کے وقت تک ان کا باہر پھرتے نظر آنا غیر مناسب تھا۔ بلکہ اس لئے بھی کہ ڈر تھا لوگ ان سے مل کر اس سانحہ کی تفصیلات جاننے کی کوشش کریں گے۔ مارشل کی خواہش تھی کہ دفن کی آخری رسومات جس قدر اختصار و عجلت کے ساتھ ممکن ہو پوری کی جائیں کیونکہ ان سے غم کی یاد تازہ ہونے کے سوا اور کوئی فائدہ نہ تھا۔ چنانچہ واردات کے چوتھے روز صبح کے آٹھ بجے غریب ڈچس ڈی پرالن کی لاش سپرد خاک کی گئی۔ رسم جنازہ میڈلین کے گرجا میں ادا ہوئی اور اس

گرجا کے مرمریں فرش کے عین نیچے پالن خاندان کا جو پرانا قبرستان تھا اس کے تہ خانہ میں حسین لیکن غم نصیب ڈچس کی کچلی ہوئی لاش دفن ہوئی۔

لیکن سوال پوچھا جائے گا کہ اس اثنا میں ڈیوک ڈی پالن پر کیا بیتی؟ جیل خانہ لکسمبرگ میں لے جائے جانے کے بعد اس کی حالت بالکل مجنونوں کی سی ہو گئی تھی۔ جو کوئی اس کے پاس جاتا وہ اس کے منہ کو بے مدعا تکنے لگتا۔ اگر کوئی بات اس سے پوچھتے تو بے جوڑ جواب دیتا۔ حتیٰ کہ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وقت آخر تک جس کا ذکر عنقریب کیا جائے گا وہ نیم بے ہوشی اور نیم بے خبری کی حالت میں ہی رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس بھیانک جرم نے جس کا ارتکاب اس سے ہوا اپنے بوجھ سے اس کی روح کو بالکل کچل ڈالا ہے۔ اور اس کے سب قویٰ بالکل معطل کر دیئے ہیں۔ حیران و سراسیمہ وہ چپ چاپ بیٹھا رہتا۔ اور بظاہر کسی سوال پر غور کرنے کے ناقابل تھا۔

لیکن ذکر اس کی آخری ساعت کا تھا۔ جس روز بدنصیب ڈچس کا جنازہ اٹھا ہے اس کی سہ پہر کو چار بجے کا عمل تھا کہ ڈچس کا بڈھا باپ مارشل محل میں وارد ہوا اور مجھے اپنے روبرو طلب کر کے سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"جوزف۔ میں اس وقت لکسمبرگ کے جیل خانہ سے واپس آیا ہوں۔ وہاں میں نے اس بدنصیب کو دیکھا تھا جس کی وجہ سے اس گھر کی راحت ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد ہوئی ہے۔ اس وقت تک وہ نیم بے خبری کی حالت میں تھا۔ لیکن اب رفتہ رفتہ ہوش میں آنے لگا ہے۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کی زندگی کے بہت کم گھنٹے باقی ہیں۔ اور یہ نہ صرف میرا اپنا خیال ہے بلکہ اس کے دل میں بھی پوری طرح جاگزیں ہو چکا ہے۔ وہ جو کہا کرتے ہیں کہ مرنے والے کو اپنی موت کی خبر پہلے سے ہو جاتی ہے، وہی حالت اس کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ محض اس وجہ سے ہی اس کے معطل قویٰ از سرِ نو بیدار ہونے لگے ہیں۔ میں نے اس کو

مخاطب کر کے گفتگو کی بہت کوشش کی مگر اس نے میری باتوں پر بالکل توجہ نہ دی۔ وہ تم کو یاد کرتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے پاس جاؤ۔ لیکن اس معاملہ میں بڑی ضرورت رازداری کی ہے۔ ایسی کوئی حرکت نہ ہونی چاہیئے جس سے عوام کے ادنیٰ استعجاب میں ترقی ہو یا اس جوش میں جو واردات کی وجہ سے پھیلا تھا اضافہ ممکن ہو سکے۔ اس لئے تم اس بارے میں دوسرے نوکروں سے بالکل ذکر نہ کرنا اور سیدھے لکسمبرگ جا کر اپنے بدنصیب آقا سے ملنا میں نے پہلے ہی اس بات کا انتظام کر دیا ہے کہ وہاں تمہارے داخلہ میں کسی دقت کا سامنا نہ ہوگا۔

حالانکہ یہ ایک بڑا ہی ناخوشگوار فرض تھا جو میرے سپرد کیا گیا۔ تاہم میں کلمۂ انکار منہ سے نہ نکال سکا۔ بڈھے مارشل کی صورت اس وقت رحم انگیز تھی۔ بیٹی کی پیش از وقت موت نے اس کے تیر کے ایسے سیدھے بدن کو کمان کی طرح خم کر دیا تھا۔ اس کا لہجہ اتنا اُداس اور غمناک تھا کہ اس کی باتیں سُنی نہ جا سکتی تھیں۔ اپنی مرحوم بیٹی کو یاد کر کے جس سے اس کو بہت گہری محبت تھی اور جس کو اسی دن سپرد خاک کیا گیا تھا وہ ٹھنڈی سانسیں لیتا اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بے اختیار رونے لگتا تھا۔ ہاں یہ امر واقعہ ہے کہ وہ فولادی دل جو توپوں کی باڑھ سے کبھی نہیں ہلا تھا۔ اور میدان جنگ کے زخمیوں کی آہ و زاری جسے کبھی متاثر نہ کر سکی تھی وہ بھی اس وقت اتنا رقیق ہو گیا تھا کہ بڈھا مارشل بچوں کی طرح آنسو ضبط نہ کر سکتا تھا۔ میں نے اس کا کہا مان کر فوراً ہی لکسمبرگ جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اور دوسرے نوکروں نے یہ سمجھ کر کہ میں کسی خاص کام پر جا رہا ہوں کسی طرح کے سوالات بھی مجھ سے نہیں پوچھے۔

محل سے باہر نکل کر میں نے گاڑی کرایہ کی اور لکسمبرگ روانہ ہوا۔ یہ وہی مقام تھا جہاں چند ہفتے پیشتر میں عدالتِ اُمراء کے روبرو مقدمہ سازش میں گواہی دینے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ اس وقت بعض شخصوں کی زندگی کا سوال تھا، اور اب ایک بدنصیب کی

موت سکا۔ آہ تھوڑے عرصہ نے حالات میں کتنا عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ کئی طرح کے بھیانک خیالات میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ جیسا کہ مارشل نے بیان کیا تھا مجھے اس کمرہ میں پہنچنے کے لئے جہاں بدنصیب ڈیوک زیر حراست تھا کسی طرح کی دقت کا سامنا نہیں ہوا۔ اور مجھے اس سے تنہائی میں ملنے کی اجازت دے دی گئی۔ مگر جو نظارہ اس کے بعد پیش آیا وہ ایسا غم انگیز تھا کہ میں اسے مدت العمر نہ بھولوں گا۔

میں جب اندر گیا تو ڈیوک ڈی پالن دونوں باز و چھاتی پر لپیٹے گردن جھکائے بستر پر بیٹھا تھا۔ میں نہیں جانتا اس نے دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی تھی یا نہیں اور یہ بھی مجھے معلوم نہیں کہ پہرہ دار کی یہ اطلاع کہ ایک شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے، اس کے کانوں تک پہنچی تھی یا نہیں۔ ممکن ہے اس نے یہ تمام آوازیں سنی ہوں اور محض اس لئے آنکھیں اٹھا کر نہ دیکھا ہو کہ وہ مجھ سے آنکھ ملاتا ہوا ہچکچاتا تھا۔ لیکن صحیح وجہ کچھ ہو، یہ امر واقعہ ہے کہ اس نے میری آمد پر کوئی اس طرح کی حرکت نہیں کی جو اس بات کی مظہر ہوتی کہ اس کو میری آمد کا انتظار رہے۔ اس وقت اس کے صحیح خیالات کیا تھے اس کا حال تو وہ خود بہتر جانتا تھا یا خدائے علیم۔ اس کی موجودہ زار حالت دیکھ کر میں اس بدنصیب کے لئے نفرت کے ساتھ ملا ہوا رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ یعنی رحم اس کی حالتِ زار پر اور نفرت اس فعل شنیع پر جس نے ایک خوشحال خاندان کی راحت اور امن کو ہمیشہ کے لئے برباد کر دیا تھا۔ بعینہٖ اس طرح کا احساس مجھ کو ہوا گویا میں کسی خوفناک سانپ کے روبرو کھڑا تھا جو میری نظروں کے سامنے جانکنی کی حالت میں تڑپ رہا ہو۔ جس طرح اس کی حالت دیکھ کر آدمی کو اس کی تکلیف پر رحم آتا ہے اور اس کی پیدا کردہ تباہی پر نفرت محسوس ہوتی ہے۔ ٹھیک وہی کیفیت ڈیوک کی موجودگی میں میری تھی۔

دو یا تین منٹ کا عرصہ گذر گیا۔ اس کے بعد ڈیوک ڈی پالن نے آہستہ سے

گردن اُٹھائی اور اس وقت میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ کتنا بھیانک اور کتنا ہیبت ناک تھا۔ گال اندر کو پچکے ہوئے، آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اور جلد بدن اس جھلی کی مانند تھی جیسے مردہ کے ڈھانچہ پر منڈھ دیا گیا ہو۔ اس عرصۂ قلیل میں اس کے بال پہلے کی نسبت کئی گنا زیادہ سپید ہو گئے تھے۔ یعنی جس طرح پیشتر کئی کالے بالوں میں ایک آدھ سپید نظر آتا تھا۔ اسی طرح اب سیاہ بالوں کی تعداد گنتی کی باقی رہ گئی تھی۔ آنکھوں کی چمک بھی زائل ہو گئی۔ بعینہٖ یہی حالت اس کی تھی گویا مردنی کا سایہ ابھی سے ان پر چھانے لگا ہو۔ پھر اس کے ہاتھ کیسے لاغر اور استخوانی تھے۔ ناخنوں کی رنگت اس طرح نیلگوں تھی گویا اس زہر کی کچھ مقدار جو کئی دن پیشتر اس نے کھایا تھا۔ اب تک اس کے خون میں باقی تھی۔ بہ حیثیتِ مجموعی وہ اپنے سابقہ وجود کا محض سایہ نظر آتا تھا۔ لاغر تو وہ اس سے پہلے ہی تھا لیکن اب اس کی صورت ہڈیوں کے اس ڈھانچے سے ملتی جلتی تھی جسے ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنا دیئے گئے ہوں۔ اس کی حالتِ زار دیکھ کر میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور میں بے بسی کے عالم میں ایک کرسی پہ بیٹھ کر بہ مشکل ان سسکیوں کو ضبط کر سکا جو بے اختیاری میں میرے سینے سے نکلنے لگی تھیں۔

"جوزف۔ تم نے بڑی عنایت کی کہ اس جگہ آئے" مصیبت زدہ امیر نے دبی ہوئی شکستہ آواز میں کہا۔ "یوں تو از روئے انصاف بھی میری زندگی کے دن محدود ہیں۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ قدرت کے اٹل انصاف نے اس زندگی کے عرصہ کو اب لمحوں تک محدود کر دیا ہے۔ میں اس دنیا میں اب کسی ساعت کا مہمان ہوں۔ تھوڑی دیر گزری وہ یہاں آئی تھی اور اپنا بازو اُٹھا کر سرد پولی آواز میں جو موت کی آواز سے ملتی تھی اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اب تم یہاں سے چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ"۔

میں نے بدنصیب امیر کے چہرہ کو افسوسناک نظروں سے دیکھا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس کے ذہنی قویٰ رفتہ رفتہ معطل ہوتے جا رہے ہیں۔ صریحاً اس کے دماغ میں فتور

آنے لگا تھا۔ ورنہ اس گفتگو کے اور کیا معنیٰ ہو سکتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کسی طریقہ پر اس کو بھی میرے خیالات کا علم ہو گیا کیونکہ اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا۔

"شاید تم خیال کرتے ہو کہ یہ سب میرا وہم ہے۔ تمہارے نزدیک میری دماغی قوت میں فرق آنے لگا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ میرے ذہنی قویٰ کبھی اتنے بیدار نہ تھے جتنے اب ہیں۔ جو شخص موت کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ رہا ہو اس کی بصارت اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ وہ ان چیزوں کو بخوبی دیکھ سکتا ہے جو معمولی آنکھ کو نظر نہیں آتیں۔ جوزف وہ اس وقت بھی اس کمرہ میں موجود ہے۔ وہ میری نظروں کے سامنے خون آلود کفن پہنے اس مقام کے پاس کھڑی ہے جہاں تم بیٹھے ہو۔"

ڈیوک کے ان الفاظ کو سن کر میں بے اختیار چونکا اور بے تابانہ گردن پھیر کر پیچھے کی طرف دیکھے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن فوراً ہی اپنی وہم آمیز دہشت سے شرمسار ہو کر میں پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور ڈیوک کی طرف منہ کر کے میں نے کہا۔ "میرے خیال میں بہتر ہو گا کہ آپ کے لئے کسی ڈاکٹر یا پادری کو بلوا دیا جائے ...."

"اس سے کیا فائدہ؟" اس نے اس طرح کی بولی اور سرد آواز سے کہا جو قبر سے نکلی ہوئی آواز کے ساتھ مشابہ تھی۔ "میری حالت اس قسم کی ہے جس کا درماں نہ ڈاکٹر کے پاس ہے اور نہ پادری کے۔ کیونکہ میرا جسم اور روح دونوں ہی عذاب دوزخ کے لئے وقف ہو چکے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کس لئے وہ ہر وقت خون آلودہ کفن پہنے میرے سامنے کھڑی رہتی۔ سنو جوزف۔ میں سب حال تم سے کہتا ہوں۔ تھوڑی دیر گذری۔ مجھے اپنی آنکھ اس طرح کھلتی معلوم ہوئی جیسے کوئی سونے والا لمبا دہشت ناک خواب دیکھ کر بیدار ہوتا ہے۔ لیکن کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ کونسا واقعہ تھا جس نے میری آنکھ کھولی؟ نہیں۔ تم نہیں جان سکتے۔ اس لئے دھیان دے کر سنو۔ میں بیان کرتا ہوں۔ رفتہ رفتہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اس کمرہ کی دیواریں باریک اور شفاف ہونے لگی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ آخرکار اس

شیشہ کی مانند ہوگئیں جس کی راہ سے ہم باہر کی ہر ایک چیز دیکھ سکتے ہیں۔ اس وقت میری نگاہ ان دیواروں سے گذر کر شہر کے پر ہجوم بازاروں کو قطع کرتی ہوئی بہت دور پہنچی۔ یعنی میڈلین کے گرجا کے پاس اور اس کے بعد اس گرجا کی دیواریں بھی اسی طرح شفاف ہونی شروع ہوئیں جس طرح بیشتر میری کوٹھری کی دیواریں ہوئی تھیں۔ آہستہ آہستہ میری نگاہ سنگ مرمر کے فرش سے گذر کر اس تہ خانہ کی طرف گئی جس میں خاندان پالن کا قدیم قبرستان ہے اور مجھے اس کا اندرونی حال اس طرح دکھائی دینے لگا جس طرح شفاف پانی کی ندی کا پیندا دکھائی دیتا ہے۔ دفعتاً ایک تابوت کا ڈھکنا اُٹھنا شروع ہوا۔ اور ایک ہیبت ناک صورت خونی کفن پہنے اس سے نکلی۔ جوزف۔ کس لئے انہوں نے اس کو خون آلودہ کپڑوں میں دفن کیا تھا؟"

"موسیو لا ڈیوک" میں نے التجائی لہجہ میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی مجھے سر سے پاؤں تک اپنے بدن کے ہر حصہ میں سردی کی تیز لہر پیدا ہوتی محسوس ہوئی۔ "خدا کے لئے اس طریقہ گفتگو کو چھوڑیئے۔ میڈم لاڈ جیس کو پورے احترام کے ساتھ دفن کیا گیا تھا۔ اس لئے اطمینان فرمایئے کہ جو کچھ آپ نے دیکھا محض آپ کا وہم ہوگا۔"

"جوزف یہ وہم نہیں امر واقعہ ہے۔" ڈیوک نے ویسی ہی خوفناک پولی آواز میں میرے منہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "دراصل تم کو دھوکا دیا گیا ہے... ساری دنیا کو دھوکا دیا گیا ہے۔ اور حقیقتاً مارشل نے اپنے حکم سے اس کو خون آلودہ کپڑوں میں دفن کرایا ہے۔ ورنہ کیا وجہ تھی کہ وہ مجھے اس طرح کے کپڑوں میں اپنے تابوت سے باہر نکلتی دکھائی دی؟ کیا وہ ہوا میں اُڑتی ہوئی میرے پاس نہ آئی تھی؟ کیا میں نے اس کو ٹھوس دیواریں چیر کر بڑی آسانی سے اندر آتے نہ دیکھا تھا؟ اور کیا وہ اس وقت بھی عین اس مقام کے پاس جہاں تم بیٹھے ہو، موجود نہیں ہے؟"

"سرکار خدا کے لئے اس طریق گفتگو کو بند کیجئے۔" میں نے اپنی جگہ سے بے تابانہ

اُٹھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اس کی باتیں میرے لئے دہشت خیز ہونے لگی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے مختل حواس کا کچھ نہ کچھ اثر میرے اپنے دماغ پر پڑنے لگا ہے اور ڈچس کی ہیولانی صورت مجھے بھی دکھائی دینے کے قریب ہے۔

"جوزف۔ کیوں تم ایسی بے اعتباری ظاہر کرتے ہو؟" ڈیوک نے دبی ہوئی آواز سے پوچھا "میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس کو اندر آتے دیکھا ہے۔ میں نے اس برفانی ہوا کے سرد جھونکے محسوس کئے ہیں۔ جو اس کو یہاں لائے تھے۔ میں اس سردی کا اثر جو موت کے ساتھ وابستہ ہے اپنے چاروں طرف محسوس کرتا ہوں۔ بے شک وہ میرے پاس آئی اور مجھ سے کہہ گئی ہے کہ اب تم چلنے کے لئے تیار رہو۔ اور مجھے پورا یقین ہے کہ اس ایک گھنٹہ کے اندر اندر جو گذر رہا ہے میری زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیا تم نہیں دیکھ سکتے ہو وہ کس طرح بھیانک نظاروں سے میری طرف گھور رہی ہے۔ کس طرح اس کے بے رنگ ہونٹ حرکت کرتے دکھائی دیتے ہیں؟ بے شک وہ کچھ کہنا چاہتی ہے مگر اس کے الفاظ مجھے سُنائی نہیں دیتے۔ تھوڑی دیر گذری اس کا باپ یہاں آیا تھا۔ اور یہیں اس کے پہلو میں کھڑا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے اس نے بھی اس کو نہیں دیکھا۔ حالانکہ وہ تب بھی اتنی ہی صاف دکھائی دیتی تھی جتنی اب۔ سچ کہتا ہوں اس کی صورت میرے لئے اتنی ہی نمایاں ہے جتنی تمہاری۔"

"موسیو لا ڈیوک" میں نے پھر ایک بار کہا "میں بمنت درخواست کرتا ہوں کہ مجھے کسی ڈاکٹر یا پادری یا جیل کے داروغہ کو اس جگہ آپ کے پاس لانے کی اجازت دیجئے۔ ..."

"نہیں ٹھہرو میں حکم دیتا ہوں" ڈیوک نے جلدی سے کہا "ڈاکٹر میرے لئے کیا کر سکتا ہے کیونکہ اس دنیا میں کوئی ایسا طبیب نہیں۔ جو موت کی آمد روک سکے۔ اسی طرح پادری کی آمد بھی میرے لئے بیکار ہے کیونکہ وہ زیادہ سے زیادہ اس قسم کی دعا پڑھ کر سُنا سکتا ہے جسے وہ ایک تنخواہ دار ملازم کی حیثیت میں سُنانے کا عادی ہو چکا ہے۔ اس کے الفاظ دل سے نکلے ہوئے نہیں ہوں گے۔ کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے روپیہ کے لئے کرتا ہے اسلئے

نہ تم کسی ڈاکٹر اور نہ پادری کو بلوانے کی کوشش کرو۔ میرے لئے وہ دونوں بیکار ہیں۔ اور وقت گذرا جاتا ہے۔ کئی منٹ ہم کو باتیں کرتے ہوگئے۔ اور اس عرصہ میں وہ خونی کفن پہنے بتدریج میرے پاس آتی جا رہی ہے۔ ہمارا درمیانی فاصلہ اتنے ہی میں کافی گھٹ گیا ہے...“

”حضور والا“ میں نے بدنصیب امیر کی بے جوڑ باتوں سے تنگ آکر کہا۔ ”خدا کے لئے میرا کہا مانئے۔ اور میرے ساتھ دو زانو ہو کر خدا کی بارگاہ میں سچے دل سے دعا کیجئے۔ ہماری دعا یقیناً قبول ہوگی۔ آپ کی موت اتنی قریب نہیں جتنی آپ خیال کرتے ہیں گو اس کے باوجود یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ آپ کا دور زندگی اب محدود ہے۔ بہر حال آپ کو چاہیئے کہ اس کو بہترین طریقہ پر صرف کریں...“

”اسی طرح کے کچھ الفاظ تھوڑی دیر پیشتر مارشل نے مجھ سے کہے تھے۔ مگر میں نے اس کی باتوں کی پروا نہیں کی“ اور یہ کہتے ہوئے ڈیوک نے اپنے الفاظ پر خاص طور سے زور دیا گویا وہ اپنے طریق عمل کی صفائی کرنا چاہتا تھا۔

”گستاخی معاف“ اس پر میں نے کہا۔ ”مگر آپ کو مارشل کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرنا چاہیئے تھا۔ وہ نیک نیتی سے آپ کے پاس آئے تھے...“

”بس میں اس کا ذکر سننا نہیں چاہتا“ ڈیوک نے تلخ لہجہ میں کہا۔ اور اس کے بعد دفعتاً پھر وہی دیوانوں کا سا لہجہ اختیار کر کے کہنے لگا ”میں اس سے گفتگو کرنا نہ چاہتا تھا البتہ چند الفاظ اس دنیا سے رخصت ہونے سے پیشتر میں تم سے کہنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ اس لئے غور کے ساتھ سنو۔ میری موت کے بعد جب تم میرے بیٹے تھیوبالڈ سے ملو تو اپنی طرف سے کہنا کہ وہ اپنے بدنصیب باپ کی یاد سے نفرت نہ کرے۔ پھر یہ بھی اس سے کہنا کہ ڈیوک نے دم آخر میں اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ تم مناسب عرصہ گزر جانے پر اس سے شادی کرو جس سے تم کو محبت ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کو ہدایت کرنا کہ وہ ہمیشہ اپنی

بیوی کے ساتھ محبت آمیز سلوک کرے اس کو اپنا بنائے رکھے۔ اور اس بات کا خاص خیال رکھے کہ کسی حال میں اس سے ناخوشگوار جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔ کیونکہ جب پہلی بار زن و مرد میں غصہ کے لفظوں کا تبادلہ ہوتا ہے تو درحقیقت وہ الفاظ رائیگاں نہیں جاتے۔ وہ ان کی راہ میں کانٹے بن کر اُگتے ہیں۔ وہ ایسے بیج ہیں جن کے بوئے جانے سے تازیست آدمی کی راہ میں خاردار جھاڑیاں اُگتی ہیں۔ جوزف یہ سب باتیں میری طرف سے بھبو بالڈ سے کہنا اور اس سے درخواست کرنا کہ وہ میری اس نصیحت کو دوسری دنیا سے بھیجے ہوئے آخری الفاظ کی طرح اہمیت دے۔ کیا تم اس کا وعدہ کرتے ہو؟"

"جی ہاں میں اس کا وعدہ کرتا ہوں" میں نے تھرائی ہوئی آواز سے کہا کیونکہ ڈیوک کے الفاظ کا حقیقتاً میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا تھا۔ "لیکن آپ کا مزاج ناساز ہے" میں نے اس کے چہرے پر زردی پھیلتے دیکھ کر کہا کیونکہ یہ زردی اس قسم کی تھی جس میں موت کی بے رنگ سپیدی کی جھلک پائی جاتی تھی۔

"آہ۔ وہ میرے قریب تر آنے لگی ہے" ڈیوک نے پہلے کی نسبت مری ہوئی آواز سے کہا۔ اب اس کا سانس بھی رک رک کر آنے لگا تھا۔ اور اس کا بدن اس طرح تھر تھر کانپتا تھا جیسے برفانی ہوا لگنے سے کانپا کرتا ہے۔ "جوزف میرا دم آخر اب قریب ہے میں محسوس کرنے لگا ہوں کہ اب میں بچ نہیں سکتا" اور یہ کہہ کر وہ اس بستر پر لیٹ گیا جس پر اب تک بیٹھا ہوا تھا۔

میں دوڑ کر بند دروازہ کی طرف گیا اور اس پر زور زور سے مکے مار کر مدد کیلئے آوازیں دینی شروع کیں۔ چند لمحوں کے عرصہ میں اس پہرہ دار نے اسے کھولا جو مجھے یہاں چھوڑنے آیا تھا۔ میں نے اس کو بتایا کہ ڈیوک ڈی پالن قریب المرگ ہیں۔ وہ اس اطلاع کو پاتے ہی ڈاکٹر کو بلانے گیا اور اب میں اس کمرہ میں ڈیوک کے پاس تنہا رہ گیا... لیکن نہیں۔ تنہا کیوں؟ ایک اور پوشیدہ صورت... میرے علاوہ مقتول ڈچس اس کمرہ

میں موجود تھی کیونکہ بدنصیب ڈیوک کی آنکھیں رہ رہ کر اس مقام کی طرف دیکھتی تھیں، جہاں اس نے ڈچس کی روح کی موجودگی بیان کی تھی۔ میں نے اس کا گلوبند ڈھیلا کیا پانی کے چند قطرے اس کے حلق میں ٹپکائے۔ کنپٹیوں کو سہلایا اور سہارا دے کر اس کا سر کسی قدر اونچا کیا۔ وہ اس طرح رک رک کر سانس لیتا تھا گویا تنفس دشوار ہے لیکن آنکھیں اب بھی اس مقام پر لگی ہوئی تھیں جہاں میری نظروں سے پوشیدہ کوئی چیز اس کو دکھائی دیتی تھی۔ گو میرے لیئے یہ جاننا دشوار نہ تھا کہ وہ اس بھیانک روح پر لگی ہوئی ہیں جسے اس کا جوش میں آیا ہوا دماغ اس کی نظروں کے سامنے لا رہا تھا۔

"دیکھو جوزف دیکھو!" اس نے جوش آمیز ہلکی آواز سے کہا۔ "وہ میری طرف چلی آ رہی ہے۔ آہ اب اس نے فرشتۂ موت کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اس کی سانس بالکل سرد ہے... آہ۔ وہ بالکل قریب آ گئی... خدا کے لیئے مجھے اس سے بچاؤ۔"

اس کی آنکھیں دہشت انگیز طریقہ پر کھل گئیں۔ ایک عجیب طرح کا خوف اس پر مسلط ہونے لگا جس کا اثر میں بھی محسوس کیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کمرہ میں قریب المرگ قاتل کے پاس تنہا موجود رہنا حقیقتاً دہشت خیز تھا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور جیلخانہ کا پہرہ دار ایک ڈاکٹر کو ساتھ لیئے داخل ہوا۔ ان کے پیچھے پیچھے ایک عورت بھی آتی دکھائی دی۔ جو میرے خیال میں نرس تھی۔

"آجاؤ۔ سب آدمی پاس آ کر میرے بستر کے گرد کھڑے ہو جاؤ" مرد گنہگار نے کراہتے ہوئے کہا۔ اب اس کی آنکھیں بڑی بھیانک تھیں۔ اور اس کا بدن اس طرح سکڑتا معلوم ہوتا تھا گویا وہ کسی نظر نہ آنے والی چیز سے ڈر کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کر رہا ہے۔ "سارے آدمی میرے گرد کھڑے ہو جاؤ تاکہ تم مجھے اس سے بچا سکو... آہ۔ وہ بالکل قریب آ پہنچی... میرے خدا۔ کیا کوئی مجھے اس سے بچا نہیں سکتا؟"

"جس قدر جلد ممکن ہو کسی پادری کو بلوا دو" میں نے پہرہ دار سے مضطربانہ کہا

"کیونکہ اب اس کا دم آخر قریب ہے۔"

"پادری صاحب آہی رہے ہیں"۔ پہرہ دار نے جواب دیا۔ اور الفاظ اس کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ حقیقتاً جیل خانہ کا پادری اس جگہ آ پہنچا۔

"بچاؤ۔ خدا کے لئے مجھے اس سے بچاؤ"۔ قریب المرگ ڈیوک کے منہ سے بیتابانہ نکلا اور میں نے دیکھا کہ اب اسے موت کی ہچکی آنی شروع ہو گئی تھی "میرے خدا۔ وہ خونی کفن پہنے بڑھی چلی آتی ہے۔ سرخ دھند میری نظروں کے سامنے چھا گئی۔ اس کا سانس کتنا سرد ہے... آہ وہ بالکل پاس آ گئی۔ ظالمو کیوں تم اسے نہیں روکتے؟ وہ تمہارے پاس سے گزری آتی ہے... ابھی نہیں میرے خدا ابھی نہیں! رحم رحم ...!"

اس کے ساتھ ہی اس کا تار نفس ٹوٹ گیا۔ آخری لفظ عین اس وقت اس کے منہ سے نکلا تھا جب پادری اندر آ کر بدنصیب مرنے والے کے بستر کے پاس دو زانو ہو گیا اور اس نے نشان صلیب اس کو دکھایا۔ اس عمل کے ساتھ ہی ڈیوک کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ کسی ناگفتہ اثر کے تابع ہو کر ہم سب یعنی پہرہ دار، ڈاکٹر، نرس، اور میں بستر کے پاس دو زانو ہو گئے۔ اور خاموش لفظوں میں ڈیوک ڈی پالن کی روح کے لئے دعائے مغفرت کرنے لگے۔

باب ۸۶

ایک رات کے واقعات

میں جس وقت جیل خانہ نکسمبرگ کی چار دیواری سے نکلا تو شدت رنج و یاس سے جی بیٹھا ہوا تھا راستہ میں گورنر جیل خانہ نے مجھے روکا اور اپنے دفتر میں بلا کر بڑا ہیت

کی کہ جہاں تک ممکن ہو بدنصیب ڈیوک کے آخری لمحات کے بارے میں صحیح حالات پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنا۔ میں نے یہ کہہ کر اس کو تسلی دی کہ میرا اپنا ارادہ اس بارے میں حتی الوسع راز داری کرنے کا ہے۔ محل میں واپس آکر میں سیدھا اس کمرہ میں گیا جہاں بڈھا مارشل میرے انتظار میں بیٹھا تھا۔ اور سارا حال اس سے بیان کیا۔ اس نے میرا بیان ہیبت ناک دلچسپی کے ساتھ سُنا۔ اور جب میں اپنی داستان ختم کر چکا تو وہ بڑی دیر تک گہری سوچ میں رہا۔

"میرا خیال ہے" آخر کار اس نے کہا "کہ تھیو بالڈ کل یا زیادہ سے زیادہ پرسوں تک اس جگہ آجائے گا۔ کیا تمہاری رائے میں مناسب ہوگا کہ وہ ہر ایک بات جو اس کے بدنصیب باپ نے دم آخر میں کہی تھی اس سے بیان کر دی جائے"؟

"جی ہاں۔ میں وہ سب باتیں جو براہ راست اس سے تعلق رکھتی ہیں ضرور ان سے بیان کر دوں گا۔ کیونکہ اس کے متعلق میں نے ڈیوک سے دم آخر میں وعدہ کیا تھا اور میں نہیں چاہتا کہ اس وعدہ کو توڑا جائے"۔

"تمہارا خیال صحیح ہے" مارشل نے پھر ایک بار غور کرنے کے بعد کہا۔ "یہ تمہارا فرض ہے اور اس فرض کو پورا کرنا چاہیئے۔ اور اب ذرا جا کے داروغہ کو میرے پاس بھیج دو"۔

میں نے اس حکم کی تعمیل کی اور داروغہ کو مارشل کے کمرہ میں بھیج کر خود ڈیوک ڈی پالن کی موت کا ذکر نوکروں میں سے کسی کے ساتھ کئے بغیر سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ قریباً نو بجے تک میں اس جگہ رہا۔ اور جب اس کے بعد شاگرد پیشے میں گیا تو مجھے بتایا گیا کہ ڈیوک کا انتقال ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ بات پہلے سے مجھے معلوم تھی تاہم میں نے اس طریقہ پر اس کو سُنا گویا یہ ایک بالکل ہی نئی خبر تھی۔ کیونکہ اس بارے میں اپنی معلومات کا اظہار مجھے منظور نہ تھا۔ رات کا کھانا گہری افسردگی اور خاموشی کی حالت میں ختم ہوا جس کے بعد داروغہ نے سب نوکروں کو بلایا۔ حتیٰ کہ اُن کو بھی جو

ماتحت درجہ رکھتے اور علیحدہ کھانا کھاتے تھے۔ پھر جب سارے نوکر جمع ہو گئے تو اس نے سنجیدگی کے ساتھ کہنا شروع کیا۔

"جو ہدایات میں تم لوگوں کو اس وقت دینا چاہتا ہوں وہ مارشل صاحب کے حکم کے مطابق ہیں اور چونکہ نوجوان ڈیوک کے ولی کی حیثیت میں انہیں کلی اختیارات حاصل ہیں اس لئے ان احکام کی تعمیل ہم سب کا فرض ہے۔ پس جو کچھ میں کہتا ہوں غور کے ساتھ سنو۔ آج رات تم کو عجیب و غریب آوازیں سنائی دیں گی۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی آدمی نہ تو ان کی وجہ سے دہشت زدہ ہو اور نہ اپنے کمرہ سے باہر نکلے۔ اس آخری ہدایت کو اچھی طرح یاد رکھنا۔ سردست میں اس سے زیادہ کوئی بات کہنا نہیں چاہتا۔ لیکن صبح کو پوری طرح واضح ہو جائے گا کہ یہ احکام کس لئے جاری کئے گئے تھے۔"

داروغہ کی تقریر ختم ہونے کے بعد حاضرین میں گہری خاموشی چھا گئی۔ ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ معاملہ اس قسم کا ہے جس پر کسی طرح کی رائے زنی نہ کرنی چاہیئے۔ بعد ازاں ہم اپنے اپنے کمروں کو چلے گئے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ایک عجیب طرح کی دہشت ہر ایک آدمی کے دل میں پیدا ہو چکی تھی۔ اور میں خود بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہ تھا لیکن سوال پوچھا جائے گا کہ دہشت کس چیز کی؟ میں نہیں جانتا اس کا کیا جواب دوں۔ دہشت سے میری مراد یہ نہیں کہ مجھے ذاتی طور پر کسی خطرہ کا اندیشہ تھا۔ تو بھی داروغہ کا حکم اتنا عجیب پُراسرار اور اس کے ساتھ ہی اپنی تہ میں ہیبت کا ایسا پوشیدہ اثر رکھنے والا تھا کہ غیر معمولی آوازوں کے مبہم اشارہ کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے لئے اس سنسنی کو جو اس اطلاع سے محسوس ہوئی ضبط کرنا محال تھا۔

خیر میں اپنے کمرے میں چلا گیا۔ لیکن نیند حاصل کرنا... کم از کم میرے لئے خارج از بحث تھا۔ بلکسمبرگ کے جیل خانہ میں ڈیوک کی موت کا جو سانحہ پیش آیا تھا

وہ بجائے خود کچھ کم ہیبت ناک نہ تھا۔ کہ اب داروغہ کے حکم نے اس کے اثرات میں اور اضافہ کر دیا۔ جن عجیب و پُراسرار آوازوں کا ذکر داروغہ نے کیا تھا، کان ہر لحظہ ان کے سننے کو بے تاب تھے۔ ایک ایک پل کے بعد خیالات کی رَو بے اختیار اس کی طرف جاتی تھی۔ کوئی ہلکی سے ہلکی آواز بھی جو رات کے سناٹے میں پیدا ہوتی بدن میں تھرتھری پیدا کرنے لگتی تھی۔ کسی دور افتادہ مقام پر لکڑی کے تختوں کا چرچرانا، باغ میں پتّوں کی سرسراہٹ، کسی چمگادڑ یا شب بیدار پرندہ کے پروں کی آواز۔ غرض کوئی نہایت معمولی آواز بھی مجھے بے اختیار چونکا دیتی تھی۔ ہر چند میں وہمی طبیعت کا آدمی نہیں ہوں تو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس رات ہر ایک آواز فوق الفطرت ذریعوں سے نکلی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اس طرح پر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے کوئی خاص خطرہ درپیش نہ ہوتے ہوئے بھی دہشت کا احساس ہر وقت موجود تھا۔ ایک گھنٹہ گذر گیا آخر کار گیارہ بجے کے عمل پر اس باغ میں جدھر میری کھڑکی کا رخ تھا، دیوار کے عین نیچے پاؤں کی دبی ہوئی آواز سنائی دی۔ رات اندھیری تھی اور آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ لیکن اگر ماہ کامل کی روشنی بھی ہوتی تو میں کھڑکی کے پٹ کھول کر باہر دیکھنے کی جرأت نہ کر سکتا۔ کیونکہ داروغہ کے صادر کردہ حکم کے بعد میرے لئے ایسا کرنا نہ صرف حکم عدولی میں داخل بلکہ صریحاً نامناسب تھا۔ اس کے باوجود جیسا کہ میں نے لکھا ہے نیند کی رغبت بالکل نہ تھی۔ میں اپنے کمرہ میں بیٹھا کان لگائے سُن رہا تھا کہ ایک اس طرح کی آواز جو فاصلہ پر بادل کی گرج سے مشابہ تھی کانوں میں پہنچی اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بھاری چھکڑوں کے ناہموار سڑک پر چلنے کا شور ہے۔ رفتہ رفتہ وہ آواز قریب تر آ گئی۔ حتیٰ کہ آخر کار چھکڑوں کے تھم جانے پر سُنائی دینی بند ہو گئی۔ پھر ایسا معلوم ہوا کہ پختہ اینٹیں ان چھکڑوں سے نکال نکال کر پھینکی جا رہی ہیں اور اس کے بعد معماروں کے اوزاروں کی چھنکار سنائی دینے لگی۔ حیران و ششدر میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ ان اوزاروں

کا کیا مطلب ؟ آدھی رات کے عمل پر کونسا تعمیری کام اس قدر ضروری سمجھا گیا؟ میں نے اس سوال پر بہت دماغ لڑایا مگر کوئی فیصلہ کن بات ذہن میں نہ آسکی۔

اس طرح پر رات کا بڑا حصہ گذر گیا۔ اور میں بدستور چارپائی پر بیٹھا ان عجیب و غریب آوازوں کو سنتا رہا۔ آخر کار دن کی روشنی نمودار ہوئی۔ لیکن پھر بھی میں کھڑکی کھولنے کی جرأت نہ کر سکا۔ پانچ بجے کے بعد کام جو کچھ تھا پورا ہو گیا اور آوازیں سنائی دینی بند ہو گئیں۔ اب نہ تو سبہاول کا شور سنائی دیتا تھا نہ اینٹوں کے کھڑکھڑانے کی آواز۔ پھر ایسا معلوم ہوا گویا خالی گاڑیاں واپس جا رہی ہیں۔ سب سے آخر میں کسی شخص کے جھاڑو دینے کی آواز سنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔

"میرے خدا۔ ان اسرار کا کیا مطلب ہے؟" میں نے کم از کم سو بار یہ سوال اپنے دل سے پوچھا اور اس کے بعد رات بھر کا تھکا ماندہ چارپائی پر لیٹ گیا۔ اسی طرح بے خبری میں آنکھ لگ گئی۔

قریباً آٹھ بجے تھے کہ میں بیدار ہوا۔ لیکن رات بھر جاگتے رہنے کا اثر ضعف و کسل کی صورت میں اب تک موجود تھا۔ کمر دکھتی تھی۔ آنکھیں جل رہی تھیں اور دل بجھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ بدقت اُٹھ کر ہاتھ منہ دھویا اور کپڑے تبدیل کئے۔ اس کے بعد سیڑھیوں سے اتر کر سیدھا باغ کی طرف ہو لیا۔ دس بارہ نوکر اس جگہ کھڑے ہیبت آمیز نظروں سے اس کمرہ کی کھڑکیوں کی طرف دیکھ رہے تھے جس میں خونی واردات ہوئی تھی۔ لیکن ... میرے خدا! وہ کھڑکیاں اب کہاں تھیں؟ میری نظروں کے سامنے سیدھی سپاٹ دیوار تھی جس میں دروازہ یا کھڑکی کا نشان تک موجود نہ تھا قریباً ایک لمحہ حیران و ششدر میں رات کے پُر اسرار کام کو عملی صورت میں دیکھ کر متحیر ہوتا رہا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ دوسرے نوکروں کی طرف دیکھا۔ اس وقت ایمیلی نے جس کا چہرہ زرد تھا مجھے بازو سے پکڑا اور ایک طرف لے جا کر دبی آواز سے

کہنے لگی "یہ سب کچھ مارشل کے حکم سے ہوا ہے۔ تھوڑی دیر گذری داروغہ نے مجھے بتایا تھا کہ مارشل کے حکم سے ہی اس خونی کمرہ کے دروازے اور کھڑکیاں اینٹوں سے بند کرادی گئی ہیں اور جو سامان اس کمرہ میں تھا وہ سب اندر رکھا اندر ہی رہنے دیا گیا ہے کوئی ایک چیز بھی نہیں نکالی گئی "

" لیکن عقل حیران ہے کہ مارشل نے یہ عجیب و غریب کارروائی کس خیال سے کی ہوگی" میں نے سہمی ہوئی آواز سے کہا۔

"بات یہ ہے وہ چاہتا تھا کہ اس کی بدنصیب بیٹی کی کوئی چیز تلف نہ کی جائے " ایمیلی نے جواب دیا " اس کے ساتھ یہ بھی غیر ممکن تھا کہ خون آلودہ سامان کو اسی حالت میں رکھا رہنے دیا جائے۔ اور لوگ اس کمرہ میں آ آ کر رفع استعجاب کیا کریں۔ پھر اس کے علاوہ نوجوان ڈیوک کے جذبات کا بھی خیال تھا۔ کیونکہ وہ جس وقت واپس آئے گا تو اس مقام کو دیکھ کر جہاں اس کی ماں کی موت واقع ہوئی اور اس کے باپ نے جرم قتل کا ارتکاب کیا اس کے دل پر برچھیاں ہی چلیں گی۔ ان ساری باتوں کو پیش نظر رکھ کر مارشل نے یہی بہتر سمجھا ہے کہ کمرہ کی دیواروں کو جوں کا توں چُنوا دیا جائے "

کیفیت ہر لحاظ سے مکمل اور اطمینان بخش تھی اور اس سے رات کی آوازوں کا راز پوری طرح حل ہو گیا۔ تو بھی جو افسردگی میرے دل پر مسلط تھی رفع نہ ہو سکی۔ میرے لئے یہ معلوم کرنا باعث ہیبت و تکلیف تھا کہ جس مقام پر ارتکاب جرم ہوا تھا اس کی ساری چیزوں کو بدستور خون آلودہ چھوڑ کر عمارت کے اس حصّہ کو مقبرہ کی صورت دے دی گئی جس سے اس فعل شنیع کی یاد ہمیشہ تازہ ہوتی رہے گی۔ میری رائے میں جو کچھ مارشل نے کیا وہ بے جا اور غلط تھا کیونکہ اس ذریعہ سے جرم کی خوفناک یاد کو ہمیشہ محفوظ رکھنے کے سوا اور کوئی فائدہ ممکن نہ تھا۔ رہ گیا نوجوان ڈیوک ڈی پالن کے جذبات کا خیال تو میں نہیں جانتی کہ ان بند دیواروں کا اس کے دل پر کیا اثر پڑ سکتا تھا کیونکہ یہ تو

صاف ظاہر ہے کہ جب کبھی وہ اس مقام میں آکر باغ میں قدم رکھے گا تو اس کی نگاہ بے اختیار اس مقام کی طرف جائے گی جہاں اس کی ماں کی موت بیش از وقت واقع ہوئی۔ اور اس کے باپ نے وہ بھاری گناہ کیا جس کی تلافی غیر ممکن تھی۔ اس سے ہزار گنا بہتر ہوتا کہ اس کمرہ کو یا تو بالکل مسمار کر دیا جاتا یا اس میں ایسی تبدیلیاں کی جاتیں کہ اسے پہچاننا ہی غیر ممکن ہو جاتا۔ مثلاً اس کی دیواروں پر از سر نو سفیدی کی جاتی یا رنگ پھیرا جاتا۔ جو چیزیں تلف کرنے کے لائق تھیں ضائع کر دی جاتیں۔ اور نئی آرائش کا انتظام ہوتا۔

یہ خیالات تھے جو اس وقت میرے دل میں پیدا ہوئے جب میں آہستہ آہستہ باغ کی راہ سے گذر رہا تھا۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر میں اس خیال سے بڈھے ساہوکار کے مکان کی طرف ہو لیا کہ میڈموازل ڈیلاکور کی مزاج پرسی کر آؤں کیونکہ جب سے یہ خونی واقعہ پیش آیا مجھے اس خاتون سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ یہ تو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس نازنین کے قلب نازک پر اس واقعہ کا بہت گہرا اثر ہوا ہوگا۔ علاوہ بریں وہ خود اچھی طرح جانتی تھی کہ تھیوبالڈ کا مزاج بڑا ذکی الحس ہے اور یہ سوچ کر وہ بارہا کانپ اُٹھی ہوگی۔ اور جب اس کے نازک دماغ کو یہ پے در پے صدمے پہنچیں گے تو یقیناً وہ ان کے بوجھ سے کچلا جائے گا۔

وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ میڈموازل ڈیلاکور کی حالت خراب ہے۔ اس کی بیماری نے شدید صورت اختیار کر لی ہے اور اب اگر کوئی معجزہ ہی پیش آئے تو شاید اس کی جان بچ جائے۔ اس اطلاع کو پاکر مجھے سخت ذہنی تکلیف ہوئی۔ نہ صرف اس خاتون کی وجہ سے بلکہ نوجوان تھیوبالڈ کی خاطر بھی، جس پر قدرت یکے بعد دیگرے نئی نئی مصیبتیں لا رہی تھی۔ آہ۔ کتنا ہیبت ناک واقعہ ہوگا اگر روئے زمین کا یہ نہایت خوشنما پھول کھلتے ہی کمہلا گیا۔ اس کی موت حقیقتاً ڈیوک ڈی پالن کی بہترین

آرزوؤں اور امیدوں کی موت کے مترادف ہو گی۔ اور اگر یہ افسوسناک واقعہ پیش آیا تو اس کی زندہ دلی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے گا۔"

اس طرح کے رنجدہ خیالات کی الجھن میں پھنسا ہوا میں بے مدعا ایک طرف کو چلنے لگا۔ اور قریباً دو یا تین گھنٹے پیرس کی سڑکیں ناپتا پھرا۔ گہری افسردگی اور اُداسی میرے دل پر مسلط تھی۔ اور میں اس مکان پر واپس جاتے ہوئے ہچکچاتا تھا جہاں کی ہر ایک چیز ان واقعاتِ ناخوشگوار کی یاد تازہ کر رہی تھی جو حال میں پیش آئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی میں اتنا سنگدل اور ناشکر گذار بھی نہ تھا کہ ملازمت ترک کر کے فوراً رخصت ہو جانے پر اصرار کرتا۔ اسی طرح آوارہ پھرتے دوپہر ہو گئی۔ اس وقت میں کچھ کھانے کے لئے ایک جائے طعام میں داخل ہوا۔ کیونکہ صبح کے ناشتہ پر بھی کچھ نہ کھایا تھا اور طبیعت مضمحل اور کسل مند تھی۔ وہیں میز پر اخبار کا ایک تازہ پرچہ رکھا تھا۔ میں نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا معلوم ہوا کہ میڈموازل لگنی کو ایک روز پیشتر صاحب چانسلر کی کچہری میں پیش کیا گیا تھا۔ اس موقعہ پر جو سوالات اس خاتون سے پوچھے گئے ان میں سے بعض کا جواب اس نے بے حد استقلال کے ساتھ دیا۔ لیکن بعض موقعوں پر اس کی طرف سے انتہائی پریشانی اور کمزوری کا اظہار بھی ہوا۔ اس الزام کی اس نے سختی سے تردید کی کہ وہ جرم قتل کی شریک و حصہ دار تھی۔ اس سے بھی اس کو انکار تھا کہ ڈیوک سے کبھی اس کے ناجائز تعلقات ہوئے۔ اس کے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ ان دونوں میں محض رسمی دوستانہ تھا اخبار کے مضمون سے پایا گیا کہ صاحب چانسلر نے اس کو بے طرح دھمکایا اور اس سے بے جا سختی کا سلوک کیا تھا۔ انہوں نے بزور اس سے یہ منوانے کی کوشش کی کہ وہ شریک جرم تھی لیکن میڈموازل لگنی نے زار زار روتے ہوئے ان الزامات کی تردید کی اور اس بات پر زور دیا کہ ڈیوک سے میرے تعلقات چونکہ کسی زمانہ میں بھی ایسے نہ تھے جو میرے لئے باعثِ ندامت ہوں۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ میری ذات ڈچس کے سینہ میں وہ

جوشِ رقابت پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئی جس نے آخر کار ایسی ہولناک صورت اختیار کی تھی۔ اخبار میں تحریر تھا کہ فی الحال میڈ موازل کو صدر جیل خانہ کی حوالات میں رکھا گیا ہے تاہم اس کے برخلاف چونکہ شمہ بھر شہادت اس قسم کی موجود نہ تھی جو ثبوتِ جرم کے لئے کافی ہو اس لئے امید کامل ہے کہ اسے جلد تر رہا کر دیا جائے گا۔

میں اس مضمون کے مطالعہ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ موسیو لاموٹ داخل ہوا۔ بڑی سرگرمی سے مصافحہ کر کے اس نے واقعاتِ حال کا ذکر چھیڑا۔ اور اس سلسلہ میں بتایا کہ میڈ موازل لگنی کو آج صبح رہا کر دیا جا چکا ہے۔ چنانچہ میں نے خود اس کو صدر جیل خانہ سے باہر آکر گاڑی پر سوار ہوتے دیکھا تھا۔ اور دریافت پر معلوم ہوا تھا کہ یہ ہی خاتون ہے۔ مگر اُف میں بیان نہیں کر سکتا کہ وہ کتنی لاغر، کتنی زرد رو اور افسردہ تھی۔ سچ جانو اس کی عمر تیس برس کی تو کسی حال میں نظر نہ آتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی پچاس برس کی بوڑھی عورت ہے۔

سہ پہر کے تین بجنے لگے تھے کہ میں آخر کار محل کو واپس لوٹا۔ اور اس وقت دربان کی زبانی معلوم ہوا کہ نوجوان ڈیوک ڈی پالن جرمن یونیورسٹی سے واپس آگئے شاگرد پیشے میں دوسرے نوکروں نے بیان کیا کہ ان کو آئے قریباً دو گھنٹے ہوئے ہیں، اور وہ تب سے اس وقت تک اپنے نانا بڈھے مارشل کے پاس بیٹھے ہیں۔ میں نے کانپتے ہوئے فکر مند لہجہ میں دریافت کیا کہ حال کی بھاری مصیبتوں کا بوجھ انہوں نے کس طرح برداشت کیا ہے؟ جس کے جواب میں مجھے بتایا گیا کہ وہ جس وقت گاڑی سے اترے تو رنج و غم اور یاس و افسردگی کی مجسم تصویر نظر آتے تھے۔ ان کی چال بھی بے حد سست تھی لیکن اس کے سوا اور کوئی علامت ان کے چہرہ پر نہیں پائی گئی۔ میں چونکہ تھیوبالڈ کی ذکی الحس طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا اس لئے نوکروں کے اس بیان سے میری دلجمعی نہ ہوئی۔ میرا خیال تھا کہ نوجوان ڈیوک شدتِ رنج و غم سے نڈھال زار زار

روتا اور نالہ و شیون کرتا گاڑی سے اتر کر اس پہلے شخص سے لپٹ کر جو اس کو نظر آئے ڈاڑھیں مار مار کر روئے گا۔ بس اس کے ضبط کی خبر پاکر میرے دل کو اور زیادہ تشویش ہوئی۔ کیونکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ غم کا اظہار اس کے ضبط سے ہزار درجے بہتر ہوتا ہے۔ اگر مجھے بتایا جاتا کہ نوجوان ڈیوک نے اپنی آہ وزاری سے گھر بھر میں کہرام مچا دیا تو میں اس سے بہت زیادہ مطمئن ہوتا جتنا اب ہوا۔

مجھے اس جگہ آئے بہت دیر نہ گذری تھی کہ گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور جو نوکر آواز سن کر اندر گیا تھا اس نے واپس آکر اطلاع دی کہ تمہیں اس کمرہ میں بلایا گیا ہے جہاں مارشل اور نوجوان ڈیوک اکٹھے بیٹھے ہیں۔ اس اطلاع کو پاکر مجھے اپنا دل سینہ کے اندر بیٹھتا معلوم ہوا۔ کیونکہ ڈیوک کے متعلق مجھے ایک ناخوشگوار فرض سرانجام دینا تھا۔ تاہم جس طرح ممکن ہوا میں نے ضبط سے کام لینے کی کوشش کی۔ اندر گیا تو مارشل نے میری طرف کو آتے ہوئے معنیٰ خیز نظروں سے دیکھا گویا اس ذریعہ سے مجھے اس بارے میں تاکید کرنا چاہتا تھا کہ جو فرض تم کو ادا کرنا ہے اس میں انتہائی احتیاط سے کام لینا اور اس کے بعد کمرہ سے رخصت ہوگیا۔ اب اس کمرہ میں میں نوجوان ڈیوک کے پاس تنہا رہ گیا۔ وہ اس میز کے پاس جو کمرہ کے وسط میں رکھی ہوئی تھی۔ چھاتی پر بازو لپیٹے اور آنکھیں جھکائے کھڑا تھا۔ اس کا خوشنما سڈول جسم بالکل بے حرکت تھا۔ یہاں تک کہ بادی النظر میں اس کی صورت پر کسی سنگی مجسّمہ کا گمان ہوتا تھا۔ علاوہ بریں میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ سنگ مرمر کی طرح بے رنگ تھا۔ اور جب اس کے بعد رفتہ رفتہ اس نے پیچھے مڑ کر میری طرف منہ پھیرا تو معلوم ہوا کہ جو کیفیت اس کی بدلی ہوئی حالت کی نوکروں کی زبانی معلوم ہوئی تھی اس میں کسی طرح کے مبالغہ کو دخل نہ تھا۔ انتہائی مایوسی اور افسردگی کا اظہار اس کے چہرہ سے ہوتا تھا۔ اس کی حالت اس آدمی سے ملتی تھی جسے زندگی سے کوئی دلچسپی باقی نہ رہی ہو۔ سچ مچ اس کا دل اسی طرح بے حس و

حرکت بدن کے اندر دفن معلوم ہوتا تھا جس طرح اس خونی سانحہ کے نشانات ہمیشہ کے لئے اس کمرہ کی چاردیواری میں بند کر دیئے جا چکے تھے جس کی پختہ دیواروں کی راہ سے روشنی کی کوئی کرن اب اندر داخل نہ ہو سکتی تھی۔

"جوزف" اس نے پتلی بے آہنگ آواز سے کہا "مجھے بتایا گیا ہے کہ والد نے کوئی پیغام میرے لئے تم کو دیا تھا۔ اس بارے میں جو کچھ تم کو معلوم ہو بے دریغ بیان کر دو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ایک نیک دل فیاض نوجوان کی طرح جیسے کہ تم ہو اس ذکر کے دوران میں تم حتی الوسع رنجیدہ اشارات کم کرنے کی کوشش کرو گے۔ مگر میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ تمہیں اس بارے میں حد سے زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت نہیں۔ میری حالت ایسی ہے کہ میں اپنے متعلق بدترین حالات سننے کے لئے تیار ہو چکا ہوں۔ اس لئے کوئی خبر اچھی ہو یا بری۔ مجھ پر کوئی خاص اثر پیدا نہیں کر سکتی۔ روئے زمین پر کوئی راحت ایسی نہیں جو میرے لئے باقی ہو۔ نہ کوئی مصیبت اس قسم کی ہے جسے میں نے اب تک برداشت نہ کیا ہو اس لئے میرے دوست جو کچھ تمہیں کہنا ہو صاف صاف کہہ دو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم میرے مونس و غمخوار ہو۔ اور ہمیشہ تمہاری طرف سے دوستانہ خیالات کا اظہار ہوا ہے۔" اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور ایک منٹ کے قریب پکڑے رکھا۔ مگر اس کو دبایا نہیں۔ اس کی یہ حرکت گو مظہر عنایت تھی تاہم وہ اس طریقہ پر ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا وہ ایک مصنوعی اور بے اختیاری حرکت ہے جسے قوت ارادی کے بغیر عمل میں لایا گیا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر میرے دل پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ جب اس کے بعد میں نے بولنے کی کوشش کی تو آواز جوش سے بھرائی اور سسکیوں سے رکی ہوئی تھی۔ میں نے ضبط کی بہت کوشش کی۔ تو بھی آنسوؤں کے قطرے بے اختیار میرے رخساروں پر بہہ نکلے۔ میں نے ڈیوک کا ہاتھ دبایا لیکن وہ کسی لاش کے ہاتھ کی مانند سرد اور بے حرکت تھا۔ مجھے اس کے چہرہ کا کوئی عضلہ بھی حرکت کرتا نظر نہ آیا۔ بہت دیر وہ میرے منہ کی طرف تکتا رہا مگر اس کی نگاہ میں ناقابل

بیان یاس کی جھلک شامل تھی۔ وہ اس قسم کی نگاہ تھی جس کی مشابہت کسی دنیاوی چیز سے نہیں دی جا سکتی۔

"بیان کرو جوزف، میرے باپ نے دم آخر میں تم سے کیا کیا کہا تھا؟" آخر کار اس نے پوچھا۔

"صاحب ان کی آخری نصیحت یہ تھی"، میں نے بدقت اپنے جذبات پر قابو پا کر بولنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ ہر لحظہ یہ اندیشہ دامنگیر تھا کہ شاید میں اپنے ناقابل فرد جوش کی وجہ سے اس گفتگو کو جاری نہ رکھ سکوں۔ ان کی آخری نصیحت یہ تھی کہ میں آپ سے کہہ دوں آپ ان کے متعلق جہاں تک ممکن ہو بُرے خیالات کو دل میں جگہ دینے کی کوشش نہ کریں۔"

جواب دینے سے پہلے نوجوان ڈیوک تھوڑی دیر چپ رہا۔ پھر جب آخر کار بولا تو اس کی آواز سرد اور ہر قسم کے جوش سے خالی تھی۔ کہنے لگا۔ "جوزف اگر یہ صحیح ہے کہ ہماری بدترین خطائیں بھی آسمان پر بخشی جا سکتی ہیں تو یقیناً اس دنیا میں بھی ان کا بخشا جانا غیر ممکن نہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ اگر بیٹا اپنے باپ کی خطاؤں سے درگزر نہ کرے تو اور کون ہے جو کریگا اس لئے میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی ہر طرح کے بُرے خیالات کو دل سے نکال چکا ہوں۔ تاہم بتاؤ میرے باپ نے اور کیا باتیں تم سے کہی تھیں؟"

"ان کی دوسری وصیت یہ تھی کہ آپ میڈموازل ڈیلاکور سے شادی کر لیں۔ وہ اس کے متعلق بخوشی اجازت دے گئے تھے۔۔۔"

میں کہتا کہتا رُک گیا۔ کیونکہ فوراً یہ خوفناک خیال پیدا ہوا کہ میں اس وقت نوجوان ڈیوک کے روبرو جس خاتون سے شادی کرنے کا ذکر کر رہا ہوں وہ بر لب گور رہیے اس لئے میرا اس ذکر کو تازہ کرنا حقیقتاً داخل تضحیک ہے۔

"آہ۔ تم رُک گئے" نوجوان ڈیوک نے چونک کر کہا۔ "کیا بات تھی جو تم اس سلسلہ

ہیں کہنا چاہتے تھے ؟"

"یہ کہ وہ بیمار ہے... سخت بیمار ہے" میں نے مجبور ہو کر کہا۔

"جوزف کیا ہی بہتر ہو کہ وہ اس بیماری میں جان دے دے" تھیوبالڈ نے تلخ لہجہ میں کہا "کیونکہ اب اگر وہ زندہ بھی رہے تو وہ محبت جو اُسے مجھ سے تھی کسی حالت میں بار دور نہیں ہو سکتی۔ میرا دل ہر طرح کی خوشیوں کے لئے مر چکا ہے۔ شادی خوشی کی تقریب ہے۔ اس موقعہ پر شادیانے بجتے ہیں۔ بیش قیمت کھانے دستر خوان پر لائے جاتے ہیں۔ رنگین شرابیں گلاسوں میں چھلکتی ہیں۔ اور پھول بکھرائے جاتے ہیں لیکن میرا دل جو ہمیشہ کے لئے مر چکا ہے کبھی اس طرح کی خوشیوں میں حصہ نہیں لے سکتا۔ میری حالت ایک زندہ لاش کی طرح ہے جس کے لئے نہ شراب کا گلاس منہ سے لگانا ممکن ہے اور نہ کسی طرح کی خوشیوں میں حصہ لینا۔ مگر ہاں... اس کے علاوہ میرے باپ نے اور کیا کہا تھا ؟"

"موسیو لاڈ یوک" میں نے رُکتے ہوئے جواب دیا" اس سے آگے جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا میرے خیال میں اس کا ذکر لاحاصل ہے۔"

"کیوں، کس لئے ؟" تھیوبالڈ نے جلدی سے پوچھا۔ "بولو۔ تم پھر رک گئے۔ میرے نانا مارشل نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے والد سے ان کے دم آخر میں وعدہ کیا تھا کہ ان کے دیئے ہوئے پیغام حرف بحرف مجھ تک پہنچاؤ گے۔ اس لئے تمہیں اس فرض کو پورا کرنا چاہیئے۔ خواہ وہ کتنا ہی ناخوشگوار کیوں نہ ہو۔"

اس وقت یہ نیا خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ نوجوان ڈیوک کی موجودہ رنجیدہ مایوسی میں اگر کوئی چیز اس کے ذہنی خیالات کو دوسرے رُخ پر لاسکتی ہے تو وہ میڈموازل یوجینی کا ذکر ہے پس میں نے کہا" آنجہانی ڈیوک نے اپنے آخری لفظوں میں ایک بیش قیمت نصیحت آپ کے لئے چھوڑی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ آپ اس نصیحت کو دوسری دنیا سے بھیجے ہوئے پیغام کی طرح مقدس اور پاک سمجھیں۔ ان کا ارشاد تھا کہ شادی کے بعد آپ

اپنی دلہن سے ہمیشہ اچھا برتاؤ کرتے رہیں۔ اور کبھی جھگڑے کی نوبت نہ آنے دیں۔ بس یہ پیغامات تھے جو انہوں نے آپ کے لئے چھوڑے تھے۔"

"جوزف میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں" نوجوان ڈیوک نے ایک لمبی سرد آہ کھینچ کر کہا.... "اب تم باہر جاؤ"

"جی نہیں۔ میں آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا" میں نے جلدی سے کہا "مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ حالاتِ موجودہ میں عشق و محبت کا ذکر چھیڑنا یقیناً ناخوشگوار ہے تو بھی میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میڈموازل ڈیلا کو رتنے آپ کی کوئی خطا نہیں کی۔ انہوں نے آپ کو ناراضگی کا بھی کوئی موقعہ نہیں دیا۔ اس لئے آپ کو ان کی طرف سے برگشتہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ دنیا کی اور چیزوں کی طرح عشق و محبت میں بھی انسان کو محض اپنی راحت کا خیال نہ رکھنا چاہیئے۔ اس کو لازم ہے ان فرائض کو پیش نظر رکھے جو اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس آپ پر لاکھ مصیبتیں نازل ہوئی ہوں آپ اپنے آپ کو اس فرض سے سبکدوش نہیں سمجھ سکتے۔ جو میڈموازل کے بارے میں آپ پر عائد ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ موسیو لا ڈیوک وہ چونکہ بیمار ہے ..."

"آہ۔ بیمار ہے" تھیوبالڈ نے میرے لفظوں کو دہراتے ہوئے کہا اور اس رنجیدہ ملاقات کے دوران میں پہلی مرتبہ مجھے اس کے بے حرکت جسم میں ہلکی تھرتھری پیدا ہوتے دکھائی دی۔

"ہاں بیمار ہے" میں نے اب اپنے لفظوں پر زور دے کر کہا "جیسا میں نے پیشتر عرض کیا تھا میڈموازل ڈیلا کور سخت بیمار ہے ..."

"کیا سخت بیمار ہے" اس نے متحیر نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا اور ایک بار وہ ہلکی تھرتھراہٹ جو اس کے بدن میں پیدا ہوتی نظر آئی تھی اس کے لہجہ میں بھی ظاہر ہوئی۔

"وہ بہت سخت بیمار ہے" میں نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "دراصل اس کی بیماری

اس زمانہ سے چلی آتی ہے جب آپ رخصت ہوئے تھے ... "

"غریب یوجنی" ڈیوک نے اور زیادہ متاثر ہو کر کہا۔

"اور اب اس کی بیماری خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ آہ موسیو لاڈیوک اس کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے اندیشہ ہے کہ وہ شاید پھر صحت یاب ہو سکے۔ کیا اس صورت میں آپ کا یہ فرض نہیں ہے کہ اس بدنصیب کی حالت پر توجہ دیں جس نے ہمیشہ آپ سے سچی محبت کی ہے۔ جس کے حسن کے آپ پرستار رہ چکے ہیں۔ جس کے جوش قلبی نے آپ کی روح پر اثر ڈالا تھا۔ جو یقیناً اس وقت بھی آپ کو یاد کر رہی ہوگی۔ اور جس کے لبوں پر لازمی طور پر دم آخر میں آپ ہی کا نام ہوگا۔"

"یوجنی مر رہی ہے! ... اوہ۔ کیا یہ ممکن ہے!" نوجوان ڈیوک کے منہ سے یہ الفاظ دہشت آمیز لہجہ میں نکلے اور اب اس کی آواز میں بھی جو پہلے بے اثر اور پوپلی تھی ایک عجیب طرح کا جوش پیدا ہو گیا۔" جوزف۔ کیا تم یہ ساری باتیں محض اس لئے کہہ رہے ہو کہ میرے تن مردہ میں نیا جوش آجائے ... لیکن نہیں میری روح ہمیشہ کے لئے مردہ ہو چکی۔ دنیا کی کوئی طاقت اب اس پر اثر پیدا نہیں کر سکتی۔"

"تو کیا اس کا یہ مطلب ہے" میں نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے پوچھا" کہ وہ محبت بھی آپ کے دل میں باقی نہیں رہی جو اس خاتون کا اس کے دم آخر میں سہارا ہے؟ سرکار۔ اس پہلو کو سوچئے اور اس پر اچھی طرح غور کیجئے کہ اگر کوئی قاصد اس وقت یہ پیغام لے کر آئے کہ میڈموازل ڈیلاکور مر گئی اور وہ دم آخر میں آپ کی دید کو ترستی تھی۔ تو فرمایئے آپ کے دل کا کیا حال ہوگا؟"

"بس جوزف بس! اس سے زیادہ نہ کہو۔ میں یہ اذیت برداشت نہیں کر سکتا۔"

اور اتنا کہہ کر نوجوان امیر ایک کرسی پہ بیٹھ گیا۔ اور زار زار رونے لگا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل کو بہت خوشی ہوئی۔ ناظرین! میں خوشی کا

لفظ قصداً استعمال کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ نظارہ واقعی میرے لئے باعثِ مسرت تھا۔ اس گفتگو کے دوران میں شروع سے آخر تک اس بات کی کوشش کرتا رہا تھا کہ اس طرح کا اثر نوجوان ڈیوک کے دل پر پیدا کروں۔ اور میرے الفاظ اس کے بے حس دل میں کسی طرح از سرِ نو طاقتِ احساس پیدا کر دیں۔ اس کو یوجینی کی خطرناک بیماری کے حال سے مطلع کر کے اس کے سینہ میں رنج و کرب پیدا کرنا اس سے کئی گنا بہتر تھا۔ کہ اس کو مایوسی و افسردگی کی سابقہ غیر فطری حالت میں رہنے دیا جاتا۔ چنانچہ میرے الفاظ نے وہی کام کیا جس کی مجھے خواہش تھی۔ یعنی پتھر کی چٹان پھٹ گئی اور اس سے پانی کا چشمہ بہ نکلا۔ پس بہ حیثیتِ مجموعی میرا خیال تھا کہ جو کچھ ہوا وہ ڈیوک کی اپنی بہتری کے لئے ضروری تھا۔

"جوزف۔ جو کچھ تم نے کہا وہ میرے خیال میں صحیح تھا" نوجوان ڈیوک نے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "بے شک یہ میرا حق نہیں کہ محض اپنی ذات کا خیال رکھوں۔ میرے لئے دنیا کو ترک کرنا اس وقت تک غیر ممکن ہے جب تک یوجینی کی ذات اس میں شامل ہے۔ بے شک میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر وہ اس مصیبت میں میرے پاس ہوتی تو نرم لفظوں میں میٹھی آواز سے مجھے تسلی دینے کی کوشش کرتی لیکن ... خداوندا! پے در پے کتنی مصیبتیں تو نے مجھ پر نازل کی ہیں" یہ کہتے ہوئے انداز وحشت سے اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا "کیوں تو نے مجھے پیدا کیا تھا؟ کیا انہی صدموں کو دیکھنے کے لئے؟ ..."

"مونسیور ڈیوک" میں نے بہ آہستگی دو قدم آگے بڑھ کر ایک ہاتھ تھیوبالڈ کے شانہ پر رکھتے ہوئے کہا "معاف کیجئے۔ یہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں یہ بھی غلط ہے۔ خدا سے اس کے ناقابلِ فہم طریقوں کا حال پوچھنا یہ انسان کا کام نہیں"

نوجوان ڈیوک نے جلدی سے میری طرف دیکھا اب اس کے چہرہ پر انکسار و

پشیمانی کے آثار نمودار تھے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر زور سے دبایا۔" بے شک تمہارا کہنا صحیح ہے۔" پھر اس نے کہا " اوہ جوزف کس طرح آہستہ آہستہ تم مجھے میرے فرضوں کی تعلیم دے رہے ہو۔ کاش تم اس وقت بھی میرے پاس ہوتے جب اس خوفناک واردات کی اطلاع سب سے پہلے میرے کانوں تک پہنچی تھی۔ اس صورت میں وہ بھیانک خیالات جو اپنی ہولناک عفریت نما صورت میں میرے روبرو پیدا ہوئے یقیناً پیدا نہ ہوتے۔"

"اور اب موسیولا ڈیوک۔" میں نے یہ دیکھ کر کہ میرے الفاظ نے نوجوان امیر کے دل پر وہی اثر کیا ہے جس کی مجھے خواہش تھی۔ آہستگی سے کہا۔" آپ کو چاہیئے کہ میڈموازل ڈیلاکور کو کوئی پیغام بھیجیں یا خود اس کی مزاج پرسی کے لئے جائیں..."

"نہیں جوزف۔ اپنی موجودہ حالت میں میں اس کے پاس جانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔" نوجوان ڈیوک نے مضطربانہ کہا۔" میرا یہ فعل صریحاً نامناسب ہوگا۔ اس مکان پر واپس آنے کے فوراً بعد جہاں اس طرح کی بھیانک واردات ہوئی ہے یہ حقیقتاً نامناسب ہوگا کہ میں فوراً ہی اس سے ملنے کے لئے جاؤں۔ البتہ تم میری طرف سے یوجینی کے مکان پر جاؤ اور اس کی خادمہ کی معرفت میری طرف سے اس کی حالت دریافت کرو۔ اور ساتھ ہی جوزف میری طرف سے تم اس سے کہنا کہ میں کل سویرے ضرور اس سے ملنے کے لئے آؤں گا۔" پھر جس وقت میں رخصت ہونے کے لئے پیچھے مڑ رہا تھا تو اس نے آواز دی اور کہا " سنو جوزف۔ بالفرض اس کی بیماری اب بھی خطرناک ہو یعنی کوئی فوری خطرہ اس کو درپیش ہو تو اس صورت میں تم فوراً میرے پاس آنا۔ پھر خواہ کچھ ہو میں اسی وقت اس کا حال دیکھنے کے لئے چلا جاؤں گا۔"

اس کے بعد میں چلا آیا اور وقت ضائع کئے بغیر سیدھا اس مکان پر پہنچا جس میں میڈموازل ڈیلاکور رہتی تھی۔ لیکن میں نہیں جانتا اپنی اس وقت کی حالت

کن لفظوں میں بیان کروں جب میں نے پاس جاکر دیکھا کہ مکان کے دروازے اور جھلملیاں سب بند ہیں! ان منحوس علامات کو دیکھ کر میرا دل سینہ کے اندر ڈوب گیا۔ استفسار لاحاصل تھا۔ تو بھی از روئے احتیاط میں نے دریافت حال ضروری سمجھا۔ لیکن جواب وہی ملا، جو میرے بدترین اندیشوں نے پہلے ہی دے رکھا تھا۔ یعنی مجھے بتایا گیا کہ یوجنی مر گئی۔

باب ۸۷

کوہِ غم

اپنے لمبے دورِ ملازمت میں مجھے کئی طرح کے موقعے ناخوشگوار فرائض سرانجام دینے کے پیش آئے یعنی اس طرح کے رنجدہ فرائض جن کو پورا کرنا میرے لئے حقیقتاً جانکاہ اور روح فرسا تھا۔ لیکن میں کہہ سکتا ہوں کہ اس طرح کا رنجدہ جگر پاش فرض جیسا اب قدرت نے میرے ذمہ ڈالا۔ یعنی بدنصیب بھوبالڈ کو یوجنی کی موت سے خبردار کرنے کا۔ اس سے پہلے کبھی مجھے پیش نہ آیا تھا۔ محل کی طرف واپس جاتے ہوئے میں اس طرح نیم بےخبری کی حالت میں چل رہا تھا جیسے کوئی شخص سوتے میں چلا جاتا ہو۔ اگر کوئی بھاری مصیبت میرے اپنے سر پہ نازل ہوتی تو شاید میں اس کو بھی اپنی موجودہ حالت پر قابل ترجیح سمجھتا۔ اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار میں نے یہ سوچتے ہوئے کہ اس اطلاع کا نوجوان ڈیوک کے دل پہ کیا اثر ہوگا ایک لمحہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ گویا اس ذریعہ سے اس بھیانک خیال کو جو میرے دل میں پیدا ہوا۔ ذہن سے خارج کرنا چاہتا تھا۔ محل کے قریب جاکر میں نے اپنی رفتار بھی کم کردی۔

حتیٰ کہ میں یہ خواہش کیے بغیر نہ رہ سکا کہ میرا فاصلہ ڈیوک کے مکان سے میلوں دور ہوتا تو بہتر تھا۔ تاکہ مجھے اس آزمائش سے فوراً گذرنے پر مجبور نہ ہونا پڑتا۔

پھاٹک سے گذر کر صحن میں داخل ہو رہا تھا تو خیال آیا کہ میں اگر اس اطلاع کو نوجوان ڈیوک کے نانا مارشل کے ذریعہ سے اس کے کانوں تک پہنچاؤں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ میڈموازل کی مزاج پرسی کا فرض چونکہ میرے ذمہ ڈالا گیا تھا اس لئے جواب لے کر واپس جانا بھی میرا فرض تھا۔ پس میں رکتی ہوئی چال اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس کمرہ کی طرف گیا جس میں میں نے پیشتر ڈیوک کو چھوڑا تھا۔ اور جس میں وہ اس وقت تک میری واپسی کا منتظر تھا۔ وہ اپنی کہنیاں میز پر ٹیکے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے بیٹھا تھا۔ اس کی حالت ظاہر کرتی تھی کہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے میرے اندر آنے کی آواز بھی نہیں سنی۔ بعد بے پاؤں چلتا میز کے پاس گیا اور جب اس کے بعد اپنا ہاتھ آہستہ سے اس کے شانہ پر رکھا تو اس نے گردن اٹھائی۔ اور میرے منہ کو تکنا شروع کیا۔ مگر اتنی گہری افسردگی اور مایوسی اس کی نگاہ میں شامل تھی اور اس کے چہرہ کی عام حالت معمول سے اس قدر بدلی ہوئی تھی کہ مجھے فوراً ہی دہشت معلوم ہونے لگی۔ اور میں یہ سوچ کر ڈرا کہ شاید اس کے دماغ میں خلل آگیا اور اس کے حواس بالکل جواب دینے لگے ہیں۔

"کیوں جوزف"۔ اس نے ایک عجیب طرح کے سرد لہجہ میں پوچھا "بتاؤ تم کیا چاہتے ہو!... آہ یاد آگیا۔ تم یوجینی کی خبر لانے گئے تھے۔ بتاؤ اس کا کیا حال ہے؟ اور میں نے دیکھا کہ یہ کہتے ہوئے آن واحد کے لئے اس کے چہرہ پر پھر ایک بار ذہانت کے آثار پیدا ہو گئے۔

"ہاں موسیو لا ڈیوک۔ میں اسی کام کے لئے گیا تھا لیکن..." میں کہتا کہتا رک گیا اس وقت میری آواز اتنی افسوسناک اور میرے چہرہ پر مایوسی کے اتنے گہرے آثار نمودار

تھے کہ میرا خیال ہے اس نے میرے لفظوں کے بغیر ہی محض ان آثار سے اصل حقیقت معلوم کر لی۔

"بس جوزف میں سمجھ گیا!" یکایک اس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرہ پر پھر وہی مایوسی اور افسردگی کی جھلک پیدا ہو گئی جو میری آمد کے وقت اس پر تھی۔ "میں بخوبی سمجھ گیا کہ تم کیا خبر لائے ہو۔ یوجینی مر گئی۔ اس کی اطلاع تمہارے چہرہ پر موجود ہے۔ میرا اپنا خیال یہی تھا کہ ایسا ہو گا۔ کوئی غیبی آواز بار بار مجھ سے کہتی تھی کہ اسی طرح ہو گا۔ اگر میرے دل میں کوئی احساس باقی ہوتا تو یقیناً مجھے اس اطلاع کو پا کر خوشی حاصل ہوتی۔ کیونکہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئی جو مصیبتوں کا گھر ہے اور جس میں راحت و آرام کا نام و نشان بھی نہیں۔ آہ یوجینی، پیاری یوجینی۔ اب ہم دوسری اور بہتر دنیا میں ملیں گے۔ ہماری ملاقات آسمان پر ہی ہو گی۔ کیونکہ اس قسم کی محبت جو ہمیں ایک دوسرے سے تھی ایسے پاک مقامات کے لئے ہی مخصوص ہے۔ وہ ایک اس طرح کی پاکیزہ محبت تھی جو اس مادی دنیا میں زیب نہیں دیتی۔ آہ پیاری اب تو آسمان پر فرشتہ بن کر اس بلندی سے میری طرف تکتی ہے جہاں میری اپنی روح جلد تر پہنچنے کو بیتاب ہے۔ اور اگر اس وقت میں خدا سے کوئی دعا مانگنا چاہتا ہوں تو وہ یہ ہے کہ اب میری بے چین روح بھی عرصہ دراز تک اس فانی دنیا کے تعلقات میں بندھی ہوئی نہ رہے..."

اس کے لہجہ اور آواز میں عجیب طرح کا درد شامل تھا۔ فی الحقیقت یہ آواز اس کی موجودہ مایوسانہ حالت کے عین مطابق تھی۔ میں نے جہاں تک ممکن تھا اس کو تسلی دینے کی کوشش کی۔ لیکن جو شخص دنیاوی علائق سے اس طرح دل برداشتہ ہو چکا ہو اس کے روبرو تسکین و تسلی کے الفاظ کہنا ہی داخل تضحیک تھا۔ نوجوان ڈیوک میرے لفظوں کو چپ چاپ سنتا رہا۔ اس وقت اس کی آنکھیں میرے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں۔ تاہم مجھے معلوم تھا کہ اس کے کان میری باتوں پر لگے ہوئے نہیں ہیں۔ اور اس کے

خیالات کی رَو بہت دُور پہنچی ہوئی ہے۔ مجبور ہو کر میں اس کے کمرہ سے باہر نکلا اور اس نئے سانحہ کی خبر دینے مارشل کے پاس گیا۔

"آہ موسیو لاکونٹ" میں نے مارشل کے پاس جا کر کہا۔ کیونکہ جیسا ناظرین کو یاد ہو گا، اُسے کونٹ کا خطاب حاصل تھا۔ "میں اس بے جا دخل اندازی کے لئے معافی چاہتا ہوں لیکن ایک اشد ضروری معاملہ ہے جس کی اطلاع آپ کو پہنچانا میرا فرض تھا۔ دراصل نوجوان ڈیوک..."

"ہاں کہہ ڈالو۔ رُک کیوں گئے؟"

"سرکار۔ میڈموازل ڈیلاکور مر گئی" میں نے کہا۔

"آہ مر گئی!" مارشل نے مضطربانہ کہا۔ اور اس کے بعد افسوسناک لہجہ میں تقریر جاری رکھ کر وہ کہنے لگا۔ "جوزف۔ میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔ غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس واقعہ کی اطلاع تھیوبالڈ کے کانوں تک پہنچ گئی ہے اور اس نے اس پر ایسا اثر پیدا کیا ہے جس سے اس کے ذہنی قویٰ میں فتور آنے کا اندیشہ ہے۔ بے شک تمہارا یہ خیال صحیح ہے۔ اس کے حواس پہلے ہی بجا نہ تھے۔ اب اس نئے واقعہ کی اطلاع اس پر اور زیادہ مضر اثر پیدا کرے گی۔ پس ہمیں لازم ہے کہ اس کی نگرانی کرتے رہیں۔ گو یہ عمل اس طریقہ پر ہونا چاہیئے کہ وہ اس بارے میں بالکل لاعلم رہے۔ مجھے یقین ہے کہ وقت رفتہ رفتہ ان زخموں کو مندمل کر دے گا جو حال کی مصیبتوں نے پیدا کئے ہیں..."

"موسیو لاکونٹ" میں نے پُرخیال انداز سے کہا۔ "آپ کی رائے میں ڈیوک کا اس گھر کے اندر رہنا واجب اور دُرست ہو گا؟"

"جوزف۔ میں نے پہلے ہی اس سوال پر غور کیا ہے" مارشل نے جواب دیا۔ "اس کے علاوہ میں نے اس کے متعلق تھیوبالڈ سے گفتگو بھی کی تھی۔ مگر اس نے کوئی فیصلہ کُن جواب نہیں دیا۔ کل وہ خاندانی قبرستان میں اپنی ماں کی قبر دیکھنے جائے گا اور اس کے بعد

اس کی خواہش باپ کے جنازہ میں شامل ہونے کی ہے۔ ان دو کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میرا ارادہ اسے اپنے ساتھ دیہات کو لے جانے کا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اس کے ساتھ چلو کیونکہ اس کو تمہارے ساتھ دوستانہ محبت پیدا ہو گئی ہے ..."

میں اس بارے میں کلمۂ اعتراض پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ کیونکہ گو میری اپنی خواہش اب اس گھر کی ملازمت ترک کر دینے کی تھی۔ تاہم موجودہ حالت میں نوجوان ڈیوک کو تنہا چھوڑنا بھی میری رائے میں نامناسب تھا۔ مارشل نے بیان کیا کہ میں اس بارے میں مناسب انتظام کر دوں گا کہ جس کمرہ میں تھیو بالڈ سوتا ہے تم اس کے قریب ہی سویا کرو۔ اس کے بعد وہ اس کمرہ میں چلا گیا جہاں تھیو بالڈ تنہا بیٹھا تھا۔ اس روز شام کو پھر ایک بار مارشل سے ملنے کا اتفاق ہوا تو اس نے مجھ سے کہا۔

"جوزف۔ میں نے تھیو بالڈ سے ذکر چھیڑا تھا۔ اس نے یہ بات منظور کر لی ہے کہ تم اس کے پاس رہا کرو۔ پھر میں نے یہ بھی اس سے کہا تھا کہ تم اپنے سونے کے لئے کوئی ایسا کمرہ منتخب کرو جس سے ملحق جوزف کے سونے کا کمرہ ہو۔ مگر اس کے متعلق اس نے جواب دیا کہ میں جس کمرہ میں ہمیشہ سے رہتا چلا آیا ہوں وہیں آئندہ بھی رہوں گا۔ خیر اس کمرہ کے عین نیچے ایک کمرہ اور ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم رات کو اس میں سویا کرو۔ مجھے یقین ہے کہ اس ہمدردی کی وجہ سے جو تمہیں اپنے بدنصیب نوجوان آقا سے ہے تم اس بات کو داخل زحمت نہ سمجھو گے کہ پہلی رات بیدار رہ کے اس کی نقل و حرکت کا خیال رکھو تاکہ اگر اس کو نیند نہ آئے اور تم اس کے اپنے کمرہ میں بے تابانہ ٹہلتے پھرنے کی آواز سنو تو کسی بہانہ سے اوپر جا کر اس کو تسلی دو۔ یا اگر ضرورت پیش آئے تو مجھے آ کر جگا دو۔"

میں نے اس بارے میں تعمیل احکام کا وعدہ کیا۔ اور اس کے بعد اس خیال سے شاگرد پیشہ میں چلا گیا کہ خادماؤں سے کہہ کر وہ کمرہ صاف کراؤں جس میں رات

کے وقت مجھے سونا تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ وہ کمرہ عرصہ دراز سے غیر مستعمل پڑا ہے ایک عرصہ سے کوئی شخص اس میں نہیں سویا۔ اس لئے جو پلنگ اس میں رکھا تھا اس میں پردہ وغیرہ لگے ہوئے نہ تھے۔ چونکہ رات زیادہ جا چکی تھی اس لئے اس بارے میں کوئی فوری انتظام بھی غیر ممکن تھا۔ البتہ نوکرانی نے وعدہ کیا کہ کل ہر ایک چیز درست کر دی جائے گی۔ میں نے اس کو بتایا کہ مجھے ان آسائشوں کی چنداں پرواہ نہیں ہے اور میں بغیر پردوں کے ہی ایک رات بسر کر لوں گا۔ اتنے میں گھنٹی کی آواز سنائی دی جس سے معلوم ہوا کہ ڈیوک اپنے کمرہ میں سونے کے لئے چلے گئے۔ پس میں بھی ضروری خدمات انجام دینے اس طرف گیا۔ لیکن وہاں جا کر دیکھا تو تھیوبالڈ کے چہرہ پر وہی گہری مایوسی اور افسردگی کی جھلک اب تک موجود تھی۔ اور اس کی بے حسی درجہ انتہا کو پہنچی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے اس بارے میں کچھ گفت گو شروع کی کہ انسان کو چاہیئے مصیبت میں استقلال کو ہاتھ سے نہ دے۔ اور خدا کی طرف سے جو آفات ہم پر نازل ہوں ان کو خوشی سے برداشت کرے۔ ڈیوک نے ہرچند میری باتیں سُنیں تاہم اس کی سرد مہری میں بالکل فرق نہ آیا اور میں اس رنجیدہ نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہو گیا کہ جو اثر میں نے اپنی باتوں سے چند گھنٹے پیشتر اس کے دل میں پیدا کیا تھا وہ اب بالکل زائل ہو چکا ہے۔ اس کا لہجہ عنایت آمیز اور دوستانہ تھا اور میں جب تک اس کے پاس کمرہ کے اندر رہا اس نے کوئی ادنیٰ کام جیسا نوکر عموماً کیا کرتے ہیں مجھے کرنے کے لئے بھی نہیں کہا۔ تاہم میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کی افسردگی اور مایوسی پہلے سے کم نہیں بلکہ اور زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ آخر کار جب کپڑے اُتروانے کا عمل ختم ہوا تو اس نے ایک ڈریسنگ گون پہن لی اور کہا۔

"جوزف۔ میں آرام کرنے سے پیشتر تھوڑی دیر یوجنی کی بعض چٹھیوں کو پھر ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں سو جاؤں گا۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی تھوڑی دیر یہیں آپ کے کمرہ میں حاضر رہنا چاہتا ہوں۔" میں نے اس پر کہا۔ "جب آپ سونے لگیں گے تو میں رخصت ہو جاؤں گا۔"

"نہیں۔" ڈیوک نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا۔ "اس کی ضرورت نہیں۔ علاوہ بریں میں تھوڑا عرصہ تنہا رہنا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ یوجینی کی ان چٹھیوں کو پڑھتے ہوئے اپنا دھیان اس پر جمائے رکھوں اور اس طرح ہماری روحیں پھر ایکبار آپس میں ملیں۔ لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ میں اس کمرہ میں تنہا بیٹھ کر ان خطوں کو دیکھوں۔ اس لئے میرے عزیز دوست تم جا کے آرام کرو۔ ممکن ہے صبح کو جس وقت تم آؤ تو ..."

وہ کہتا کہتا رک گیا اور میں نے اپنے طور پر فقرہ مکمّل کرتے ہوئے کہا "خدا کرے کہ میں جس وقت صبح کو یہاں آؤں تو آپ وہ صبر و سکون حاصل کر چکے ہوں جس کی فی الحال آپ کو ضرورت ہے۔ میری دعا ہے کہ خدا آپ کو ان مصیبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی ہمّت دے۔"

اس نے رخصتی مصافحہ کیا جس کے بعد میں وہاں سے آ گیا۔ سیڑھیوں سے اتر رہا تھا تو مارشل نے اشارہ سے مجھے اپنے کمرہ میں بلایا جو اسی منزل پر واقع تھا جس میں رات کو مجھے سونا تھا۔

"کیوں تم نے دیکھا تھو بالڈ کا حال اب کیسا ہے؟" اس نے بے تابانہ پوچھا۔

"موسیو لا کونٹ۔" میں نے جواب دیا۔ "میں نہیں جانتا اس بارے میں کیا عرض کروں۔ موسیو لا ڈیوک کے چہرہ پر گہری مایوسی اور افسردگی کی ایسی جھلک موجود ہے جسے میں نظر تشویش سے دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ زار زار رونے لگتے تو ان کے دل کا جوش اس ذریعہ سے خارج ہو جاتا۔ اور یہ حالت ان کی موجودہ حالت کے مقابلہ

میں یقیناً قابل ترجیح ہوتی یا اس سے بھی زیادہ مبارک یہ بات ہوتی کہ وہ ایک سچے عیسائی کی طرح ہر قسم کی مصیبتوں کو مردانہ وار برداشت کرتے لیکن یہ دونوں باتیں ان کی حالت میں مفقود ہیں۔"

"جوزف میں سخت حیران ہوں کہ ہمیں اس موقعہ پر کیا کرنا چاہیئے" مارشل نے سوچ سوچ کر کہا۔ "اگر میں نے اس بات پر اصرار کیا کہ کوئی آدمی ہر وقت اس کے پاس رہے تو اس سے ثابت ہوگا کہ ہمارے دلوں میں کئی طرح کے اندیشے جاگزیں ہیں اور اس سے ممکن ہے ڈیوک کی حالت میں اصلاح کی بجائے کوئی نئی خرابی پیدا ہو۔ پس بہتر وہی ہوگا جیسا میں نے پیشتر صلاح دی تھی کہ تم غائبانہ اس کی نقل و حرکت کا خیال رکھو مجھے امید ہے کہ یہ حالت رفتہ رفتہ گذر جائے گی۔ اور غریب لڑکا کسی ایسے مجنونانہ فعل کا مرتکب نہ ہوگا جس کا ہمیں اندیشہ ہے۔"

مارشل سے رخصت ہو کر میں اپنے کمرہ میں گیا اور بیٹھ کر سننے لگا۔ قریباً ایک گھنٹہ اوپر کی چھت پر نوجوان ڈیوک کے ادھر اُدھر پھرنے کی آواز سنائی دیتی رہی اس کے بعد آواز آنی بند ہوگئی۔ اس وقت میں دبے پاؤں زینہ پر چڑھا۔ اور دروازہ کے ساتھ کان لگا کر سننے لگا۔ شروع میں اتنی گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ مجھے بے اختیار سردی کا احساس ہونے لگا۔ لیکن فوراً ہی مجھے ڈیوک کے آہنگ دار سانس کی آواز سنائی دی اس سے میرے جی کو پھر ایک بار سکون ہوا۔ میں تھوڑا عرصہ دروازہ کے ساتھ لگ کر آوازیں سننے کی کوشش کرتا رہا اور جب اس کے بعد وہاں سے لوٹا تو اس بارے میں پوری طرح مطمئن تھا کہ نوجوان ڈیوک آرام کی نیند سوتا ہے۔ نیچے اُترا تو مارشل اپنے کمرہ کے دروازہ میں کھڑا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس نے میرے پاؤں کی آواز سن لی تھی۔ اور چونکہ وہ خود گہری تشویش میں تھا اس لئے میری زبان سے تازہ حالات سننے کے لئے باہر نکلا تھا۔ میں نے سب حال بیان کر کے اس کا اطمینان کرا دیا اور وہ خوش ہو کر کہنے لگا۔

مجوزف۔ اس کا آرام کے ساتھ سونا بہت مبارک فال ہے اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ صبح تک اس کی حالت میں نمایاں اصلاح ہو جائے گی۔"

میری اپنی دعا یہی تھی۔ تو بھی امر واقعہ ہے کہ اپنے کمرہ میں واپس جا کر میں فوراً ہی سونے کی تیاری نہ کر سکا۔ وہیں پلنگ کے سرے پر بیٹھا میں بڑی دیر تک اوپر کی چھت پر ڈیوک کی نقل و حرکت کی آواز سننے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن جب آدھی رات گذر گئی اور کسی قسم کی آواز سنائی نہ دی، نیز میں نے دیکھا کہ وہ لیمپ جو میرے کمرہ میں جل رہا تھا بجھنے کے قریب ہے تو میں نے بھی کپڑے اتار دیئے۔ اور چارپائی پر لیٹ گیا۔

بڑی دیر تک نیند نہ آئی۔ کئی طرح کے رنجیدہ خیالات دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ لیکن آخر کار بتدریج غنودگی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ خیالات نے الجھی ہوئی صورت اختیار کی۔ ہلکی سی دھند آنکھوں کے سامنے چھانے لگی۔ اور اس کے بعد میں سو گیا۔ یاد نہیں کب تک اس حالت میں سویا رہا۔ بہر حال جب آنکھ کھلی تو کمرہ میں گھُپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ سوچنے لگا کیوں میری آنکھ پیش از وقت کھل گئی، نہ کوئی ہیبت ناک خواب نظر آیا تھا اور نہ جہاں تک یاد تھا کوئی غیر معمولی آواز ہی سنائی دی تھی۔ چنانچہ اب بھی میں نے کان لگا کر سنا۔ تو گہرا سکوت چاروں طرف چھایا ہوا تھا۔ البتہ رفتہ رفتہ میں نے معلوم کیا کہ میری قمیض کا وہ حصّہ جو اوپر کی طرف تھا، بھیگا اور میری چھاتی کے ساتھ چپکا ہوا ہے۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا بے شک وہ جگہ تر تھی۔ پھر عین اس وقت جب میرا ہاتھ اس مقام پر لگا ہوا تھا کوئی چیز اس طرح ہاتھ کی پشت پر آ کر گری جس طرح پانی کی بوند اونچائی سے گرتی ہے۔ اس سے ایک عجیب طرح کی دہشت میرے دل میں پیدا ہونی شروع ہوئی۔ سردی کی تیز لہر بدن میں پھر گئی۔ اور قریباً ایک لمحہ کے عرصہ تک میں بے حرکت اسی حالت میں لیٹا رہا۔ دفعتاً ایک بوند اور میرے ہاتھ پر آ کر گری جو اب اس طرح بے حس تھا گویا اس پر فالج گر چکا ہو۔ رات کے اندھیرے میں اس

پُراسرار واقعہ نے اتنا گہرا خوف مجھ پر طاری کیا کہ میں بمشکل اس چیخ کو ضبط کر سکا، جو میرے منہ سے نکلا چاہتی تھی۔ بڑی جرأت کر کے میں نے دوسرے ہاتھ سے داہنے ہاتھ کو چھوا بے شک وہ گیلا تھا۔ لیکن پانی سے نہیں، کسی گاڑھی اور چپچپی چیز سے! میں عالمِ وحشت میں بے تابانہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور اس کے بعد حالتِ اضطراب میں دیا سلائی تلاش کرنے لگا بڑی دقت سے اس کی ڈبیہ ملی۔ اور جب آخر کار میں نے دیا سلائی جلا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ میری قمیض اور داہنا ہاتھ دونوں خون سے تر ہیں۔ دوسری تیلی جلا کے اوپر کی طرف نظر ڈالی تو عین میری چارپائی کے اوپر چھت کے وسط میں ایک چوڑا سیاہی مائل نشان دکھائی دیا جس سے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک بوند ٹپ سے نیچے گرتی تھی۔ اس سے ان بدترین اندیشوں کی فوراً تصدیق ہو گئی جو مبہم اور غیر واضح صورت میں دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ دیوانہ وار اپنے کمرہ سے نکل کر میں اس کمرہ کی طرف دوڑا جس میں مارشل پڑا سوتا تھا۔ یاد نہیں حالتِ جوش میں کیا الفاظ منہ سے نکلے۔ بہر حال وہ دہشت اور سراسیمگی کا مجموعہ تھے اور ان سے بڈھے فوجی سردار کو اس بات کا علم ہو گیا کہ کوئی سانحۂ عظیم پیش آیا ہے۔

ایک لالٹین مارشل کے کمرہ میں جل رہی تھی۔ اسے ہاتھ میں لے کر ہم دونوں آگے پیچھے بے تحاشہ سیڑھیوں پر چڑھنے لگے۔ ڈیوک کے کمرہ کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ مگر میں نے اس زور سے ٹکر ماری کہ وہ فوراً کھل گیا۔ اس وقت جو نظارہ اس کمرہ میں دکھائی دیا... اُف راحم خدا! میں نہیں جانتا اس کا حال کن لفظوں میں بیان کروں۔ بڈھے مارشل کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکلی اور میں خود بھی اس چیخ کو جو عالمِ بے اختیاری میں میرے منہ سے نکلا چاہتی تھی بمشکل ضبط کر سکا۔ معلوم ہوا کہ بدنصیب تھیوبالڈ نے اپنی زندگی کا اپنے ہاتھوں خاتمہ کر لیا۔ اس کا گلا حقیقی معنوں میں ایک کان سے دوسرے کان تک کٹا ہوا تھا اور اس کی سرد لاش فرش زمین پر پڑی تھی۔ چنانچہ وہ اسی کا خون تھا

جو کمرہ کے چوبی فرش پر بہتا ہوا درزوں کی راہ سے نچلے کمرہ میں میری چھاتی اور ہاتھ پر گرا تھا۔ اسی وقت سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔ کچھ آدمی ڈاکٹروں کو بلانے کے لئے دوڑے لیکن ان کی آمد بے سود تھی کیونکہ ڈیوک کا جسم بالکل ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

چند دن کے عرصہ قلیل میں جو سانحاتِ عظیم خاندان پالن کو پیش آئے تھے۔ یہ ان سب سے زیادہ افسوسناک اور جگر پاش تھا۔ بے چارہ تھیوبالڈ! کس طرح وہ عین عالمِ شباب میں بارِ مصائب سے کچل کر اپنے ہاتھوں جان ضائع کر گیا۔ مگر میں نہیں چاہتا کہ اس رنجدہ واقعہ کی دردناک تفصیلات بیان کروں۔ اس لئے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیئے کہ پندرہ دن کا عرصہ اس سانحہ جگر پاش کے بعد گذر گیا۔ اس عرصہ میں نوجوان ڈیوک کی لاش سپردِ خاک کر دی گئی۔ بدنصیب مارشل بھی جس کے شانے حال کی آفتوں کے بوجھ سے حقیقی معنوں میں جھک گئے تھے اور جو چند ہی دنوں میں کئی سال کا بڈھا ہو گیا تھا اپنے دیہاتی مکان کو رخصت ہو گیا اور میں پھر ایک بار بیکار رہ گیا۔ اس میں شک نہیں مارشل نے مجھے اپنی ملازمت میں لینے کی بہت خواہش کی تھی مگر اب میں نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ میرے لئے یہ بات ناقابلِ برداشت تھی کہ ہر وقت اس آدمی کے پاس موجود رہوں جس کی نگاہ اور الفاظ سے ہر لحظہ ایک خوفناک تباہی کی یاد تازہ ہونا لازم تھا۔ جس کا بدنصیبی سے مجھے عینی شاہد بننا پڑا۔ پس میں نے دوسرے نوکروں کو سلام کیا اور خاندانِ پالن کے عالی شان مکان سے رخصت ہو گیا۔ ضمناً یہ بیان کرنا شاید بے جا نہ ہو گا کہ ڈیوک کا مغرور خطاب اب ایک خوردسال بچہ کے حصہ میں آیا تھا جو خدا جانے کب اور کس زمانہ میں اس کی شان کو سمجھنے کے قابل ہو گا۔

محل سے رخصت ہو کر میں ایک کرایہ کے مکان میں رہنے لگا۔ اور چونکہ واقعاتِ حال نے میرے دل کو سخت پریشان کر دیا تھا اس لئے فوراً ہی تلاشِ روزگار کی کوشش نہ کی۔ فی الحقیقت اتنا بھاری ذہنی صدمہ ان واقعات سے مجھے پہنچا تھا کہ میں ایک ڈاکٹر سے مشورہ

کرنے پر مجبور ہوا۔ جس نے مجھے صلاح دی کہ تم تھوڑے عرصہ کے لئے پیرس سے باہر چلے جاؤ۔ یا زیادہ بہتر ہو کہ ہمیشہ کے لئے اس شہر کو خیرباد کہو۔ میرے پاس کم و بیش ساٹھ پونڈ نقد تھے جس میں سے کچھ تو میری تنخواہ کی بچت اور کچھ اس زرِ امداد کا حصّہ تھا جو غم نصیب مارشل نے مجھے رخصت کرتے وقت دیا۔ پہلے مجھے خیال آیا کہ انگلستان واپس چلوں لیکن پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ سر میتھیو ہیسلیٹن نے جو شرط عائد کی تھی، اس کے مطابق میرا وقت مقررہ سے پہلے واپس جانا غیر مناسب ہوگا۔ پس میں نے ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کر کے پیرس کو الوداع کہی اور بلجیئم کا سفر اختیار کر کے برسلز پہنچا قریب ڈیڑھ مہینہ اس شہر میں قیام کر کے میں نے اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے کی کوشش کرتے ہوئے اخراجات میں انتہائی کفایت شعاری سے کام لیا۔ ورزش کرنی شروع کی۔ دل کو اِدھر اُدھر باتوں کی طرف لگایا۔ گو اس کے باوجود عملی طور پر یہ کام اتنا سہل ثابت نہ ہوا جتنا سمجھا جا سکتا ہے۔ اس دہشت ناک زمانہ کے اثرات گہرے اور طبیعت پر اس درجہ غالب آ چکے تھے کہ میں بارہا راتوں کو چونک چونک کر اُٹھتا۔ بسا اوقات قاتل ڈیوک، مقتول ڈچس اور بدنصیب تھیوبالڈ کی لاشیں نظروں کے سامنے سے گذر جاتیں۔ راتوں کو بھیانک خواب دکھائی دیتے اور میں جب چیخ مار کر اُٹھتا تو پیشانی عرق آلود ہوتی تھی۔ لیکن اس دنیا کی ہر ایک چیز کی طرح یہ اثرات بھی رفتہ رفتہ زائل ہونے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ کوئی نئی ملازمت تلاش کر کے منظر کی تبدیلی کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اب میری آرزو کسی لیپٹے، مرد تنہا یا کنبہ دار کی ملازمت کرنے کی تھی جو سیر و سیاحت کا شائق ہو۔ کیونکہ میں چاہتا تھا کہ اینیل کے مخطوط الحواس نانا کی ہدایات کے مطابق جہاں تک ممکن ہو بلادِ یورپ کا سفر کروں۔ اس سے شرط بھی پوری ہو جائیگی اور دل بھی بہلا رہے گا۔ چونکہ وسط اکتوبر کے ایام تھے۔ اور موسم سرما خزاں پر غالب

آنے لگا تھا اس لئے میرا خیال تھا کہ ضرور کوئی ایسا شخص مل جانے گا جو اٹلی یا فرانس کے اضلاع جنوب کا عزم سفر رکھتا ہو اور میں اس کے ساتھ اس کے خرچ پر سیر و سیاحت کر سکوں۔ اس مطلب کے لئے میں بڑے بڑے ہوٹلوں کے دربانوں سے جا کر ملا کیونکہ ان کی زبانی کافی معلومات حاصل ہونے کی امید تھی۔ چنانچہ مجھے بتایا گیا کہ فلاں ہوٹل جس میں انگریز سیاح ٹھہرتے ہیں اس میں تلاش کرنے سے غالباً اس قسم کی ملازمت مل جائے گی۔ آخر ایک دن گیارہ بجے کے عمل پر میں اس ہوٹل میں گیا۔ اور دربان سے مل کر ذکر چھیڑا۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک صاحب کپتان ریمنڈ انگلستان کے رہنے والے ہیں جو اس ہوٹل میں مقیم ہیں اور ان کا ارادہ آنے والی سردیاں اٹلی میں گذارنے کا ہے اور ان کو ایک نوکر کی تلاش ہے اس لئے امید ہے وہاں کام بن جائے۔

ان حالات سے جو مجھے بتائے گئے یہ بھی معلوم ہوا کہ کپتان ایک مرد خوش اوقات ہے اور اس کی شاہ خرچی سے پایا جاتا ہے کہ دولت مند بھی خوب ہے اس وقت وہ دو تین دوستوں کے ساتھ ناشتہ پر بیٹھا تھا۔ مگر اس نے دربان کو ہدایت کر رکھی تھی کہ اگر کوئی شخص ملازمت تلاش کرنے کے لئے آئے تو اس کو میرے پاس بھیج دیا جائے۔ میری درخواست پر دربان نے ہوٹل کے ایک ویٹر کو طلب کیا جو مجھے اوپر کی منزل پر لے گیا۔ اس جگہ مجھے باہر کھڑا کر کے وہ خود اطلاع کرنے اندر گیا مگر اس عرصہ میں کہ میں باہر کھڑا انتظار کر رہا تھا۔ ہنسی قہقہہ کی پر جوش آوازیں اس کمرہ سے آتی سنائی دیں جس میں ویٹر گیا تھا۔

فوراً ہی باہر آ کر اس نے مجھے اندر چلنے کو کہا۔ میں نے تعمیل کی اور اندر جا کے دیکھا کہ چار مرد شریف ایک چوڑی میز کے گرد بیٹھے ہیں جس پر شامپین کی متعدد بوتلیں اور نفیس کھانے چنے ہیں۔ ہر چند ناشتہ کا وقت تھا تاہم میں نے دیکھا کہ چائے یا قہوہ

کے مقابلہ میں شراب کی مانگ بہت تھی۔ میرے لئے ان شخصوں میں کپتان ریمنڈ کو پہچاننا بہت مشکل نہ ہوا۔ کیونکہ وہ ڈریسنگ گون اور سلیپر پہنے بیٹھا تھا۔ حالانکہ باقی تینوں آدمی سوٹوں میں ملبوس تھے۔

کپتان قریباً ۳۵ سال عمر کا لمبا تڑنگا جوان تھا۔ سر کے بال کالے اور مونچھیں گھنی اور چمکیلی تھیں۔ اس کے ساتھی کم سن نوجوان تھے۔ جو بڑھیا لباس پہنے ہوئے اور شکل وصورت سے خوش عیش دکھائی دیتے تھے۔ مخفی نہ رہے کہ میزبان اور تینوں مہمان سب کے سب انگریز تھے۔

"ہاں تو یار ہارکٹ" کپتان ریمنڈ نے میرے داخل ہونے کے بعد کہا" وہ کیا ذکر تھا جو بیچ میں رہ گیا۔ شاید تم کہہ رہے تھے کہ میں پچاس پونڈ کی شرط لگاتا ہوں کہ ہم یہ ایک درجن بوتلیں خالی کر سکیں گے"۔

"ہاں یہ میری شرط ہے اور میں اب بھی اس پر قائم ہوں" شخص مذکور نے نوٹوں سے بھری ہوئی ایک پاکٹ بک میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"اے بھئی ریمنڈ۔ میں تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ ہارکٹ سے شرط نہ باندھنا ورنہ ضرور ہار جاؤ گے" مہمانوں میں سے ایک اور نے ہنستے ہوئے کہا" وہ ہمیشہ جیتا کرتا ہے۔ ابھی کل کا ذکر ہے کہ ہم دونوں میں اس رجمنٹ کے ڈرم میجر کی اونچائی کے متعلق جسے ہم نے کوچ کرتے دیکھا تھا، سو سو پونڈ کی شرط لگی تھی لیکن میں ہار گیا۔ یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرط لگانے سے پہلے اپنے ہاتھ سے اس کو ناپ آیا تھا"۔

"فضول! بالکل فضول!" مسٹر ہارکٹ نے کہا" بھلا ویلرز تم کیسی بہکی باتیں کرتے ہو... مگر ریمنڈ یہ نوجوان آیا کھڑا ہے ذرا اس کا بھی خیال کرو"۔

"اوہ! آہ!" کپتان نے لاپروائی سے کہا۔ پھر شامپین کا ایک گلاس ختم کرکے آہستگی سے میری طرف دیکھا اور پوچھا" تمہارا نام کیا ہے؟"

"اماں ٹھہرو"۔ مسٹر ہارکٹ نے جلدی سے کہا۔ "میں بیس پونڈ کی شرط لگاتا ہوں کہ اس نوجوان کا پہلا نام جان، جیمز یا ٹامس ان تینوں میں سے ایک ہے کیونکہ نوکروں کے عموماً یہی نام ہوتے ہیں۔"

"چلو منظور"۔ حاضرین میں سے اس شخص نے جواب تک خاموش تھا کہا۔ "میں ہارکٹ سے شرط لگاتا ہوں۔"

"اب بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟" کپتان ریمنڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"ٹھہرو۔ پورے نام کی شرط نہیں"۔ ہارکٹ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "فقط پہلا نام بتانا۔ دوسرے کا فیصلہ پیچھے کیا جائے گا۔"

"میرے نام کا پہلا لفظ جوزف ہے"۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"لو صاحب موبرے نے بازی جیت لی"۔ کپتان ریمنڈ نے کہا۔

"اس طرح دوست دلیرز۔ تم دیکھ سکتے ہو"۔ ہارکٹ نے اس نام کے مہمان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میں کبھی کبھی ہار بھی جاتا ہوں۔" اور اس نے بازی کا روپیہ بڑی لاپروائی سے اسی وقت ادا کر دیا۔ پھر اس کے بعد "خیر معلوم ہو گیا کہ اس نوجوان کا پہلا نام جوزف ہے اور یہ میرے خیال میں اس لحاظ سے اچھا ہے کہ ہم اُسے بہ آسانی جو کہہ کر بلا سکتے ہیں لیکن ابھی اس کے آخری نام کا سوال باقی ہے۔ میری رائے میں جوزف نام کے ساتھ دوسرا نام براؤن، ٹامسن، رابنسن، نوکسن، سمتھ یا جنکنز چھ ناموں میں سے کوئی ایک ہو گا۔ منظور کرو تو میں پانچ اور دو کی شرط اس پر بھی لگانے کو تیار رہوں۔"

"منظور ہے"۔ موبرے نے کہا۔

"اچھا اب بتاؤ تمہارا دوسرا نام کیا ہے؟" کپتان ریمنڈ نے مجھ سے پوچھا

"ولمٹ"۔ میں نے جواب دیا۔

"ہارکٹ پھر ہارا" باقیوں نے یک زبان ہو کر کہا اور شرط کا روپیہ پھر ایک بار ادا کر دیا گیا۔

اس کے بعد حاضرین شراب نوشی میں مشغول ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر سکوت رہا آخر کار کپتان ریمنڈ نے مجھ سے پوچھا" حال میں تم کس شخص کے ہاں ملازمت کیا کرتے تھے؟"

میرے چہرہ پر بے اختیار رنج و غم کا بادل چھا گیا۔ یہ حالت دیکھ کر مسٹر ہارکٹ نے جلدی سے کہا" میں پانچ اور ایک کی شرط لگاتا ہوں کہ اس بے چارے کو اس کی تنخواہ ادا نہیں کی گئی"

"صاحب۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ اس مذاق کو چھوڑیئے" میں نے تنگ آ کر کہا

"ٹھہرو۔ میں پانچ اور دو کی شرط لگاتا ہوں کہ جس شخص کے ہاں اس نوجوان نے آخری ملازمت کی ضرور اس کو پھانسی کی سزا دی گئی تھی"

"منظور" مسٹر ولیرز نے جلدی سے کہا۔ اور پھر ایک بار پاکٹ بکیں نکال کر رکھ دی گئیں۔

"مگر ٹھہرو۔ اس میں ایک ضمنی شرط اور ہے" ہارکٹ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا "ممکن ہے اسے گلوٹین[1] کیا گیا ہو"

"اس صورت میں بنائے شرط یہ ہونی چاہیئے کہ اس شخص کو سزائے موت دی گئی تھی" ولیرز نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

"صاحبو" میں نے اب سخت پریشان ہو کر کہا" میں اس دل لگی کو برداشت نہیں

---

[1] اس آلۂ قتل کا نام ہے جس کے ذریعہ سے ملک فرانس میں ان مجرموں کا سر قلم کرتے ہیں جن کے لئے سزائے موت تجویز ہو چکی ہو۔ (مترجم)

کر سکتا۔ اس لئے معافی دیجیے کہ فی الحال رخصت ہو جاؤں۔ پھر کسی موقعہ پر جب کپتان ریمنڈ تنہا ہوں گے تو آجاؤں گا۔"

"اماں ٹھہرو۔ ایسی بھی کیا جلدی ہے۔" کپتان نے مسکراتے ہوئے کہا "کیا تم نے نہیں سُنا کہ آج کا کام کل پر کبھی نہ چھوڑنا چاہیئے۔ تمہاری شکل و صورت اچھی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ ہمارا معاملہ بسہولت طے ہو جائے گا۔ یہ صاحب میرے دوست ہیں۔ ان کو چھیڑ چھاڑ کی عادت ہے ذرا دل لگی کر لینے دو۔ عنقریب ہم معاملہ کی گفتگو کریں گے۔"

"سوال زیر بحث کے متعلق میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں میں ڈیوک ڈی پالن کے ہاں ملازم تھا جو پیرس میں رہا کرتے تھے۔" میں نے کہا۔

"ڈیوک ڈی پالن!" ہارکرٹ نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "تچ! تچ! تچ! جیت کے اتنا قریب ہوتے ہوئے ہارنا۔ کسی قدر باعث رنج ہے۔ اگر وہ چند دن اور زندہ رہتا تو یقیناً اس کو گلوٹین کیا جاتا اور اس صورت میں میری جیت لازمی ہوتی۔"

"بس! بس! اس ذکر کو جانے دو۔" کپتان ریمنڈ نے جلدی سے کہا۔ "مضمون اس قسم کا ہے جو اس نوجوان کے لئے خوشگوار نہیں ہو سکتا۔ لیکن اصل معاملہ کی طرف آتے ہوئے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تمہارے پاس آخری ملازمت کی کوئی سند موجود ہے؟"

"جی ہاں۔ ڈیوک آنجہانی کے داروغہ کی لکھ کر دی ہوئی۔" اور یہ کہہ کر میں نے سند پیش کی۔

مگر ہارکرٹ نے جلدی سے یہ کاغذ کپتان ریمنڈ کے ہاتھ سے لے لیا اور اسے میز پر اُلٹا رکھتے ہوئے کہنے لگا "میں دس پونڈ کی شرط لگاتا ہوں کہ اس میں پانچ لفظ

ایسے ہیں جن میں ہجے کی غلطی ہے"؟

"چلو میں یہ شرط بھی منظور کرتا ہوں"! مسٹر موبرے نے کہا جس کے بعد کاغذ کو پھر ایک بار سیدھا کر کے سب لوگ اس کے مضمون کو پڑھنے لگے۔ لیکن مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ مسٹر ہارکٹ کو اب کی بار بھی ہار نصیب ہوگی۔ کیونکہ اس سند میں ہجے کی غلطی ایک بھی نہ تھی۔ اس کے باوجود بڑی دیر تک یہ بحث جاری رہی کہ فلاں حرف "ای" ہے یا "آئی"۔ یا "جی" ہے یا "دآئی"۔ بہرحال آخری فیصلہ مسٹر ہارکٹ کے خلاف ہوا۔ گو بیس منٹ اس جھگڑے میں اور ضائع ہو گئے۔

"اچھا تو سنو"، کپتان ریمنڈ نے آخر کار میری طرف مڑ کر کہنا شروع کیا" میں عنقریب ملک اطالیہ کا سفر کرنا چاہتا ہوں..."

"ٹھہرو" ہارکٹ نے پھر ایکبار قطع کلام کرتے ہوئے کہا" میں پچاس پونڈ کی شرط لگاتا ہوں کہ ریمنڈ کسی دولت مند عورت کی تلاش کرنے چلا ہے تاکہ وہ اس سے شادی کر سکے"؟

"مگر اس کا فیصلہ کون کرے"؟ مسٹر ڈیلرز نے اعتراض کیا" صحیح حال خود ریمنڈ کو معلوم ہے اور اس کو اختیار ہے کہ وہ اس سوال کا جواب اثبات میں دے یا نفی میں"؟

"اچھا تو میں اس شرط کو ایک نئی صورت میں پیش کرتا ہوں"! ہارکٹ نے جو شرطیں لگانے کا بہت شائق معلوم ہوتا تھا اس پر کہا" یعنی میں شرط لگاتا ہوں کہ ریمنڈ آتی گرمیوں تک وہاں سے شادی کر کے لوٹے گا"؟

"منظور ہے"، ڈیلرز نے جواب دیا۔ لیکن چونکہ یہ شرط ایسی تھی جس کا فیصلہ اسی وقت کرنا محال تھا اس لئے اسے دونوں صاحبوں نے اپنی نوٹ بکوں میں درج کر لیا۔

"خیر تو جیسا میں نے بیان کیا تھا"! کپتان نے پھر ایک بار سلسلہ تقریر شروع کرتے کرتے ہوئے کہا" میں اٹلی کو جانا چاہتا ہوں اور مجھے اپنے ساتھ ایک نوکر کی ضرورت

ہے جسے وردی پہننے کی حاجت نہ ہوگی اور جس کو کام بھی بہت زیادہ نہ کرنا پڑے گا ...“

”میں دس پونڈ کی شرط لگاتا ہوں“ مسٹر ہارکٹ نے کہا ”کہ یہ نوجوان برملا کہہ دیگا کہ میں کچھ بھی کرنا نہیں چاہتا“ لیکن چونکہ اس شرط میں کسی اور آدمی نے حصّہ نہ لیا اس لئے کپتان ریمنڈ نے فقرہ معترضہ کو نظرانداز کرکے سلسلہ تقریر جاری رکھا۔

”میرا ارادہ پرسوں اس جگہ سے روانہ ہونے کا ہے اور ہم سردیوں کے دن اٹلی میں گذاریں گے“ اس کے بعد اس نے تنخواہ وغیرہ بیان کی اور چند امور متعلقہ کا ذکر کرنے کے بعد مجھ سے پوچھا ”اب بتاؤ تمہارا ارادہ کام شروع کرنے کا ہے یا نہیں؟“

”ٹھہرو“ مسٹر ہارکٹ نے پھر ایک بار روکا ”ایک چھوٹی سی شرط اور ہے۔ سامنے ایک مکھی آئینہ پر بیٹھی نظر آتی ہے اور میں بیس پونڈ کی شرط لگاتا ہوں کہ میں اسے رومال کے پہلے ہی وار سے ہلاک کردوں گا“

اس شرط کو مسٹر ویبرز نے منظور کیا۔ اور مسٹر ہارکٹ نے اپنا رومال گول مول کرکے آئینہ کی طرف پھینکا لیکن بدقسمتی سے جس وقت وہ اپنے رومال کو لپیٹ رہا تھا تو میز پر رکھے ہوئے چاندی کے کانٹے کی نوک کسی طرح اس میں اٹک گئی اور رومال کے ساتھ کانٹا بھی شیشہ کے وسط میں جا لگا جس سے آئینہ ٹوٹ گیا۔ اور اس میں تارے کی شکل کا ایک چوڑا نشان پیدا ہوگیا۔ اس پر سب لوگ قہقہہ مار کے ہنسنے لگے جس میں مسٹر ہارکٹ نے بھی حصّہ لیا۔ بلکہ اس نے ایک اور شرط اس مضمون کی پیش کی کہ میں ایک اور وار سے اس شیشہ کو بھی جو کمرہ کے دوسرے حصّہ پر رکھا ہوا تھا اسی طرح وسطی مقام پر توڑ کر دکھا سکتا ہوں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے شیشہ کے ٹوٹنے کی آواز ہوٹل کے نوکر کے کانوں تک بھی پہنچ گئی تھی کیونکہ وہ دوڑا ہوا آیا۔ اس کی مضحکہ خیز صورت دیکھ کر مسٹر ہارکٹ کو اتنی ہنسی آئی کہ اس کے پیٹ میں بل پڑ پڑ جاتے تھے۔ آخرکار نوکر کو ہوٹل کے مالک سے یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا گیا کہ ٹوٹے ہوئے شیشہ کی کیا قیمت ہے۔ اور اس عرصہ میں مجھے

اس سوال پر غور کرنے کا موقعہ مل گیا کہ آیا مجھے کپتان ریمنڈ کی ملازمت منظور کرلینی چاہیے یا نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جو حالات میں نے اس جگہ آکر دیکھے وہ میرے حسب منشا نہ تھے تاہم میں نے سوچا کہ اگر کپتان ریمنڈ فضول خرچ ہے تو مجھے کیا؟ اس کے ساتھ رہ کر اگر مجھے دنیا دیکھنے کا موقعہ مل گیا تو کافی ہے۔ پس میں نے اس کے سوال کا بصورت اثبات جواب دیا اور وعدہ کیا کہ کل قبل دوپہر اس جگہ ہوٹل میں اس کے پاس آجاؤں گا۔

وقت مقررہ پر میں اس جگہ جا پہنچا اور اس کے دوسرے دن صبح کو ہم اٹلی کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ کے حالات بیان کرنا چونکہ غیر ضروری ہے۔ پس میں ناظرین سے درخواست کرتا ہوں، وہ سمجھ لیں کہ ہم لوگ سفر کرتے ہوئے اٹلی کی حدود کے پاس پہنچ گئے۔

چوتھی جلد کا تیسرا حصہ ختم ہوا

گردشِ آفاق

چوتھی جلد

چوتھا حصّہ

باب ۸۸

دیہاتی سرائے

پیشتر لکھا جاچکا ہے کہ میرا نیا آقا کپتان ریمنڈ کم و بیش ۳۵ سال عمر کا لمبا تڑنگا جوان تھا اور اس کی آنکھوں اور سر کے بالوں کی رنگت سیاہ تھی۔ بعد ازاں اس کے پاس رہتے ہوئے جو حالات معلوم ہوئے ان سے پایا گیا کہ اس کا تعلق انگلستان کے ایک بہت قدیم (متمول) خاندان سے ہے۔ کسی زمانہ میں وہ گارد فوج کا کپتان تھا لیکن اس کے بعد جب اس کو بہت سی دولت ورثہ میں مل گئی تو اس نے اپنا عہدہ فروخت کر دیا۔ اور اب اس کے نام کے ساتھ کپتان کا لفظ محض رسمی طریق پر استعمال ہوتا تھا۔ طبعاً وہ خاموشی پسند اور قدرے مغرور تھا۔ گو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے مزاج میں بے جا سختی یا رکھاوٹ پائی جاتی تھی۔ اس کے برعکس اس کے انداز شریفانہ اور سلوک عنایت آمیز تھا۔ کم از کم مجھ سے وہ ہمیشہ اخلاق و مروّت کا برتاؤ کیا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے عادات سے بہتر واقف ہونے پر یہ بھی مجھے معلوم ہوا کہ وہ فطرتاً مسرف یا اوباش نہیں۔ البتہ اوقاتِ بعید میں جب دوست اکٹھے ہو جائیں اور وہ دوست بھی خصوصیت کے ساتھ اس کے ہموطن یعنی انگلستان کے رہنے والے ہوں۔ تو پھر ان کی

خاطر اس کو بھی خوش عیشی کے انداز اختیار کرنے پڑ جاتے ہیں۔

خیر تو ہم لوگ سفر کرتے ہوئے سارڈینا سے گذر کر کوہستان ایپی نائنز کے قریب جا پہنچے۔ کیونکہ کپتان کا ارادہ کچھ عرصہ فلارنس میں قیام کرنے کا تھا۔ اچھی طرح یاد ہے کہ ماہ اکتوبر کی ایک سہ پہر کو تین بجے کا عمل تھا کہ ہماری گاڑی ڈچی آف مڈینا کے ایک پُر فضا چھوٹے سے گاؤں میں داخل ہوئی۔ جو عین کوہستان کی خارجی سرحد پر واقع تھا۔ اس جگہ کپتان ریمنڈ کا ارادہ رات بسر کرنے کا تھا اور خیال یہ تھا کہ ہم لوگ اگلی صبح کو کوہستان ایپی نائنز کا سفر شروع کریں گے۔ گاڑی ایک سرائے کے کشادہ صحن میں داخل ہو کر ٹھہر گئی۔ جس کا وجود ایک اس قسم کے چھوٹے سے گاؤں کے لئے واقعی ایک نعمت تھا۔ گو بعد ازاں معلوم ہوا کہ ایک ایسی اچھی سرائے کی موجودگی کی وجہ خاص یہ تھی کہ کثیر التعداد سیاح فلارنس جاتے ہوئے راستہ میں اس جگہ قیام کیا کرتے تھے مگر عین اس وقت جب ہم گاڑی سے اتر رہے تھے ایک اور صاحب جو شکل و صورت سے شریف اور آسودہ حال دکھائی دیتے تھے پاس سے گذرے۔ ایک ہی نظر میں فریقین نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ اور حیرت اور خوشی کی آوازیں ایک ساتھ دونوں کے منہ سے نکلیں۔

"اوہ مائی لارڈ!" کپتان نے حقیقی مسرت کے لہجہ میں کہا۔ "کتنی خوشی اس اتفاقیہ ملاقات سے دل کو حاصل ہوئی ہے!" اور دونوں نے اس طرح ہاتھ ملائے کہ معلوم ہوتا تھا وہ بہت گہرے دوست ہیں۔

"ہمیں یہاں ٹھہرے قریباً دو مہینے ہو گئے!" امیر ذکور نے جواب دیا۔ "وجہ یہ کہ لیڈی رنگ ولڈ کو راستہ میں ایک خطرناک حادثہ پیش آ گیا تھا..."

"حادثہ! کس قسم کا؟" کپتان ریمنڈ نے مضطربانہ پوچھا۔

"ایسا ہی جو سیاحوں کو بالعموم پیش آیا کرتا ہے!" لارڈ رنگ ولڈ نے کیونکہ

جیسا بعد ازاں معلوم ہوا یہی اس شخص کا نام تھا، جواب دیا۔ "یعنی ایک اس طرح کا حادثہ جس کا ذکر ناولوں اور افسانوں میں عموماً آیا کرتا ہے۔ اور جس کی بناء پر قصہ گو کوئی مفید مطلب مضمون حاصل ہو جاتے ہیں۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ راستہ میں ہماری گاڑی اُلٹ گئی۔ ہم تینوں یعنی میں، لیڈی رنگ ولڈ اور ہماری بیٹی آلیویا گاڑی کے اندر بیٹھے تھے۔ میں اور آلیویا تو بچ گئے۔ اور صرف چند خراشیں ہم کو آئیں مگر لیڈی رنگ ولڈ کی ٹانگ پر سخت ضرب آئی۔ اور گوشت اندر سے پھٹ گیا۔ مجبوراً اس کے علاج میں اس وقت تک ٹھہرنا پڑا۔"

"مگر اس ویرانہ میں آپ نے طبی امداد حاصل کرنے کا کیا انتظام کیا؟" کپتان ریمنڈ نے پوچھا۔

"حسن اتفاق سے" لارڈ رنگ ولڈ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ایک اطالوی نوجوان اس سرائے میں مقیم تھا۔ اس کی نسبت معلوم ہوا کہ گو پیشہ ور طبیب نہیں تاہم ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر چکا ہے اس نے بڑی امداد دی۔ یہاں تک کہ وہ جس کام کے لئے جا رہا تھا اس کو چھوڑ کر بیگم صاحبہ کے علاج کی خاطر یہاں پر ٹھہر گیا۔ ایک ہفتہ اس نے لگاتار علاج جاری رکھا۔ اور اس کے بعد قریب ہی کسی گاؤں میں جہاں اس کی جائداد ہے چلا گیا۔ اب وہ ہفتہ میں دو یا تین بار مریضہ کا حال معلوم کرنے آتا ہے۔ اور چونکہ خوش نصیبی سے اس کا علاج کارگر ثابت ہوا یعنی بیگم صاحبہ کی تکلیف روز بروز گھٹتی گئی اس لئے ہمیں کسی دوسرے ڈاکٹر کو بلانے کی حاجت نہیں ہوئی۔"

"میں تو اس کو رحمتِ ایزدی خیال کرتا ہوں کہ ایک ایسا قابل اور ہمدرد آدمی آپ کو اتفاقاً یہاں مل گیا۔" کپتان ریمنڈ نے کہا۔

"حقیقتاً یہ میری خوش نصیبی تھی۔" لارڈ رنگ ولڈ نے تسلیم کیا۔ "کیونکہ حادثہ

کے دوسرے دن مریضہ کو نہایت تیز بخار ہو گیا جس سے مجھے اور آئیو یا کو سخت تشویش ہوئی لیکن خدا کا شکر ہے کہ سینیر ولیٹرا کی امداد سے ... کیونکہ یہی اس شخص کا نام ہے۔ آزمائش کا زمانہ ختم ہوا۔ اور اب ہم لوگ پرسوں فلارنس جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"اتفاق کی بات ہے کہ میں خود بھی وہیں جا رہا ہوں۔" کپتان ریمنڈ نے جواب دیا۔ "دراصل میرا ارادہ صرف آج کی رات اس سرائے میں بسر کرنے کا ہے اور کل صبح روانہ ہو جانے کا تھا۔"

"مگر ایسی بھی کیا جلدی ہے۔" لارڈ رنگ ولڈ نے کہا۔ "ایک دن کے لئے ٹھہر جاؤ پھر ہم اکٹھے سفر کریں گے اور یہ میرے خیال میں اس لئے اور اچھا ہوگا کہ میں نے سنا ہے کوہستان ایپی نائنز میں ڈاکو بہت رہتے ہیں۔"

"میں بخوشی ٹھہر جاؤں گا۔" کپتان ریمنڈ نے جواب دیا۔ "کیونکہ مجھے کچھ ایسی جلدی نہیں ہے۔ میں فقط تفریح کے لئے سیر و سیاحت کر رہا ہوں۔ میرا ارادہ سردیوں کا موسم فلارنس میں بسر کرنے کا تھا لیکن پھر کسی نے بتایا کہ اس جگہ بہت کڑاکے کی سردی پڑتی ہے۔"

"بعض اوقات بے شک۔" لارڈ رنگ ولڈ نے جواب دیا۔ "یعنی جب کبھی سرما کے آغاز میں بارش خوب ہو جائے۔ لیکن اب کی بار چونکہ خزاں کا موسم خوشگوار رہا ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ اب کے سال وہاں بہت زیادہ سردی نہ ہوگی۔ کم از کم میرا ارادہ فی الحال یہی ہے کہ آئندہ چند ماہ فلارنس ہی میں قیام کروں۔"

"تو پھر مجھے کب انکار ہے۔" کپتان ریمنڈ نے کہا۔ "جہاں آپ وہیں میں۔"

"تب آؤ اندر چلیں۔ اس جگہ صحن میں کھڑے ہو کر باتیں کرنے کی کیا حاجت ہے؟" لارڈ رنگ ولڈ نے کہا۔

کپتان ریمنڈ نے مجھے اس بارے میں مختصر ہدایت دے کر رخصت کیا کہ چند لچھے

کمرے دو دن کے لئے کرایہ پر لے لو۔ اور خود لارڈ رنگ ولڈ کے ہمراہ سرائے کے اس حصہ کی طرف چلا گیا جہاں وہ اپنی بیوی اور بیٹی کے ہمراہ مقیم تھا۔ میں جب اس کام سے فارغ ہو چکا تو سرائے کے ایک نوکر نے مجھے اس کمرہ کا راستہ بتایا جہاں نوکر لوگ جمع ہوتے تھے۔ اور اس جگہ پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہ خادم اور کنیز جو لارڈ رنگ ولڈ کے ہمراہ تھے وہیں بیٹھے ہیں۔ جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے وہ دونوں انگلستان کے رہنے والے تھے اور مجھے اس دور افتادہ ملک میں اپنے دو ہم وطنوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ کھانا کھانے کے بعد میں لارڈ رنگ ولڈ کے نوکر کے ہمراہ گاؤں کی طرف ہو لیا۔ جو حقیقتاً پُر فضا تھا۔ ہر چند خزاں کا موسم تھا تاہم پت جھڑ شروع نہ ہوئی تھی اور اکثر درخت اسی طرح ہرے بھرے دکھائی دیتے تھے جس طرح گرمیوں میں ہوتے ہیں۔ گو نومبر کا مہینہ تھا تو بھی سردی بہت کم تھی۔ حتیٰ کہ وہ سرد ہوائیں جو کوہستان ایپی نائنز سے چلتی تھیں موسم کو معتدل اور خوشگوار بنانے میں خاص مدد دیتی تھیں۔

نوکر کی زبانی معلوم ہوا کہ لارڈ اور لیڈی رنگ ولڈ کی دو بیٹیاں ہیں۔ بڑی انگلستان میں بعض رشتہ داروں کے پاس مقیم تھی۔ اور چھوٹی آنریبل مس آلیویا سکولی اپنے والدین کے ہمراہ براعظم یورپ کی سیر و سیاحت کر رہی تھی۔ یہ بھی مجھے معلوم ہوا کہ آلیویا کی عمر قریباً چوبیس سال کی اور وہ ایک بے حد خوبصورت خاتون ہے۔ جس سے یہ سوال میرے دل میں پیدا ہوا کہ کیوں اس وقت تک اس کی شادی نہیں ہوئی ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہی معلوم ہوتی تھی کہ والدین کے پاس اس کے دینے کو بہت کم جہیز ہوگا۔ کیونکہ لارڈ رنگ ولڈ کی آمدنی فقط تین ہزار پونڈ سالانہ تھی۔ جس سے بمشکل گذارہ چلتا تھا۔ بعد ازاں گفتگو کا رُخ لیڈی رنگ ولڈ کے حادثہ کی طرف پھرا۔ جس میں اس طبی امداد کا بھی ذکر آیا جو بینبر ولٹیرانے اسے دی تھی۔ نوکر نے بیان کیا کہ اس شخص کی عمر ستائیس سال کے قریب ہے اور وہ ایک خوش رو منہ لگتا جوان ہے چونکہ اسے باپ کے انتقال پر گذارہ

لاکھ روپیہ ورثہ میں مل گیا تھا اس لئے اس نے طبابت چھوڑ دی۔ اور اب ضلع مڈینا میں قریباً بیس یا تیس میل کے فاصلہ پر وہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہا کرتا تھا۔ جہاں اس کی تھوڑی سی زمین تھی۔ یہ بات کہ وہ ہفتہ میں دو یا تین بار اب بھی مریضہ کو دیکھنے کے لئے آتا ہے مجھے اس سے پیشتر اس گفتگو سے معلوم ہو چکی تھی جو میرے روبرو کپتان ریمنڈ اور لارڈ رنگ ولڈ میں ہوئی تھی۔

"چونکہ سینیر ولیٹرا نے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ ایک پیشہ ور طبیب کی حیثیت میں نہیں دیں" لارڈ رنگ ولڈ کے نوکر نے دوران گفتگو میں مجھ سے کہا "اس لئے اسے زرنقد پیش کرنا نہ داخل توہین ہوتا پس بہتر سمجھا گیا ہے کہ اسے چاندی کے برتنوں کا ایک سیٹ بطور تحفہ نذر کیا جائے۔ اور یہ چیزیں شہر مڈینا سے خاص اسی مطلب کے لئے خریدی جا چکی ہیں"۔

اس روز شام کو مجھے آنریبل مس آبیو یا سیکولی کو دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ اور اس وقت معلوم ہوا کہ جو تعریف لارڈ رنگ ولڈ کے نوکر نے اس کی خوبصورتی کی کی تھی وہ کسی طرح بے جا اور مبالغہ آمیز نہ تھی۔ فی الحقیقت اس کی صورت اینگلوسیکسن حسن کا بہترین اور شاندار نمونہ دکھائی دی۔ ہر چند وہ ڈھلے بدن کی گداز عورت تھی۔ تاہم کیا مجال اس کے اعضاء کے تناسب میں کوئی فرق ظاہر ہو۔ خوشنما سر ہنسراج کی ایسی گردن کے ساتھ ملا ہو۔ اور اس گردن میں دودھیا سپیدی اور ہلکا خم موجود تھا۔ نیچے دونوں شانوں کی ڈھلان دیدہ زیب اور ابھرے ہوئے جوبن دست عاشق کے متلاشی تھے۔ رنگت بے حد سپید مگر رخساروں کے پاس ہلکے گلابی رنگ کی چھینٹیاں۔ سر کے بال ہلکے بھورے رنگ کے لاتعداد حلقوں میں بکھرے ہوئے چہرہ کے اطراف میں اور اس کے دلاویز شانوں پر لہراتے نظر آتے تھے۔ اور گو اس کا چہرہ اس بیضاوی ساخت سے محروم تھا جس کی شعرائے قدیم نے بے حد تعریف کی ہے۔ تاہم اپنی گولائی اور گدازی میں بہت خوبصورت اور بے حد

بیار اتھا۔ اس کے انداز میں راحت انگیز کسل، امیرانہ تجبر اور وقار کے ساتھ آمیز تھا یعنی حلیم اور ملنسار ہوتے ہوئے بھی وہ اس بلند نسبی سے پوری طرح واقف تھی۔ جو اس کو عمائدِ انگلستان کے ایک اونچے خاندان سے ملاتی تھی۔ اس کی موٹی ڈیلی آنکھیں بھی حلیم تھیں۔ صرف چھوٹے بالائی ہونٹ میں اس طرح کا تکبر آمیز خم تھا۔ جیسے اس کے چہرہ کی حلاوت و فیاضی کے منافی سمجھا جاسکتا ہے۔ ہر چند اس کی عمر چوبیس سال کے قریب تھی اور لازمی طور پر اس کو فیشن کے حلقوں میں شریک ہوتے ہوئے چھ سات سال گذر چکے تھے۔ تاہم نہ اس کے چہرہ کی تازگی میں فرق آیا تھا اور نہ مذہب کمروں کی گرم فضا نے اس کی پاکیزہ رنگت پر کوئی مضر اثر اب تک ڈالا تھا۔

اس سے اگلے دن کا ذکر ہے کہ میں صبح کے وقت لارڈ رنگ ول ڈکے نوکر کے ساتھ سرائے کے احاطہ میں کھڑا باتیں کر رہا تھا کہ ایک مرد شریف گھوڑے پر سوار داخل ہوا۔ عمر اس کی ستائیس سال کے قریب تھی۔ درازیٔ قامت چھ فٹ قد تیر کی طرح سیدھا اور اس کا سڈول بدن دیوتا اپالو کی طرح ہر لحاظ سے مکمل تھا۔ سر کے بال پرِ زاغ کی مانند سیاہ اور چمکیلے' قدرتی خم کھا کر اس کے خوشنما سر اور کشادہ پیشانی پر چھائے ہوئے تھے۔ جلد کی رنگت ویسی ہی تھی جیسی باشندگانِ اطالیہ کی ہوتی ہے۔ یعنی اہالیانِ ہسپانیہ کی طرح سانولی نہیں۔ بلکہ ہلکی گندم گوں جس کی تہ میں بے عیب سپیدی شامل ہے۔ چہرہ پر گلمچھے اور چھوٹی چھوٹی مونچھیں جن کے سروں پر ہلکا خم تھا اور جب وہ سرائے کے اس نوکر سے گفتگو کرنے لگا جو اس کا گھوڑا تھامنے آیا تھا تو اس کے گہرے سُرخ ہونٹوں کے اندر چھپے ہوئے اس طرح کے مکمل اور ہموار دانتوں کی دو لڑیاں دکھائی دیں جن پر کسی مہ جبین خاتون کو بجا طور پر ناز ہو سکتا تھا۔ کچھ ایسی خصوصیت اس شخص میں پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں اس کی ذات سے فوراً دلچسپی پیدا ہو جانا قدرتی تھا۔ گہری ذہانت اس کی اونچی اور فراخ پیشانی پر۔ نیز اس کی نیلی

چمکدار آنکھوں میں موجود تھی۔ چہرہ کی ساخت ویسی ہی جس کی تعریف قدیم یونانی شاعروں نے کی ہے۔ ناک لمبی اور سیدھی اور چہرہ کی بناوٹ بیضوی۔ یعنی جو کمی مس آلیسیا سیکولی کے حسن میں پائی جاتی تھی وہ اس نوجوان میں نہ تھی۔ اس کا لباس سادہ مگر عمدہ اور اس کی سیدھی اونچی قامت پر ہر لحاظ سے موزوں تھا۔ اس شخص کو ایک ہی نظر دیکھ لینے کے بعد میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ خدا نے وہ خوشنمائی اور خوبصورتی اس کو دی ہے کہ اگر کسی موقعہ پر اس کو کسی جلسۂ رقص میں شامل ہونے کا اتفاق ہو تو صنف نازک میں اس کی دید سے عظیم سنسنی پیدا ہو جائے۔ جو حالات ایک دن پہلے مجھے لارڈ رنگ ولڈ کے نوکر کی زبانی معلوم ہو چکے تھے اس کی بنا پر میرے لئے یہ جاننا بہت مشکل نہ تھا کہ یہی وہ سینیر دلیٹرا ہے جس کی بروقت امداد سے لیڈی رنگ ولڈ کو دوبارہ صحت حاصل ہوئی تھی۔

اپنا گھوڑا جس کی نسبت ضمناً یہ بیان کرنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ قدآور اور شکیل تھا۔ سرائے کے نوکر کے حوالہ کر کے وہ اس کمرہ کی طرف گیا جس میں لارڈ رنگ ولڈ اور اس کے رشتہ دار مقیم تھے۔ جیسا کہ بعد ازاں نوکر کی زبانی معلوم ہوا اس نے دوپہر کا کھانا ان ہی کے ساتھ کھایا۔ اور یقیناً رات کا کھانا بھی وہیں کھاتا اگر ایک خاص کام کی وجہ سے اسے واپس جانا نہ ہوتا۔ آخر کار تین بجے کے قریب وہ جب رخصت ہونے لگا تو لارڈ رنگ ولڈ نے وہ نقرئی ظروف جو اس کے لئے پیشتر خریدے جا چکے تھے پیش کئے۔ لیکن نوکر کی زبانی معلوم ہوا کہ دلیٹرا نے اس موقعہ پر بہت انکار کیا اور کہا کہ میں نے بیگم صاحبہ کی جو تھوڑی بہت خدمت کی ہے وہ فرائض انسانیت میں داخل تھی۔ بلکہ مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میری طبی معلومات اس عالی قدر خاتون کی صحت یابی میں کارآمد ثابت ہوئیں۔ دوران گفتگو میں یہ بھی مجھے بتایا گیا کہ سینیر دلیٹرا چونکہ کئی سال صدر مقام انگلستان میں رہ آیا تھا اور اس جگہ اس نے طبی تعلیم کی تکمیل

کی تھی۔ اس لئے وہ انگریزی زبان بڑی سلاست اور روانی کے ساتھ بول سکتا تھا۔

سرائے کی پشت پر ایک بہت کشادہ باغ تھا جس کی سایہ دار روشوں کے سروں پر نیز تھوڑے تھوڑے فاصلہ کے متفرق مقامات پر اس طرح کے چھوٹے چوبی کمرے بنے ہوئے تھے جن کے سایہ میں مہمان ان اوقات میں آرام کر سکتے تھے جب گرمی شدید یا دھوپ تیز ہو۔ دوسرے لفظوں میں وہ باغ انگلستان کے کسی ٹی گارڈن سے ملتا تھا۔ اور جس قدر چوبی کمرے اس میں بنے تھے سب کے سب نہایت نفیس و پاکیزہ اور اندر و باہر سے خوبی کے ساتھ آراستہ تھے۔

جس دن کا یہ ذکر ہے گرمی تیز تھی اور سوئے اتفاق سے گذشتہ دو روز سے کوہستان کی سرد ہوائیں بھی آنی بند تھیں۔ میں نہیں جانتا یہ تبدیلی آب و ہوا کا اثر تھا یا لمبے سفر کی تھکن کا نتیجہ۔ یا ممکن ہے صحیح وجہ میری اپنی بے اعتدالی ہو۔ بہر حال امر واقعہ یہ ہے کہ مجھے اس روز اپنی طبیعت ناساز معلوم ہونے لگی۔ جی کی بے چینی ہر لحظہ بڑھ رہی تھی اور میں تازہ ہوا کو ترسنے لگا۔ لارڈ رنگ وڈ کا نوکر ایک فرانسیسی امیر کے نوکروں کے ساتھ جو اسی روز سرائے میں ٹھہرے تھے بیٹھا شاگرد پیشے میں شراب و سگار پی رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر ان لوگوں کے پاس بیٹھ گیا۔ لیکن جب آخر کار طبیعت مالش کرنے لگی تو مجبور ہو کے اٹھا۔ اور نو بجے کے عمل پر اس باغ میں جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے سیر کرنے چلا گیا۔ میں نے مجبور کا لفظ قصداً استعمال کیا ہے۔ کیونکہ شاگرد پیشے میں اس وقت فرانسیسی امیر کے نوکروں میں سے ایک اس ڈاکو سردار کی حکایت بیان کر رہا تھا جس کے بارے میں معلوم ہوا کہ کوہستان ایپی نائنز میں رہتا ہے۔ حکایت دلچسپ تھی اور میں اسے خاتمہ تک سننا چاہتا تھا۔ بہر حال کچھ حالات جو میرے سننے میں آئے یہ تھے کہ ڈاکو سردار مارکو اوبرٹی جس کا نام تھا کسی زمانہ میں لشکنی کے گرینڈ ڈیوک کے صرف خاص میں ایک بڑا افسر تھا۔ مگر دوران شراب نوشی میں ایک

دن اس کی کسی دوسرے اہلکار سے تکرار ہوئی اور اس نے اس کو نشتہ میں جان سے مار ڈالا۔ بعد ازاں وہ سزا کے ڈر سے بھاگ نکلا اور پہاڑوں میں پناہ گزیں ہو کر ڈاکوؤں کی ایک جماعت کا سردار بنا۔ عمر اس کی پینتالیس سال کے قریب تھی۔ بدن فربہ اور مضبوط جسم کہ مشہور تھا وہ دیو کی سی طاقت اور شیر کی سی جرأت رکھتا ہے۔ چونکہ وہ کسی زمانے میں اچھے عہدہ پر مامور رہ چکا تھا اس لیئے ضرورت پیش آنے پر بڑے اخلاق کے ساتھ گفتگو کر سکتا تھا۔ بہر حال اس کی شخصیت پُراسرار تھی۔ چنانچہ ٹکنی کی پولیس نے دو بار اس کو گرفتار کیا اور ان موقعوں پر اس کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ لیکن وہ دونوں مرتبہ اس قسم کے حالات میں بچکر بھاگ نکلا، جن سے ثابت ہوتا تھا کہ حکام کا اپنا اغماض اس کے فرار میں شامل تھا۔ بس یہ حالات میں نے ڈاکو سردار مارکو اوبرٹی کے بارے میں سُنے تھے۔ اس کے بعد جیسا کہ میں نے لکھا ہے میں شاگرد پیشے سے باہر آ گیا۔

باغ میں پہنچ کر میں قریباً پاؤ گھنٹہ بے مدعا ٹہلتا پھر رہا تھا۔ مگر جب اس کے بعد کسل غالب ہوا تو ایک چوبی کمرہ میں جا کر بنچ پر لیٹ گیا۔ ایک تو رات اندھیری پھر ان چھتنارے درختوں کا سایہ جو آس پاس اُگے ہوئے تھے۔ غرض ہر طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اور ہوا اتنی ساکن تھی کہ پتہ تک نہ ہلتا تھا۔ یاد نہیں کب میری آنکھ لگ گئی بہر حال جب میں آخرکار بیدار ہوا تو دروازہ کے باہر دو شخصوں کی آوازیں دبے لہجہ میں گفتگو کرتے سنائی دیں۔

"مگر کیوں نہیں تم براہ راست میرے باپ سے ذکر کرتے ہو؟" یہ سب سے پہلے الفاظ تھے جو میرے کانوں میں پہنچے۔ آواز نقرئی اور لہجہ زنانہ تھا۔ اور اس میں ہلکی تھراہٹ پائی جاتی تھی۔

"نہیں پیاری آئیو یا ابھی نہیں" دوسری آواز سنائی دی اور میں نے اس

کے خوش آہنگ لہجہ سے معلوم کیا کہ وہ سینیر ولیٹرا کی آواز تھی جسے میں نے دن کے وقت گھوڑا حوالہ کرتے ہوئے سرائے کے نوکر سے گفتگو کرتے سُنا تھا: "ہاں عنقریب وہ وقت آئے گا جب میں بڑی آزادی کے ساتھ لارڈ رنگ ولڈ کے روبرو تمہارے لئے درخواست پیش کر سکوں گا۔ اس اثنا میں پیاری آیویا میں اس بات کا وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ مجھ سے جدا ہونے کے بعد تم مجھے فراموش تو نہ کروگی؟"

"اینجلو یہ کس طرح ممکن ہے؟" حسین امیرزادی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "بلکہ سچ پوچھو تو تمہارا اس طرح کے خیال کو دل میں جگہ دینا اس بات کے مترادف ہے کہ تم میری وفا پر شک کرتے ہو؟"

"نہیں آیویا یہ بات نہیں" اینجلو ولیٹرا نے کہا۔ "میرے استفسار کی اصلی وجہ کچھ اور ہے یعنی یہ کہ تمہارے منہ سے "میں تم کو پیار کرتی ہوں" کا پیارا جملہ سن کر میرے جی کو بے حد خوشی ہوتی ہے کیونکہ یہ اس طرح کے دل خوش کن الفاظ ہیں جنہیں سُن کر عاشق کے کان کبھی سیر نہیں ہوتے۔ آہ!... کتنی خوشی!... کتنی ناقابل بیان خوشی میرے دل کو تمہاری میٹھی زبان سے یہ لفظ سُن کر ہوتی ہے۔ آیویا، پہلی مرتبہ جب تم نے مجھ سے اقرار محبت کیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا میرا دماغ اس دنیا سے بہت دور عرش معلیٰ پر پہنچا ہوا ہے۔ اس وقت میرا خون گرم شراب کی طرح بہتا تھا۔ دنیا میری نظروں میں ایک بالکل ہی نئی صورت میں خوشگوار اور راحت انگیز بن گئی تھی۔ میں بمشکل یقین کر سکتا تھا کہ ایسی عظیم خوشی میرے حصہ میں آسکتی ہے۔ اس کے بعد پندرہ دن گذر گئے۔ جس عرصہ کو میں اپنی زندگی کا بہترین زمانہ سمجھتا ہوں۔ لیکن اب بھی کئی بار جی میں آتی ہے کیا یہ سب کچھ خواب ہے یا اصلیت؟ کیا میں فی الواقع اپنے آپ کو دھوکا تو نہیں دے رہا ہوں؟ لیکن نہیں۔ خدا کا شکر ہے یہ خواب نہیں اصل حقیقت ہے یعنی تم مجھ سے پیار کرتی ہو۔ اور میں بھی اپنا سب

کچھ تم پر نثار کرتا ہوں۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی گو اس دوران میں بوسوں کی دبی ہوئی آوازیں میرے کانوں میں آتی رہیں۔ اس کے بعد ولیٹرا کی آواز خوشگوار اور با آہنگ یہ کہتے سنائی دی۔

"جان سے پیاری آیلویا۔ وہ وقت دور نہیں جب میں تمہارے والد کے روبرو جا کر ان سے برملا کہہ سکوں گا کہ مجھے آپ کی عزیز بیٹی سے عشق ہے اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"پیارے ایجلو۔" خاتون نے دبی ہوئی شرمیلی آواز سے کہا۔ "مجھے امید ہے کہ تم نے اس درخواست سے برا نہ مانا ہوگا جو میں نے اس بارے میں کی تھی کہ اب زیادہ تاخیر نہ کر کے تم کو چاہیئے کہ میرے والدین کے روبرو اصل حقیقت ظاہر کر دو۔ یہ میں نے اس لئے نہیں کہا تھا کہ مجھ کو تمہاری محبت پر کسی طرح کا شبہ ہے۔ بات صرف یہ تھی کہ میں نے اپنی عمر میں چونکہ کبھی کوئی بات والدین سے چھپانے کی کوشش نہیں کی اس لئے یہ راز... جو حقیقتاً بہت میٹھا ہے۔" اس نے ذرا سا رک کر کہا۔ "میرے دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے۔ بارہا جب والدین کے روبرو جاتی ہوں تو جی چاہتا ہے، ان سے لپٹ کر یا ان کے پاؤں میں گر کر اس بات کے لئے معافی مانگوں کہ میں اس راز کو چھپانے کی گنہگار رہی۔ لیکن اب پیارے ایجلو۔ چونکہ ہم ایک دوسرے سے جدا ہونے والے ہیں اور تم بتا نہیں سکتے کہ یہ جدائی کتنی لمبی ہوگی اس لئے میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی کہ اس راز کو چھپانے سے میرے دل کی پریشانی اور زیادہ بڑھ جائے گی۔"

"آیلویا۔ تمہارے لفظوں سے میرے دل کو خوشی ہوتی ہے اور روح کو تکلیف۔" ایجلو ولیٹرا نے جواب دیا۔ "خوشی اس لئے کہ وہ اقرار محبت سے پر ہیں اور تکلیف اس خیال سے کہ میری محبت کا علم ہی تمہاری خوشی کے لئے کافی نہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ

فی الحال میرے پاس چونکہ فقط گذارہ لائق سرمایہ ہے اور عنقریب ہی کافی دولت حاصل کرنے کی امید رکھتا ہوں۔ اس لئے میں نہیں چاہتا پیش از وقت شادی کی درخواست لے کر تمہارے والد کے پاس جاؤں۔ وہ انگلستان کے عالی قدر رئیس ہیں اور تمہاری خوبصورتی، قابلیت اور خاندانی نجابت کے لحاظ سے بے شک انہیں اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ تمہارے لئے کوئی اچھا سا بر ڈھونڈیں۔ پس حالت موجودہ میں عین ممکن ہے کہ وہ میرے دعوئے محبت کو بے جا سمجھ کر فوراً انکار کر دیں۔ میں اس انکار ہی سے ڈرتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی اس مایوسی اور دل شکستگی کو مدنظر رکھ کر جو اس انکار سے وابستہ ہے، اس معاملہ پر بہت زور نہ دو گی۔ علاوہ بریں اس سوال کا ایک پہلو اور بھی ہے جو میں تم سے پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتا۔ یاد ہو گا ہماری پہلی ملاقات صرف دو مہینے پیشتر تمہاری ماں کی بیماری کے وقت ہوئی تھی۔ اب اگر میں تمہارے باپ سے فی الفور شادی کی درخواست کروں تو وہ یقیناً یہی سمجھیں گے کہ جو خدمات میں نے بیگم صاحبہ کے معالجہ پر سرانجام دی تھیں ان کے معاوضہ کے طور پر ہی تم کو طلب کرتا ہوں۔ وہ اس مطالبہ کو یقیناً حد سے زیادہ بڑھا ہوا سمجھیں گے۔ اور ان کا خیال ہو گا کہ میں اپنی خدمات کی بہت زیادہ قیمت لگانا چاہتا ہوں۔ کیوں پیاری آلیویا کیا یہ خیال غلط ہے؟"

"نہیں پیارے۔ جو کچھ تم کہتے ہو صحیح ہے۔" خاتون نے بڑبڑاتے ہوئے کہا "اور میں تم سے معافی طلب کرتی ہوں کہ ذرا دیر پہلے میں نے اس معاملہ پر اتنا زیادہ زور دیا۔"

"اوہ میری جان آلیویا۔ معافی کا ذکر چھوڑو۔" پرجوش اطالوی نوجوان نے کہا "اور میرا دلی شکریہ قبول کرو کہ تم نے اس وقت مجھ سے ملنا منظور رکھا۔ کچھ عرصہ تک کے لئے ہماری یہ آخری ملاقات ہو گی۔ کیونکہ عنقریب تم فلارنس کے خوشنما

عیش پرست شہر کو جانے والی ہو جو میرا اپنا وطن ہے ...“

”پیارے اینجلو کیوں تم سرد آہیں بھرتے ہو؟“ آلیویا نے قطع کلام کرتے ہوئے پوچھا ”کیا اس لئے کہ میں اس شہر میں جانے والی ہوں جس کا ذکر تم ہمیشہ بڑے پُر جوش لفظوں میں کرتے رہے ہو؟“

”آلیویا، میرے افسوس کی وجہ یہ ہے“ ولٹیرا نے جواب دیا ”کہ بعض خاص حالات کے باعث میں فی الحال تمہارے ساتھ وہاں جانے سے معذور ہوں۔ مجھے اس بات کا غم ہے کہ جب عنقریب تم اس شہر کے مطلا کمروں اور مذہب رقص گاہوں میں جایا کرو گی، جب ہر ایک آنکھ تمہیں دیکھنے کو بے تاب ہو گی تو میرا جی یہ سوچ کر ضرور ترسا کرے گا کہ اے کاش میں بھی وہاں ہوتا۔ اے کاش میں بھی اپنے دل کا حال اس وقت تم سے کہتا جس وقت پیاری میں سوچتا ہوں کہ وہ دلفریب صورت جو بالآخر میرے قبضہ میں آنے والی ہے لاتعداد حریص نگاہوں کا نشانہ بنے گی لیکن میری اپنی آنکھیں اس کو نہ دیکھ پائیں گی۔ تو سینہ سے بے اختیار آہ سرد نکل جاتی ہے۔ اور میں یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر حالات مجھے اجازت دیتے تو مجھے بھی تمہارے ساتھ وہاں جا کر کتنی خوشی ہوتی۔“

”پیارے اینجلو یقین کرو“ حسین امیرزادی نے لہجۂ حسرت میں جواب دیا۔ ”تمہارے بغیر ان روشن مقاموں اور خوشی کے جلسوں میں شریک ہو کر بھی میرے جی کو خوشی نہ ہو گی۔ اوّل تو میں قصداً وہاں نہ جاؤں گی۔ بفرض محال والدین نے مجبور کیا اور میں ان کے ساتھ گئی تو پھر میرے خیالات بہت دور پہنچے ہوئے ہوں گے ... تم سمجھ سکتے ہو کہاں؟“

”اوہ پیاری آلیویا۔ میں بخوبی سمجھ سکتا ہوں۔ اور تمہارے اس دوسرے اقرار محبت کا پھر ایک بار شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سچ جانو تمہاری صورت دیکھنے سے

پہلے کبھی میرے دل میں عورت کی کشش پیدا نہ ہوئی تھی۔ تم وہ پہلی اور آخری عورت ہو جس نے مجھے درس عشق دیا۔ میرا پختہ اعتقاد ہے کہ ہم بہت جلد ایک دوسرے سے ملیں گے اور خدا ہماری محبت میں ضرور برکت دے گا۔ لیکن بالفرض تقدیر کی تحریر اس کے برعکس ہو یعنی انقلاب روزگار سے حالات ایسے پیش آئیں کہ ہمیں پھر ایک دوسرے سے ملنے کا اتفاق نہ ہو..."

"ہائے۔ کیوں تم اس طرح کی مایوسانہ گفتگو کرتے ہو؟" آلبویا نے دہشت آمیز لہجہ میں اعتراض کیا۔ "سچ کہو پیارے انجلو۔ کیا واقعی تمہارے دل میں کوئی ایسی تشویش موجود ہے؟ کیا حقیقتاً تم خیال کرتے ہو کہ کوئی ایسی روکاوٹ ہماری امیدوں میں حائل ہوگی..."

"آلبویا پیاری۔ تمہاری جیسی سمجھدار عورت کو یہ بتانے کی حاجت نہیں ہے" اطالوی نوجوان نے مردانہ استقلال کے ساتھ کہا۔ "کہ انسان کچھ اور سوچتا ہے اور خدا کچھ اور کرتا ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ غیبی حالات نے آدمی کی نہایت پیاری امیدوں کو مایوسی میں بدل دیا۔ فرض کرو جس جائداد کے ملنے کی مجھے امید ہے وہ نہ ملے تو اس صورت میں کیا تمہارے ماں باپ میری درخواست شادی کو فوراً نامنظور نہ کر دیں گے؟"

"جان سے پیارے انجلو!" آلبویا نے ہلکی ملامت کے لہجہ میں کہا۔ "کیا میرے والدین کو ایسا ہی زر پرست تصور کرتے ہو کہ وہ محض روپیہ کی کمی دیکھ کر تمہارے کل اوصاف نظر انداز کر دیں گے...؟"

"خیر اس بحث کو چھوڑو۔ اس سے کیا حاصل ہے؟ اس خشک مضمون کو جانے دو" اطالوی نوجوان نے اب پھر ایک بار پُرجوش لہجہ میں کہا۔ "عنقریب ہم ایک دوسرے سے جدا ہونے والے ہیں۔ اور لازم ہے کہ اس وقتِ آخر میں ہم اس

رشتۂ نازک کے سوا جو ہمارے دلوں کو ملاتا ہے کسی اور چیز کا ذکر نہ کریں ہم کو چاہیئے امید کو دل میں جگہ دے کر اندیشوں کو نکال دیں خدا کے رحم پر بھروسہ رکھیں اور اس خوف کو پاس نہ آنے دیں کہ اس کا عتاب بے وجہ نازل ہو کر ہماری کشتِ آرزو کو تباہ کر دے گا۔ فی الحقیقت پیاری آلیویا ایک ننھی سی دبی ہوئی آواز مجھے اپنے سینہ میں یہ کہتے سنائی دیتی ہے کہ ہمارا خوابِ راحت ضرور پورا ہوگا یعنی وہ وقت عنقریب آئے گا جب ہم اس زمانہ کو یاد کر کے ہنسیں گے جب فکر و تشویش ہر لحظہ دامنگیر رہا کرتے تھے۔"

"خدا کرے ایسا ہو" آلیویا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد اسکے سسکیاں لے کر رونے کی آواز میرے کانوں میں آنے لگی۔

"پیاری آلیویا مت گھبراؤ اور جی کو سنبھالو" اطالوی نوجوان نے اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اور گو میرے لئے ان کی شکلیں دیکھ پانا غیر ممکن تھا تاہم میں نے اندازہ سے معلوم کیا کہ وہ اس کو چھاتی سے لپٹائے دلاسہ دینے کی کوشش کر رہا تھا "خدا کی رحمتیں بے شمار ہیں اور ہم کو اس امید کا سہارا لینا چاہیئے کہ جلدی یا دیر میں وہ ہماری آرزوؤں کو بر لانے میں ضرور مدد دے گا۔ لیکن میری اپنی بے وقوفی تھی کہ میں نے ایک پل کے لئے اپنے لفظوں کو مایوسی کا لہجہ اختیار کرنے دیا۔ حالانکہ خدا شاہد ہے میں قصداً تم کو پریشان خاطر کرنا نہیں چاہتا تھا۔"

"بس اب تمہارے لفظوں سے میری خاطر جمع ہو گئی" آلیویا نے بدستور سسکیاں لیتے ہوئے کہا "الوداع پیارے انجلو۔ خدا تمہارا نگہبان ہو۔"

"خدا حافظ پیاری آلیویا" اور اس کے ایک لمحہ بعد رخصتی بوس و کنار سے فارغ ہو کر وہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

پہلے آلیویا کی ہلکی چاپ میرے کانوں میں آئی۔ اور اس کے بعد عاشقِ جانباز کے پیروں کی بھاری آواز سمتِ مخالف میں سنائی دے کر رفتہ رفتہ بند ہو گئی۔ مگر

میں نے اندازہ سے معلوم کیا کہ وہ باغ کی فصیل کی طرف گیا ہے اور اب باڑ پھاند کر رخصت ہو جائے گا۔ لیکن ناظرین پوچھیں گے کہ کیوں میں نے ایک اس طرح کے نازک اور پاک عہد و پیمان کے موقعہ پر چھپ کر گفتگو سننا پسند کیا۔ اس کا جواب میں عرض کرتا ہوں جیسا یاد ہوگا میں اس وقت جب اینجلو اور آلیو یا میں گفتگو شروع ہوئی تو میں چوبی کمرہ کے اندر بنچ پر پڑا سوتا تھا اور جب آخر کار آنکھ کھلی تو مجھے قطعاً معلوم نہ تھا کہ انہیں گفتگو کرتے کتنا عرصہ ہوا ہے۔ بالفرض میں ان کی آواز سنتے ہی باہر آجاتا اور اس طریقہ پر انہیں اپنی موجودگی سے خبردار کرتا تو وہ میرے اس بیان پر ہرگز یقین نہ کرتے کہ میں اس کوٹھڑی کے اندر پڑا سوتا تھا۔ یقینی طور پر یہ خیال ان کے دلوں میں پیدا ہوتا کہ میں نے قصداً چھپ کر اُن کی باتیں سُنی ہیں اور محض اس ڈر سے باہر نکلا ہوں کہ اگر ان کو میری موجودگی کا علم ہو گیا تو وہ نہ صرف مجھ سے سخت ناراض ہوں گے بلکہ ممکن ہے پُر جوش دلٹیرا مجھ پر ہاتھ اُٹھا بیٹھے۔ علاوہ بریں ایک اور خیال یہ بھی تھا کہ مجھے لارڈ رنگ ولڈ کے کنبہ کے ہمراہ سفر کرنا ہے اور اگر آلیو یا کو معلوم ہو گیا کہ میں اس کے رازِ عشق سے واقف ہوں تو اس کو ہر بار میرے روبرو آنے پر شرمانا اور سر جھکانا پڑے گا۔ ان ساری باتوں کو مدنظر رکھ کر میں نے یہی بہتر جانا کہ اپنی موجودگی کو عشاق سے پوشیدہ رہنے دوں۔ اور اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ وہ دم آخر تک میری موجودگی سے واقف نہ ہو جائے، مجھے اس فیصلہ پر متاسّف نہ ہونا پڑا۔

اور اب یہ بھید بھی کھل گیا کہ کس لئے اینجلو دلٹیرا نے لارڈ رنگ ولڈ کے ہمراہ رات کا کھانا کھانے سے معذرت کی تھی۔ حقیقتاً اس کا مدعا دوبارہ واپس جاکر رات کو خفیہ طور پر آنے اور مہ جبین آلیو یا سے اس قرار داد کے مطابق جو پیشتر ان میں ہو گئی تھی، پوشیدہ اس سے ملنے کا تھا۔

میری دلی خواہش تھی کہ آلیو یا ایسی پاکباز حسینہ کی آرزوئیں پوری ہوں۔

اور اُن پرجوش لفظوں کی تہ میں جو شکیل اطالوی نے کہے تھے کوئی فریب مخفی نہ ہو۔ عالم خاموشی میں میں دست بہ دعا تھا کہ وہ حالات صحیح ہوں جو ولیٹرا نے اس ذکر کو آلیویا کے والدین سے چھپانے کے متعلق معذرتانہ کہے تھے۔ بظاہر کوئی وجہ بھی ایسی نہ تھی کہ میں ولیٹرا کے بیان پر شک کرتا۔ تاہم امر واقعہ یہ ہے کہ بعض اندیشے مبہم اور غیر واضح میرے دل میں پیدا ہو چکے تھے۔ میں ان کو سینہ سے نکالنے کی بہت کوشش کرتا تھا۔ میں اپنے آپ کو یہ سمجھانے کی بھی بہت کوشش کرتا تھا کہ سینیر ولیٹرا ایسے مرد شریف کے متعلق بدگمانی کو دل میں جگہ دینا شرافت اور انسانیت سے بعید ہے۔ میں نے بارہا اس خیال کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کی کہ اطالوی نوجوان کا سلوک مردانہ صاف گوئی پر مبنی تھا۔ اور اس کی شکل وصورت اور چال ڈھال کو دیکھ کر بہ ظاہر کوئی وجہ ایسی نہ تھی کہ میں بے جا شکوک کو اس کے برخلاف دل میں جگہ دیتا۔ مگر ان ساری باتوں کے باوجود میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ایک خیال جو میرے ذہن میں جم گیا تھا اس کو خارج کرنا غیر ممکن اور محال ثابت ہوا۔

ہوٹل میں واپس پہنچا تو گیارہ بج چکے تھے۔ نوکروں کا کمرہ سنسان پڑا تھا چونکہ کپتان ریمنڈ کو رات کے وقت میری خدمات کی ضرورت پیش نہ آیا کرتی تھی اس لئے میں سیدھا اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ اور لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ صبح کو اٹھا تو ہر لحاظ سے تازہ دم تھا۔ ناسازئ طبیعت جو کل رات پیش آئی تھی اب بالکل رفع ہو گئی تھی۔

باب ۸۹

پہاڑ کا سفر۔ طوفان

دوپہر ہو گئی تھی کہ دو گاڑیاں، ایک لارڈ رنگ ولڈ کی ذاتی جسے وہ لوگ اپنے ساتھ یہاں تک لائے تھے اور دوسری کپتان ریمنڈ کی کرایہ کی، رخصت کے لئے تیار ہوئیں۔ ارادہ بہت سویرے چلنے کا تھا لیکن عین دم آخر میں راستہ میں گھوڑوں کی تبدیلی کے متعلق بعض ایسی دقتیں پیش آئیں کہ ان کو رفع کرتے کرتے دوپہر سر پہ آ گئی۔ آخرکار جب ہم سرائے سے رخصت ہوئے تو لارڈ اور لیڈی رنگ ولڈ اپنی بیٹی آلیویا کے ساتھ اپنی گاڑی کے اندر بیٹھے۔ اور اُن کا نوکر اور کنیز باہر کوچوان کے پاس۔ اور دوسری گاڑی میں جو ہم نے کرایہ کی تھی کپتان ریمنڈ اندر بیٹھ گئے اور میں باہر کوچوان کے پہلو میں۔ شروع میں یہ تجویز تھی کہ لارڈ رنگ ولڈ کی گاڑی ہم سب کے لئے کافی ہو گی۔ اور اسی پہ سارے آدمی اندر یا باہر بیٹھ جائیں گے۔ لیکن سرائے دار نے سمجھایا کہ پہاڑ کا راستہ اور سڑکیں ناہموار ہیں۔ گھوڑے اتنا بوجھ کھینچنے کے ناقابل ہوں گے۔ پس بالآخر وہ انتظام سوچا گیا جو اوپر درج ہوا ہے۔ اور جب ہم چلے تو لارڈ رنگ ولڈ کی گاڑی آگے آگے تھی اور کپتان ریمنڈ کی اس کے پیچھے۔

رفتہ رفتہ جب ہم کہسار کے پاس پہنچے تو ایسا معلوم ہوا کہ ایک لہلہاتا ہوا جنگل چاروں طرف محیط ہے لیکن بتدریج جب ہماری گاڑیاں اور آگے بڑھیں تو معلوم ہوا کہ اکثر اونچی چوٹیاں سبزہ سے محروم تھیں۔ اس کے باوجود نظارہ دلفریب تھا۔ جا بجا تیز رَو ندیاں بہتی دکھائی دیتی تھیں۔ ناہموار لیکن خوشنما پُل جپہ جپہ پہ بنے ہوئے تھے

تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سڑک ان دیہاتوں کے پاس سے گذرتی تھی جو وادیوں کی گہرائی میں درختوں کی پشت پر پوشیدہ تھے۔ بارہا میلوں تک ہمارا راستہ گھنے جنگلات سے گذرتا تھا۔ بہ حیثیتِ مجموعی نظارہ متنوّع اور دلفریب تھا۔ اور چونکہ ہر قدم پر کوئی نئی چیز توجہ کا مرکز بننے لگی تھی اس لئے ڈاکو سردار مارکو اوبرنی اور اس کی گروہ کا خیال عارضی طور پر بالکل ہی ذہن سے نکل گیا۔ پوشیدہ نہ رہے کہ روانگی سے پہلے کپتان ریمنڈ نے دو پستول بھر کر اپنے ساتھ لے لیے تھے۔ جن میں سے ایک گاڑی کے اندر اس کے پاس تھا اور دوسرا میری نشست کے نیچے۔ علاوہ بریں لارڈ رنگ ولڈ کا نوکر بھی پوری طرح مسلّح تھا۔ گویہ سارے انتظامات خاتونوں اور کنیز سے پوشیدہ رکھے گئے تھے تاکہ ان کے دلوں میں خوف پیدا نہ ہو۔

تین گھنٹے آرام کے ساتھ گذر گئے تھے۔ حتیٰ کہ اب ہماری گاڑیاں کوہستان اپی نائنز کے عین وسط میں پہنچ گئیں۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ گھوڑ سوار تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اپنے چابک سے مشرق کی سمت میں کوہستان کی بلندی پر ایک چھوٹے سے بادل کی طرف اشارہ کرتے۔ اور اس کے بعد پُرمعنی انداز سے ایک دوسرے کے منہ کو تکتے تھے۔ ان کے اشاروں کا پیچھا کرتے میری نگاہ بھی اس لکہ ابر کی طرف گئی اور گو وہ ابتدا میں بہت چھوٹا تھا تاہم میں نے دیکھا کہ رفتہ رفتہ اس نے وسعت اختیار کرنی شروع کی۔ حتیٰ کہ وہ پہلے سے دوگنا تین گنا چوڑا ہو گیا۔ اس اثنا میں سوار گھوڑوں کو اکسائے چلے جاتے تھے لیکن جوں جوں بادل سر پر چھانے لگا تاریکی بڑھنی شروع ہو گئی۔ اور اس کے بعد دفعتاً ایک بڑے زور کا کڑکا پہاڑ کی ٹکر سے پیدا شدہ گونج کے لاتعداد سلسلوں کی وجہ سے صدہا توپوں کی باڑھ سے ملتا ہوا دلوں کو دہلاتا اور زہرہ کو آب آب کرتا سنائی دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک دم موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ گاڑیاں اس خیال سے روک لی گئیں کہ لارڈ رنگ ولڈ کی نوکرانی

سایہ میں بیٹھ جائے۔ خود مجھے بھی کپتان ریمنڈ نے اپنے پاس بٹھا لیا۔ بلکہ اس بات پر اصرار کیا کہ لارڈ ڈرنگ ولڈ کا نوکر بھی چھت کے نیچے آجائے۔

اس عارضی اور مجبوری قیام کے بعد دونوں گاڑیاں پھر ایک بار تیزی رفتار سے چلنے لگیں۔ کیونکہ حسن اتفاق سے سڑک کا یہ حصہ بہت ہموار اور عمدہ حالت میں تھا ... لیکن میری عمر سو سال کی بھی ہو جائے۔ تو بھی میں کوہستان ایپی نائنز کے اس طوفان کی شدت کو نہ بھولوں گا۔ اس سے پہلے کبھی میں نے قدرت کی آوازوں کو اتنا پُر شور اور اس قدر ہیبت ناک نہ سنا۔ اور نہ قہر آسمانی کو بجلی کے ایسے ہول انگیز شعلوں کی صورت میں نمودار دیکھا تھا۔

پھر اس کے علاوہ تھوڑی دیر کے بعد ہوا اس زور سے چلنے لگی تھی کہ معلوم ہوتا تھا لاتعداد دیوؤں کا ہجوم سامنے سے ٹکر مار کے گاڑیوں کو گھوڑوں سمیت کھڈ میں گرا دینا چاہتا ہے۔ میں نے دیکھا بڑے بڑے عالی شان درخت آندھی کے زور سے اکھڑ کر پر کاہ کی مانند تیروں کی تیزی رفتار سے ایک سے دوسرے مقام کی طرف اُڑ گئے لیکن گو ہوا اتنی تیز چلتی تھی۔ تاہم بارش کے زور میں بالکل کمی واقع نہ ہوئی۔ چھاجوں پانی برستا اور پہاڑوں کی بلندیوں سے گر کر لاتعداد آبشاروں کی صورت پیدا کرتا تھا۔ خوش قسمتی سے ہمیں اس طوفان کی شدت میں صرف ایک گھنٹہ بسر کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ کیونکہ چار کے عمل پر گاڑیاں ایک چھوٹی سی سرائے کے دروازہ پر پہنچکر ٹھہر گئیں۔ جو ایک ویران مقام پر واقع تھی۔ اور جس کے گرد و نواح میں کوئی آبادی دکھائی نہ دیتی تھی۔

اس جگہ ہم لوگ اتر کھڑے ہوئے۔ سرائے دار سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ طوفان ابھی چند گھنٹوں سے پہلے ختم نہ ہوگا۔ چونکہ اس حالت میں سفر جاری رکھنا غیر ممکن تھا اس لئے یہی بہتر سمجھا گیا کہ وہ رات اسی سرائے میں بسر کی جائے۔ لارڈ ڈرنگ ولڈ، ان کی بیگم اور

بیٹی نیز کپتان ریمنڈ یہ سب اس واحد کمرۂ نشست میں چلے گئے جو اس سرائے کی ملکیت تھا۔ اور میں، دوسرا نوکر اور لیڈی رنگ ولڈ کی کنیز باورچی خانہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ سرائے دار اور اس کی بیوی دونوں سن رسیدہ اور نیک تھے اور ان کی ایک بیٹی شکیل و خوبصورت انتظام میں ان کی مددگار تھی۔ ہماری آمد پر ان تینوں نے بڑی عجلت سے اس طرح کا کھانا جو اُن کی سرائے مہیا کر سکتی تھی تیار کیا۔ اور گھوڑ سوار بھی گھوڑوں کو سایہ میں باندھ کر اور گاڑیوں کو ایک فراخ شیڈ میں لے جا کر دور اُفتادہ شاگرد پیشے میں کپڑے سکھانے چلے گئے۔ کیونکہ وہ پانی میں شرابور تھے۔ بعد ازاں کھانا پروسا گیا جسے اوّل کمرۂ نشست میں لارڈ رنگ ولڈ، ان کے متعلقین اور کپتان ریمنڈ نے نوش کیا اور اس کے بعد ہم باورچی خانہ والوں کی باری آئی۔ کھانا عمدہ، لذیذ اور مقدار میں بھی کافی تھا۔

رات کے آٹھ بجے تک آندھی بارش کا طوفان بڑی شدت کے ساتھ جاری رہا اس کے بعد رفتہ رفتہ اس کی تیزی گھٹنے لگی۔ حتیٰ کہ نو بجے کے قریب بارش ختم گئی، ہوا بند ہو گئی۔ حدِ افق پر چاند نکل آیا۔ اور رات سہانی اور خوشگوار ہو گئی۔ اس وقت بدقسمتی سے لارڈ رنگ ولڈ کے جی میں یہ خیال پیدا ہوا کہ سرائے چونکہ چھوٹی اور جگہ بے حد تنگ ہے اس لئے رات بسر کرنے میں دقت پیش آئے گی۔ پس بہتر ہو کہ یہاں تکلیف پانے کی بجائے کسی اگلے مقام پر قیام کیا جائے۔ معلوم ہوا کہ وہاں سے سات میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے جس میں مسافروں کے رہنے کی ایک اچھی سرائے واقع ہے۔ اس کے بعد سب کی رائے یہ ہوئی کہ یہ تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے وہیں پہنچ جائیں اور رات کا باقی حصّہ آرام کے ساتھ بسر کریں۔ وہ آرام جس طرح ہم کو ملا۔ آپ خود ہی دیکھ لیں گے کم از کم میں واقعاتِ مابعد کی روشنی میں اس تجویز کے پیش کئے جانے کو نحوست طالع سے منسوب کرنے پر مجبور ہوں۔ کیونکہ نہ یہ خیال پیدا ہوتا نہ وہ مصیبتیں جو آگے چل کر

ہم پہ نازل ہوئیں پیش آئیں۔

اس کا عمل تھا کہ گاڑیاں پھر ایک بار چلنے لگیں۔ جیساکہ پیشتر لکھا جاچکا ہے رات دلکش اور سہانی تھی۔ حال کی بارش نے ہوا میں تازگی پیدا کر دی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے سڑک ناہموار تھی اور زوردار بارش نے اس میں جابجا گڑھے پیدا کر دیئے تھے اس لئے گاڑیوں کی رفتار بہت سست رہی۔ خیال تھا کہ ہمیں منزل مقصود تک پہنچنے میں غالباً دو گھنٹے لگ جائیں گے۔

آدھا فاصلہ طے کرنے کے بعد سڑک ایک ایسے مقام پہ پہنچی جہاں ایک طرف بہت اونچی چٹان تھی۔ اور اس کے آگے درختوں کا گھنا جنگل جہاں پہ راستہ اتنا خراب تھا کہ گھوڑے بڑی مشکل سے قدم قدم چل سکتے تھے۔ اس وقت جب میں گاڑی کے باہر کوچوان کی سیٹ پہ بیٹھا تھا تو خوفناک ڈاکو مارکو اوبرٹی کا خیال ناگہاں دل میں پیدا ہوا۔ اور میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ رہ گیروں پہ حملہ کرنے کے لئے ڈاکوؤں کے پاس اس سے بہتر کوئی اور مقام نہیں ہو سکتا۔

یہ خیال دل میں پیدا ہوا ہی تھا کہ طرفۃ العین میں دس بارہ آدمی گھوڑوں پر سوار سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ فی الحقیقت جس تیزی کے ساتھ وہ آن واحد میں نمودار ہوئے، اس کی بنا پر میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ عفریت کی طرح زمین کے اندر سے نکل آئے ہیں۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ ان درختوں کے سایہ سے باہر نکلے تھے جو سڑک کے ایک جانب بکثرت اُگے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر پہلا خیال جو میرے دل میں پیدا ہوا اس پستول کو اٹھا کر فائر کرنے کا تھا جو میری نشست کے عین نیچے بھرا ہوا رکھا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں ایسا کروں فی الحقیقت اس سے بھی پہلے کہ میں اس طرف ہاتھ بڑھاتا سواروں میں سے ایک نے اپنے چابک کا موٹا سرا اس زور سے میرے سر پہ مارا کہ میں لڑھکنی کھا کر فرش زمین پہ آ رہا۔

اس کے ساتھ ہی پستولوں کے چلنے کی آوازیں میرے کانوں میں آئیں۔ اس کے بعد میں بے ہوش ہو گیا۔

لیکن فوراً ہی جگر دوز چیخوں کی آواز نے میرے دماغ کو چیرتے ہوئے کانوں تک پہنچکر میرے حواس کو از سرِ نو بحال کر دیا۔ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ دو ڈاکو آلیویا کو بازوؤں میں اٹھائے ایک تیسرے گھوڑ سوار کے حوالہ کر رہے ہیں۔ یہ دو آدمی جو آلیویا کو اٹھانے میں مشغول تھے گھوڑوں سے اتر کر زمین پر کھڑے تھے مگر ان کا ساتھی گھوڑے پر سوار تھا۔ آنِ واحد میں خطرہ کا احساس دل سے نکال کر میں بے تابانہ اٹھا اور آلیویا کو ان موذیوں کے چنگل سے چھڑانے کی غرض سے اس مقام کی طرف بڑھا جہاں یہ عمل جاری تھا۔

لیکن دو ہی قدم چل کر گاڑی کے اگلے پہیے کے پاس میرے پاؤں کی ٹھوکر کسی چیز سے لگی اور میں دوبارہ فرشِ زمین پر گر پڑا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ کسی ڈاکو کی لاش تھی جسے میرے آقا نے گولی مار کر ہلاک کر ڈالا تھا۔ دوبارہ اٹھا تو کپتان ریمنڈ گاڑی کے پچھلے پہیے کے ساتھ بندھا ہوا نظر آیا۔ اور چونکہ گھوڑے اس وقت تک گاڑی میں جتے ہوئے تھے اس لیئے میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ بالفرض وہ پستولوں کی آواز سن کر بھڑک کے اور چلنے لگتے تو کپتان ریمنڈ کی سلامتی کا خدا حافظ تھا۔ اتنے میں میری نگاہ دوسری جانب گئی تو دیکھا کہ لارڈ اور لیڈی رنگ وولڈ چند ڈاکوؤں کی گرفت سے چھوٹنے کی جد و جہد کرتے ہوئے دردناک لفظوں میں فریاد کر رہے تھے کہ خدا کے لیئے ہماری بیٹی کو نہ لے جاؤ۔ مگر ان کی زبان چونکہ انگریزی تھی اس لیئے ڈاکو ان کے الفاظ کا مطلب بالکل نہ سمجھ سکتے تھے گو میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ ان کو سمجھنے کے قابل بھی ہوتے تو ان پر بالکل دھیان نہ دیتے۔ کیونکہ ان سنگدلوں کا آئے دن کا یہی پیشہ تھا۔ لارڈ رنگ وولڈ کا نوکر مجھے کہیں نظر نہ آیا

البتہ خادمہ کو میں نے دیکھا کہ وہ جس مقام پر بیٹھی تھی وہیں پیچھے کو جھک گئی۔ مگر اب وہ بالکل بے حرکت تھی اور اس کا سر پیچھے کی طرف گاڑی کی چھت کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ خدا کو ہی بہتر معلوم تھا کہ وہ غش کی حالت میں تھی یا ڈاکوؤں نے اس کو جان ہی سے مار ڈالا تھا۔

یہ سارے حالات جن کو بیان کرنے میں کئی منٹ لگے ہیں آنِ واحد میں ایک ہی نظر کے ذریعہ سے مجھے معلوم ہو گئے۔ اور اس وقت یہ بھی میں نے دیکھا کہ سڑک پر جابجا ٹرنک کھلے پڑے ہیں۔ اور ڈاکوؤں میں سے بعض ان کو اُلٹ پلٹ کرنے میں مشغول ہیں۔ کچھ چیزیں جنہیں وہ اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے ایک طرف رکھی ہوئی اور باقی اِدھر اُدھر بکھری پڑی تھیں۔

میں کپتان ریمنڈ کی امداد کے لئے آگے بڑھا چاہتا ہی تھا کہ آلیویا سیکولی نے پھر ایک بار زور زور سے چیخیں مارنی شروع کیں آدھی رات کے سناٹے میں اس ویران مقام پر اس کی دردناک چیخیں اپنی جگہ دوز تھیں کہ میں برداشت نہ کر سکا اور میری نگاہ بے اختیار کپتان ریمنڈ سے ہٹ کر اس مقام کی طرف گئی۔ جہاں وہ بے سود جدوجہد کرنے میں مشغول تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ سوار جس کے حوالہ دو شخصوں نے اسے کیا تھا، اور جس نے اس کو اپنے آگے بٹھا رکھا تھا، گھوڑے کو ایڑ لگا کے ایک طرف کو رخصت ہوا چاہتا ہے، جس مقام کے پاس مجھے ہوش آیا وہیں ایک خالی گھوڑا کھڑا تھا، شاید اسی کی اوجھل میں رہنے کی وجہ سے ڈاکوؤں کو میرے ہوش میں آنے کا حال معلوم نہ ہو سکا تھا۔ کیونکہ گو اُن میں سے چند آدمی ٹرنکوں کی دیکھ بھال میں مشغول تھے۔ تاہم کچھ اور گھوڑ سواروں کی نگرانی کے لئے کھڑے تھے، آلیویا کی دردناک چیخیں، اس کی ماں کی آہ وزاری، اور لارڈ ڈرنگ ولڈ کی فریاد کو سن کر دنگ کھڑے ہوتے تھے۔ فی الحقیقت اتنا گھبرا گئے

ان آوازوں کا مجھ پر ہوا کہ معلوم ہوا میں دیوانہ ہوا جاتا ہوں۔ آقا کی تکلیف کو نظر انداز کر کے میں جھٹ اس گھوڑے پر سوار ہوا۔ جو میرے پاس کھڑا تھا۔ اور اسے اس ڈاکو کے تعاقب میں دوڑانے لگا جو آلیوبا کو اُڑائے لیئے جاتا تھا۔ ایسا کرتے ہوئے میں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ میرے پاس حملہ یا بچاؤ کے لئے کوئی ہتھیار نہیں ہے فوری جوش نے مجھے عاقبت و انجام سے یکسر لاپروا بنا دیا۔ چیخوں کی آواز نے کچھ ایسا جوش میرے دل میں پیدا کیا کہ میں اپنی سلامتی کو بھول کر اندھا دھند آلیوبا کی امداد کے لئے دوڑا۔

اتنی بدحواسی مجھ پر سوار ہوئی، اور عالم اضطراب میں میرے خیالات نے اس طرح کی الجھی ہوئی صورت اختیار کی کہ میں یہ بھی معلوم نہ کر سکا کہ ڈاکوؤں میں سے بعض میرے اپنے تعاقب میں دوڑے چلے آتے ہیں۔ حالانکہ جیسا بعد ازاں معلوم ہوا میرے گھوڑے پر سوار ہو کر پہلے ڈاکو کا پیچھا کرتے وقت اس جماعت کے تین چار آدمی اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کے میرے تعاقب میں روانہ ہو لیئے تھے۔ اس تلخ حقیقت کا علم اس طرح مجھے ہوا کہ ان کی چلائی ہوئی ایک گولی سنسناتی ہوئی میرے کان کے پاس سے گذری۔ لیکن اس پر بھی میں نے تعاقب جاری رکھا۔ پھر جب اس کے بعد رفتہ رفتہ خیالات نے یکجائی اختیار کی تو میں نے سوچا کہ اب پیچھے ہٹنا یا ٹھہرنا بیکار ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں پیچھا کرنے والے یقینی طور پر مجھے گولی مار کے ہلاک کر ڈالیں گے۔ حالانکہ صورت موجودہ میں یہ خیال باعث تسکین تھا کہ ممکن ہے میں کسی نہ کسی طریقہ پر آلیوبا کی امداد کا ذریعہ بن سکوں۔ اتنے میں یکے بعد دیگرے کئی اور گولیاں میرے پاس سے ہو کر گذریں لیکن میں نے گھوڑا نہ روکا۔ اور شاید میں اسے روکنا بھی چاہتا تو وہ نہ رکتا۔ کیونکہ بڑا تیز رو حیوان تھا۔ حتیٰ کہ بحالت موجودہ چابک یا مہمیز کے بغیر ہی اندھا دھند دوڑا چلا جاتا تھا۔

فی الحقیقت اس قدر تیز اس کی رفتار تھی کہ میں جلدی ہی ان ڈاکوؤں کو پیچھے چھوڑ کر جو میرے پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے اس آدمی کے پاس جا پہنچا جو آلیو یا کو بھگائے لئے جا رہا تھا۔ لیکن گو اس طرح ہمارا درمیانی فاصلہ بہت کم رہ گیا۔ تاہم اس نے میری آمد کی بالکل پرواہ نہ کی جس کی وجہ میرے خیال میں یا تو یہ ہوگی کہ اس نے میرے بارے میں یہ سمجھا کہ میں اس کے ساتھیوں میں سے ایک ہوں۔ یا میری آمد کو اس خیال سے نظرانداز کر دیا کہ یہ جب پاس آئے گا تو اسے فوراً گولی مار کر ٹھنڈا کر دوں گا۔ جیسا کہ میں بیشتر لکھ چکا ہوں رات نکھری ہوئی اور صاف تھی اور اب اس ڈاکو کے پاس پہنچ کر میں نے دیکھا کہ اس نے بدنصیب آلیو یا سیکولی کو اپنے بائیں بازو کا سہارا دے کر بٹھا رکھا تھا۔ لیکن اب وہ بالکل بے حرکت تھی۔ گردن ڈھلکی ہوئی سر کے بال پریشان، نہ اس کے منہ سے کوئی چیخ نکلتی تھی اور نہ وہ جدوجہد کرتی تھی جس سے میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوا کہ شاید وہ غش کر گئی۔ لیکن اب رفتہ رفتہ خیالات کے صحیح مرکز پر آنے کے بعد میں یہ سوچنے کے قابل ہو گیا کہ میں اس کی امداد کس طریقہ پر کر سکوں گا؟ یہ شخص بھی اپنے ساتھیوں کی طرح پوری طرح مسلح تھا اور میرے پاس اسلحہ کی قسم سے کوئی ایک چیز بھی نہ تھی۔ خیالات کی اس الجھن میں میرا ایک ہاتھ عالم بے خبری میں فتراک کی طرف گیا۔ اور اس وقت میں نے دیکھا، کہ دو بھرے ہوئے پستول اس میں بندھے ہیں۔ ان کے بھرے ہوئے ہونے کا خیال محض اس لئے مجھ کو آیا کہ وہ بھی اُن ہی ڈاکوؤں میں سے ایک کا گھوڑا تھا۔ اور یہ غیر ممکن سی بات تھی کہ وہ انہیں خالی باندھ کے لایا ہو۔ بہرصورت ان پستولوں کی موجودگی سے خبردار ہونے کے بعد یہ معلوم کئے بغیر کہ وہ بھرے ہوئے ہیں، یا خالی۔ میں نے ایک ایک کو دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ اور گھوڑے کی باگ بدستور تھامے اس کو ایڑ لگا کے اس شخص کے عین برابر پہنچا۔ جس نے آلیو یا کو اپنے سامنے کاٹھی پر

بٹھا رکھا تھا۔

اس کو ایک ہی نظر دیکھ کر یہ یقین میرے دل میں پختہ ہو گیا کہ وہ مارکو اوبرٹی کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ ایک اس طرح کی ہستیٔ ناپاک کو جان سے مار دینا چونکہ میرے نزدیک داخلِ گناہ نہ تھا اس لئے غریب آلیویا کو چھڑانے کے خیال سے میں نے ڈاکو سردار کے سر کا نشانہ تاک کر جھٹ پستول داغ دیا۔ لیکن گولی خطا گئی۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں دوسرا پستول چلاتا گھوڑے نے بھڑک کر مجھے فرش زمین پر گرا دیا۔ مجھے سخت چوٹ آئی۔ حتیٰ کہ اس صدمہ کی وجہ سے میں تھوڑی دیر اُٹھنے کے ناقابل وہیں زمین پر پڑا رہا۔ اور اتنے میں وہ لوگ جو میرا پیچھا کرتے آ رہے تھے بالکل پاس آ گئے۔ میری طاقتِ مزاحمت ختم ہو چکی تھی انہوں نے فوراً مجھے حراست میں لے لیا۔ اور ایک نے پستول ہاتھ میں لے کر میرے سر کا نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ قریب تھا کہ میری زندگی کا خاتمہ ہو جاتا جس صورت میں یہ داستان کبھی لکھی ہی نہ جاتی۔ مگر عین اس وقت مارکو اوبرٹی نے ... کیونکہ درحقیقت یہی وہ آدمی تھا جو آلیویا سیکولی کو بھگائے لئے جا رہا تھا، اپنی زبان میں کچھ کہا۔ اس پر اس کے ساتھی نے فوراً پستول ہٹا لیا۔ باقی ماندہ ڈاکوؤں نے پھر ایک بار مجھ کو اشارہ سے گھوڑے پر سوار ہونے کو کہا۔ اور جب میں بیٹھ چکا تو انہوں نے ایک مضبوط رسّی لے کر میرے دونوں پیر گھوڑے کے پیٹ کے نیچے کس دیئے۔ اب گویا میں کسی موقعہ پر گھوڑے سے کود کر بچ نکلنے کی کوشش کرنا چاہتا بھی تو نہ کر سکتا تھا۔

قریباً آدھ گھنٹہ سفر جاری رہا اس اثنا میں مس سیکولی بالکل بے حرکت اور بے ہوش تھی۔ آخر کار ہم لوگ ایک تنگ درہ میں پہنچے جس کے اطراف میں اونچے اونچے پہاڑ تھے اس میں داخل ہو کر ہم تھوڑی دور گئے تھے کہ راستہ ایک گلی کی صورت میں ایک طرف کو مڑا۔ جس کے آگے گھنا جنگل تھا۔ اس جگہ درختوں کی گنجانی سے تاریکی

پھیلی ہوئی تھی لیکن ڈاکوؤں نے اس بات کا پورا خیال رکھا کہ میں فرار ہونے کی کوشش نہ کر سکوں۔ چند منٹ کے بعد یہ جماعت ایک ایسے مقام پر پہنچی جہاں متعدد چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں لیکن وہ درختوں کے سایہ میں اس طرح پوشیدہ تھیں کہ شاید دن کے وقت کسی کو ان کی موجودگی کا علم نہ ہو سکتا تھا۔ ان جھونپڑیوں کی پشت پر کوئی اونچی سی عمارت دکھائی دیتی تھی معلوم ہوتا تھا کسی پرانی گڑھیا کے کھنڈرات ہیں۔ لیکن اس کے متعلق میں جنگل کے اندھیرے میں کوئی صحیح رائے قائم نہ کر سکا۔ اور سلسلہ داستان جاری رکھنے کے خیال سے میں نے اس وقت تک اپنے دلی خیالات کا جو ڈاکوؤں کی حراست میں آنے کے بعد پیدا ہوئے تھے ذکر نہیں کیا۔ تاہم ناظرین کے لئے یہ سمجھنا دشوار نہیں ہو سکتا کہ میری اس وقت کی ذہنی حالت خوشگوار نہ تھی۔ کیونکہ گو مارکو اوبرٹی کی وساطت نے مجھے فوری ہلاکت سے بچا لیا تھا تاہم میرے لئے یہ سمجھنا دشوار نہ تھا کہ انجام کار مجھے یقینی طور پر جان سے مار ڈالا جائے گا۔ اور جب تک زندگی ہے ان وحشیوں کے ہاتھوں کوئی اچھا سلوک بھی نہ ہوگا۔ لیکن اپنی اس وقت کی مصیبت میں خود سرائی نہ کرتا ہوا میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اس بدنصیب خاتون کی حالت سے غافل نہ تھا جسے دیوسیرت مارکو اوبرٹی اس کے والدین کے قبضہ سے زبردستی چھڑا لایا تھا، اور جس کا انجام خدا جانے کیا ہونے والا تھا۔

لیکن مجھے سلسلہ داستان جاری رکھنا چاہیئے۔ جیسا کہ لکھا گیا ہے، ہم لوگ جھونپڑیوں کے اس مجموعہ کے پاس پہنچ چکے تھے، کہ مارکو اوبرٹی نے پھر ایک بار اپنی زبان میں چند الفاظ کہے۔ جو گو میری سمجھ میں نہ آسکے۔ تاہم اتنا معلوم ہوا کہ وہ حکم کا درجہ رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ تب بے ہوش آلیویا کو بدستور اپنے گھوڑے

پر بٹھائے آگے چلا گیا۔ مگر اس کے ساتھی ڈاکوؤں نے میرا گھوڑا ایک جھونپڑی کے پاس کھڑا کر لیا۔ پھر میرے پاؤں کی رسّیاں کھولیں اور مجھے اترنے کا اشارہ کیا۔ ایک آدمی نے جھونپڑی کے دروازہ پر دستک دی۔ اس پر ایک بدمعاش صورت آدمی باہر نکلا جس کے ہاتھ میں دستی لالٹین تھی۔ رسمی گفتگو کے بعد میرے ساتھیوں نے مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں وہ ڈاکو جس کے ہاتھ میں لالٹین تھی میرے آگے آگے ہو لیا تھا چنانچہ اب میں نے لالٹین کی روشنی میں دیکھا کہ کوٹھڑی کے فرش پر بھوسہ کی نالی بچھی ہے اور ایک جانب طاق میں کھانا پکانے کے چند برتن رکھے ہیں۔ جلدی ہی اس کے بعد میرے دیکھنے میں آیا کہ ایک اور چیز اس کوٹھڑی میں موجود تھی یعنی لوہے کی ایک موٹی زنجیر جس کا ایک کڑا خالی اور دوسرا سنگی آتشدان کے ساتھ کسا تھا۔ وہی خالی کڑا میری ٹانگ کے گرد باندھ کر بیڑی کی مانند مقفل کر دیا گیا۔ ڈاکو لالٹین لے کر رخصت ہو گئے۔ اور میں گھُپ اندھیرے میں یکہ و تنہا اپنے ناخوشگوار خیالات کے ساتھ وہاں رہ گیا۔

زنجیر اتنی لمبی تھی کہ مجھے نالی کے فرش پر لیٹنے میں کوئی زحمت نہ ہوئی۔ اور چونکہ میں بے حد تھکا ماندہ تھا اس لئے دروازہ بند ہوتے ہی فوراً لیٹ گیا۔ سب سے پہلے جب ڈاکوؤں میں سے ایک نے مجھے چابک مار کے گاڑی سے گرایا تو میرے بدن پر بہت سی چوٹیں آئی تھیں۔ اس کے بعد جب تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر میلوں سفر کرنا گھوڑے پر سے گرنا اور کئی طرح کی دہشتوں سے گذرنا یہ ساری حالتیں ایسی تھیں جن سے میرے بدن پر ضعف جانی غالب آنا قدرتی تھا۔ میرا جسم کئی مقامات پر چھلا ہوا اور سارے جوڑ درد کرتے تھے۔ لیکن اس قدر تھکا ماندہ ہونے کے باوجود نیند کی رغبت بالکل نہ تھی۔ لاتعداد اندیشے اپنی اور آلیویا سیکولی کی سلامتی کے بارے میں جی کو لگے ہوئے تھے۔ اور ان کی وجہ سے دماغ آرام کا خواہشمند نہ تھا۔

یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا کہ میں نے بیڑی اُتارنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ اس مضبوطی کے ساتھ کسی ہوئی تھی کہ اس کوشش میں بالکل کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔

آدھا گھنٹہ گذر گیا۔ اس کے بعد دفعتاً جھونپڑی کے باہر گھوڑوں کی ٹاپ اور کئی شخصوں کے ناقابل فہم زبان میں ہنس ہنس کر باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ اس سے میں نے معلوم کیا کہ اس جماعت کے باقی آدمی جو سامان لوٹنے کی غرض سے پیچھے رہ گئے تھے واپس آپہنچے۔ ان کی ہنسی اور قہقہہ کی آوازوں سے میں نے یہ بھی معلوم کیا کہ وہ حال کی غارت گری سے ہر طرح مطمئن تھے۔ گو میرے لئے ان کی زبان سے ناواقف ہونے کے باعث یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ ان سبھوں میں کیا باتیں ہورہی ہیں۔

آدھ گھنٹہ کے بعد جھونپڑی کا دروازہ بڑے زور سے کھلا اور مادکو ادبرتی دو ڈاکوؤں کے ساتھ داخل ہوا۔ جن میں سے ایک کے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ گاؤں کی سرائے میں اس آدمی کے متعلق جو حالات میں نے سُنے تھے وہ اب اس کی صورت اچھی طرح دیکھنے سے بالکل صحیح ثابت ہوئے۔ حقیقتاً وہ پستہ قد، فربہ اندام مضبوط کاٹھی کا آدمی تھا۔ عہد شباب میں واقعی شکیل ہوگا لیکن اب جرم و غارت گری کے دَور نے اس کے جذبات بہیمانہ سے مل کر چہرہ پر سیاہ ترین اثرات پیدا کردیئے تھے۔ آنکھیں کالی اور چمکدار، سیاہ رنگ کی گھنے دار بھوؤں کے پیچھے چھپی ہوئی تھیں اور سر کے بال سپیدی مائل ہونے لگے تھے۔ اس کے باوجود میں نے دیکھا کہ اس کی نگاہ اتنی تند و تیز نہ تھی، جتنا اس کیفیت سے جو میں نے پہلے سُنی تھی۔ یا اس کی وحشیانہ خصلت کے اعتبار سے ہونی چاہیئے تھی۔ اس نے نیم فوجی وضع کا لباس پہن رکھا تھا۔ نیلا فراخ کوٹ گہرے رنگ کی پتلون اور ٹوپی کے گرد سنہرا بینڈ لگا ہوا لیکن اب گھوڑے کے سموں نے کیچڑ اچھال اچھال کے اس ٹوپی کو بری طرح آلودہ کر رکھا تھا معلوم ہوا

اس کے ساتھیوں میں سے ایک یعنی جس کے ہاتھ میں لالٹین تھی اس سے دوسرا۔ دنیا کی بیشتر زبانوں سے واقف تھا اور اس وقت میری گفتگو سمجھانے کے لئے ترجمان کا فرض ادا کرنے آیا تھا چنانچہ اس شخص کے ذریعہ سے مارکو اوبرٹی ٹی کے اور میرے درمیان باتیں شروع ہوئیں۔ ترجمان نے یہ جاننے کے بعد کہ میں انگریز ہوں انگریزی زبان میں یہ سوال مارکو اوبرٹی ٹی کی طرف سے پوچھا۔

"میرے آدمیوں میں سے ایک نے گھوڑ سواروں کی زبانی معلوم کیا ہے کہ اس خاتون کا باپ جسے میں لایا تھا انگلستان کا لارڈ ہے۔ کیا وہ مالدار ہے؟"

"آپ کے سوالوں کا جواب دینے سے پہلے" میں نے اس سے کہا "میں بجائے خود دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہ باتیں کس مطلب کے لئے مجھ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں؟"

"گستاخ! بدکردار!" اس پر مارکو اوبرٹی ٹی نے کہلوایا؟ "جو سوال تجھ سے پوچھا جائے اس کا جواب صاف صاف دے۔ ورنہ یاد رکھ میرا ایک اشارہ تجھے پاس والے درخت کی شاخ پر لٹکوانے کے لئے کافی ہوگا۔ نادان! کیا تو اپنے زعم میں یہ سمجھا ہے کہ تیری بے حقیقت زندگی رحمدلی کے خیال سے محفوظ رکھ لی گئی تھی۔ یا وہ جن کے قابو میں تو اس وقت ہے تیری ہستی ناپاک کو اس سے ذرا بھی زیادہ وقعت دیتے ہیں جتنی کسی کتے کی جان کو دی جاتی ہے؟ ان اوچھے خیالات کو دل سے نکال دے۔ اور اب اس قدر سن لینے کے بعد صاف صاف بتا کہ میرے اس پہلے سوال کا کیا جواب ہے؟ یعنی اس انگریز نواب کی مالی حالت کیا ہے؟"

اس وقت دفعتاً مجھے خیال آیا کہ اگر مس آلیویا کے اغوا کا صحیح مقصد یہی تھا کہ ڈاکو اس ذریعہ سے اس کے باپ سے کوئی بڑی رقم بطور تاوان حاصل کرنا چاہتے تھے، تو بہتر ہوگا کہ میں لارڈ رنگ ولڈ کی صحیح مالی حالت فوراً ظاہر

کر دوں. تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اس طرف سے کوئی بڑی رقم ملنے کی امید نہیں. یہ سوچ کر میں نے کہا۔

"اپنے سردار سے کہہ دیجئے کہ ہر چند اس لڑکی کا باپ لارڈ کا درجہ رکھتا ہے تاہم وہ غریب ہے"۔

"کیا مطلب؟" مارکو اوبرنی ٹے نے دریافت کرایا۔ "ممکن ہے جس کو تم غریب کہتے ہو وہ میری نظروں میں کافی مالدار ہو... اس لئے تم اس کی سالانہ آمدنی بیان کرو"۔

"اس کی آمدنی فقط تین ہزار پونڈ سالانہ ہے" میں نے جواب دیا۔

یہ سن کر مارکو اوبرنی ٹے نے نفرت سے منہ پھیر لیا. اور تھوڑی دیر چپ چاپ کھڑا سوچتا رہا۔ اور آخر کار اس نے مہر سکوت توڑ کر چند الفاظ اپنے ساتھیوں سے کہے جس پر انہوں نے اظہار پسندیدگی کیا. اس کے بعد ترجمان نے مجھ سے کہا۔ "اس خاتون کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا اور اگر کبھی تمہیں اس کے والدین سے دوبارہ ملنے کا اتفاق ہو تو ان سے کہہ دینا کہ وہ اپنی خوش نصیبی سے مارکو اوبرنی ٹے کی دلہن بن گئی۔ رہ گیا تمہارا معاملہ۔ تو کیا تم خیال کرتے ہو کہ تمہارا آقا تمہاری رہائی کے متعلق ایمانداری کے ساتھ گفت و شنید پر تیار ہو گا؟"

ہر چند میرے لئے یہ اطلاع بے حد جگر پاش تھی کہ ماہ طلعت آلیویا ایک اس طرح کے خوفناک ڈاکو کی دلہن... یا صحیح لفظوں میں داشتہ بننے پر مجبور ہو گی۔ تاہم اپنے بارے میں رہائی کی امید پانے کے بعد حالت رنج میں بھی غیر معمولی خوشی کا احساس میرے دل کو ہوا۔ اس گفتگو سے کم از کم اتنا ظاہر ہو گیا کہ میری جان بچا لی جائے گی۔ ہر چند مجھے معلوم نہ تھا کہ ڈاکوؤں کا مطالبہ میرے لئے زر تاوان کے حساب میں کہاں تک پہنچے گا. اور اس کے بعد کیا کپتان ریمنڈ میری خاطر اتنا

روپیہ دینا منظور بھی کرے گا یا نہیں۔ تاہم میں نے کہا "جی ہاں میرا آقا ضرور میرے لئے سمجھوتہ کرنے پر تیار ہو گا۔"

"تو بہتر ہے۔" مارکو ادبرٹی نے اب کہلایا۔ "دن نکلنے پر کاغذ قلم دوات تم کو مہیا کر دی جائے گی۔ اور اس کے بعد جس مضمون کا خط ہم کہیں گے اپنے مالک کو لکھ دینا۔ پھر اس وقت تک کہ ہمارا قاصد جواب لے کر آئے تم اسی طرح قیدی بن کر رہو گے۔"

اس کے بعد یہ ملاقات ختم ہو گئی۔ مارکو ادبرٹی اپنے دونوں ساتھیوں کو لے کر رخصت ہو گیا۔ اور میں وہیں اندھیرے میں پھر ایک بار اپنے جانکاہ خیالات کی صحبت میں تنہا رہ گیا۔

باب ۹

سرنگ

بہ مشکل پون گھنٹہ گذرا تھا کہ مجھے جھونپڑی کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی لیکن اب کی بار کوئی آدمی بڑی آہستگی سے اس کو بے آواز کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں چونک کر اٹھ بیٹھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ بے شک کوئی آدمی اندر آیا۔ لیکن گھپ اندھیرے کی وجہ سے میں یہ معلوم نہ کر سکا کہ وہ مرد ہے یا عورت؟ میرے اٹھنے سے زنجیر کی جھنکار پیدا ہوئی تو اس کے ساتھ ہی یہ ہیبت انگیز خیال میرے دل میں آیا کہ شاید ڈاکوؤں میں سے کوئی مجھ کو ہلاک کرنے آیا ہے۔ اس سے میرا کلیجہ دھک دھک کرنے لگا۔ لیکن دفعتاً کسی نے دبی آواز میں کہا

"چُپ!" بہرحال اس سے میرے جی کی بہت کم تسلی ہو سکی. کیونکہ اس کا مجھے بعید تر گمان بھی نہ تھا کہ اس جماعت میں کوئی شخص میرا ہمدرد یا میرے حال سے دلچسپی لینے والا موجود ہو سکتا ہے۔

"لو - اسے پکڑ لو اور برتو" کسی نے دبے لہجہ میں بزبان انگریزی کہا. لیکن اس قدر دبے ہوئے اس کے یہ الفاظ تھے کہ میرے لئے یہ معلوم کرنا دشوار تھا کہ متکلم کیا وہی شخص ہے. جو پہلے ترجمان بن کر آیا تھا یا کوئی اور؟ دفعتاً وہی آواز پھر یہ کہتے سُنائی دی:" ایک گھنٹہ تمہیں اس کام میں لگ جائے گا۔ اس کے بعد میں واپس آجاؤں گا. چونکہ رات آدھی جا چکی ہے اس لئے جلدی کرو۔ بہت تھوڑا وقت باقی ہے:"

نو وارد کے لہجہ اور اس کے الفاظ سے کم از کم یہ ایک بات واضح ہو گئی، کہ وہ مرد ہے اور اس کی تصدیق جلدی ہی اس طرح پر بھی ہوئی کہ اس نے اپنا ہاتھ اندھیرے میں میری طرف بڑھایا اور ایسا کرتے ہوئے ایک چھوٹی سی چیز مجھے دی جس کے بارے میں معلوم ہوا تیز ریتی تھی۔ اس کے بعد وہ دبے پاؤں جھونپڑی سے رخصت ہو گیا۔ اور جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میں نے فوراً ہی اس کی تجویز پر عمل کرنا شروع کر دیا. لیکن گو میرے ہاتھ اس آہنی کڑے کو رگڑنے میں مشغول تھے. جو میری ٹانگ کے زیریں حصّہ میں بندھا تھا. تاہم دماغ کو ان بڑھتے ہوئے اسرار کے متعلّق قیاسات قائم کرنے کی بہت فرصت تھی. بڑی دیر تک میں یہ سوچتا رہا کہ ڈاکوؤں کی جماعت میں ایسا کون ہو گا جس کو میری ذات سے یوں ہمدردی ہوئی؟ اس خیال سے کہ یہ شخص بھی ویسی ہی صفائی اور روانی سے انگریزی بول سکتا تھا جیسی صفائی اور روانی کے ساتھ وہ آدمی جس کی وساطت سے ڈاکو سردار کے ساتھ میری باتیں ہوئی تھیں۔ میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوا کہ

یہ آدمی وہی ترجمان ہوگا۔ اور اب، جو میں نے سوچا تو یہ بھی یاد آیا کہ اس کا لہجہ انگریزی بولنے کے وقت اس طرح کا غیر ملکی انداز لئے ہوئے تھا جس طرح اس پہلے آدمی کا، جسے میں نے سابقہ گفتگو کے موقعہ پر تقریر کرتے سنا تھا۔ لیکن پھر ایک اور سوال یہ پیدا ہوا کہ کس لئے وہ میرا مددگار بننا چاہتا تھا؟ کیا حقیقتاً وہ کوئی رحمدل انسان تھا۔ یا اس میں کوئی خاص چال پوشیدہ تھی۔ میں نے اس بارے میں بہت کچھ خیالات دوڑائے لیکن کوئی صحیح نتیجہ حاصل نہ کر سکا۔ اور انجام کار یہ کہہ کر اپنے جی کو تسلی دینے پر مجبور ہوا کہ عنقریب اس کی واپسی پر یہ راز خود بخود حل ہو جائے گا۔ ریتی ہاتھ میں لیتے وقت میں نے یہ سوچا تھا کہ ایک گھنٹہ کا عرصہ کڑا کاٹنے کے لئے ہر لحاظ سے کافی ہوگا۔ لیکن جلدی ہی معلوم ہوا کہ یہ عمل درحقیقت اتنا سہل نہ تھا جتنا وہ بادی النظر میں معلوم ہوا۔ اور گو مثل مشہور ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے تاہم عملی طور پر اس میں بھی کئی دقتیں حائل ہوئیں۔ غرض ایک گھنٹہ گذر گیا لیکن کڑا اب تک نہ کٹ سکا۔ میں نے کئی بار اس کو ہاتھوں کی طاقت سے توڑنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

اتنے میں جھونپڑی کا دروازہ پھر کھلا۔ اور وہی مردنامعلوم دوبارہ اندر داخل ہوا۔

"کیوں۔ کیا کامیاب ہو گئے؟" اس نے دبی ہوئی آواز میں پوچھا۔ لیکن گو میں نے اس کی آواز پہچاننے کی بہت کوشش کی۔ تاہم اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ کر سکا کہ اس کا انداز گفتگو اس شخص سے ملتا تھا جس نے پیشتر اسی کمرہ میں ترجمان کا فرض ادا کیا تھا۔

"ابھی تک یہ کڑا بمشکل تین چوتھائی کٹا ہے اور اس کا توڑنا سخت دشوار ہے" میں نے اسی طرح دبے ہوئے لہجہ میں جواب دیا۔ اس نے دونوں ہاتھ بڑھا کر کڑے کے اندر ڈال دیئے۔ اور پھر اس زور کا جھٹکا دیا کہ وہ فوراً ہی

ٹوٹ گیا۔

"اب چپ چاپ چلے آؤ۔ خبردار ایک لفظ تک منہ سے نہ نکلے۔"

اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اس طرح ہم لوگ آگے پیچھے جھونپڑی سے باہر آگئے۔ درختوں کے سایہ میں گھُپ اندھیرا تھا۔ تو بھی اتنا میں نے معلوم کیا کہ اس آدمی کا قد اس دوسرے آدمی کی نسبت جسے میں نے ڈاکو سردار کے روبرو انگریزی بولتے سُنا تھا زیادہ لمبا ہے۔ گویا وہ پہلا قیاس جو میں نے اس کی نسبت قائم کیا تھا غلط نکلا وہ مجھے ساتھ لئے ایک چکر دار راستہ سے ہوکر جنگل میں گزرا۔ اور جب آخرکار ہم درختوں کے سایہ سے باہر آگئے۔ تو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑے بُرج یا قلعہ نما عمارت کی دیوار کے پاس کھڑے ہیں۔ معلوم ہوا یہی وہ مقام تھا جو مجھے پہلی رات ان جھونپڑیوں کی طرف آتے ہوئے ان کی پشت پر دکھائی دیا تھا۔ اتنے میں آسمان پھر ایک بار ابر محیط ہونے لگا تھا۔ اس لئے گو ہم درختوں کے سایہ سے باہر آگئے تھے تاہم اندھیرے میں مختلف چیزوں کو پہچاننا اب بھی سخت دشوار تھا۔ اس کے باوجود میں نے اپنے رہبر کی شخصیت معلوم کرنے کے لئے پھر ایک بار اس کے منہ کی طرف دیکھا۔ لیکن اتنا ہی معلوم کرسکا کہ اس نے اپنے کپڑوں پر ایک لمبا اور ڈھیلا لبادہ پہن رکھا تھا۔ اور چہرہ پہ سیاہ نقاب تھی۔

"سُنو۔ اس مہم کا سب سے خطرناک حصہ ابھی باقی ہے" اب اس نے دفعتاً پُراسرار دبے ہوئے لہجہ میں مجھ سے کہا۔ "دیوار کے اس جانب ایک پہرہ دار کھڑا ہے اور آگے جانے سے پیشتر اس بات کی ضرورت ہے کہ اسے مغلوب کرلیا جائے۔ میں نہیں چاہتا کسی شخص کی جان ناحق ضائع ہو۔ تاہم ضرورت پیش آنے پر انسان کو سبھی طرح کے کام کرنے پڑتے ہیں۔ پس اگر اس کی طرف سے پُرزور مزاحمت ہو تو لازم ہے تم اس کو ہلاک کرنے سے بھی نہ چوکو۔ کیونکہ اسی طرح اس انگریز خاتون کو جو اس جگہ مقید ہے بچایا جانا ممکن ہے۔ کیا تم اس بات کے لئے آمادہ ہو؟"

"جی ہاں، آپ مجھے ضروری ہدایات دے دیں۔ پھر کوئی کام ایسا نہیں ہے جس سے مجھے دریغ ہو" میں نے لہجۂ استقلال میں جواب دیا۔

"تو سنو۔ یہ تلوار میں تم کو دیتا ہوں۔ اس کا دستہ بہت بھاری ہے۔ تمہیں چاہیئے دبے پاؤں پیچھے جاکر پہرہ دار پر اس سے وار کرو۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے کہ تم اس تلوار کا دستہ اس کے سر پر دے مارو۔ اور جس وقت وہ بے ہوش ہوکر گر پڑے تو اپنا رومال اس کے منہ میں ٹھونس دو۔ اور یہ رسّی جو میں تم کو دیتا ہوں اس کی مشکیں باندھنے میں استعمال کرو۔ جب تم ایسا کر چکو تو اس کو بے بسی کی حالت میں گھسیٹ کر ایک طرف ڈال دینا۔ تاکہ ہمیں اس دروازہ سے گذرنے میں کسی طرح کی دقّت کا سامنا نہ ہو۔ جس کے باہر وہ اس وقت کھڑا ہے۔ بالفرض پہلا وار کارگر نہ ہو۔ تو پھر دوسرے وار سے تامّل نہ کرنا۔ اور اس بات کا خیال رکھنا کہ وہ ضرور کاری ضرب ہو۔ اس کے باوجود حتی الوسع اس کی جان بچانے کی کوشش کرنا۔ کیونکہ پکڑے جانے کی حالت میں گو ہماری اپنی زندگیوں کی قیمت دو کتوں کی زندگی کے برابر ہوگی۔ تاہم یہ بات مجھے طبعًا ناپسند ہے کہ کسی آدمی کا خون ناحق ضائع ہو۔"

کام ہر چند مشکل اور خطرناک تھا اور اس کے ساتھ ہی اس پہلو سے پر اسرار بھی تھا کہ پہرہ دار کو بے ہوش کرنے کا عمل خصوصیت سے میرے سپرد کیا گیا۔ حالانکہ ہم دونوں مل کر اس کو بہ آسانی مغلوب کر سکتے تھے۔ تاہم فوری جوش میں میں نے سوال کے ان پہلوؤں کو نہ سوچا اور اپنے رہبر سے رسّی اور تلوار لے کر فورًا آمادہ ہوگیا۔ رسّی کو میں نے سرسری طور پر کمر کے گرد لپیٹ لیا۔ تاکہ اسے بوقت ضرورت فورًا استعمال کیا جا سکے۔ اور تلوار بغل میں داب لی۔ وہ بہت بھاری اور شکل و صورت میں پرانی وضع کے کھانڈے سے ملتی جلتی تھی اس کے بعد میں دبے پاؤں دیوار کے موڑ کی طرف گیا اور اس جگہ چھپ کر دیکھنے لگا کہ پہرہ دار کس حالت میں کھڑا ہے۔ میری طرف اس کی پیٹھ تھی۔ اور وہ اپنی بندوق کا سہارا لئے آگے کی

طرف جھکا ہوا تھا۔ آن واحد میں ہانڈے کا مضبوط دستہ اس کے سر پر بڑے زور کے ساتھ لگا۔ ایک دبی ہوئی کراہٹ اس کے منہ سے نکلی اور وہ فرش زمین پر گر پڑا۔ میں جھٹ سے اس کی پیٹھ پر گھٹنا ٹیک کے بیٹھ گیا۔ تاکہ وہ اُٹھنے کی کوشش نہ کر سکے۔ لیکن اس نے صرف ایک تشنجی حرکت کی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ میں نے جھٹ اس کو سیدھا کر کے رومال اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ پھر غیر معمولی عجلت سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اپنے پُراسرار رہبر کی ہدایت کے مطابق اس کو گھسیٹ کر لمبی گھاس میں ایک طرف کو ڈال دیا تھوڑی دیر میں اس کے پاس یہ معلوم کرنے کے لئے ٹھہر گیا کہ وہ مر تو نہیں گیا۔ کیونکہ گو اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے مجھے ایک اس طرح کے بے رحم ڈاکو کی ہلاکت سے قطعاً دریغ نہ تھا۔ تاہم میرے اپنے دل کو خون سے طبعی نفرت تھی۔ اور میں بلا وجہ کسی کی جان لینا نہ چاہتا تھا۔ اس بارے میں ہر طرح مطمئن ہو کر کہ وہ مرا نہیں صرف بے ہوش ہوا ہے میں اس مقام کی طرف مڑا جہاں میرا ساتھی کھڑا میرا انتظار کر رہا تھا۔ اور اس کو سارے حالات سے خبردار کیا۔

اکٹھے ہم دونوں اس مقام کی طرف گئے جہاں ایک گھڑی پہلے پہرہ دار متعین تھا معلوم ہوا ایک بہت بڑا دروازہ اونچی محراب کے اندر بنا ہے۔ اس دروازہ کو میرے ساتھی نے بڑی آسانی کے ساتھ کھول لیا۔ کیونکہ وہ مقفل نہ تھا۔ اور جب ہم دونوں اندر گئے تو میں نے اس تاریکی میں جو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی لید کی بُو اور گھوڑوں کی آوازوں سے معلوم کیا کہ وہ ڈاکوؤں کا اصطبل ہے۔

میرا ساتھی ہر قسم کا ضروری سامان لیتا آیا تھا۔ چنانچہ اب اس نے دیا سلائی نکال کر چھت سے لٹکی ہوئی لالٹین کو روشن کیا اور ایک گھوڑے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"جس قدر پھرتی اور تیزی کے ساتھ ممکن ہو اس پر زین ڈال لو!"

میں فوراً اس کام میں مشغول ہو گیا۔ مگر ایسا کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ قریباً پندرہ سولہ گھوڑے اس اصطبل میں بندھے تھے۔ انہی میں سے ایک اور کو میرے ساتھی نے بڑے غور کے ساتھ منتخب کیا۔ اور اس پر زنانہ کاٹھی ڈال کر ساز کسنے لگا۔

ضمناً یہ بیان کرنا بے جا نہ ہو گا کہ اصطبل میں میں نے ایک طرف ایک بہت بڑی الماری دیکھی۔ جس میں ہر قسم کے گھوڑوں کے ساز رکھے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یہ الماری ہی کمرہ گودام کا کام دیتی تھی۔

جس وقت دونوں گھوڑے کسے جا چکے اور میرا نامعلوم ساتھی اس ایک گھوڑے کو جسے اس نے تیار کیا تھا لے کر دروازہ کی طرف چلنے لگا۔ تو وہ لالٹین جو چھت کے ساتھ لٹک رہی تھی اس کی ٹوپی کے ساتھ چھو گئی۔ بے خبری میں ٹوپی جو گری تو اس کے ساتھ ہی وہ نقاب بھی جو اس میں بندھی ہوئی تھی اس کے چہرہ سے اتر گئی۔ اور اس وقت میں نے حیران و سراسیمہ ہو کر دیکھا کہ یہ آدمی اینجا ولٹیرا کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ فی الحقیقت اتنی حیرت مجھے اس کو دیکھ کر ہوئی کہ میرے منہ سے ایک دبی ہوئی چیخ نکل گئی۔ اس نے جلدی سے میرا بازو پکڑا اور میں نے دیکھا کہ اس کے چہرہ کی گندم گوں رنگت اب لاش کی مانند سپید تھی۔

"چپ خاموش!" اس نے التجائی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب جو تم نے مجھے دیکھ لیا ہے تو میں اس بات کا وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ تم اس کا ذکر کسی اور سے بالکل نہ کرو گے۔"

"رحم خدا! کیا یہ ممکن ہے۔" میں نے بڑھتی ہوئی سراسیمگی کے ساتھ کہا۔ "کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ہی کی دی ہوئی اطلاع کی بنا پر ڈاکوؤں نے ہماری جماعت پر حملہ کیا تھا؟"

"نہیں! سو بار نہیں!" ولٹیرا نے جس کے چہرہ پر غصہ کی تیز سرخی پیدا

ہو گئی تھی کہا۔ "کیا تم مجھ کو اتنا ہی گیا گذرا آدمی سمجھتے ہو... لیکن اس بحث کو چھوڑ دو اور مجھ سے حلفیہ وعدہ کرو کہ تم کسی سے یہ نہ کہو گے کہ کس نے تم کو چھڑایا اور کس کی امداد سے تم آئیو یا سیبولی کو بچانے کے قابل ہوئے۔ کم از کم" اس نے کچھ سوچ کر اضافہ کیا۔ "تمہیں اس وقت تک رازداری کا وعدہ کرنا چاہیئے حتیٰ کہ اس کی ضرورت باقی نہ رہے۔"

"معاف کیجئے۔ میں اس قسم کا وعدہ کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔" میں نے تمکنت سے جواب دیا۔ اور سوچا کہ اگر ہم واقعی اس جگہ سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے تو میرا اخلاقی فرض ہو گا کہ آئیو یا کو اس کے عاشق جاں باز کی صحیح شخصیت سے پوری طرح واقف کر دوں۔ یعنی اس کو بتا دوں کہ اینجلو ولیڈرا بجائے خود ڈاکو نہیں تو ڈاکوؤں کا ساتھی ضرور ہے۔

"اس صورت میں افسوس سارا کام بگڑ جائے گا۔" ولیڈرا نے غصہ اور جوش کی حالت میں نہیں بلکہ نرم لہجہ میں انتہائی افسوس کے ساتھ کہا۔ فی الحقیقت اتنی دردناک حالت اس وقت اس کی تھی کہ میں اس کے لئے رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیوں؟ کس طرح؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔ "یقیناً آپ اپنے سینہ میں نیک اثرات رکھتے ہیں۔ ورنہ کس طرح ممکن تھا کہ اس خاتون کو ڈاکوؤں کے چنگل سے چھڑا کر واپس بھیجنے کی کوشش کرتے۔"

"افسوس تم صحیح حالات سے واقف نہیں ہو۔ اور نہ یہ وقت ایسا ہے کہ میں تمہیں ان سے واقف کرنے کی کوشش کروں۔" ولیڈرا نے جواب دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر نخوت اور تمکنت کے آثار نمودار ہو گئے۔ "پھر کاش تم مجھ سے واقف ہوتے۔ کاش تمہارے لئے کسی طریقہ پر میرے دل کا حال جاننا

ممکن ہوتا۔ اس صورت میں مجھے پورا یقین ہے کہ تم میری درخواست قبول کرنے سے ہرگز انکار نہ کرتے۔ لیکن وقت قیمتی ہے۔" دفعتًا اس نے پرجوش لہجہ میں کہا "اور ہم اسے ضائع کرنا گوارا نہیں کر سکتے۔ ڈاکو اپنی کامیابی کی خوشی میں جشن منا رہے ہیں۔ لیکن اگر اس دوران میں کوئی دوسرا سپاہی اس پہرہ دار کی جگہ لینے کے لئے آ پہنچا تو ... اُف خداوندا! ..." اور اس کے بعد فقرہ کو ناتمام ہی چھوڑ کر اس نے کہا: "کیا تم اس آدمی پر بھروسہ نہیں کر سکتے جس کی نیک نیتی اس کے ہر ایک فعل سے ظاہر ہے؟ یاد رکھو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھے ہوئے ہو۔"

ادھر ہم میں یہ باتیں ہو رہی تھیں ادھر ڈاکو مست شراب ہو کر مکان کے دورافتادہ حصے میں قہقہے مار کر ہنس رہے تھے۔

"رحم خدا۔ اگر او بڑی ٹے نے شراب کے نشہ میں یہ حکم صادر کر دیا کہ دونوں قیدیوں کو ہلاک کر دو تو ... کیا ہوگا؟" یہ کہتے ہوئے ولیٹرا کے چہرے پر رنج و اذیت کے گہرے آثار نمودار ہوئے۔ اور میں خود بھی اس کے لفظوں کا مطلب سمجھ کر کانپے بغیر نہ رہ سکا۔

"دیکھئے ایک شرط ہے۔ جس پر میں آپ سے وعدہ کرنے کے لئے تیار ہوں" آخر کار میں نے کہا۔

"بولو۔ جلدی کرو۔ وہ کیا شرط ہے۔" اس نے بے تابانہ پوچھا۔ گو جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے ہماری یہ ساری گفتگو بے حد دبی زبان میں ہو رہی تھی۔

"میں جو وعدہ آپ سے کروں گا اس پر کاربند رہوں گا۔" آخر کار میں نے کہا "لیکن اس شرط کے ساتھ کہ آپ اس دوران میں مس آلبو یا سیکولی سے دوبارہ ملنے کی کوشش نہ کریں۔"

"اچھا سنو۔ جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کو غور کے ساتھ سنو" ایجلو ولیٹرا نے مضطربانہ کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تمہارے آقا کپتان ریمنڈ اور لارڈ رنگ ولڈ اب کی سردیاں فلارنس میں بسر کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے تم ان کے پاس رہتے ہوئے بچشم خود دیکھ سکو گے کہ میں کیا اپنے اقرار کا پابند رہتا ہوں یا نہیں۔ مجھے یہ شرط منظور ہے۔ اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس وقت تک خاندان رنگ ولڈ کے کسی فرد کے روبرو نہ آؤں گا حتیٰ کہ ان سارے حالات کو واضح طور پہ بیان نہ کر سکوں جو فی الحال تم کو عجیب و پُراسرار معلوم ہوتے ہیں۔"

"اور اپنی طرف سے میں بھی اس بات کا حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ کسی موقعہ پر آپ کا ذکر اس پیرایہ میں نہ کروں گا جس سے آپ کی ذات پر حرف آنے کا اندیشہ ہو" میں نے کہا۔

"مجھے تمہارے کہنے پر اعتبار ہے" ولیٹرا نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر گرمجوشی سے دباتے ہوئے کہا۔ "تمہاری نگاہ سے وہ صداقت اور چہرہ سے اس طرح کی صاف دلی ظاہر ہوتی ہے کہ مجھے تم پہ بھروسہ کرنے میں ذرا تامل نہیں ہو سکتا بس اب میرے جی کو چین آ گیا۔ آؤ باہر چلیں۔"

ولیٹرا نے اپنی ٹوپی جو اب تک اس کے ہاتھ میں تھی دوبارہ سر پہ رکھ لی۔ لیکن نقاب کو تہ کر کے جیب میں ڈال لیا۔ کیونکہ اس کو اس نے محض اس لئے استعمال کیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو میری نظروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔ حالانکہ اب اس رازداری کی ضرورت باقی نہ تھی۔ اس کے بعد وہ آگے اور میں پیچھے۔ اس طریقہ پر ہم دونوں باہر نکل کر جنگل میں داخل ہوئے۔

ولیٹرا تھوڑی دور چل کر ٹھہر گیا۔ اور کہنے لگا۔ "گھوڑوں کو اس درخت کے ساتھ باندھ دو۔ اور اب سنو۔ جو ہدایات میں تم کو دیتا ہوں ان کو گہری توجہ کے

ساتھ سنو. کیونکہ انہی پر تمہاری کامیابی اور لارڈ رنگ ولڈ کی بیٹی کی سلامتی کا انحصار ہے. لیکن سب سے پہلے میں تم کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس خاتون کو چھڑانے میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد تمہارا طریق عمل کیا ہونا چاہیئے - یہ راستہ جہاں ہم کھڑے ہیں جنگل کے بیچوں بیچ اس راہ سے سمت مخالف میں جاتا ہے جس سے تم دونوں یہاں تک آئے تھے. اور چونکہ راستہ صاف ہے اس لئے تمہیں اس پر چلنے میں کوئی دقت نہ ہوگی - علاوہ بریں گھوڑے اس راہ سے واقف ہیں. پاؤ میل آگے جہاں جنگل ختم ہوتا ہے تم اپنے گھوڑے داہنی طرف کو موڑنا - اور پھر سیدھے چلے جانا - روانگی کے قریباً دو گھنٹہ بعد تم ایک گاؤں میں پہنچو گے - جہاں تم کو رہبر مل جائے گا - یا سواری کا انتظام ممکن ہو گا - وہاں سے سیدھے فلارنس چلے جانا کیونکہ مجھے یقین ہے تمہارے آقا اور اس خاتون کے والدین اس کے بچاؤ کے لئے گرینڈ ڈیوک کی امداد حاصل کرنے وہیں گئے ہوں گے - یہ روپیہ میں تم کو زاد راہ کے لئے دیتا ہوں - اور اب میری ان آخری ہدایات کو غور کے ساتھ سنو جو اس خاتون کی رہائی سے براہ راست تعلق رکھتی ہیں؛

یہ کہتے ہوئے دلیٹرا نے ایک بھرا ہوا بٹوہ میرے ہاتھ میں دے دیا اور اس کے بعد تقریر جاری رکھ کر کہنے لگا -

"سب سے پہلے تم اس مقام پر واپس جاؤ جہاں پہرہ دار بے ہوش پڑا ہے اور یہ معلوم کرنے کے بعد کہ وہ ہر طرح محفوظ ہے - اور مشکیں کھولنے میں کامیاب نہیں ہوا - اگلا موڑ گھوم کے عمارت میں داخل ہو جاؤ - ایک اور دروازہ آئے گا جو مقفل نہیں ہو گا - اسے کھول کے بے کھٹکے اندر چلے جانا - آگے ایک دالان در دالان دکھائی دے گا - اس میں ایک دروازہ اور ہے اسے کھولو گے تو وہ خاتون نظر آئے گی جس کی تم کو تلاش ہے - ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اسے اپنے ساتھ اس مقام

پر لے آنا۔ اور ان گھوڑوں پر سوار ہو کر جس قدر جلد ممکن ہو رخصت ہونے کی کوشش کرنا۔"

ولیٹرا اتنا کہہ کے چپ ہو گیا۔ اس کے بعد کچھ سوچ کر کہنے لگا "میں یہاں پاس ہی اندھیرے میں چھپ کر انتظار کروں گا۔ اگر سب کام ٹھیک ہو گیا تو پھر میرے باہر آنے کی حاجت نہیں۔ لیکن بالفرض کسی طریقہ پر ڈاکوؤں کو تمہارے فرار کی خبر ہو گئی اور انہوں نے پیچھا کرنا شروع کیا یعنی اگر خدانخواستہ ہماری سوچی ہوئی تجویز میں خلل واقع ہوا تو پھر ان ہتھیاروں کی مدد سے جو میرے پاس ہیں میں دم آخر تک ان کو روکوں گا۔ تاکہ تم دونوں صحیح سلامت رخصت ہو جاؤ۔ اور اب دیکھو میں پھر تاکید کرتا ہوں کہ اپنا وعدہ یاد رکھنا۔ اور اس پر قائم رہنا۔"

اس کو تسلی بخش جواب دے کر میں اس کی ہدایات پر عمل کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ سب سے پہلے اس مقام پر گیا جہاں ڈاکو پہرہ دار کو مشکیں کس کر ڈال دیا تھا وہ اس عرصہ میں پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا۔ اور منہ سے دھجی نکالنے اور ہوش میں آ کر ہاتھ پاؤں کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بڑی خیر ہوئی کہ میں عین وقت پر پہنچ گیا ورنہ ممکن تھا وہ منہ سے کپڑا نکال کر شور مچانا شروع کر دیتا۔ گو اس حالت میں بھی اس رسی کی مضبوطی کی وجہ سے جس سے اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے اس کا اُٹھنا یا سیدھا بیٹھنا غیر ممکن تھا۔ خیر میں نے رسی کی گرہوں کو زیادہ مضبوط کر دیا۔ اور رومال کو پھر ایک بار اس کے حلق کے اندر ٹھونسا۔ کم بخت کو مجھ پر غصہ تو بہت آیا ہو گا۔ یہاں تک کہ اندھیرے میں مجھے اس کے بدنما چہرہ پر قہر شیطانی کے آثار بھی نظر آئے۔ لیکن بے بسی تھی۔ اگر اس کا قابو چلتا تو وہ یقیناً مجھے جان سے مار ڈالنے میں بھی دریغ نہ کرتا۔ حالانکہ میں نے اس کی ناپاک ہستی بچانے کی اتنی کوشش کی تھی۔

دلیٹرا کی دی ہوئی تلوار میرے پاس تھی۔ اور میں اپنے جی میں عہد کر چکا تھا کہ اگر ڈاکوؤں میں سے کسی نے مجھ کو دیکھ لیا یا مجھ پہ حملہ کیا تو میں پوری طرح ان کا مقابلہ کروں گا۔ موڑ سے گذر کر پھر ایک بار عمارت کی پشت کی طرف گیا۔ اور اس وقت دیکھا کہ اصطبل کے آگے پختہ دیوار میں پاس ہی پاس بنی ہوئی چار کھڑکیوں سے روشنی خارج ہوتی اور ان کی راہ سے ہنسی قہقہہ کی پُر شور آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اس سے میں نے معلوم کیا کہ ڈاکو لوگ عمارت کے اس حصہ میں بیٹھے جشن منا رہے ہیں۔ دبے پاؤں دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا میں اینجلو دلیٹرا کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق اور آگے گیا۔ حتیٰ کہ ایک بند دروازہ نظر آیا۔ جو میرے دھکیلنے سے کھل گیا۔ اندر ایک دالان تھا جس میں چھت سے لٹکے ہوئے لوہے کے چراغ کی پھیکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے بائیں جانب ایک دروازہ اور تھا۔ جس میں باہر سے چٹخنی لگی تھی۔ جب میں نے اُسے کھولا تو اس کے اندر بھی روشنی دکھائی دی۔ جس وقت میں نے دہلیز میں قدم رکھا تو آلیویا سیکولی جو ایک چھوٹی سی میز کے پاس بیٹھی تھی۔ آواز سُن کر چونکی اور اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد تھا۔ بال پشت اور کندھوں پر بکھرے ہوئے اور دونوں ہاتھ تشنجی انداز سے جڑے ہوئے تھے۔ فی الحقیقت اس کے ہونٹ جو برنگِ یاقوت سرخ تھے اب بالکل سپید نظر آئے۔ قریب تھا کہ وہ مجھے ڈاکو سمجھ کر وہیں اپنی جگہ پہ دو زانو ہو کے بیٹھ جاتی۔ اور رحم کی التجا کرنے لگتی۔ کہ دفعتاً اس نے مجھے پہچان لیا۔ ایک فوری تبدیلی اس کے چہرہ پہ واقع ہوئی۔ اس کی قدرتی رنگت عود کر آئی۔ اور نگاہ سے امید پریشانی اور حیرت کا اظہار کرنے لگی۔

"مس سیکولی۔ خدا کے لئے جلدی کیجئے"۔ میں نے بے تابانہ کہا۔ "تاخیر خطرناک ہے۔ میں آپ ہی کو بچانے کے لئے آیا ہوں"۔

وحشت آمیز خوشی اور پُر جوش شکر گذاری کے آثار اس کے چہرہ پر نمودار ہوئے۔ اس نے جلدی سے ٹوپی پہن کر شال اوڑھا اور آن واحد میں چلنے کو تیار ہو گئی ہم دونوں تیز قدم اٹھاتے باہر آئے اور عمارت کی دیوار کے ساتھ ساتھ اس مقام کے پاس سے گذر کر جہاں ڈاکو پہرہ دار دست و پا بستہ بے بس پڑا تھا۔ اس جگہ پہنچے، جہاں دونوں گھوڑے درخت کے ساتھ بندھے تھے۔ مس سیکولی کو ایک پر سوار کرنے میں مدد دے کر میں خود دوسرے پر چڑھا۔ اور اس وقت رخصت ہونے سے پیشتر اس طرح کے مبہم لفظوں میں جس کا مطلب آلیو یا بالکل نہ سمجھ سکتی تھی۔ حالانکہ وہ اس شخص کے لئے، جو درختوں کی اوجھل میں کھڑا تھا وہ بالکل واضح اور صاف تھے میں نے کہا "ہزار ہزار شکریہ اس محسن اور رفیق کا، جس نے مجھ کو چھڑا کر آپ کے بچانے کا ذریعہ پیدا کیا۔"

اس کے بعد میں آلیو یا کو ساتھ لے کر ولیٹرا کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے لگا جنگل کا راستہ خاموشی میں طے ہوا۔ لیکن جب ہمارے گھوڑے جنگل سے نکل کر پختہ سڑک پر پہنچ گئے تو میں نے پہلی مرتبہ یہ کہہ کر مہر سکوت توڑی " بانو۔ کیا آپ گھوڑے پر سوار ہونے کی عادی ہیں؟"

جس کا جواب مس سیکولی نے بصورت اثبات دیا۔

"مگر میں جاننا چاہتی ہوں" اس نے بے تابانہ کہا۔ "شکریہ کا ایک لفظ تک کہنے سے پیشتر میں یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ کیا میرے والدین اس وقت تک زندہ اور سلامت ہیں؟"

جواب میں اس کو میں نے بتایا کہ میں موقعہ واردات سے تقریباً اسی وقت چلا آیا تھا جب ڈاکو سردار مارکو اوبرٹی آپ کو لے کر فرار ہوا۔ اس لئے واقعات مابعد کا حال مجھے بالکل معلوم نہ تھا۔ تاہم میں نے یہ کہہ کر اس کی حوصلہ افزائی کی، کہ

جہاں تک میرا یقین ہے لارڈ اور لیڈی رنگ - ولڈ کے ساتھ کوئی بے جا سختی کا سلوک نہ کیا گیا ہوگا - نہ میرے خیال میں کپتان ریمنڈ کے ساتھ اس سے زیادہ کوئی بدسلوکی ہوئی، کہ اسے گاڑی کے پہیہ کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا - اس کے علاوہ" میں نے کہا" جو حالات مجھے اس شخص کی زبانی معلوم ہوئے ہیں جس نے مجھے ڈاکوؤں کی قید سے چھڑایا تھا ان سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ آپ کے والدین اور کپتان ریمنڈ ہر طرح محفوظ ہیں - کیونکہ آپ کے بارے میں اس شخص نے مجھے تاکید کر دی تھی کہ میں بلا توقف آپ کو فلارنس لے جاؤں جہاں وہ سب اس سے پہلے پہنچ چکے ہوں گے "

رہائی کے متعلق جو حالات میں نے مس سیکولی سے بیان کئے ان کا خلاصہ یہ تھا کہ ڈاکوؤں میں سے ایک نے ہم دونوں پر رحم کھا کے پہلے مجھے رہا کیا اور اس کے بعد اس کی رہائی کا کام میرے سپرد کر دیا - اپنے آپ کو ہر طرح کے شبہات سے محفوظ رکھنے کے لئے اس شخص نے معاملات کی صورت ایسی پیدا کی کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے کہ قیدیوں کی رہائی کسی کی امداد کے ذریعہ سے ہوئی تھی - یہی سمجھا جائے گا کہ ہم نے جو کچھ کیا اپنی ہمت اور کوشش سے کیا - رہ گیا یہ سوال کہ مجھے آپ کی جائے قیام کا حال کیونکر معلوم ہوا اور گھوڑے کس طرح حاصل کئے گئے - تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب باتیں مجھے اس شخص نے بتائی تھیں جو ڈاکو ہوتے ہوئے ہمارا مددگار بنا مگر اس نے خیال ظاہر کیا تھا کہ اس کے ساتھی یہی سمجھیں گے کہ فرار ہونے والوں نے یہ سب باتیں اپنے آپ معلوم کر لیں۔

اس کے بعد آلیویا نے بڑے پُر جوش لفظوں میں میری بر وقت امداد کا شکریہ ادا کیا اور اس بات پر مبارک باد دی کہ میں نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر اس کی امداد میں حصہ لیا - وہ اس بارے میں بہت کچھ کہنا چاہتی تھی - مگر میں نے یہ کہہ کر اس کو چپ کرا یا کہ سر دست ہماری سلامتی خطرہ میں ہے - اس لئے درمیانی فاصلہ جلد از جلد طے کرنے

کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ آپ کے والدین آپ کے متعلق سخت فکر و تشویش کی حالت میں ہوں گے"۔

آخرکار ہم دونوں بحفاظت اس گاؤں میں پہنچ گئے جس کا ذکر دلیٹرا نے کیا تھا اس چھوٹی سی سرائے کے دروازہ پر پہنچ کر جو اس جگہ واقع تھی۔ میں نے سرائے دار کو جگانے کے لئے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ کیونکہ ابھی مشکل سے پانچ بجے تھے اور دن نکلنے میں دیر تھی۔ خوش نصیبی سے سرائے کا مالک فرانسیسی اچھی طرح بول سکتا تھا۔ ورنہ بڑی دقّت کا سامنا ہوتا کیونکہ نہ مجھ کو اور نہ مس سیکولی کو اطالوی زبان آتی تھی۔ اس خیال سے کہ میرا ایک نوجوان خاتون کو ساتھ لے کر اتنا سویرے سفر کرنا شک انگیز ہوگا نیز اس خیال سے کہ سفر کے باقی ماندہ حصّہ کے لئے میں اس گاؤں میں بدرقہ لینا چاہتا تھا میں نے سرائے دار کو صاف صاف بتا دیا کہ شب گذشتہ کو ڈاکو سردار مارکو اوبرٹی نے ہم کو پکڑ لیا تھا۔ اور اب ہم اس کی حراست سے بچ کر آئے ہیں۔

سارا حال سُن کر سرائے دار کو بڑا تعجب ہوا اور وہ تھوڑی دیر عالم حیرت میں باری باری ہمارے منہ کو تکتا رہا۔ اس کے بعد اپنی زبان میں یہ حالات اپنی بیوی سے بیان کئے۔ آخرکار جب وہ لوگ اپنی حیرت پر غالب آچکے تو انہوں نے بتایا کہ سفر جاری رکھنے کے لئے گاڑی کا انتظام تو فوراً ہو جائے گا۔ لیکن سپاہیوں کی جماعت ساتھ لینے میں دو تین گھنٹے صرف ہوں گے۔ کیونکہ اس کا انتظام گاؤں کے تھانیدار کی معرفت ہی ہو سکتا ہے۔ اس پر میں نے مس سیکولی سے پوچھا کہ آپ اپنی رائے دیں۔ کیا ہم اسی حالت میں سفر جاری رکھیں۔ یا پہرہ کے انتظام کا انتظار کریں۔ آخری صورت گو محفوظ تھی۔ تاہم اس میں اندیشہ دامنگیر تھا کہ اگر ڈاکوؤں کو ہمارے فرار کی خبر ہوگئی تو وہ دوبارہ گرفتاری کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔

مس سیکولی نے اس معاملہ میں میری اپنی رائے پر چلنا منظور کیا۔ چنانچہ تھوڑا سا

ناشتہ کرکے ہم چلنے کو تیار ہو گئے۔ اتنے میں گاڑی بھی تیار ہو کر آ گئی تھی۔ وہ ایک اس قسم کی شکستہ حال گاڑی تھی جس میں سفر کرنا سخت زحمت تھا۔ لیکن حالتِ موجودہ میں وہی غنیمت تھیں۔ علاوہ بریں گھوڑے جو ہم کو ملے تازہ دم تھے۔ ولیٹرا کا دیا ہوا کھانڈہ میرے پاس تھا۔ مزید احتیاط کے طور پر میں نے دو پستول سرائے دار سے مول لئے اور اپنے جی میں اس بات کا پختہ ارادہ کرکے کہ جیتے جی ڈاکوؤں کے ہاتھ نہ آؤں گا۔ کوچوان کی نشست پر بیٹھ گیا۔ سرائے دار نے مجھ سے پوچھا کہ ان گھوڑوں کا کیا کیا جائے جن پر آپ لوگ سوار ہو کر آئے تھے۔ میں نے جواب دیا کہ اس کے متعلق تھانیدار صاحب سے پوچھ لینا۔ وہ جیسا مناسب ہو گا کریں گے۔

اس کے بعد ہم وہاں سے چلے اور آدھ گھنٹہ کے عرصہ میں کوہستان ایپی نائنز کی حدود سے باہر نکل آئے۔ جس وقت ہم پستوجہ کے آباد قصبہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ فلارنس کا فاصلہ فقط پچیس میل رہ گیا۔ اب ہم سرزمین ٹسکنی میں داخل ہو چکے تھے اور جتنا آگے بڑھتے نظارہ کی دلفریبی ترقی کرتی جاتی تھی۔ چاروں طرف پُر فضا ہریالی اور موسم اتنا خوشگوار تھا جتنا وسط گرما کے ایام میں ہو سکتا ہے۔ ہماری سڑک دور تک شفاف پانی کی ایک ندی کے ساتھ ساتھ چلتی گئی۔ جس کے کنارہ پر اُگے ہوئے درختوں کی شاخیں سطح آب پر سرنگوں تھیں اور جن کی شاخوں پر بیٹھے ہوئے پرندے دلکش راگنیاں گا رہے تھے۔ یہ نظارہ دیکھ کر انگلستان کی بہار کا نقشہ میری آنکھوں میں پھر گیا۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد میں یہ معلوم کرنے کے لئے پیچھے مڑ کر دیکھتا کہ ڈاکوؤں میں سے کوئی ہمارے تعاقب میں تو نہیں آتا۔ لیکن جب پستوجہ پیچھے رہ گیا اور ہم ٹسکنی کے اضلاع میں داخل ہو چکے، تو رہے سہے اندیشے جی سے نکل گئے۔ آخر کار کوہستان ایپی نائنز اتنا پیچھے رہ گیا کہ اب حدِ افق پر اس کا نقشہ بادلوں کی تہیں نظر سے مشابہ نظر آتا تھا۔ راستہ میں کئی بار گھوڑے بدلے گئے، حتیٰ کہ سرِ شام ہم شہر فلارنس میں جا پہنچے۔

مس سیکولی کو معلوم تھا کہ اس کے والدین کو کس ہوٹل میں قیام کرنا ہے چنانچہ ہم سیدھے وہاں پہنچے۔ اس کے بعد جب آلیویا لارڈ اور لیڈی رنگ ولڈ سے بغلگیر ہوئی تو اس وقت کی خوشی کا حال کون بیان کر سکتا ہے۔ کپتان ریمنڈ بھی وہیں مقیم تھا معلوم ہوا کہ واردات کے بعد وہ لوگ سفر جاری رکھ کے سیدھے یہاں آ گئے۔ گویا اینجلو ولیٹرا کا یہ خیال درست ثابت ہوا کہ یہ لوگ گرینڈ ڈیوک کی امداد حاصل کرنے سیدھے فلارنس جائیں گے۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اس اثنا میں لارڈ اور لیڈی رنگ ولڈ کو اپنی بیٹی کے متعلق سخت تشویش رہی تھی۔ بہر حال اس کی تلافی اس خوشی سے ہو گئی۔ جو اب انہیں اپنی بیٹی سے مل کر ہوئی۔ جن پُر جوش لفظوں میں میرا شکریہ ادا کیا گیا اور میری تعریف کے جو پُل باندھے گئے ان کا بیان عبث ہے۔

مختصر یہ کہ بچھڑے ہوئے لوگوں کا ملاپ ہر لحاظ سے راحت خیز تھا۔ لارڈ رنگ ولڈ کے نوکر اور خادمہ کے متعلق میرے دل کو جو تشویش تھی وہ بھی یہ جان کر رفع ہو گئی کہ وہ دونوں ہر طرح محفوظ ہیں۔ معلوم ہوا کہ خادمہ کو محض غش آیا تھا۔ اور نوکر کسی ڈاکو سے چوٹ کھا کر بے ہوش سڑک کے ایک جانب گر گیا تھا۔

اس وقت تک مجھ سے کپتان ریمنڈ کا سلوک اخلاق آمیز ہوتے ہوئے بھی بڑی حد تک سرد مہری کا ہوتا تھا۔ لیکن اس واقعہ نے روکھے پن اور اس تکلف کو جو اس کی طرف سے ظاہر ہوتا رہا تھا، یک قلم رفع کر دیا۔ اتنی خوشی اس کو آلیویا سیکولی کی واپسی سے ہوئی کہ اس نے بڑی گرمجوشی سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ہلایا۔ اور پرجوش لفظوں میں میری جرأت اور شجاعت کا ذکر کرنے لگا۔ میں نے لارڈ اور لیڈی رنگ ولڈ اور کپتان ریمنڈ کے روبرو بھی وہی حکایت بیان کی جو پیشتر مس سیکولی سے بیان کی تھی۔ اور جو سچ پوچھئے تو اس ایک تفصیل کے سوا کہ میں نے اینجلو ولیٹرا کا نام چھپایا۔ اور اس کی بجائے کسی ہمدرد ڈاکو کو اپنی رہائی کا ذریعہ قرار دیا۔ لفظ بلفظ

صحیح تھی۔

"خوش نصیبی تھی کہ حالات نے ایسی صورت اختیار کی۔" کپتان ریمنڈ نے خوشی سے ہاتھ مل کر کہا۔" کیونکہ اس جگہ آ کر جب ہم نے سرکاری فوجوں کی امداد حاصل کرنے کی کوشش شروع کی تو معلوم ہوا کہ اس میں بڑی دقت کا سامنا ہوگا۔ اور اصل میں سارے فوجی افسر اس طرح کی مہم کو اختیار کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ اگر کوئی جماعت مارکو اوبرٹی اور اس کے ساتھیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئی تو وہ ڈاکو اُسے ٹھگنی کا ناچ نچائیں گے۔ اور کوہستان ایپی نائنز کے دشوار گزار مقامات میں فوجوں کو اتنی دوڑ دھوپ کرنی پڑے گی کہ سپاہی تھک ہار کے رہ جائیں گے۔ بلکہ عین ممکن ہے مارکو اوبرٹی اس سپاہ کو کسی تنگ درہ میں لے جا کر بالکل فنا کر دے یا اس کو بھاری نقصان پہنچائے۔ ان ساری باتوں کی وجہ سے حکام ایسی مہم پر روانہ ہوتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔"

"آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے۔" میں نے کہا۔" میں خود بھی یہ سوچ کر حیران ہوں کہ اگر گرینڈ ڈیوک اور ان کی گورنمنٹ حقیقتاً ان ڈاکوؤں کو گرفتار کرنا چاہتی تو اس وقت تک کس لئے غافل رہتی۔"

"اس کی وجہ اور ہے۔" کپتان ریمنڈ نے جواب دیا۔" ہوٹل کے منتظم کی زبانی ہم کو معلوم ہوا ہے کہ گرینڈ ڈیوک درحقیقت قصداً مارکو اوبرٹی کے برخلاف کوئی سخت تجویز عمل میں لانا نہیں چاہتا۔"

"کیا اس لئے کہ وہ شخص کسی زمانہ میں ڈیوک کے صرف خاص کا نوکر تھا؟" میں نے پوچھا۔" کیونکہ اگر ایسا ہو تو اس کو رحمدلی کی انتہا سمجھنا چاہیئے کہ ایک ٹھگ کے پرانے تعلقات کی خاطر ان کے برخلاف اس کے موجودہ دور جرم میں کوئی بھی کارروائی نہیں کی جاتی۔"

"دراصل یہ ایک بہت گہرا راز ہے" کپتان ریمنڈ نے جواب دیا "جسے اس وقت تک کوئی آدمی حل نہیں کر سکا۔ بعض شخصوں کا خیال ہے کہ مارکو اوبرنی ٹ کو بعض سرکاری بھید اس قسم کے معلوم ہیں کہ گرینڈ ڈیوک ان کے افشا سے بہت ڈرتا ہے۔ کچھ اور لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ راز جو مارکو اوبرنی ٹ کو معلوم ہیں وہ شاہی خاندان کے متعلق اور ایسے نازک ہیں کہ گرینڈ ڈیوک کسی حالت میں ان کو فاش ہوتے دیکھنا پسند نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ہوٹل کے منتظم کی زبانی جو حالات معلوم ہوئے ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ جب مارکو اوبرنی ٹ چند سال پیشتر شراب پیتے ہوئے ایک اہلکار کو ہلاک کر کے بھاگا تھا تو وہ اپنے ساتھ چند نہایت اہم دستاویز لیتا گیا تھا۔ جن کو اگر شائع کر دیا گیا۔ تو دوسری سلطنتوں کے ساتھ گرینڈ ڈیوک کے سرکار کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جائے گی۔ لیکن صحیح حالات کچھ ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ کوئی خاص طاقت مارکو اوبرنی ٹ کو حاصل ہے جس کی بنا پر وہ اس وقت تک سزایابی سے محفوظ ہے چنانچہ دو مرتبہ جب اس نے بھیس بدل کر کوہستان کے قریب ٹسکنی کے شہروں میں داخل ہونے کی جرأت کی تو گرفتار ہوا۔ اور دونوں موقعوں پر اس کے لئے سزائے موت تجویز ہوئی۔ لیکن وہ صاف بچ کر نکل گیا۔ اور اس کا فرار ایسے طریقے پر عمل میں آیا کہ صاف معلوم ہوتا تھا حکام نے قصداً اسے بھاگنے کا موقعہ دیا تھا۔ ان سارے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ایک غیر اغلب سی بات تھی کہ گرینڈ ڈیوک کی طرف سے ایک انگریز خاتون کے بچاؤ کے لئے فوجیں مہیا کی جاتیں۔ کیونکہ جو کام وہ اپنی رعایا کی بہتری کے لئے نہیں کر سکتا اسے غیر ملکی باشندہ کی خاطر کیونکر کر سکتا ہے؟"

یہاں پر اس گفتگو کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر اس سلسلہ میں یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ڈاکوؤں نے لارڈ ڈرنگ ولڈ اور کپتان ریمنڈ کا سارا قیمتی سامان

لوٹ لیا تھا۔ اور ان کے پاس روپیہ یا زیورات کی قسم سے کوئی چیز نہ چھوڑی تھی۔ فی الحقیقت ڈاکو اُن کے ٹرنکوں کو کھول کر ان کے اس قسم کے کپڑے بھی نکال کر لے گئے جو اُن کو پسند آئے۔ حتیٰ کہ میرا اپنا صندوق بھی ان کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ وہ تو سچ پوچھئے پاس ہی کسی گاؤں کی سرائے تھی۔ جس کے مالک نے اپنے پاس سے ان لوگوں کو روپیہ کی امداد دے کر اس قابل بنایا کہ وہ باقی ماندہ سفر طے کر کے فلارنس پہنچے۔ خوش قسمتی سے ڈاکو اُن کے نجی کاغذات اپنے ساتھ نہ لے گئے تھے۔ اور چونکہ لارڈ رنگ ولڈ اور کپتان ریمنڈ کے پاس برِ اعظم یورپ کے اکثر مشہور بینکوں کے نام لین دین کی چٹھیاں موجود تھیں اس لئے فلارنس پہنچ کر انہوں نے نہ صرف اپنے آئندہ اخراجات کے لئے بلکہ سرائے دار کا قرض اُتارنے کے لئے بھی ضروری روپیہ بہ آسانی حاصل کر لیا۔ کپتان ریمنڈ نے ازراہ فیاضی اس بات پر اصرار کیا کہ تمہارا جس قدر ذاتی نقصان ہوا ہے میری طرف سے پورا ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اس نے روپیہ کی ایک معقول رقم مجھے پیش کی جو میرے برائے نام نقصان کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی اور جس کے بارے میں میں بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ میری ان خدمات کا صلہ ہے، جو میں نے شب گذشتہ کو سرانجام دی تھیں۔ اس دن سہ پہر کو لارڈ رنگ ولڈ نے مجھے اپنے کمرہ میں طلب کیا۔ اس وقت ان کی بیگم اور بیٹی بھی اس جگہ موجود تھیں۔ پھر ایک بار ان تینوں نے صدق دلی سے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور آلیو یا سیکولی نے اپنے ہاتھ سے ایک چھوٹا سا پیکٹ مجھ کو پیش کرتے ہوئے کہا: "جوزف۔ جو احسان تم نے کیا ہے اس کا معاوضہ روپیہ کی صورت میں پیش کرنا غیر ممکن ہے۔ تاہم جو کچھ میں تمہیں دیتی ہوں وہ اس احساسِ شکر گذاری کی یادگار رہے جو کبھی بھی میرے دل سے زائل نہ ہوگا۔"

میں آداب بجا لا کر رخصت ہوا۔ اپنے کمرہ میں جا کر میں نے اس پیکٹ کو کھولا

تو معلوم ہوا کہ اس میں ایک خوشنما سونے کی گھڑی اور زنجیر ہے۔ ان چیزوں کو پاکر میرے دل کو نہ صرف اس لئے خوشی ہوئی کہ یہ میری خدمت گذاری کا انعام تھا بلکہ اس لئے بھی کہ فی الحال مجھے ان چیزوں کی ضرورت تھی۔ کیونکہ میں پیشتر یہ بیان کرنا بھول گیا کہ جس وقت میں گاڑی سے گر کر فرش زمین پر بے ہوش پڑا تھا تو ڈاکوؤں نے میری جیب سے نقدی کا بٹوا اور گھڑی دونوں چیزیں نکال لی تھیں۔

باب ۹۱

دربار

چند دن گذر گئے۔ اس دوران میں میرے وقت کا بڑا حصہ یا تو فلارنس کی سرکاری عمارتوں کی دیکھ بھال میں گذرتا تھا۔ یا اس کے مضافات کی سیر میں خصوصیت کے ساتھ مجھے شہر کا وہ حصہ مرغوب تھا۔ جو دریائے آرنو کی وادی میں آباد ہے۔ ایک روز صبح کو جب میری آنکھ کھلی تو خیال آیا کہ آج نومبر ۱۸۴۱ء کی پندرہ تاریخ ہوگئی۔ گویا اس یادگار دن کے بعد پورا ایک سال گذر گیا جب سر میتھیو ہیسلیٹن نے مجھے دو سال کا خرچ دے کر دیار یورپ کی سیر کرنے بھیجا تھا۔

"پورا ایک سال گذر گیا" میں نے اپنے آپ سے کہا "اور کس قدر لاتعداد واقعات اس عرصہ میں پیش آچکے" فی الحقیقت اس عرصۂ قلیل کے واقعات بجائے خود اتنے کثیر تھے کہ وہ کسی شخص کی زندگی بھر کے لئے کافی سمجھے جا سکتے ہیں۔ لیکن پھر سوال پیدا ہوا۔ کیا کسی طریقہ پر ان واقعات نے میرے تجربہ میں اضافہ کیا یا میری معلومات بڑھانے میں مدد دی۔ فوراً خیال آیا کہ میں ان سوالوں کا جواب بڑی آسانی سے

بصورتِ اثبات دے سکتا ہوں۔ میرے ہیسلٹن ہال واپس جانے میں ابھی ایک سال کا عرصہ باقی تھا اور وہ الفاظ جو سن رسیدہ بیرونٹ نے رخصت کرتے وقت مجھ سے کہے تھے مجھے اچھی طرح یاد تھے۔ اس نے کہا تھا: "اگر اس دو سال کے عرصہ میں تم ایمانداری کے ساتھ سمجھو کہ ایسا کوئی فعل تم سے سرزد ہوا ہے جس کی وجہ سے تم انیبل کی محبت کے قابل نہیں رہے تو بہتر ہوگا تم اس جگہ آنے کی زحمت گوارا نہ کرو۔" یہ اس کے الفاظ تھے اور میں اب بھی اپنے تخیّل میں وہ نظارہ اچھی طرح دیکھ سکتا تھا جب اس رخصتی ہدایت کے ساتھ اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا تھا۔ سوال پیدا ہوا کیا واقعی اس وقت تک میں اس معیار راستی کے مطابق جو سر میتھیو ہیسلٹن نے قائم کیا تھا، ایماندار رہا ہوں؟ اس کا جواب میرے لئے بصورت اثبات دینا مشکل نہ تھا۔ کیونکہ اس عرصہ میں کوئی ایسا فعل مجھ سے سرزد نہ ہوا تھا جس کو میں راستی اور ایمانداری سے بعید قرار دے سکتا۔ پس اگر ایک شیطان سیرت بدمعاش نے دھوکے سے میرا وہ روپیہ چھین لیا جو مجھے راستہ کے خرچ کے لئے دیا گیا تھا۔ اور اس وجہ سے مجھ کو پھر ایک بار ادنیٰ ملازمت کی زندگی اختیار کرنی پڑی تو کیا اس کی بنا پر میں اس قابل نہ رہا تھا کہ اپنے آپ کو انیبل سے شادی کرنے کے لئے پیش کروں؟ سچ پوچھئے تو میرا یہ فعل ایسا تھا کہ سر میتھیو کو اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اخراجات کے لئے اس کے روبرو دست سوال دراز کرنے کی بجائے میں نے اپنی محنت سے روزی کمانا بہتر سمجھا تھا۔ یہ بات خدا کو ہی بہتر معلوم تھی کہ وہ ایک سال کا عرصہ جو میری واپسی میں حائل تھا کس طرح بسر ہوگا۔ مگر ہاں اتنا میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا تھا کہ آئندہ خواہ کچھ ہو میں اپنا قدم غلط راہ پر نہ پڑنے دوں گا۔ کیسی ہی پیاری صورت میرے دیکھنے میں آئے۔ اور کیسا ہی کڑا امتحان مجھ کو درپیش ہو، میں اپنی بقیہ زندگی نیکی اور ایمانداری سے بسر کرنے کا قطعی فیصلہ کر چکا تھا۔ اور اس طرح مجھے امید تھی کہ میں

جب ۱۵ ار نومبر ۱۸۴۲ء کو انگلستان واپس جاؤں گا تو یقینی طور پر میرا کھلے دل سے استقبال ہوگا۔ اور مجھے ہر لحاظ سے اینبل کے قابل سمجھا جائے گا۔ اس وقت سر میتھیو کے اپنے الفاظ میں میری واپسی پر جی کھول کر خوشیاں منائی جائیں گی چنانچہ اس کا وعدہ تھا کہ اگر خدا نے اس کی زندگی برقرار رکھی تو سب سے پہلے وہ خود مجھ کو خوش آمدید کہے گا۔

بڑی دیر تک میں ان میٹھے خیالات کے مزے لیتا رہا۔ کبھی میرے دل میں امید کا اثر غالب ہوتا تھا اور کبھی تشویش کا۔ گو اپنے جوش شباب کی وجہ سے میں اوّل الذکر ہی کو غالب دیکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر اس حالت میں بھی ایک واقعہ کی یاد ایسی تھی جو تھوڑی دیر کے بعد میرے دل میں کسک پیدا کرتی تھی اور جس کی وجہ سے کئی رنجدہ اور ناخوشگوار تصویریں میری آنکھوں میں پھر جاتی تھیں۔ کیا یہ بیان کرنے کی حاجت ہے کہ وہ یاد بدنصیب کیلینتھ اور میرے بچہ کی موت سے وابستہ تھی۔ جب مجھے پراسرار مکان کا سانحہ جگر دوز یاد آتا تو دل بے اختیار سینہ کے اندر بیٹھ جاتا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ فکر دامنگیر ہوتی کہ اگر کسی طرح اس عشق بد انجام کا حال سر میتھیو کو معلوم ہوگیا تو اینبل کے متعلق میری بہترین آرزوؤں اور امیدوں کا یقینی طور پر خاتمہ ہو جائے گا۔

لیکن مجھے سلسلہ داستان جاری رکھنا چاہیئے۔ جیسا کہ ناظرین کو یاد ہوگا ۱۵ ار نومبر ۱۸۴۱ء کی یادگار تاریخ تھی اور اسی دن فلارنس کے گرینڈ ڈیوک کا دربار منعقد ہوتا تھا۔ وہ ایک اسی طرح کی شاہانہ رسم تھی جو دربار انگلستان کی رسم لیوی سے ملتی ہے اور اس میں طبقۂ اعلیٰ کے بہت سے مرد عورتوں کو شریک ہونا تھا۔ لارڈ اور لیڈی رنگ وڈ، ان کی بیٹی آئیویا اور کپتان ریمنڈ۔ ان چاروں کے نام دعوتی رقعے آئے تھے۔ چنانچہ ناشتہ کے تھوڑی دیر بعد کا ذکر ہے کہ میرے

آقا نے جو کوہستان ایپی نائینز کے واقعہ کے بعد مجھ سے بڑی عنایت کا سلوک کیا کرتا تھا مجھے اپنے کمرہ میں بلا کر کہا: "جوزف۔ آج گرینڈ ڈیوک کا دربار ہے۔ جس میں ہر ملک کے اکابر و اعیان شامل ہوں گے۔ کیا تم بھی اس نظارہ کو دیکھنا چاہتے ہو؟"

میں نے بڑی خوشی سے آمادگی ظاہر کی اور وہ کہنے لگا۔

"بہت اچھا، میں تمہارا شوق پورا کر دوں گا۔ جس بڑے ہال میں جلسہ منعقد ہونا ہے اس سے ملحق ایک کشادہ گیلری ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو شریک جلسہ تو نہیں ہو سکتے مگر اس کی کارروائی دیکھنے کا شوق رکھتے ہیں۔ اس گیلری کی ایک نشست کا پاس لارڈ رنگ ولڈ نے انگریزی سفیر متعینہ فلارنس کی وساطت سے حاصل کیا ہے۔ ان کی اپنی خواہش تھی کہ تم بھی اس دلکش رسم کو دیکھو اس لئے میں وہ پاس تمہیں دیتا ہوں۔ تمہیں چاہیئے اچھے اور نئے کپڑے پہن لو۔ اس کے بعد مجھے امید ہے" کپتان ریمنڈ نے مسکراتے ہوئے کہا "کہ اس گیلری میں جتنے آدمی بیٹھے ہوں گے، تم اپنی شریفانہ صورت کے لحاظ سے کسی طرح ان سے پیچھے نہ رہو گے"

میں نے کارڈ لپنے ہاتھ میں لے کر کپتان ریمنڈ کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی درخواست کی کہ آپ میری طرف سے اس عنایت کے لئے لارڈ رنگ ولڈ کا بھی شکریہ ادا کر دیں۔

"لیکن ٹھہرو۔ یاد آگیا" کپتان نے مجھے کمرہ سے رخصت ہوتے دیکھ کر آواز دی: "چونکہ مجھے آج سفیر انگلستان کے ہاں شریکِ طعام ہونا ہے، اس سلئے گرینڈ ڈیوک کے دربار کے بعد میں تمہیں دن بھر کے لئے چھٹی دیتا ہوں۔ تم اپنا وقت جس طرح چاہو، صرف کر سکتے ہو۔"

کمرہ سے باہر آتے ہوئے میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ ایک عجیب حسنِ اتفاق

ہے کہ کپتان ریمنڈ نے خود بخود مجھ کو اس دن کی چھٹی دے دی جسے میں بطور خود خوشی کا دن سمجھ کر تعطیل منانا چاہتا تھا۔ کیونکہ جیسا لکھا جا چکا ہے یہی وہ یادگار دن تھا جب مجھے ایک سال کے بعد سر میتھیو ہیلیٹن کے پاس جا کر حسین و مہ جبین انیبل کے لیئے درخواست شادی پیش کرنا تھا۔ اپنے کمرہ میں جا کر میں نے بہترین لباس پہنا اور دوپہر کے قریب گرینڈ ڈیوک کے محل کی طرف روانہ ہوا۔ پاس دکھانے کے بعد میرے داخلہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کی گئی۔ اور میں جب اندر پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ جگہ خوش پوش مردوں اور جامہ زیب عورتوں کے ہجوم سے بقدر نصف پُر ہو چکی تھی۔ مجھے تیسری قطار میں اچھی جگہ مل گئی۔ اور چونکہ رسم دربار شروع ہونے میں آدھ گھنٹہ باقی تھا اس لیئے مجھے گردو نواح کا نظارہ دیکھنے کا کافی موقعہ ملا۔ ایک بہت کشادہ ہال تھا۔ جس کے مرمری فرش پر گیلری کے نیچے سے شروع ہو کے اس چبوترہ تک جس پر گرینڈ ڈیوک اور ڈچس کے بیٹھنے کے تخت تھے، سنہری جھالر کی اندازاً تین گز چوڑی مخمل کی پٹی بچھی ہوئی تھی۔ ہال کی کھڑکیوں میں رنگدار شیشے لگے تھے اور ان کے درمیانی مقامات میں زمانہ ماضی و حال کے بہترین مصوروں کی نادر و نایاب تصویریں آویزاں تھیں۔ ان کے علاوہ جابجا خوشنما بت اور گلدان رکھے تھے۔ ہال ابھی تک خالی تھا۔ البتہ گیلری میں بہت سے لوگ رفتہ رفتہ جمع ہو رہے تھے۔

ٹھیک ساڑھے بارہ بجے ہال کے باہر فوجی بینڈ بجنے کی آواز سنائی دی۔ اس کے بعد مسند کے عین قریب ایک بغلی دروازہ کھلا اور شاہی جلوس داخل ہونے لگا۔ آگے آگے فوجی سپاہیوں کی ایک جماعت تھی کیونکہ یہ اعظم یورپ کے سبھی ملکوں کا دستور ہے کہ کوئی رسم اس وقت تک مکمل نہیں سمجھی جاتی، جتنے کہ فوجی سپاہی اس میں شامل نہ ہوں۔ چنانچہ یہ سپاہی دو رویہ ہال کی دیواروں

کے ساتھ ساتھ بتوں اور گلدانوں کے آگے صف بستہ کھڑے ہوگئے۔ ان کے بعد کئی درباری امراء و اہلکار داخل ہوئے۔ اور انہوں نے تخت کے اطراف میں جگہ لے لی۔ پھر پانچ چھ آدمی ایک علیحدہ جماعت کی صورت میں اندر آئے اور وہ بھی تخت کے پاس کسی قدر پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوگئے بعدازاں معلوم ہوا کہ یہ وزرائے سلطنت تھے۔ ضمناً یہ بھی بیان کرنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ جو آدمی یہ سارے حالات مجھ سے بیان کرتا تھا وہ ایک سن رسیدہ اور صاحبِ اخلاق اطالوی مرد شریف تھا جو میرے عین قریب بیٹھا تھا اور جو حُسنِ اتفاق سے خاص اچھی انگریزی بول سکتا تھا۔ کم از کم اس کی زبان اس طرح کے اسقام سے پاک تھی جن کی وجہ سے کسی مضمون کے سمجھنے میں دقت کا سامنا ہوتا ہے۔

وزرائے سلطنت کی آمد کے فوراً بعد کسی دور افتادہ مقام پر باجہ کی پُرشور آواز پھر ایک بار سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی ان سپاہیوں نے جو ہال کے اندر دونوں جانب کھڑے تھے فوجی سلام کیا اور جس قدر آدمی گیلری میں بیٹھے تھے سب نے اپنے سروں سے ٹوپیاں اُتار لیں۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ گرینڈ ڈیوک اور ڈچس تشریف لا رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتا ان کی شکل و صورت یا وضع قطع کے بارے میں بے فائدہ تفصیلات بیان کر کے اپنا یا ناظرین کا وقت ضائع کروں۔ مختصر یہ کہ وہ دونوں اندر آ کے ان دو مذہب کرسیوں پر جو تخت کا کام دیتی تھیں شاہانہ وقار کے ساتھ بیٹھ گئے۔ لاتعداد نوکر، کنیزیں اور مختلف درباری اہلکار ان کے پیچھے پیچھے آئے اور اس طرح اس ہجوم میں بہت اضافہ ہوگیا جو ہال کے اندر جمع تھا۔

اس کے فوراً بعد وہ دروازے جو گیلری کے عین نیچے بنے ہوئے تھے، کھول دیئے گئے اور کئی خوش پوش شکیل مرد اور قمر طلعت سجیلی عورتیں ان کی راہ سے داخل ہونی شروع ہوئیں۔ سب سے اوّل جو لوگ اندر آئے لارڈ اور لیڈی رنگ ولڈ ان میں شامل تھے۔ ان کے عین پیچھے سیمیں بدن آلیویا کپتان ریمنڈ کے بازو پر جھکی ہوئی

داخل ہوئی۔ اور اس کے آتے ہی ہر ایک آنکھ آنریبل مس سیکولی کے حسن دل افروز پر لگ گئی۔ کیونکہ اس کی خوبصورتی اینگلو سیکس حسن کا وہ نایاب نمونہ پیش کرتی تھی جس کی مثال کمتر دیکھی جاتی ہے۔ جو لوگ ان دروازوں کی راہ سے داخل ہوئے وہ رفتہ رفتہ مسند کی طرف بڑھتے گئے۔ اور اس مقام سے جہاں گرینڈ ڈیوک اور ملکہ جلوہ افروز تھیں ادب آمیز فاصلہ پر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ہجوم کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔ تو بھی کوئی اس طرح کی بے جا حرکت جو بالعموم کسی بہت بڑے ہجوم میں پائی جاتی ہے دیکھنے میں نہ آتی تھی۔ اور اس طرح اس انبوہ کثیر میں بھی کسی خاتون کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہ تھا۔ دفعتاً عین اس مقام کے پاس جہاں گیلری کا اگلا سرا ختم ہوتا تھا چھجے کے عین نیچے حاضرین میں سنسنی کی تیز لہر پھیلتی معلوم ہوئی۔ جس کی وجہ ان لوگوں نے جلدی ہی معلوم کر لی جو گیلری میں بیٹھے تھے۔ معلوم ہوا کہ ایک نوجوان خاتون ایک سن رسیدہ مرد شریف کے بائیں بازو کا سہارا لئے اندر آئی ہے۔ اور ایک ادھیڑ عمر خاتون اس کی داہنی جانب کھڑی ہے۔ خلقت کی نگاہ کا پیچھا کرتے ہوئے میں نے بھی اس مقام کی طرف دیکھا اور اس وقت … مگر میں نہیں جانتا اپنی اس وقت کی حالت کن لفظوں میں بیان کروں۔ رحم خدا۔ کیا یہ کوئی دلکش خواب تھا یا حقیقت؟ کیا میری آنکھیں دھوکا دے رہی تھیں یا سچ مچ جن کو میں نے دیکھا مسٹر میتھیو ہیسلیٹن، انیبل اور اس کی ماں تھے؟

لیکن جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ یہ نظارہ خواب نہ تھا۔ سچ مچ یہ میری اپنی … جان و دل سے پیاری انیبل ہی تھی جس کا چندرے مہتاب چندرے آفتاب چہرہ صدہا آنکھوں کی دید کا مرکز بنا ہوا تھا۔ آہ زیبویا اس خورشید ضیا ریز کے سامنے تیرا حسن بھی گہن میں آ گیا۔ کس کے قلم میں طاقت ہے کہ انیبل کی سحر انگیز خوبصورتی کا حال بیان کرے؟ دودھ کے ایسے بے داغ سپید ریشم کی بڑھیا پوشاک میں

ملبوس اس کے بدن کی چھریری ساخت اپنی بہترین خوبیوں کے ساتھ نمایاں تھی اس کے خم کھائے ہوئے سنہرے بال لمبی گردن اور بے عیب دلاویز شانوں پر محیط تھے۔ اور ان میں سجی ہوئی موتیوں کی ایک لڑی اور سپید کمیلیا کا پھول اس کا واحد زیور۔ ہر چند اس کا چہرہ مجھ سے پوشیدہ تھا۔ تاہم میرے لئے اس کی دلفریبیوں کا صحیح اندازہ کرنا غیر ممکن نہ تھا۔ وہ اس کی متین، باحیا جھکی ہوئی آنکھیں، وہ اس کی خوشنما پلکوں کی جھالر وہ اس کے رخساروں کا سُرخ و سپید رنگ، یہ ساری تفصیلات میری دیکھی اور مانی ہوئی تھیں۔ اور یہ حقیقت بھی مجھ سے پوشیدہ نہ تھی، کہ اینیل کی ذات اس جگہ دربار شاہی میں جگہ پانے کے بعد بھی بے جا تکبر محسوس نہیں کرتی۔

الفاظ میں طاقت نہیں کہ وہ حیرت اور خوشی کے اس مشترک احساس کا اظہار کر سکیں۔ جو اس خاتون کو دیکھ کر جسے میں سات سمندر پار انگلستان میں بیٹھا ہوا سمجھتا تھا میرے دل کو ہوا۔ چند لمحوں تک میرے دماغ کی بالکل یہ کیفیت رہی کہ میں گرد و نواح کے حالات سے بے خبر، کیف مسرت سے سرشار اس مقام کی طرف آنکھیں لگائے تکتا رہا۔ جہاں وہ اپنے نانا کے پہلو میں چلتے چلتے ٹھہر گئی تھی۔ نہ مجھے کسی دوسرے آدمی کا خیال تھا۔ نہ میری آنکھیں کسی اور نظارہ کو دیکھنے کی قوت رکھتی تھیں۔ سارے قوٰی سارے خیالات حتیٰ کہ سارے احساسات بھی اس ایک ذات عزیز پر لگے ہوئے تھے۔ جو دفعتاً خلاف امید میری نظروں کے سامنے آ گئی۔ میں اس طرح اس کی طرف دیکھتا تھا گویا وہ کوئی انوکھی چیز ہے۔ جو اس سے پہلے کبھی میرے دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ دماغ اس کی موجودگی کو حقیقت سمجھتے ہوئے بھی خواب کے مزے لے کر خوش ہوتا تھا۔ اور اس کے بعد میرے دل میں دفعتاً یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر میرے آس پاس بیٹھے ہوئے آدمیوں نے مجھے اس گہرے انہماک سے نیچے کی طرف گھورتے

ہوئے دیکھ لیا۔ تو خدا معلوم وہ کیا سمجھیں گے۔ یہ سوچ کر میں نے اس مقام سے نظر ہٹائی اور دائیں بائیں دیکھا لیکن مجھے یہ جان کر پورا اطمینان ہوا کہ میری اس یکسوئی کو حاضرین میں سے کسی نے خصوصیت کے ساتھ نہیں دیکھا۔

اس کے بعد میں نے مسز میتھیو ہیلیلیٹ اور انیبل کی ماں کو بھی غور سے ساتھ دیکھنا شروع کیا۔ چہرے تو اُن کے اب بھی میری نظروں سے پوشیدہ تھے۔ تاہم اتنا معلوم ہوا کہ سن رسیدہ بیرونٹ کی چال پہلے کے مقابلہ میں زیادہ مستقل تھی۔ اور اس کے بدن میں بھی عمر کے لحاظ سے توانائی کے آثار زیادہ دکھائی دیتے تھے۔ مجھے اس کی صحت درحالت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مسز لیبو ور بھی عمدہ اور نفیس پوشاک پہنے تھی۔ اور میں نے معلوم کیا کہ اب اس کے انداز میں وہ پہلے جیسا کسل موجود نہ تھا جو اس کی علالت کے زمانہ میں اور اس کے بعد پایا جاتا تھا۔ لیکن گو میری نگاہ عرصہ قلیل کے لئے ان دو کی طرف گئی۔ تاہم جلدی ہی پھر میری توجہ اس ذاتِ عزیز کی طرف لگ گئی۔ جو سب آنکھوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ ہر چند اس مجمع کثیر میں اطالوی اور غیر ملکی حسن کی دل فریبیوں کے صدہا نمونے تھے۔ تاہم میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ ہر ایک آنکھ انیبل کی خوبصورتی پر لگی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے شائستہ خیال مردوں اور عالی قدر خاتونوں کے اس مجمع میں کسی فردِ واحد کی طرف سے کوئی ایسی حرکت بے جا ظاہر نہ ہوئی جو قابلِ اعتراض ہوتی۔ میرے اپنے دل کو یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوتی تھی کہ ہر شخص انیبل کی خوبصورتی کا خاموش مداح اور ثنا خواں ہے۔ چنانچہ جس وقت اس اطالوی نے جو میرے قریب بیٹھا تھا۔ اس بارے میں سرسری طور پر چند الفاظ کہے تو میں اپنے جوش کو بمشکل ضبط کر سکا۔

"کتنی خوبصورت لڑکی ہے! اور اس نے کیسا فرشتگانہ حُسن پایا ہے!" اس نے دبی آواز سے کہا "کاش مجھے اس کی صورت دیکھنے کا موقع ملے۔ گو میں اچھی

طرح جانتا ہوں کہ اس کا چہرہ بھی اس کے بدن کی موزونیت کے حسب حال ہوگا... لیکن کیا بات ہے آپ کی حالت سے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس پر وارفتہ ہو گئے۔ غالباً وہ آپ ہی کے ملک کی رہنے والی ہے۔ کیونکہ اس کے سر کے بال سنہرے ہیں۔ آہ۔ ایسی خوبصورتی بہت کم دیکھنے میں آتی ہے "

"جی ہاں ایسی خوبصورتی کبھی دیکھنے میں نہیں آئی" میں نے دبے ہوئے لہجہ کی پُر جوش آواز میں کہا۔ اور اس کے بعد اطالوی نے پھر ایک بار منہ پھیر کر اینبل کی طرف دیکھنا شروع کیا۔

اتنے میں پیشی کی رسم شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ جس قدر لوگ باہر سے آکر ہال میں جمع ہوئے تھے وہ سب دو دو کی قطاریں مسند کی طرف بڑھنے لگے۔ مرد گرینڈ ڈیوک اور ڈچس دونوں کو جھک کر سلام کرتے تھے۔ لیکن ہاتھوں کو چومنے کی رسم ادا نہیں ہوئی اس دوران میں ڈچس اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی اور وہ اخیر تک اسی طرح کھڑی رہی' پیشی کا طریقہ جو برتا گیا یہ تھا کہ پہلے سب آدمی اس مخملی قالین کے ایک جانب ہٹ گئے جو ہال کے بیچوں بیچ بچھی تھی۔ اس کے بعد جتنے لوگ گرینڈ ڈیوک اور ملکہ کو آداب بجالا کر گذرتے وہ قالین کے دوسری جانب ہو کر ان دروازوں کی راہ سے باہر چلے جاتے جو گیلری کے نیچے بنے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ گرینڈ ڈچس مس آلیو یا سیکولی کی خوبصورتی سے بہت متاثر ہوئی۔ اور اس کے گذر جانے کے بعد بھی دیر تک اس کی نگاہ ہٹتی ہوئی صورت کا پیچھا کرتی رہی۔ اس کے کئی منٹ بعد مسٹر میتھیو میسلیٹن اینبل کو بازو کا سہارا دے کر آگے بڑھا کیونکہ مسز لینوو اپنے باپ اور بیٹی کے پیچھے ایک اور خاتون کے ساتھ چل رہی تھی۔ اس لئے کہ یہ دستور زمانہ قدیم سے چلا آتا تھا کہ شاہانِ ٹسکنی کے روبرو پیش ہونے والے شرفاء دو دو کی قطار میں حاضر ہوں۔ میں یہ جاننے کو بے تاب تھا کہ اینبل کے حسن سحر افروز کا ڈچس کے دل پر کیا اثر ہوتا ہے۔

کیونکہ اس سے پہلے وہ آلیویا کی دلفریبی سے بدرجہ غائت متاثر ہو چکی تھی۔ پس میرے جی کو یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ جب انیبل ڈچس کے سامنے سے گذر رہی تھی، تو ڈچس نے اسے روک کر چند الفاظ اس سے کہے۔ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ انیبل فرانسیسی زبان روانی کے ساتھ اور اطالوی بھی خاصی اچھی طرح بول سکتی ہے کیونکہ اس کی ماں نے جو ایک اعلیٰ تعلیمیافتہ خاتون تھی اس کی تربیت پر خاص توجہ دی تھی۔ اس لئے گرینڈ ڈچس ان دو میں سے خواہ کسی زبان میں اس کو مخاطب کرے وہ یقینی طور پر اس زبان میں اس سے گفتگو کر سکتی تھی۔ انیبل سے پیشتر جس قدر خواتین گرینڈ ڈچس کے سامنے سے گذریں۔ ان میں سے کسی ایک پر بھی اس نے آلیویا سیکولی کے سوا کوئی خاص توجہ نہ دی تھی۔ اس لئے اس کا انیبل کو خصوصیت کے ساتھ روک کر اس سے گفتگو کرنا اس بات کی دلیل تھا کہ اس کی خوبصورتی نے اس عالی قدر خاتون کے دل پر اس سے بہت زیادہ اثر پیدا کیا ہے جتنا آلیویا کی خوبصورتی نے کیا تھا۔ یقینی طور پر یہ وہ خراج تھا جو حسن عالمتاب شاہ و گدا سے یکساں وصول کرتا ہے۔ چنانچہ اس اطالوی مرد نے جو میرے قریب بیٹھا تھا یہ حالت دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "دیکھئے دیکھئے ڈچس آپ کی ہموطن خاتون سے گفتگو کر رہی ہے۔ مجھے پہلے ہی سے خیال تھا کہ ضرور ایسا ہو گا۔۔۔ مجھے اس بارے میں کامل یقین تھا"

انیبل کو اس طرح دربار شاہی میں ملکہ کی خاص توجہ کا مرکز بنتے دیکھ کر بڈھے سر میتھیو اور مسز لیبنو ور کو جو خوشی حاصل ہوئی ہو گی اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل نہیں ہو سکتا۔ میرا اپنا دل اس نظارہ کو دیکھ کر مارے خوشی کے بلیوں اچھلنے لگا فرط مسرت سے میری آنکھیں آبگوں ہو گئیں لیکن میں نے جلدی سے ان کو پونچھا اور اس کے بعد تھوڑی دیر اپنے چہرہ کے زیریں حصہ کو رومال سے چھپائے رکھا۔ کیونکہ اب سر میتھیو ہیسلیٹن، انیبل اور ان کے ساتھ ساتھ مسز لیبنو ور بھی جس نے دوبارہ اپنے

باپ کا بازو پکڑ لیا تھا۔ واپس ہو کر اس دروازہ کی طرف آرہے تھے جو گیلری کے نیچے بنا ہوا تھا۔ اس وقت مجھے انیبل کی صورت دیکھنے کا بھی موقعہ ملا پہلے جزوی طور پر اور اس کے بعد پوری طرح۔ میرے اطالوی دوست نے بھی جب اس حسن تابناک کی پہلی جھلک دیکھی جو بقول اس کے جسم کی فرشتگانہ موزونیت کے عین مطابق تھی۔ تو وہ اتنا خوش ہوا کہ واہ واکرتا نہ تھکتا تھا۔

بہرحال میں نے اپنے چہرہ کو اس خیال سے قصداً چھپائے رکھا کہ بیرونٹ، انیبل یا اس کی ماں مجھے دیکھ کر پہچان نہ لے۔ اس میں شک نہیں انیبل سے آنکھیں چار کرنے کے لئے میں اس دنیا کی بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے کو تیار تھا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ اندیشہ دامنگیر تھا کہ اگر ہم میں کسی طرح کا اشارہ ہوا تو اسے دیکھ کر، یا انیبل کے چہرہ پر حیرت کے آثار کی موجودگی سے ہی اس کے نانا کی نظریں اونچی اٹھ جائیں گی۔ اور وہ بھی یقینی طور پر مجھے دیکھ لے گا۔

حسن اتفاق نے ہم دونوں کو ایک ہی شہر میں ایک ہی مکان کے اندر پہنچا دیا تھا لیکن بیرونٹ نے جو ہدایات مجھے انگلستان سے رخصت کرتے وقت دی تھیں وہ اتنی واضح اور صاف تھیں کہ میں کسی حال میں ان کی خلاف ورزی نہ کر سکتا تھا۔ اس کا فرمان تھا کہ دو سال کا عرصہ امتحان جو اس کی طرف سے مقرر ہوا تھا جب تک پورا نہ ہو جائے میں نہ انیبل سے خط و کتابت کروں اور نہ الفاظ یا اشارہ سے ہم ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ خیالات کریں۔ اس کی یہ ہدایات حالتِ قرب میں بھی اتنی ہی جائز تھیں جتنی اس صورت میں کہ ہمارا درمیانی فاصلہ کئی ہزار میل کا ہو۔ امتحان اس میں شک نہیں سخت تھا۔ تاہم میں نے اس میں پورا اترنے کے لئے انتہائی ضبط سے کام لیا۔ ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت جب وہ نازنین اپنے خوشنما چہرہ پر گرینڈ ڈچس کی عنایت آمیز گفتگو کی وجہ سے فخر و مسرت کے ساتھ ملے ہوئے شرمیلے پن کے آثار لئے سامنے سے

میری طرف کو آرہی تھی۔ جب اس کا حُسن عالم آشوب میرے سینہ پر تیر و نشتر کا کام کرتا تھا جب وہ مجھ سے اتنا قریب ہوتے ہوئے بھی اتنی دور تھی، میرے لئے اپنے آپکو روکے رکھنا، اور جلدی سے نیچے اتر کر دروازہ کے باہر اس سے بغلگیر ہونے، اس کے لب لعلیں کا ایک بوسہ لینے اس کی خوشنما آنکھوں کی ایک جھلک دیکھ کر اس کے منہ سے نکلے ہوئے دو لفظ سننے سے باز رہنا اتنا دشوار تھا جتنا اس دنیا کا کوئی کڑے سے کڑا امتحان نہیں ہوسکتا۔ اپنی ماں اور نانا کے ساتھ بے خبری میں آہستہ چلتی وہ گیلری کے چھجے کے نیچے میری نظروں سے اوجھل ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی ایسا معلوم ہوا گویا ایک خوشگوار خواب تھا۔ جو نظر آیا اور مٹ گیا۔ مجھے اپنی زندگی کا سورج تاریک ہوتا معلوم ہوا اور میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ ایک لحظہ پیشتر جس مقام پر ایک آسمانی فرشتہ اپنی موجودگی سے ضیا ریزی کر رہا تھا، وہ جگہ اب بالکل سونی ہوگئی!

دربار کی باقی ماندہ کارروائی کی اب کسے پروا ہو سکتی تھی؟ گو میں دم آخر تک اپنی جگہ پر بیٹھا مسند کی سمت میں دیکھتا رہا۔ تاہم نہ مجھے باقی مراسم سے کوئی دلچسپی ہوئی۔ اور نہ میں نے انہیں دیکھا۔ ظاہراً میری توجہ اب بھی اس نظارہ پر لگی ہوئی تھی، لیکن حقیقتاً میرے خیالات کی رَو بہت دور پہنچ چکی تھی۔ تخیّل میں میری آنکھیں ان ہی تین صورتوں کو دیکھتی تھیں۔ جو نظر آئیں اور چھُپ گئیں۔ جن سے اس دور افتادہ مقام میں ملنے کی مجھے قطعاً امید نہ تھی اور جن کی موجودگی نے میرے سینہ میں حیرت، خوشی اور افسوس کے مشترک اثرات پیدا کئے تھے۔

"کیا نظارہ دلکش نہیں ہے؟" میرا اطالوی دوست مجھ سے پوچھ رہا تھا۔ مگر میں اس کے الفاظ سُن کر اس طرح چونکا جیسے کوئی لمبی نیند سے بیدار ہوتا ہے۔ پھر وہ میری عدم توجہی دیکھ کر کہنے لگا۔ "معلوم ہوتا ہے آپ کا خیال اسی مہوش نازنین کی طرف

لگا ہوا ہے جو تھوڑی دیر پیشتر کل دربار کی نظروں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ تاہم میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بحیثیت مجموعی بھی یہ نظارہ کچھ کم دلچسپ نہیں۔ اس طرح کے شاندار دربار صرف کبھی کبھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ میں ایسے موقعوں پر کسی نہ کسی طریقہ پر پاس حاصل کر کے ضرور پہنچ جاتا ہوں۔ چنانچہ اچھی طرح یاد ہے کہ چھ یا سات مہینے پیشتر ایک اس سے بھی عالی شان دربار منعقد ہوا تھا۔ اور اس میں ایک ایسا نظارہ پیش آیا جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔"

اس کو چپ ہوتے دیکھ کر میں نے محض اس خیال سے کہ وہ میرے برتاؤ کو روکھے پن پر محمول نہ کرے اس سے پوچھا۔ "فرمائیے وہ کیا نظارہ تھا جس کا آپ ذکر کر رہے تھے؟" لیکن گو میں نے یہ سوال اس سے پوچھا۔ تاہم جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میرے خیالات ہرگز اس مضمون پر لگے ہوئے نہ تھے۔

"اس زمانہ میں" میرے دوست نے تقریر جاری رکھ کر کہا۔ "گرینڈ ڈیوک کا بھتیجا مارکوئیس کاسانو وزیر داخلہ تھا۔ بڑا قابل اور عالی حوصلہ آدمی۔ جس کے بارے میں میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر باقی ماندہ وزیر اس کی راہ میں روک پیدا نہ کرتے تو ملک کے لئے بہت کچھ کر جاتا۔ بہرحال جس دربار کا یہ ذکر ہے اس سے چند دن پیشتر اس مضمون کی کئی افواہیں مشہور تھیں کہ مارکوئیس ڈی کاسانو ملک کی آزاد خیال جماعت سے ساز باز کر کے گرینڈ ڈیوک کو اس بات پر مجبور کرنا چاہتا ہے کہ قابل اعتراض وزراء کو علیحدہ کر کے ملک کو آئینی آزادی عطا کی جائے۔ افواہ تو یہ بھی کہتی تھی کہ کاسانو نے آزاد خیال لوگوں کو اسلحہ سے مسلح ہو کر گرینڈ ڈیوک کو دھمکانے اور اصلاحات پر مجبور کرنے کی انتہائی تدبیر سوچ رکھی ہے۔ لیکن خیر۔ بعض لوگ ان افواہوں کو صحیح سمجھتے تھے۔ اور بعض غلط۔ تاہم یہ خیال ہر شخص کے دل میں جاگزیں تھا کہ عنقریب دربار شاہی میں ضرور کوئی خاص واقعہ پیش آئے گا

اور ایسا ہی ہوا...“

مگر اس موقعہ پر ایک اور طرح کا واقعہ پیش آیا جس نے میرے اپنے دل پر گہرا اثر پیدا کیا گو وہ اثر اس سے مختلف تھا جو انیبل کی پیاری صورت دیکھ کر ہوا تھا۔ یعنی گیلری کا دروازہ کھلنے کی آواز جو سنائی دی تو میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا معلوم ہوا ایک آدمی گردن نکالے گیلری کے مجمع کو گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے یہ آدمی لینوور تھا!

اتنے میں بڑا ہال خلقت کے ہجوم سے قریباً خالی ہو چکا تھا۔ گرینڈ ڈیوک اور ڈچس بھی اپنے عملہ کو ساتھ لے کر رخصت کی تیاریاں کر رہے تھے۔ گیلری کے تماشائیوں کی کثیر تعداد اب مٹھی بھر آدمیوں پر آ رہی تھی۔ جن کی گنتی مشکل سے بیس یا پچیس نفوس ہوگی۔ اس لئے مسٹر لینوور کو جو کچھ دیکھنا تھا اس کے لئے ایک ہی نظر کافی تھی۔ جلدی سے چاروں طرف نگاہ دوڑا کے اس نے دوبارہ گردن کھینچ لی۔ اور گیلری کا دروازہ بند ہو گیا۔ تاہم میں نے معلوم کیا کہ اس نے مجھ کو نہیں پہچانا۔ اس کا مجھے پختہ یقین تھا۔ مگر اس کو دیکھ لینے کے بعد میرے خیالات میں ایک نئی طرح کی الجھن پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ میرا اطالوی رفیق اب تک لگاتار باتیں کئے جا رہا تھا۔ لیکن اب اس کی گفتگو بالکل میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کیونکہ میری توجہ اس طرف بالکل نہ تھی۔ اتنا یاد ہے کہ اس نے مارکوئیس آف کاسانو کا راز فاش ہونے اور اس کی بے عزتی کے متعلق کوئی داستان بیان کی۔ اور اس سلسلہ میں اس پر جوش واقعہ کا بھی ذکر کیا جو سابقہ دربار میں پیش آیا تھا۔ بہر صورت اس کی کہانی ناتمام ہی تھی کہ گیلری کا ہر ایک آدمی باہر جانے کے لئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اپنے اطالوی دوست سے جدا ہو کر میں اس ہوٹل کی طرف چلا جس میں ہمارا قیام تھا۔ لیکن خیالات کی رَو پھر پھرا کے اسی ایک واقعہ کی طرف جاتی تھی کہ اس

شہر میں مسٹر لیبنو ورس کا کیا کام ؟ ایک صورت تو یہ تھی کہ سر میتھیو ہیسلیٹن سے اس کے تعلقات اب دوستانہ ہو چکے ہوں۔ اور وہ انہی کے پاس رہتا اور اپنی بیوی اور بیٹی کے ہمراہ سفر کرتا ہو۔ لیکن اس خیال کے آتے ہی کوئی آواز کہتے سنائی دی کہ یہ ایک غیر ممکن سی بات ہے۔ اس کے بعد سوال پیدا ہوا کہ پھر اس کی آمد کا مدعا کیا ہے ؟ یہ تو غیر ممکن تھا کہ وہ محض سیر و تفریح کی غرض سے براعظم یورپ کے ملکوں کا گشت کرتا پھر رہا ہو۔ ضرور اس کی موجودگی کسی اس طرح کی شرارت کے سلسلہ میں تھی جو اس نے اینیل یا اس کی ماں کے برخلاف سوچی ہو۔ جتنا زیادہ میں نے اس سوال پر غور کیا اتنا ہی میری پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا۔ انتہائی کوشش کے باوجود میں کسی فیصلہ کن نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔ اتنے میں ہوٹل قریب آگیا۔ اس وقت دفعتاً دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیا تعجب سر میتھیو ہیسلیٹن اپنی بیٹی اور نواسی کے ساتھ اسی ہوٹل میں آکر ٹھہرا ہو۔ کیونکہ وہ ایک نہایت مشہور ہوٹل تھا اور اتنا کشادہ اور وسیع کہ ایک مسافر دوسرے کی موجودگی سے عرصہ تک لاعلم رہ سکتا تھا۔ پس ہوٹل کے دروازہ پر پہنچ کر میں نے سب سے پہلے دربان سے یہ پوچھا کہ کیا فلاں فلاں آدمی اس ہوٹل میں مقیم ہیں؟ وہ چونکہ کئی زبانیں اچھی طرح بول سکتا تھا اس لئے میری باتوں کا مطلب سمجھ کر فوراً بولا "نہیں"! مسٹر لیبنو ورس کے بارے میں پوچھا تو اس کا جواب بھی نفی میں ملا۔

جب تک دن کی روشنی تھی میں ہوٹل ہی میں رہا۔ کیونکہ ان ہدایات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو سر میتھیو ہیسلیٹن نے بوقت رخصت مجھے دی تھیں میں اس بات کا مصمم ارادہ کر چکا تھا کہ جہاں تک ممکن ہوگا اس کے سامنے نہ آؤں گا۔ اس کے مزاج میں اب تک خبط غالب تھا۔ اور میں کوئی بات ایسی نہ کرنا چاہتا تھا جو اس کی ناراضگی کا موجب ہو۔ اس کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ میرا دل ایک

لحظہ... ایک لحظہ خفیف کے لئے اینیل سے ملنے کو بے تاب تھا۔ اور ایک بار تو یہ خیال بھی آیا کہ وہ لوگ چونکہ اس شہر میں مسٹر لیبو ور کی آمد سے لاعلم ہیں۔ اس لئے ان کو اس بارے میں خبردار کرنا مناسب ہوگا۔ لیکن اس کے برعکس فوراً خیال آیا کہ بالفرض وہ بیرونٹ کی مرضی سے اس جگہ آیا ہو اور اس کی باخبری میں سفر کرتا ہو تو کیا میرے وہاں جانے کے سوال کو اس رنگ میں نہ دیکھا جائے گا کہ میں اینیل سے ملاقات کا کوئی بہانہ تلاش کرکے آیا ہوں۔ بڑی دیر تک میرے سینہ میں خیالات کی کشمکش جاری رہی۔ کبھی جی میں آتا کہ سیدھا بیرونٹ کے پاس جاؤں۔ اور سارا حال کہدوں اور کبھی دوراندیشی اس تجویز کی مزاحم ہوتی۔ شام کا وقت انہی فکروں میں بسر ہوا حتیٰ کہ رات ہوگئی اور میں اس بارے میں کوئی فیصلہ کن ارادہ نہ کرسکا۔

باب ۹۲

خط کا پرزہ

آمدِ شب کے ساتھ ہی مطلع ابر آلود ہونے لگا تھا۔ حتیٰ کہ اِدھر رات اپنا اندھیرا لشکر لے کر نمودار ہوئی اور اُدھر آسمان کے میدان پر جنگ عناصر کا سامان پیدا ہوگیا۔ بادل سیاہ پوش سپاہیوں کی صورت میں جمع ہوئے۔ اور ان کا سیاہ پرچم ہر طرف لہرانے لگا۔ ہرچند میں اس وقت تک کسی فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ نہ سکا تھا۔ تو بھی اپنے مضمحل قویٰ کو تازہ دم کرنے اور اپنے تھکے ہوئے دماغ کو آرام دینے کے خیال سے میں ہوٹل سے باہر نکلا۔ قریباً ایک گھنٹہ بے مدعا مختلف بازاروں کا گشت کرتا پھرا۔ اور آخر کار ہوٹل کو واپس آنے کا ارادہ کررہا تھا کہ دفعتاً اندھیرے

یں ایک آدمی لبادہ اوڑھے میرے پاس سے گذر کر تیز چلتا آگے کو گذر گیا۔ پہلے تو میں نے اس کو نہ پہچانا لیکن جب اس کی بدنما صورت ایک دکان کے پاس سے گذری تو لیمپوں کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ یہ تو میرا وہی عنایت فرما ماموں مسٹر لینوور ہے۔ کھلے لبادہ کے اندر لپٹا ہوا ہونے کے باوجود اس کی بدنما صورت کو پہچاننا بہت مشکل نہ تھا۔ مگر اس نے اب بھی مجھے نہیں پہچانا۔ کیونکہ نہ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا نہ کوئی ایسی حرکت کی جو شناخت کی مظہر ہوتی۔ بدستور تیز چلتا وہ آگے کو بڑھتا گیا۔ معلوم ہوتا تھا کسی اشد ضروری کام پر بھاگا جا رہا ہے۔ ایک عجیب طرح کی دل گرفتگی اس کو دوسری مرتبہ دیکھ کر مجھ کو محسوس ہوئی۔ بوم شوم کی مانند بدکردار لوگ بھی اپنی ناپاک تجویزوں کو رات کی تاریکی میں ہی بہتر عمل میں لا سکتے ہیں۔ خیال آیا ضرور یہ آدمی کسی فاسد ارادہ کو عمل میں لانے جا رہا ہے۔ کوئی خاص تجویز سوچے بغیر میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ شروع میں تیزی رفتار کی وجہ سے وہ عارضی طور پر میری نظروں سے پوشیدہ ہو گیا تھا۔ لیکن جلدی ہی میں نے اس کو جا لیا۔ اور چونکہ وہ اب بھی دائیں بائیں دیکھے بغیر بھاگم بھاگ چلا جاتا تھا۔ اس لئے میں اپنے آپ سے یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ ضرور اس نے کوئی نئی عیاری سوچ رکھی ہے۔

قریباً پانچ لمحوں کے عرصہ تک اسی طرح ہم دونوں آگے پیچھے چلتے رہے حتیٰ کہ وہ سڑک ایک خاص مقام پر پہنچ کر ایک عالی شان مکان کے دروازہ پر ختم ہو گئی۔ جس کے اگواڑہ میں خوشنما ہریالے پودے اُگے تھے۔ اس جگہ سے دو تنگ گلیاں دونوں طرف کو جاتی تھیں۔ یعنی ایک داہنے ہاتھ کو۔ اور ایک اس کے بالمقابل۔ لیکن تاریکی اتنی کثیف تھی کہ گو میں نے باری باری ان دونوں گلیوں کو دیکھا۔ تاہم لینوور کی ناپاک صورت ان میں سے کسی کے اندر دکھائی نہ دی۔ پھر کان لگا کر سُننے

کی کوشش کی۔ لیکن پاؤں کی چاپ بھی بند تھی۔ سخت حیران کہ اب کیا کروں؟ مجھے پیشتر اس بات کا علم نہ تھا کہ سڑک دفعتاً ایک مقام پہ جا کر ختم ہو جاتی ہے ورنہ میں لیبنودر سے اپنا درمیانی فاصلہ کم کر لیتا۔ اور اس شیطان صورت انسان کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتا۔ پریشانی کی حالت میں کھڑا یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اب کیا کروں، کہ ناگاہ ایک گلی کے اندر سے گھوڑے کے سموں کی آواز آتی سُنائی دی۔ سوار قریب آ کر تھم گیا۔ پھر کوئی شخص اندھیرے سے نکل کر دبے پاؤں اس کے پاس گیا۔ اور دونوں میں دبی آواز میں باتیں ہونی شروع ہوئیں۔ میں نے فوراً پہچان لیا کہ ان میں سے ایک آواز یقینی طور پہ مسٹر لیبنودر کی تھی۔

بڑی احتیاط کے ساتھ قدم اُٹھا کے دبے پاؤں چلتا میں بھی اس مقام کے قریب جہاں سے گفتگو کی آوازیں آتی تھیں، دیوار کے سایہ میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن گفتگو انگریزی میں ہو رہی تھی تاہم دبے ہوئے لہجہ کی وجہ سے میرے لئے اس کا ایک لفظ تک سمجھنا دشوار تھا۔ حتیٰ کہ سب سے پہلے الفاظ بھی جو انہوں نے ایک دوسرے سے کہے وہ بھی سمجھ میں نہ آ سکے۔ صرف اتنا معلوم ہوا کہ کرخت لہجہ کی آواز مسٹر لیبنودر کی ہے اور دوسری کسی شخص نامعلوم کی جس کو پہچاننا میرے لئے غیر ممکن تھا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ گھوڑ سوار کون ہے؟ لیکن نہ اس کا چہرہ، نہ اس کا لباس، نہ کوئی اور خصوصیت دکھائی دی۔ جو اس کا حال جاننے میں مدد دیتی۔ ایک اندھیری صورت رات کے اندھیرے سے زیادہ واضح بے شک نظر آتی تھی، مگر اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ قریباً تین منٹ ان دونوں میں ملاقات جاری رہی۔ اس کے بعد سوار نے گھوڑا پھیر کے دوبارہ ایڑ لگائی۔ اور کبڑا بھی پیچھے مڑ کر تیز چلتا مجھ سے اتنا پاس ہو کر گذرا۔ کہ اس کا لبادہ میرے بدن سے چھو گیا۔

اس کے چلے جانے پر میں نے دبی ہوئی آواز میں اپنے آپ سے کہا۔ "اس واقعہ نے رہے سہے شبہات میرے دل سے نکال دیئے۔ اور اب میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ضرور کوئی گہری سازش اس قسم کی ہے جس کے سلسلہ میں یہ شخص اس جگہ پھرتا ہے"۔

لیکن یہ سوال کہ وہ سازش کیا ہے اور کس کے برخلاف کی جارہی ہے اتنا گہرا اور پُرپیچ تھا کہ انتہائی کوشش کے باوجود میں کوئی فیصلہ کُن جواب نہ پاسکا۔ کوئی غیبی آواز بار بار کہتی تھی کہ اب کی بار میاں کبرٹے کی ناپاک کوششیں سر میتھیو ہیبسلیٹن کی جماعت کے برخلاف عمل میں لائی جارہی ہیں۔ کم از کم اپنے بارے میں مجھے پورا اطمینان تھا کہ میں اب اس شخص کی توجہات سے محفوظ ہوں۔ نہ صرف اس لئے کہ اس نے اس مکان میں جہاں کیبلینتھ اور میرے بچّہ کی موت واقع ہوئی تھی اس بات کا پختہ وعدہ کیا تھا کہ میں آئندہ تمہارے برخلاف کوئی کارروائی نہ کروں گا، بلکہ جیسا ناظرین کو یاد ہوگا کسی خط کا پھٹا ہوا پرزہ بھی مجھ کو ملا تھا جس میں مسٹر لینوور کو صاف لفظوں میں ہدایت کی گئی تھی کہ وہ آئندہ میرے برخلاف کچھ نہ کرے۔ اور چونکہ یہ خط اسی شخص کا لکھا ہوا تھا جس نے پیشتر لینوور کو میری اذیّت دہی پر آمادہ کیا تھا۔ اس لئے پورا یقین تھا کہ آئندہ یہ شخص مجھے حیران کرنے سے باز رہے گا۔

اس نتیجہ پر پہنچ جانے کے بعد کہ بدکردار کبرٹا ان لوگوں کے برخلاف کوئی گہری چال چل رہا ہے جن میں سے ایک کی ذات مجھ کو اپنی جان سے بڑھ کر عزیز تھی۔ میں نے فوراً ہی اس بات کا فیصلہ کرلیا کہ مجھے اس کی سازش کے انسداد کے لئے کیا ترکیب اختیار کرنی چاہیئے۔ اس وقت رات کے نو بجے تھے لیکن میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ گھر جانے سے پیشتر یہ معلوم کرنے کے لئے کہ سر میتھیو اپنی بیٹی

اور نواسی کے ساتھ کس جگہ مقیم ہیں۔ میں اس شہر کے تمام بڑے ہوٹلوں کو دیکھ جاؤنگا اور یقیناً اس تجویز پر عمل کرتا۔ اگر یکایک یہ خیال دل میں پیدا نہ ہوتا کہ وہ لوگ چونکہ انگلستان کی رعیت ہیں اس لئے فلارنس کے دربار میں پیش ہونے سے پہلے یقینی طور پر انہوں نے انگریزی سفیر سے پاس حاصل کئے ہوں گے۔ اس پر میں نے سوچا کہ سارے ہوٹلوں میں دربدر پھرنے کی بجائے بہتر ہوگا کہ سیدھا برطانوی سفیر مقیم فلارنس کی کوٹھی پر جاؤں۔ وہاں سے ضرور ان کا صحیح پتہ مل جائے گا۔ یہ ارادہ کرکے میں اس مقام کی طرف چلا۔ اور قریباً پاؤ گھنٹے کے عرصہ میں وہاں جا پہنچا۔ دربان کی زبانی معلوم ہوا کہ جو لوگ سفیر سے ملنے آتے ہیں ان کے نام ایک رجسٹر میں درج کرلئے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ مجھے اپنے ساتھ اس کمرہ میں لے گیا جہاں ملاقاتیوں کو بٹھایا جاتا تھا۔ اس کمرہ میں ایک میز پر ملاقاتی رجسٹر رکھا تھا۔ جس کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سر میتھیو ہیسلیٹن، مسز لینوور اور مس بنٹنگ کے نام اس میں درج تھے۔ مخفی نہ رہے کہ بیرونٹ نے انیبل کو اپنے سایۂ عاطفت میں لینے کے بعد اس بات کا فیصلہ کرلیا تھا کہ آئندہ اس کا نام اس کے حقیقی باپ کے نام پر مس لینوور کی بجائے مس بنٹنگ ہوگا۔ رجسٹر میں انیبل کی خوشنما تحریر دیکھ کر میرے دل کو جو خوشی حاصل ہوئی اس کا اندازہ کرنا سہل ہے۔ دستخطوں کے ساتھ درج شدہ تاریخ سے معلوم ہوا کہ ان کو فلارنس آئے صرف دو دن ہوئے ہیں۔ پتہ کی جگہ ایک ہوٹل کا نام درج تھا۔ جو شہر کے دورافتادہ حصہ میں اس ہوٹل سے بہت فاصلہ پر واقع تھا جس میں ہم لوگ ٹھہرے تھے۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ملاقاتیوں کی کتاب میں مسٹر لینوور کا نام قطعًا درج نہ تھا۔ جس سے یہ بات اور بھی زیادہ یقینی طور پر ثابت ہوگئی کہ وہ سر میتھیو ہیسلیٹن کی پارٹی میں شامل نہیں ہے۔

سفیر برطانیہ کی کوٹھی سے نکل کر میں نے ایک گاڑی کرایہ کی اور اس ہوٹل کی طرف روانہ ہوا۔ جس کا پتہ ملاقاتی رجسٹر میں درج تھا۔ اتنے میں باد تند چلنے لگی اور بوندیں پڑنی شروع ہو گئی تھیں۔ لیکن موسم کی اس نامساعدت کے باوجود میں نے آرام کرنے سے پہلے فرض پورا کرنا ضروری سمجھا۔ ہوٹل میں پہنچ کر دربان سے گفتگو کی تو اس نے فرانسیسی زبان میں بتایا کہ سر میتھیو ہیلیٹن دونوں خاتونوں کے ساتھ آج سہ پہر کے چار بجے رخصت ہو گئے۔

اس سے میرے دل کو سخت مایوسی ہوئی۔ میں اس امید پر یہاں آیا تھا کہ عنقریب اینبل کی پیاری صورت دیکھوں گا لیکن یہاں آ کر یہ حال سنا۔ خیر، میں نے ضبط کر کے پوچھا "تم کو معلوم ہے وہ لوگ کہاں گئے ہیں؟"

"اس کا حال افسوس مجھے معلوم نہیں۔" دربان نے جواب دیا۔ "تاہم اگر آپ انتظار کر سکیں تو میں ہوٹل کے مالک سے دریافت کر کے بتا سکتا ہوں۔"

وہ اتنا کہہ کے رخصت ہو گیا اور چند منٹ کے عرصہ میں یہ اطلاع لے کر واپس آیا کہ ہوٹل کا مالک کہیں باہر گیا ہے اور بدقسمتی سے کوئی دوسرا آدمی بھی جو اس سوال پر روشنی ڈال سکتا سردست موجود نہیں۔

"اچھا خیر جانے دو۔" میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد دل میں سوچا کہ یہاں سے ان کا رخصت ہو جانا ہی میری معلومات کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ بہرحال میں ان کے پیچھے تو جا نہیں سکتا۔

اتنے میں دربان نے کچھ سوچ کر پھر ایک بار کہنا شروع کیا۔ "وہ تینوں چند ماہ پیشتر بھی اس ہوٹل میں آئے اور کچھ عرصہ یہاں ٹھہرے تھے۔ بعد ازاں وہ روما اور نیپلز کی سیر کرنے چلے گئے۔ اس لئے اب بھی میرا خیال ہے کہ وہ اٹلی کے بعض اور حصوں کی سیر کرنے گئے ہوں گے۔ یاد پڑتا ہے کہ سر میتھیو ہیلیٹن ایک روز اپنے

نوکر سے وینس جانے کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔"

"عین ممکن ہے وہ اسی جگہ گئے ہوں" میں نے جواب دیا۔ اور دل ہی دل میں دست بدعا ہوا کہ وہ وہیں گئے ہوں۔ کیونکہ ڈاکو مارکو اوبرمی کی طرف سے عجیب طرح کی دہشت میرے دل میں جاگزیں ہو چکی تھی۔ اور میں نہ چاہتا تھا کہ ہماری طرح اس جماعت کا مقابلہ بھی رہزنوں کے اس خوفناک گروہ سے ہو۔ پھر اس کے بعد دفعتاً "کتنے نوکران کے ساتھ تھے؟" میں نے پوچھا۔

"ایک مرد دوسری خادمہ۔ اور وہ اپنی ریئسی گاڑی میں سفر کر رہے ہیں۔"

"تم کو یاد ہے؟" میں نے پوچھا "کہ ان ایام میں جب وہ اس ہوٹل میں مقیم تھے کوئی اس طرح کی شکل وصورت کا آدمی بھی ان سے ملنے آیا تھا؟" اور یہ کہتے ہوئے میں نے مسٹر لینوور کا حلیہ بیان کیا۔

"نہیں۔ اس طرح کا کوئی آدمی ان سے ملنے نہیں آیا" دربان نے جواب دیا۔ "کم از کم میرے علم میں ایسا کوئی آدمی ہوٹل میں نہیں دیکھا گیا۔ تاہم ٹھہریئے میں اپنی عورت سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔"

لیکن عورت کا جواب بھی نفی میں تھا۔ خیر میں نے دربان کو انعام کے طور پر کچھ دیا اور اس کے بعد دوبارہ گاڑی پر سوار ہو کے اپنے ہوٹل کو واپس ہوا۔ راستہ میں پھر ایک بار میں اس سوال پر غور کرنے لگا کہ بدسرشت لینوور اس شہر میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔ ساتھ ہی اس حسن اتفاق پر حیرت ہوئی کہ میں نے اینبل اور اس کی ماں اور نانا کو ٹھیک اسی روز دیکھا جو میری ایک سال بعد کی واپسی کی تاریخ تھا۔ ہوٹل میں پہنچا تو رات کافی جا چکی تھی۔ اور پانی موسلا دھار گرنے لگا تھا۔ میں سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ لیکن بڑی دیر تک نیند نہ آئی۔ کئی کئی طرح کے مبہم اندیشے اپنے بارے میں نہیں بلکہ ان لوگوں کے متعلق جن میں میری عزیز از جان اینبل شامل تھی

دل میں پیدا ہو رہے تھے۔

دوسرے دن ناشتہ کے تھوڑی دیر بعد ہوٹل کے ایک نوکر نے ایک بند خط میرے حوالہ کیا اور کہا "یہ کپتان ریمنڈ کے لئے ہے اور ایک انگریز نوکر ابھی دے گیا ہے"۔ میں جس وقت خط ہاتھ میں لئے سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا تو میری نگاہ اتفاقاً پتہ پر گئی۔ ساتھ ہی میں اس تحریر کو دیکھ کر چونکا۔ کیونکہ حروف میرے پہچانے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ رفع شک کے لئے میں وہیں سے پیچھے لوٹ آیا۔ اور اپنے کمرہ میں جا کر اس تحریر کا مقابلہ اس پرزہ کاغذ کی تحریر سے کیا جو مجھے اس مکان میں جہاں بد نصیب کیلنتھ اور میرے بچّہ کی موت واقع ہوئی تھی لیبوور کے کمرہ میں پڑا ہوا ملا تھا۔ بے شک دونوں کی تحریر ایک تھی۔ ذرا سا اختلاف بھی ان میں نہ پایا جاتا تھا۔ چنانچہ ہزارویں مرتبہ میں نے پھر اس پرزہ کاغذ کا مضمون پڑھا، جو ناظرین کو یاد ہوگا حسب ذیل تھا۔

... اچھا ہوا تم نے لندن سے رخصت ہونے سے پہلے مجھے اس بات کی اطلاع بھیج دی کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ خیر میں تم کو ہدایت کرتا ہوں کہ آئندہ جوزف کے بارے میں اور کسی کارروائی کی ضرورت نہیں۔ اگر کبھی اتفاق سے وہ تمہیں مل جائے تو بھی میں حکم دیتا ہوں کہ اسے کچھ نہ کہنا۔ اس بارے میں تفصیلی حالات میں اگلی ملاقات کے موقعہ پر تم سے بیان کروں گا۔ سردست ...

میں نے دیکھا اس چٹھی پر جو اس وقت میرے ہاتھ میں تھی اور جس کے سرنامہ کی تحریر سے میں نے اس تحریر کو ملایا تھا اس قسم کا نشان امارت بنا ہوا تھا۔ جیسا کہ امرائے انگلستان کے سامان کی چیزوں پر ہوتا ہے لیکن میں چونکہ اس طرح کے نشانات کی جانچ میں کافی مہارت نہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس بارے میں کوئی صحیح رائے قائم نہ

کر سکا کہ وہ کس کا نشان ہے اور اس سے طبقۂ امراء میں کونسا درجہ ظاہر ہوتا ہے۔ تو بھی ایک بات ظاہر ہو گئی۔ یعنی یہ کہ مسٹر لیبنوور کو اس مضمون کا خط لکھ کر بھیجنے والا کوئی انگریز امیر تھا۔ اس دریافت نے میرے لیئے پریشانی کا ایک نیا باب کھول دیا۔ اور میں یہ سوچ کر حیران ہونے لگا کہ امرائے انگلستان میں ایسا کون ہو گا جو اس طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں مجھ کو پہنچانا چاہتا تھا جیسی کچھ عرصہ پیشتر میں نے بد کردار لیبنوور کے ہاتھوں سہی تھیں۔ جو سچ پوچھئے تو اس شخص نا معلوم کے ہاتھ میں محض ایک آلۂ کار تھا کسی عالی قدر امیر نے اس شیطان سیرت کبر طلبے کو سب سے پہلے میری جان لینے پر اُکسایا اور بعد ازاں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مجھے تارکانِ وطن کے جہاز پر سوار کر کے کسی دور افتادہ ملک کو بھیجدے۔ آخر اس دشمنی کی تہ میں کیا بھید تھا۔ اور وہ کون سے حالات تھے جن سے مجبور ہو کر آخرکار شخص مذکور نے مسٹر لیبنوور کو وہ خط لکھا جس کا ایک حصہ میرے پاس تھا۔ اور جس میں اس بات کی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ آئندہ میرے بارے میں کوئی سخت کارروائی عمل میں نہ لائے۔ ان سوالات نے یکے بعد دیگرے پیدا ہو کر میرے دماغ کو سخت حیران کیا۔ میں نے ان کا جواب پانے کی بہت کوشش کی لیکن افسوس کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔

خیر اس خیال سے جی کو ڈھارس دے کر کہ ان دو دریافتوں کے بعد جو بتدریج حاصل ہوئی تھیں ممکن ہے عنقریب کچھ اور حالات ایسے بھی معلوم ہو سکیں جو میری تشویش رفع کرنے کا ذریعہ ثابت ہوں۔ میں نے جمع خاطر کی کوشش کی اور چہرہ سے پریشانی کے آثار مٹا کر کپتان ریمنڈ کے کمرہ میں گیا اور لفافہ اس کو پیش کیا۔

"آہ۔ لارڈ ایکلسٹن نے بھیجا ہے"! اس نے خط ہاتھ میں لے کر سرنامہ دیکھتے ہی اس تحریر کو پہچان کر جس سے وہ بظاہر اچھی طرح واقف تھا جلدی سے کہا۔

اس نام کو سُن کر حیرت اور سراسیمگی کی چیخ میرے منہ سے نکلنے کو تھی۔ مگر میں نے بمشکل اُسے روکا۔ لارڈ ایکلسٹن میرا دشمن!... میرے خدا کیا یہ ماننے کی بات تھی ؟ اور اس کے بعد رفتہ رفتہ لاتعداد باتیں بھولی اور بسری ہوئی یاد آنی شروع ہوئیں۔ جن کو پیشتر میں نے سرسری سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔ لیکن جن سے اس نئی دریافت کی روشنی میں کئی اہم نتیجے نکالے جا سکتے تھے۔ وہ زمانہ مجھے یاد آیا جب لارڈ ایکلسٹن صرف مسٹر ملگریو کہلاتا تھا، اور ڈٹمر میئر میں اپنے خسر کے مکان پر مجھے اپنی ملازمت میں لینے کو بے تاب تھا۔ پھر وہ عجیب اور بعید از فہم اشارے بھی مجھے یاد آئے جو تقریباً ایک سال پیشتر لارڈ اور لیڈی ایکلسٹن نے مجھ سے چھپا کے ایک دوسرے کو کیے تھے جب میں انگلینڈ کے رجسٹر شادی کا ورق ان کو پہنچانے گیا تھا۔ اسی طرح شکرگذاری کے وہ عجیب کلمات جو بیگم ایکلسٹن نے اس موقعہ پر کہے تھے جب میں نے اس کو لہکتی آگ سے بچایا تھا دوبارہ مجھے اپنے کانوں میں گونجتے سُنائی دیئے۔ غرض یہ اور صدہا ایسے ہی چھوٹے چھوٹے واقعات، جو پیشتر میرے لئے بے معنی تھے۔ اس وقت میری نظروں میں غیر معمولی اہمیت حاصل کرنے لگے۔ جب یہ عجیب دریافت عمل میں آئی کہ لارڈ ایکلسٹن میرا دشمن اور ناہنجار لیبنودر اس کا گماشتہ تھا!

خوش قسمتی سے کپتان ریمنڈ نے ان آثار کو جو اس کی زبانی لارڈ ایکلسٹن کا نام سُن کر میرے چہرہ پر ظاہر ہوئے تھے نہیں دیکھا۔ کیونکہ اس کی توجہ خط کے مضمون پر لگی ہوئی تھی۔ اور وہ اسے کھول کر پڑھنے میں مشغول تھا۔ معلوم ہوا کہ مضمون بالکل مختصر تھا۔ کیونکہ میرے آقا نے جلدی ہی اس کو پڑھ لیا۔ اور جب میں باہر آنے لگا تو پیچھے سے آواز دی " جوزف۔ ذرا ٹھہر و۔ میں ابھی اس کا جواب لکھے دیتا ہوں۔ معمولی دعوت کا رقعہ ہے اور تم اس کا جواب اسی وقت اس ہوٹل میں لے جاؤ جہاں لارڈ اور لیڈی ایکلسٹن مقیم ہیں "

جس وقت کپتان ریمنڈ خط کا جواب لکھنے میں مشغول تھے۔ کئی اور خیالات میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے۔ میں نے سوچا کہ غالباً وہ گمان جو لینوور کے سر میتھیو اور خاتونوں کی ایذا رسانی کے متعلق لینوور کے برخلاف میرے دل پیدا ہوا، غلط تھا۔ اس شہر میں اُس کی آمد اُن لوگوں کی آمد کے موقعہ پر محض ایک حسن اتفاق تھی۔ ورنہ ان کے برخلاف حقیقتاً کوئی فاسد ارادہ اس کے دل میں نہیں تھا۔ دراصل وہ لارڈ ایکلسٹن سے ملنے یہاں آیا تھا۔ لیکن اس صورت میں کیا وہ کام جس کے سلسلہ میں وہ لارڈ مذکور سے ملنا چاہتا تھا، میری اپنی ذات سے متعلق تھا؟ کیا وہ لوگ اس بات سے واقف تھے کہ میں اس شہر میں آیا ہوا ہوں؟ کیا میری بے خبری میں گہری خطرناک تجویزیں میرے برخلاف سوچی جا رہی تھیں؟ حیران و سراسیمہ ان سوالوں پر غور کرتا میں دروازہ کے پاس کھڑا رہا۔ لیکن کوئی تسلی بخش جواب حاصل نہ کر سکا۔

کپتان ریمنڈ نے خط لکھ کر مجھے دے دیا۔ اور زبانی سمجھایا کہ اس کو فلاں ہوٹل میں لے جاؤ۔ مگر رخصت ہونے سے بیشتر میں نے اپنے کمرہ میں جا کر وہ پرزہ خط بھی جیب میں رکھ لیا جو میرے پاس محفوظ تھا۔ اور اس ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے جس میں لارڈ اور لیڈی ایکلسٹن مقیم تھے۔ سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا طریق عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ ہوٹل میں جا کر میں نے فوراً ہی وہ خط اوپر نہ بھیجا۔ بلکہ سب سے پہلے نوکر کی معرفت یہ پیغام بھیجا کہ میں لارڈ ایکلسٹن سے ملنا چاہتا ہوں۔ اپنا نام میں نے اس خیال سے ظاہر نہ کیا کہ ممکن ہے وہ اسے جان کر ملاقات سے انکار کر دے۔ محض اتنا کہہ دیا کہ ایک انگریز نوجوان پانچ منٹ کے لئے آپ سے ملنے کا آرزومند ہے ہوٹل کا نوکر جلدی ہی اجازت لے کر واپس آ گیا۔ اور اس کے فوراً بعد مجھے ایک کمرہ میں پہنچایا گیا۔ جہاں لارڈ ایکلسٹن تنہا بیٹھا تھا۔ بیگم اس جگہ موجود نہ تھی۔

"تم!... جوزف تم!" امیر موصوف نے جو آرام کی حالت میں ایک خوشنما صوفے پر دراز تھا مجھے آتا دیکھ کر بے تابانہ اُٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرہ پر گہری پریشانی کے آثار نمودار ہوئے "کیوں، تم کب آئے... اور کس لیئے...؟" اس نے فقرہ کو نا تمام ہی چھوڑ کر مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ گویا اس ذریعہ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں فی الحال زندگی میں کونسا درجہ رکھتا ہوں۔ لیکن اس کوشش میں وہ اس لئے کامیابی حاصل نہ کرسکا کہ میرا لباس سادہ تھا۔ جس سے کوئی بات ظاہر نہ ہوتی تھی۔

"مائی لارڈ" میں نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا "میں یہ خط کپتان ریمنڈ کی طرف سے لایا ہوں"

"آہ۔ تو کیا تم ان دنوں کپتان ریمنڈ کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟" لارڈ ایکلسٹن نے پوچھا "مگر کس حیثیت میں؟"

"میں ان کا خادم ہوں" میں نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد اس خیال سے چپ ہوگیا کہ وہ خط کا مضمون دیکھ لے۔ پھر جب وہ اس سے فارغ ہو چکا تو میں نے تقریر جاری رکھ کر سرد لہجہ میں کہا "مائی لارڈ۔ فی الحال میں اس خط کو آپ کے ہاتھوں تک پہنچانے کے لئے ہی ملاقات کا آرزومند نہ تھا، دراصل مجھے کئی ایک باتیں آپ سے دریافت کرنی تھیں..."

"کئی ایک باتیں!... مجھ سے؟" لارڈ ایکلسٹن نے حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا اور ساتھ ہی اس کے چہرہ پر آثارِ اضطراب نے ترقی کی۔ مگر فوراً ضبط کرکے وہ دوبارہ پُرسکون لہجہ میں بولا "آخر وہ کس طرح کی باتیں ہیں جن کے بارے میں تم کپتان ریمنڈ کے نوکر مجھ سے استفسار کرنا چاہتے ہو؟"

اس نے دوبارہ پیچھے جھک کر آتشدان پر رکھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا۔

مگر میں جو تھوڑی دور کھڑا اس کے چہرہ کو بغور تک رہا تھا یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ گہری پریشانی اس کے چہرہ اور انداز میں پائی جاتی تھی۔

"یور لارڈشپ سے میرا پہلا سوال یہ ہے" میں نے کہنا شروع کیا۔" کہ کیا آپ لینوور نام کے کسی آدمی سے واقف ہیں؟"

مگر الفاظ میرے منہ سے نکلے ہی تھے کہ لارڈ ایکلسٹن کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ اس نے تیز متجسس نظروں سے میری طرف دیکھا پھر بناوٹ سے لاپروائی کا لہجہ اختیار کرکے کہا" لینوور!... لینوور! ہاں یہ نام مجھے کچھ یاد ہے... غالباً میں نے اس کو پہلے کبھی سنا تھا... ٹھہرو۔ یاد آ گیا۔ کیا وہ تمہارا ماموں تو نہیں ہے جو چند سال پیشتر تمہیں ڈیلمر میز سے آکر لے گیا تھا؟"

"بے شک وہ اپنے آپ کو میرا ماموں ظاہر کرتا ہے۔ تاہم مجھے اس کے متعلق کبھی پورا یقین نہیں ہوا کہ حقیقتاً اس کا مجھ سے کسی طرح کا رشتہ ہے۔" یہ کہتے ہوئے میں نے لارڈ ایکلسٹن کے چہرہ کو بغور دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس جملہ کا اضافہ کیا۔ "غالباً آپ بھی اس حقیقت سے لاعلم نہ ہوں گے کہ کم از کم میں اس بات کو داخل خوش نصیبی نہیں سمجھتا کہ وہ آدمی میرا رشتہ دار ہے۔"

"میری سمجھ میں خاک نہیں آیا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، یا کیا کہنا چاہتے ہو۔" امیر مذکور نے اب دفعتاً پُرغرور لہجہ اختیار کرکے کہا۔ گو اس نمائش کی تہ میں چھپی ہوئی بے تابی اب بھی اس کے چہرہ پر موجود تھی۔ اور میں اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اگر میرے عائد کردہ الزامات صحیح نہ ہوتے تو وہ فوراً مجھے اپنے کمرہ سے باہر نکلوا دیتا۔

"تو سنئے میں عرض کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔" بعض اتفاقی حالات نے آج یہ بات مجھ پر واضح کر دی ہے کہ وہ ساری تکلیفیں اور مصیبتیں جو میں نے اس شخص لینوور کے ہاتھوں جھیلی ہیں درحقیقت آپ ہی کی تحریک سے عمل میں لائی گئی تھیں۔"

"کیا میری تحریک سے؟" ایگلسٹن نے جس کے چہرہ پر اضطراب کے آثار ہر لحظہ بڑھ رہے تھے گردن اٹھا کر گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر پوچھا "یاد رکھو۔ میں اس طرح کے الفاظ سننے کا عادی نہیں ہوں۔ اور میرے اب تک چپ رہنے اور اس لاطائل گفتگو کو صبر و سکوت کے ساتھ سننے کی وجہ محض یہ ہے کہ میں اس احسان کو نہیں بھولا ہوں جو ایک سال پیشتر تم نے ایک خطرناک موقعہ پر بیگم صاحبہ کی جان بچا کر مجھ پر کیا تھا۔ محض اس خیال سے کہ کوئی غلط فہمی تمہارے دل میں باقی نہ رہے اس لئے اپنی صفائی پیش کرتا ہوں۔ ورنہ جو الزام تم نے مجھ پر لگائے ہیں ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو ذرا بھی وقعت دی جائے۔"

"مائی لارڈ۔ میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوں۔" میں نے لہجہ استقلال میں جواب دیا۔ "اور سچ پوچھئے تو اس صورت میں کسی غلط فہمی کا امکان بھی کیا رہ جاتا ہے جب میرے پاس آپ کے ہاتھ کی تحریر اس مضمون کی موجود ہے کہ آپ نے اس شخص لیونورکے نام ہدایات جاری کیں کہ آئندہ وہ میری ایذا رسانی بند کر دے ظاہر ہے کہ اس طرح کا حکم اسی آدمی کی طرف سے جاری ہو سکتا ہے جس نے پہلے تکلیف دہی کا سلسلہ شروع کیا ہو۔ چونکہ حکم امتناعی آپ کی طرف سے جاری ہوا اس لئے میرے لئے یہ جاننا ہرگز دشوار نہیں ہو سکتا کہ سب سے پہلے آغاز بھی آپ ہی کی طرف سے ہوا تھا۔ آپ کے چہرہ کے آثار شروع سے میرے خیال کی تصدیق کر رہے ہیں اور اب آپ کی نگاہ بھی صاف کہے دیتی ہے کہ میرا قائم کردہ اندازہ غلط نہیں ہے۔"

سچ مچ اس وقت لارڈ ایگلسٹن کی صورت کسی مجرم گنہگار شخص سے مشابہ تھی۔ گہری تکلیف، بے چینی، اضطراب اور فکر کے آثار اس کے چہرہ پر نمودار تھے۔ رخساروں کی رنگت میں جلد جلد تبدیلی ہو رہی تھی۔ اور گو شروع میں اس نے گھورتی ہوئی نظروں

سے میری طرف دیکھنے کی کوشش کی۔ تاہم اب اس کی آنکھیں میری نگاہ کی تاب مقابلہ نہ لاکر فوراً نیچے جھک گئیں۔

"جوزف" اس نے رکتے ہوئے کہا۔ "میں اب تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ نہ معلوم یہ خبط کیوں تمہارے سر میں سمایا ہے کہ میں نے کبھی تم کو اذیت دینے کی براہ راست یا بالواسطہ کوشش کی۔ تم کہتے ہو اس بارے میں بعض حالات آج صبح اتفاقاً تم کو معلوم ہوئے ہیں..."

"ٹھہریئے۔ کیا آپ اس تحریر کو پہچان سکتے ہیں؟" میں نے قطع کلام کرکے پوچھا۔ اور خط کا وہ پرزہ جو میرے پاس تھا اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

ایلکسٹن کے چہرہ کی رنگت لاش کی مانند پیلی پڑ گئی۔ بے رنگ ہونٹ تھرتھرانے لگے۔ اور ہاتھوں میں لغزش نمودار ہوئی۔

"دیکھئے دیکھئے۔ آپ کی حالت کہے دیتی ہے کہ میرا خیال غلط نہیں" میں نے کہا "یہ کاغذ ایک عرصہ سے میرے پاس تھا لیکن آج صبح جب میں نے اس کی تحریر کا مقابلہ اُس خط کے سرنامہ کی تحریر سے کیا جو آپ نے کپتان ریمنڈ کے نام بھیجا تھا، تو سارا حال واضح ہو گیا۔"

"آہ۔ بس یہی تمہاری معلومات کی بنیاد ہے!" اس نے اطمینان کی دبی ہوئی آہ بھر کر کہا۔ اور اس ملاقات کے دوران میں پہلی بار اس کی آنکھیں امید سے جگمگا گئیں کیونکہ میرا بیان اس اعتراف کے برابر تھا کہ اس تحریر کو اپنے پاس رکھتے ہوئے بھی میں آج تک اس کے راقم کی شخصیت سے ناواقف تھا۔ "محض اس لئے کہ ایک تحریر دوسری تحریر سے کسی قدر ملتی ہے تم بغیر سوچے سمجھے اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ میں نے تمہارے برخلاف کوئی کارروائی کی۔ یا اس شخص تمہارے ماموں سے میری خط و کتابت ہوئی۔" یہ کہتے ہوئے اس کے لہجہ میں پھر ایک بار تیزی اور دبی ہوئی کرختگی پیدا ہو گئی۔

"بے سمجھ! نادان!" یہ کہہ کر اس نے ظاہری غصّہ کے ساتھ پرزہ کاغذ جو اس کے ہاتھ میں تھا آتشدان کی جلتی آگ میں جھونک دیا۔

مجھے اس حرکتِ ناز یبا پر گو بہت طیش آیا تاہم میں نے ضبط کر کے کہا "مائی لارڈ۔ یہ جو کچھ آپ نے کیا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ حقیقتاً اپنے آپ کو خطاوار تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آپ کا سینہ صاف ہوتا تو ہرگز ہرگز آپ اس تحریر کو ضائع کرنے کی کوشش نہ کرتے۔ یوں تو ممکن ہے آپ اپنی بے گناہی کے ثبوت میں یہ بھی کہہ دیں کہ آپ کو اپنے ساتھی مسٹر لینو ور کے فلارنس میں موجود ہونے کا حال معلوم نہیں"

"لینو ور! اس جگہ فلارنس میں؟" ایکلسٹن نے اس طرح حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک لحظہ کے لئے یہ سوچ کر گھبرا گیا کہ وہ شاید اس کی موجودگی سے واقعی لاعلم ہے "خدا گواہ ہے مجھے اس کا حال معلوم نہ تھا" اور اس کے بعد بڑھتی ہوئی لاپرواہی کے ساتھ "خیر اس کی موجودگی یا عدم موجودگی میرے لئے برابر ہے کیونکہ میں پہلے ہی تم سے بیان کر رہا ہوں۔ کہ اس سے میری واقفیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ایک زمانہ میں وہ تمہارے ماموں کی حیثیت میں تمہیں لینے میرے پاس ڈیلم میبز میں آیا تھا"

"بہت اچھا مائی لارڈ۔ اگر آپ کو انکار پر اصرار ہے۔ تو فی الحال میرے پاس بھی ایسا کوئی ذریعہ موجود نہیں جس سے میں آپ کو اس غیر منصفانہ سلوک پر جو آپ کی طرف سے میرے ساتھ ہوتا رہا ہے اظہار پشیمانی پر مجبور کروں" میں نے تنگ آ کر کہا "لیکن اگر خدا کا انصاف برحق ہے تو وہ وقت دور نہیں جب آپ کو اپنے دل میں یہ سوچ کر از خود ندامت ہوگی کہ کس لئے آپ نے ایک ناکردہ گناہ شخص پر جس نے کم از کم آپ کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا بے جا سختیاں کیں۔ اور اب جو کچھ میں عرض کرتا ہوں اسے غور کے ساتھ سنئے۔ بالفرض کسی وجہ نامعلوم سے آپ دوبارہ

میرے برخلاف تکلیف رسانی کا سلسلہ شروع کرنا چاہتے ہوں اور اسی نیت کو لے کر لینوور کے ہمراہ اس جگہ فلارنس آئے ہوں تو یاد رکھئے میں اس معاملہ میں اب چپ نہ رہوں گا۔ پیشتر ایک وجہ تھی جس سے مجبور ہو کر میں نے اس شخص کے برخلاف جو بظاہر میرا ماموں لیکن بہ باطن میرا سب سے بڑا دشمن ہے۔ کوئی کارروائی نہ کی تھی، وہ وجہ اب باقی نہیں رہی۔ اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر آئندہ آپ کی تحریک سے اس نے میرے برخلاف ایک قدم بھی آگے رکھا، تو میں قانون کی امداد حاصل کرنے سے کبھی دریغ نہ کروں گا۔"

"جوزف خاموش! میں نے جتنی طرح دی تم اتنا ہی سر چڑھ گئے۔" لارڈ اکلیسٹن نے کہا۔ "پیشتر بھی میں نے تم کو بتایا تھا اور اب دوسری بار کہتا ہوں کہ اس طرح کی ہتک آمیز گفتگو جو تم نے میرے مکان پر آ کر کی ہے میں نے اس وقت تک محض اس وجہ سے سُنی ہے کہ تم نے ایک زمانہ میں اپنی زندگی خطرہ میں ڈال کر بیگم صاحبہ کی جان بچائی تھی۔ اور میں اس احسان کو تا حال نہیں بھولا ہوں محض اس واقعہ کی شکر گذاری کا احساس مجھے سختی سے روکتا ہے۔ ورنہ ..." اور پھر سنبھل کے "میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری ایذا رسانی کا خیال قطعاً میرے دل میں نہیں ہے۔ اور نہ مجھے اس وقت تک معلوم تھا کہ مسٹر لینوور ان دنوں اس شہر میں موجود ہے۔"

"تو خیر جانے دیجئے۔" میں نے قطع کلام کر کے کہا۔ "آپ کے انکار کی تردید کا بے شک میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ تاہم اس شبہ کو... نہیں بلکہ اس یقین کو جو میرے دل میں جاگزیں ہے کہ وہ تحریر جسے آپ نے ابھی جلایا، آپ ہی کے قلم سے نکلی تھی کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی۔ رہ گیا آئندہ کا سوال تو اس کا بہتر فیصلہ آپ کی باتوں سے نہیں اعمال سے ہونا ممکن ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنے سر کو ذرا سا خم کیا۔ اور دروازہ کی طرف جا رہا تھا کہ دفعتاً باہر سے لیڈی ایکلسٹن داخل ہوئی۔ اس نے صبح کے پہننے کا خوشنما ڈھیلا لباس زیب تن کر رکھا تھا اور اس کے حسن عالی شان کا بے پناہ جلوہ جس کی تفصیل میں نے پیشتر اس موقعہ پہ بیان کی تھی جب میں نے مانچسٹر سکوئر والے مکان پر جا کر رجسٹر شادی کا ایک ورق اس کے شوہر کے حوالہ کرنے کا حال لکھا تھا۔ اب بھی اتنا ہی تابناک تھا جتنا اس زمانہ میں۔ مجھے کمرہ میں دیکھ کر وہ بڑے زور کے ساتھ چونکی۔ ساتھ ہی میرے چہرہ کو اس عجیب انداز سے دیکھا جس کا حال میں پیشتر قلمبند کر چکا ہوں۔ یعنی اس انداز سے جس میں پریشانی، بے تابی اور کوئی اور چیز جو میرے فہم سے بالاتر تھی ملی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن فوراً سنبھل کر اس نے اپنا ہاتھ مجھے پیش کیا اور نرم تھرائی ہوئی آواز سے بولی "جوزف مجھے آج تک تمہاری اس اولوالعزمی اور بہادری کا پوری طرح شکریہ ادا کرنے کا موقعہ نہیں ملا جس سے کام لے کر تم نے مجھے آگ سے نکالا تھا۔۔۔"

"بانو۔ اگر آپ خیال فرماتی ہیں کہ میری وہ ناچیز خدمت حقیقتاً کسی شکریہ کی مستحق ہے" میں نے ادب آمیز استقلال کے ساتھ کہا "تو اس کی بہترین صورت یہ ہوگی کہ آپ ازراہ کرم لارڈ ایکلسٹن کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ میری ایذا رسانی کا خیال چھوڑ دیں۔۔۔"

میں کہتا کہتا رک گیا۔ کیونکہ الفاظ میرے منہ سے نکل ہی رہے تھے کہ بیگم کے چہرہ کی رنگت لاش کی طرح ہو گئی۔ اور وہ اس طرح لڑکھڑائی گویا فرش زمین پر گرا چاہتی ہے۔ میں نے دو قدم آگے بڑھ کر اس کو سہارا دیا اور وہ میرے ساتھ لگ کر زار زار روتے ہوئے بولی "جوزف۔۔۔ نہ ڈرو۔۔۔ نہ ڈرو۔ کیا تم نے ایک بار میری جان نہ بچائی تھی؟ میرے خدا وہ تم ہی تو تھے۔۔۔ تم جوزف تم۔۔۔ جو اس وقت بھی مجھے

دوسری زندگی دینے کا ذریعہ بنے..."

کچھ ایسے ہی الفاظ اس موقعہ پر بھی اس نے کہے تھے جب میں نے اس کو جلتے ہوئے مکان سے نکالا تھا۔ اور اب پھر اس نے ان کو دُہرایا۔ اس کے یہ الفاظ میرے کانوں کو عجیب معلوم ہوئے اور ایک لحظہ کے عرصۂ خفیف کے لئے ایک نئی طرح کی اُمنگ جس کو میں پوری طرح سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس وقت جب میں اس کی خوشنما قامت کو اپنے بازو کا سہارا دیئے کھڑا تھا میرے دل میں پیدا ہوئی۔

"بانو۔ کس لئے آپ مجھ ناچیز کو اس طریقہ پر مخاطب کرتی ہیں؟" میں نے آخرکار کہا۔ "کیا سچ مچ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے آپ کے شوہر کے ایما پر شیطان سیرت لیبنور کے ہاتھوں کیا کیا تکلیفیں سہنی پڑی ہیں اور کیا واقعی یہ سوچ کر آپ کا ضمیر آپ کو ملامت کرنے لگا ہے کہ جس ناکردہ گناہ شخص پر آپ لوگوں کی طرف سے اتنی سختیاں ہوئی ہیں اسی کو خدا نے اپنی حکمت سے آپ کی جان بچانے کا ذریعہ بنایا..."

لیڈی ایکلسٹن کے چہرہ کی رنگت اب تک سنگ مرمر کی طرح سپید تھی اور آنسوؤں کے قطرے اُمنڈے ہوئے دریا کی مانند لگاتار بہے جاتے تھے۔ ایک ایسی دردناک اور درد انگیز نگاہ اس نے مجھ پر ڈالی اور ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے کچھ اس طرح کی نرمی کا اظہار ہوا کہ میں اس کی حالت دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس کے دل میں کون سی بات ہے اور اس کی موجودہ حالت کا کیا مطلب سمجھا جا سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوا گویا میرے دماغ میں چکر آنے لگے ہیں اور میں کوئی ناقابل فہم خواب دیکھ رہا ہوں۔ قریباً ایک یا دو لمحہ کے عرصہ تک یہ حالت قائم رہی اس اثنا میں میں اس کے نازک جسم کو بدستور سہارا دیئے کھڑا تھا۔ اور وہ اس طریقہ پر میرے ساتھ لگی ہوئی تھی کہ میں اگر اسے چھوڑ دیتا تو وہ یقیناً نیچے گر جاتی۔

"کلارا!" ایک بھاری اور پُر رعب آواز یکایک میرے کانوں کے پاس فضا کی ہولناک خاموشی کو چیرتی ہوئی سُنائی دی۔ یہ ایک لفظ یعنی اس خاتون کا پہلا نام اس طریقہ پر کہا گیا، جیسے کوئی آدمی کسی دوسرے کو عین وقت آزمائش میں آواز دے کہ خبردار! میں نے چونک کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ لارڈ ایکلسٹن اپنی جگہ سے اُٹھ کر ہمارے بالکل قریب آگیا تھا۔ اس کے چہرہ کی رنگت بیگم کے چہرہ سے بھی زیادہ پیلی تھی۔ اور دہشت کے آثار اس کی آنکھوں میں پائے جاتے تھے۔ اپنے نام کو اس عجیب انداز سے ادا کیا جاتا سن کر وہ خاتون فوراً سنبھلی۔ وہ جو ایک لحظہ پیشتر اتنی بدحواس تھی، اب یکایک اپنی اصلی حالت پر آگئی۔ فوراً اپنے آپ کو میری گرفت سے نکال کر وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔ اور میاں بیوی دونوں میں پرمعنی اشاروں کا تبادلہ ہوا گو اُن کا مطلب میری سمجھ میں نہ آسکا۔

اپنی جگہ پر کھڑا ہوا میں سوچ رہا تھا کہ اب یہاں ٹھہروں یا رخصت ہو جاؤں کیا وہ لوگ اس سلسلہ میں کوئی اور بات کہنا چاہتے تھے یا اس ملاقات کا خاتمہ یہیں پر سمجھا جا سکتا تھا؟ کوئی خفیہ آواز میری روح کے بطن میں بار بار کہتی تھی کہ لیڈی ایکلسٹن کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہے۔ مگر کیا؟... اس کے متعلق میں انتہائی کوشش کے باوجود کوئی رائے قائم نہ کر سکا۔ بہرحال یہ ایک بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اپنے شوہر سے بہت ڈرتی ہے۔ بے خبری میں اس کی طرف سے جوش کا اظہار بے شک ہوا تھا۔ مگر شوہر کی آواز نے فوراً اسے روک کر عین وقت آخر میں اس کو خبردار کر دیا۔ یہ مبہم سا شبہ اب تک میرے دماغ میں جاگزیں تھا کہ گو اس کو معلوم ہے کہ اس کے شوہر نے لبنودر کے ذریعہ سے کیا کیا تکلیفیں میری جان کو پہنچائی ہیں۔ تاہم اپنے طور پر وہ ان فعلوں سے متنفر اور اپنے شوہر کے طرزِ عمل کو ناپسند کرتی رہی ہے۔ فی الحقیقت وہ تا حدِ امکان ان مصیبتوں کی تلافی پر بھی آمادہ تھی جو مجھے اس کے شوہر

کے ایما پر برداشت کرنی پڑی تھیں۔ مگر لارڈ ایکلسٹن کی سختی سے معذور تھی۔ پھر یہ بھی میں نے دیکھا کہ اس کے لہجہ اور انداز میں ایک عجیب طرح کی نرمی اس وقت تک پائی جاتی تھی جب تک وہ ضعف جانی سے میرے بازوؤں میں گر کر زار زار روتی تھی۔ مگر اس حالت کا خاتمہ اس کے شوہر کی آواز نے آنِ واحد میں اس طرح کر دیا تھا جس طرح جادوگر کا سحر کسی طلسم کو باطل کر دیتا ہے۔

"جاؤ جوزف" لارڈ ایکلسٹن نے آخر کار تھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ "اور ہر طرح کا خوف دل سے نکال دو۔ خدا گواہ ہے میری وجہ سے تمہارے سر کا بال تک بینکا نہ ہوگا"

ہرچند مجھے معلوم تھا کہ یہ آدمی کو رنفس اور بے رحم ہے۔ تاہم یہ الفاظ اس کے منہ سے جس لہجہ میں ادا ہوئے اس سے حقیقتاً پشیمانی اور صداقت کی بو آتی تھی۔ اور میں یقین نہ کر سکتا تھا کہ فطرتِ انسانی اس درجہ کذب و افترا پر آمادہ ہو سکتی ہے کہ اس طرح کا وعدہ فقط ملمع کاری کے لئے ہو۔ پس میں نے کہا "مائی لارڈ۔ میں آپ کے وعدہ پر یقین کرتا ہوں۔ اور میری دعا ہے کہ خدا آپ کو نیکی کی توفیق دے اور آپ کے سینہ میں ان بیجا سختیوں کے متعلق جو پیشتر مجھ پر ہوئی ہیں پشیمانی کا احساس پیدا کرے"

جس وقت میں یہ الفاظ کہہ رہا تھا تو لیڈی ایکلسٹن دوسری طرف کو منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی تھی۔ تاہم رخصت ہونے سے پیشتر اس کی سسکی کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ اور میں اس خاتون کے لئے جو خود میرے حال پر ترس کھاتی تھی اپنے جی میں نئی طرح کی کشش محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ تیز چلتا میں کمرہ سے باہر نکل آیا۔ اور کئی طرح کے خیالات کی الجھن میں پھنسا ہوا اس ہوٹل کی طرف چلا جس میں میرا قیام تھا۔

باب ۹۳

ندی کا پُل

لیکن باہر نکل کر بازار میں چند ہی قدم چلا تھا کہ وہی اطالوی مرد شریف سامنے سے آتا نظر آیا جو دربارِ شاہی کے موقعہ پر گیلری میں میرے پاس بیٹھا تھا۔ قریب آ کر اس نے شوخ نظروں سے دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا "آہ میرے دوست معلوم ہوتا ہے آپ کا دماغ اب تک اس مہوش نازنین کے خیال سے عرش معلی پر جما ہے۔ جسے ہم نے کل وہاں دیکھا تھا۔ آپ کے چہرہ کی سُرخی میرے خیال کی تصدیق کرتی ہے... تاہم ادھر آیئے۔ چاکولیٹ کی ایک ایک پیالی پی کر ہم کچھ باتیں کریں گے"۔

میں نے اس کی دعوت خوشی کے ساتھ قبول کی۔ کیونکہ حال کی ملاقات نے میرے دل و دماغ پر کچھ ایسا اثر ڈالا۔ کہ میں سکون و اطمینان کی بے حد ضرورت محسوس کرتا تھا۔ اور میری آرزو تھی کہ خیالات کی رَو کسی دوسرے مضمون پر ڈالی جائے قہوہ خانہ میں گئے، تو دیکھا کہ بڑا خوش آئند مقام ہے اور سامان کی آرائش اور نفاست کے لحاظ سے انگلستان کے نام نہاد قہوہ خانوں سے کئی گُنا اچھا ہے۔ دو چھوٹی میزوں کے پاس بیٹھ کر ہم نے اپنے لئے دو پیالیاں طلب کیں اور میرے اطالوی دوست نے اس طریقہ پر گفتگو کا آغاز کیا گویا وہ مجھے مساوی حیثیت کا آدمی سمجھتا تھا۔

"معاف کیجئے مجھے معلوم نہ تھا" اس نے مسکراتے ہوئے کہا "کہ اس عشوہ گر کے حسن نے آپ کے دل پر اتنا گہرا اثر ڈالا ہے کہ آپ اس حکایت کا ایک لفظ تک

نہیں سن سکے۔ جو میں نے مارکوئیس آف کاسانو کے بارے میں اس روز آپ سے بیان کی تھی۔"

"اگر آپ ایمان کی پوچھتے ہیں۔" میں نے جھینپ کر کہا۔ "تو بے شک میری توجہ کچھ اس طرح ہٹی ہوئی تھی کہ میں آپ کی دلکش حکایت کو پوری طرح نہ سن سکا اس لحاظ سے میں اپنے آپ کو واقعی مجرم تصوّر کرتا ہوں۔"

"ناحق اپنے آپ کو بُرا نہ کہیے" اس نے ہاتھ کے اشارہ سے روکتے ہوئے کہا "آپ کی عدم توجہی قدرتی تھی۔ کیونکہ حسنِ عالم آشوب کا ایسا دلکش نظارہ جو اس روز دیکھا گیا نوجوانوں کے سریع الحس دل پر بے شک گہرا اثر ڈالنے والا تھا۔ تاہم خیر اگر آپ نے وہ قصّہ اس روز نہ سُنا تھا تو میں اب دوبارہ اس کو بیان کرتا ہوں بشرطیکہ آپ اسے سننے کی فرصت رکھتے ہوں۔"

"میں فی الحال خالی ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اور اطمینان فرمائیے کہ آپ کی حکایت کو اس قدر گہری توجہ کے ساتھ سنوں گا جس سے میرے کل کی فروگذاشت کی پوری تلافی ہو جائے۔"

"بہت اچھا" اطالوی مرد شریف نے جو بے حد نیک طینت تھا کہا۔ "اور اب سنئے کہ یہ شخص مارکوئیس کاسانو جو گرینڈ ڈیوک کا بھتیجا ہے وزیر داخلہ کے عہدے پر جو آپ کے ملک کے سکریٹری آف سٹیٹ ہوم ڈیپارٹمنٹ سے ملتا ہوا عہدہ ہے مامور تھا افواہ مشہور تھی کہ وہ خفیہ طور پر ملک کے آزاد خیال طبقہ کو اپنے ساتھ شامل کر کے بغاوت کی آگ بھڑکانا چاہتا ہے۔ کچھ لوگ اس افواہ کو صحیح تصوّر کرتے تھے کچھ غلط۔ غرض پورا حال کسی کو معلوم نہ تھا۔ انہی ایام میں اس طرح کا ایک دربار منعقد ہونا قرار پایا اور خبر مشہور ہوئی کہ اس موقعہ پر اس افواہ کے سلسلہ میں ضرور کوئی شاخسانہ اُٹھے گا۔ اگرچہ واقعہ کی نوعیت کے بارے میں لوگوں کا اختلاف رائے تھا۔ یعنی جتنے

مُنہ اتنی باتیں سننے میں آتی تھیں۔ شبہات کئی طرح کے پھیلے ہوئے تھے مگر یقینی بات کسی کو معلوم نہ تھی۔ میں اس دربار کے موقعہ پر بھی گیلری میں بیٹھا تھا اور میں نے اس کارروائی کو شروع سے لے کر آخر تک دیکھا۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ مجمع اس سے بھی زیادہ شاندار تھا۔ جتنا کل آپ نے دیکھا ہے۔ اس تقریب پر سبھی وزراء موجود تھے اور مارکوئیس بھی ان میں شامل تھا۔ آخر کار رسم دربار منعقد ہوئی۔ ہال ملاقاتیوں اور درباریوں سے بھر گیا۔ لیکن عین اس وقت جب رسم افتتاح شروع ہوئی تھی ڈیوک اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے کھڑے ہو کر مارکوئیس آف کاسانو کو اشارہ سے آگے آنے کے لئے کہا پھر اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بدکیش و بدسگال آدمی۔ تو جو میرا قریبی رشتہ دار ہے، جان لے کہ تیری خفیہ سازشوں کا حال مجھ کو معلوم ہو چکا۔ تیرے اپنے شریک سازش ساتھیوں میں سے ایک نے سارا حال مجھ سے کہہ دیا اور اگر مجھے اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ وہی خون جو میری اپنی رگوں میں بہتا ہے تجھ میں بھی موجود ہے تو میں یقینی طور پر تجھ کو وہ عبرتناک سزا دیتا جو کسی مجرم بغاوت کو دی جانی چاہیئے۔ لیکن کیا کروں میں حالات سے مجبور ہوں۔ اس کے باوجود اس قسم کی شرانگیزی اور ناسپاسی جیسی تم نے ظاہر کی ہے بخشی نہیں جا سکتی۔ تمہیں اپنے فعل بد کی سزا ضرور ملنی چاہیئے۔ پس ان لوگوں کی موجودگی میں جو تاج کی وفاداری کے اظہار کے لئے جمع ہیں میں حکم صادر کرتا ہوں کہ آج ہی تجھ کو ذلیل و رسوا کر کے ملک بدر کیا جائے۔ اس بارے میں ضروری اعلان عنقریب شائع ہو جائے گا کہ تیری جگہ عہدۂ وزارت کس کو دیا جائے۔ بہرحال تیرے تمام خطابات چھین لیئے گئے اور تیری جائداد کی ضبطی کا حکم صادر ہو چکا۔ بس اب جا۔ اور اپنی باقی عمر جلاوطنی میں گزار۔ وہیں اپنے جرموں کو یاد کر کے پشیمانی اور ندامت کے اظہار سے اگر ممکن ہو تو اپنے رنج و غم کی آگ کو سرد کرنے کی کوشش کر۔"

— یہ الفاظ گرینڈ ڈیوک نے اس کو مخاطب کر کے کہے۔ اور جیسا کہ آپ سمجھ سکتے ہیں اس سے حاضرین میں بھاری سنسنی پیدا ہو گئی۔"

"اور مارکوئیس آف کاسانو... کیا وہ ان باتوں کو سُن کر خاموش رہا؟" میں نے پوچھا۔ "کیا اس نے اپنی ذلت کو صبر و سکون کے ساتھ برداشت کیا۔ یا وہ گرینڈ ڈیوک کے قدموں پر گر کر معافی کا طلبگار ہوا..."

"بالکل نہیں،" میرے اطالوی دوست نے پُر زور لہجہ میں کہا۔ "گرینڈ ڈیوک کی تقریر سُن کر اس نے تمکنت و وقار کے ساتھ گردن اٹھائی۔ بازو چھاتی پر لپیٹ لئے اور کچھ کہنا چاہتا تھا کہ گرینڈ ڈیوک نے سپاہیوں کو گرفتاری کا اشارہ کیا۔ فوراً ہی کچھ جوان اس کو پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے ایک طرف کو لے گئے۔ اور وہ کچھ کہے بغیر رخصت ہو گیا۔ مگر میں اس بات کا پختہ یقین رکھتا ہوں کہ" یہ کہتے ہوئے میرے اطالوی دوست نے اپنی آواز خاص طور پر مدھم کر لی۔ "کہ حاضرین میں لاتعداد شخصوں کی ہمدردی اس کے ساتھ تھی اور... میری اپنی بھی!"

"پھر اس عجیب و غریب کارروائی کا آخری نتیجہ کیا نکلا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ کہ اس دن کے بعد مارکوئیس عدیم پتہ ہو گیا۔" اطالوی نے جواب دیا۔ "بعد ازاں معلوم ہوا کہ اس کو گرفتار کر کے ایک بند گاڑی میں جو پہلے سے تیار تھی سرحد پار آسٹریا کے علاقہ میں لے گئے۔ اور وہیں وہ کسی پرانے قلعہ کی کوٹھڑی میں بند ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ہمارے گرینڈ ڈیوک آسٹریا کے خاندان شاہی سے تعلق رکھتے ہیں اور وائنا کی حکومت ہر موقعہ پر ٹسکنی کی ظالمانہ حکمتِ عملی کی حمایت پر آمادہ رہتی ہے!"

"مگر کیا آپ کو یقین ہے کہ مارکوئیس آف کاسانو درحقیقت ملک میں بغاوت

کی آگ پھیلانا چاہتا تھا؟" میں نے اپنے دوست سے پوچھا "یا جو کچھ کیا گیا وہ محض اسے قید کرنے کا ایک بہانہ تھا؟"

"مجھے اس بات کا پختہ یقین ہے کہ وہ بغاوت کا علَم بلند کرنا چاہتا تھا"۔ میرے ساتھی نے تسلیم کیا اور پھر آواز دبا کر اس نے کہا "مگر اچھا ہوتا اگر اسے اپنی کوششوں میں کامیابی ہو جاتی۔ کیونکہ سارا ملک ڈیوک کی مطلق العنانی اور جبر و تشدد کی حکمت عملی سے نالاں ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے قدرت کو اس وقت تک رعایا کے حالِ زار پر رحم نہیں آیا۔ کیونکہ بدنصیب مارکو بیٗس اب تک آسٹریا کے قید خانے میں زیر حراست ہے اور لوگ جس حالت میں پہلے تھے اسی میں اب بھی ہیں"۔

"صاحب اس میں شک نہیں آپ کے گرینڈ ڈیوک عجیب و متضاد خصلت کے آدمی معلوم ہوتے ہیں"۔ میں نے کہا "چنانچہ مجھے بتایا گیا ہے کہ دو موقعوں پر انہوں نے ڈاکو سردار مارکو اوبرٹی کو گرفتاری کے بعد بچ کر نکل جانے کا موقع دے دیا۔ کیا یہ صحیح ہے؟"

"ہاں۔ یہ بالکل صحیح ہے"۔ اطالوی نے تسلیم کیا "لیکن اس کی وجہ بھی غالباً آپ کو معلوم ہو گی۔ اگر نہیں تو سنئے مجھے اس کے متعلق سارے حالات اپنے ایک دوست کی زبانی معلوم ہوئے تھے جو ڈیوک کے عملہ خاص میں اونچا عہدہ رکھتا ہے اور جس کی معرفت میں دربار کے موقعوں پر پاس حاصل کیا کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ چند سال پیشتر جب یہ شخص مارکو اوبرٹی فلارنس سے فرار ہوا۔ تو وہ اپنے ساتھ بعض خفیہ دستاویزات لیتا گیا تھا۔ جن میں تحریر تھا کہ شہنشاہ آسٹریا ٹسکنی پر فوجی قبضہ کرنے کے لئے آسٹروی فوجیں بطور امداد دینے کو تیار رہے۔ اب اگر ان دستاویزات کا مضمون شائع ہو جائے تو ملک میں بغاوت کی آگ فوراً بھڑک اُٹھے۔ اس کا حال ڈیوک کو اچھی طرح معلوم ہے اور اسی لئے وہ مارکو اوبرٹی کے ساتھ نرمی

کا سلوک کرتا ہے۔ اب میرے خیال میں آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مارکو اوبرٹی کی سلامتی کا راز در اصل کیا ہے۔ اور کس لئے گرینڈ ڈیوک اس کو سزا دیتے ہوئے ہچکچاتا ہے۔ لیکن میں اس سے بھی زیادہ کچھ اور حالات آپ سے بیان کر سکتا ہوں؛" میرے دوست نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا۔" پہلی مرتبہ جب مارکو گرفتار ہوا تو اس نے کہا تھا کہ اگر جان کی امان پاؤں تو وہ دستاویزات واپس کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ڈیوک نے اس کے وعدہ پر بھروسہ کر لیا۔ حالانکہ جیسا آپ سمجھ سکتے ہیں ایک ڈاکو کا وعدہ حقیقتاً کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔"

"بات بے شک عجیب ہے ۔" میں نے کہا۔" لیکن ایک بار دھوکا کھانے کے بعد ڈیوک دوبارہ اس کی بات ماننے پر کیونکر آمادہ ہوا؟"

"دوسری بار" میرے اطالوی دوست نے جواب دیا۔" مارکو اوبرٹی نے کاغذات کا ایک پیکٹ ڈیوک کو بھجوایا بھی، لیکن جب اسے کھول کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس میں اصلی خطوں کی بجائے محض ان کی نقلیں بند تھیں۔ افواہاً میں نے سُنا ہے ... گو مجھے اس کے متعلق پورا یقین حاصل نہیں، کہ ڈیوک نے بارہا ان لوگوں کے روبرو جو اس سے میل جول رکھتے ہیں یہاں تک کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اصلی دستاویزات مارکو اوبرٹی سے حاصل کر کے مجھے لا دے تو میں اسے مُنہ مانگی مراد دینے کے لئے تیار ہوں؛"

اس طرح بڑی دیر تک باتیں ہوتی رہیں حتیٰ کہ ایک گھنٹہ کے بعد میں اپنے دوست سے جدا ہو کر ہوٹل کی طرف مُڑا۔ اس دن سہ پہر کو ہوٹل کے نوکروں میں سے ایک نے ایک بند خط میرے حوالہ کیا۔ اور کہا کہ" جو قاصد اسے لایا تھا وہ جواب کا انتظار کئے بغیر فوراً واپس ہو گیا۔" سرنامہ پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ میرا نام لکھا ہے۔ تحریر بے حد پاکیزہ اور خوشنما زنانہ طرز کی تھی۔ ایک لحظہ کے لئے میں نے لفافہ چاک کرنے

میں تامل کیا۔ کیونکہ یہ ڈر بے اختیار دل میں جاگزیں ہوا کہ ممکن ہے خط، جنوب کی کوئی رنگین مزاج آزاد منش محبوبہ تن اس ذریعہ سے پھر ایک بار مجھ پر دامِ حسن پھیلانا چاہتی ہو۔ اور کیلنتھ سے اپنے عشق بد انجام کے واقعہ روح فرسا کے بعد میں اس بات کا پختہ عہد کر چکا تھا کہ آئندہ کبھی کسی حالت میں بھی اینبل سے بے وفائی نہ کروں گا۔ لیکن تھوڑی دیر سوچنے کے بعد خیال آیا کہ خط کھول کر دیکھنے میں کیا ہرج ہے۔ اگر میری نیت صاف ہے تو کسی کی گھات مجھ پر کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتی۔ یہ سوچ کر میں نے خط کھولا۔ اس کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

۱۶ر نومبر ۱۸۴۱ء

بزدر درخواست کرتی ہوں کہ آج رات نو بجے سنٹیا ٹرینی ٹاٹا کے پُل پر ضرور مجھے ملنا۔ پھر کہتی ہوں کہ مجھے تمہارے انتظار میں مایوس نہ ہونا پڑے۔ چونکہ کپتان ریمنڈ آج ہمارے ہاں کھانا کھائیں گے اس لئے تم کو فرصت ہوگی۔ یہ لکھنے کی میرے خیال میں کوئی حاجت نہیں کہ اس معاملہ میں پوری رازداری سے کام لیا جائے۔

کلارا ایکلسٹن

میرا فیصلہ آنِ واحد میں پختہ ہو گیا۔ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ عالی قدر خاتون اپنے دل میں میری ناچیز شخصیت کے لئے کوئی ایسا خیال نہیں رکھتی جو باعثِ پریشانی ہو۔ یقینی طور پر وہ ان اسرار کے حل کے بارے میں جو عرصہ دراز سے میرے جی کو بیتاب کر رہے تھے علیحدگی اور تنہائی میں کچھ حالات بیان کرنا چاہتی ہوگی۔ اور چونکہ میں خود یہ معلوم کرنے کو بے قرار تھا کہ کس لئے اس خاتون کے شوہر نے میری ایذا رسانی پر کمر باندھی تھی۔ اس لئے میں اس کی زبانی سارے حالات جاننے کا آرزومند تھا۔ اس خط کی وصولی کے بعد رات تک کا درمیانی عرصہ بڑی فکر و تشویش کی حالت میں بسر

ہوا۔ کئی کئی طرح کے خیالات جی میں آتے تھے۔ خدا جانے وہ مجھ سے مل کر کیا کہنا چاہتی تھی۔ اور اس کا بیان میرے دل کی بے تابی رفع کرنے میں کہاں تک مدد دے سکتا تھا؟ پھر ایک اور خیال یہ بھی دامنگیر ہوا کہ ممکن ہے لیڈی ایکلسٹن حسب وعدہ رات کے نو بجے مجھ سے نہ مل سکے۔ کیونکہ میرے آقا کپتان ریمنڈ کو اس کے شوہر کی طرف سے رات کے کھانے پر دعوت دی گئی تھی۔ اور یقینی طور پر اس موقعہ پر بیگم ایکلسٹن کی موجودگی ضروری ہوگی۔ مگر اس بارے میں میری تشویش جلدی ہی رفع ہو گئی۔ کیونکہ لارڈ رنگ وولڈ کے نوکر نے بیان کیا کہ فقط اس کے آقا لارڈ ایکلسٹن کی دعوت میں شریک ہوں گے۔ لیڈی رنگ وولڈ اور آلیویا اس دعوت میں شرکت نہ کریں گی۔ کیونکہ یہ ایک طرح کی خالص مردانہ پارٹی تھی۔ اور دعوت کا اہتمام بھی ہوٹل میں نہیں بلکہ شہر کے ایک اور حصہ میں کسی ریسٹوران میں کیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ لیڈی ایکلسٹن بھی اس دعوت میں حصہ نہ لے گی۔ اور اسے اس وقت فرصت ہوگی۔ اس کے باوجود میرا جی یہ سوچ کر بہت بے تاب تھا کہ آنیوالی ملاقات میں کیا کیا باتیں سننے میں آئیں گی۔

نو بجنے میں بیس منٹ باقی تھے کہ میں اس پل پر جا پہنچا۔ جہاں بیگم ایکلسٹن سے ملاقات ہونی تھی۔ اور کئی طرح کے متضاد خیالات دل میں لئے اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ رات سرد اور اندھیری تھی۔ اور دریائے آرنو کے چوڑے پاٹ پر ہلکی دھند چھائی ہوئی تھی۔ جو رفتہ رفتہ اس کہرہ کی شکل اختیار کرنے لگی تھی جو کبھی کبھی فلارنس کے خوشنما شہر میں بھی نمودار ہو جاتا ہے۔ موسم کی خراب حالت دیکھ کر مجھے ڈر ہوا کہ شاید لیڈی ایکلسٹن نہ آسکے۔ لیکن ٹھیک اس وقت جب پاس ہی گرجا کے گھڑیال نے نو بجائے ایک زنانہ صورت سرتاپا لبادہ میں لپٹی ہوئی چہرہ پر سیاہ نقاب ڈالے اپنی طرف آتی دکھائی دی۔

"اچھا ہوا تم وقت پر آ گئے"۔ اس نے پاس آ کر کہا۔ اور گو اس کی آواز گھونگٹ کی وجہ سے نیز دبے ہوئے جوش کے باعث مدھم اور تھرائی ہوئی تھی تاہم میں نے فوراً پہچان لیا کہ وہ لیڈی ایکلسٹن کی آواز ہے۔ "آؤ اس طرف کو چلیں" پھر اس نے کہا "تم اپنا بازو سہارے کے لئے مجھے دے دو۔ اس کے بعد ہم گفتگو کریں گے"۔

وہ مجھے ساتھ لے کر آرنو کے ساحل پر درختوں کے ایک دور افتادہ کنج کے پاس لے گئی۔ اور اس جگہ ٹھہر کر کہنے لگی "میرے خیال میں تم وہ خط پا کر جو میں نے بھیجا تھا ضرور متعجب ہوئے ہو گے"۔

"جی نہیں مجھے اس سے بہت زیادہ تعجب نہیں ہوا"۔ میں نے کہا "کیونکہ صبح کی رنجیدہ ملاقات میں میں نے دیکھا تھا کہ آپ کوئی بات کہنا چاہتی تھیں مگر ہز لارڈ شپ کی موجودگی کے باعث نہ کہہ سکیں"۔

"آہ۔ معلوم ہوتا ہے تم میرے خیالات کو بھانپ لینے میں ایک حد تک کامیاب ہو گئے تھے"۔ لیڈی ایکلسٹن نے کہا۔ "مگر جوزف سچ کہنا اس ناخوشگوار ملاقات کے بعد جو صبح کے وقت ہمارے درمیان ہوئی تھی۔ تمہارے دل میں کیا خیالات پیدا ہوئے تھے؟"

"بانو۔ ہر چند آپ کے عالی قدر شوہر نے" میں نے دردناک لہجہ میں جواب دیا "اس بات سے صاف انکار کر دیا تھا کہ جو تکلیفیں اور اذیتیں مجھے لینو ور کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی ہیں ان کی تحریک سے عمل میں آئی تھیں۔ تاہم ان کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ اور ان کے چہرہ کی ہر ایک تبدیلی مجھے اس بات کا پورا یقین دلاتی تھی کہ نہ صرف وہ بلکہ آپ بھی ان ہریشانیوں سے ناواقف نہیں ہیں جو مجھ بدنصیب کو اپنے نام نہاد ماموں کے ہاتھوں سہنی پڑیں"۔

لیڈی ایکلسٹن خاموش تھی۔ قریباً ایک لمحہ کے عرصہ تک وہ بالکل چپ رہی

اور چونکہ اس نے میرے عائد کردہ الزام کی کوئی تردید نہ کی تھی اس لئے میرے دل میں یہ خیال پختہ ہو گیا کہ میرا اندازہ غلط نہ تھا۔ علاوہ بریں مجھے معلوم ہوا کہ اس کا ہاتھ میرے بازو پر رکھا ہوا زور زور سے کانپ رہا تھا۔ اس سے بھی زیادہ اس لئے کہ مجھے اس کے موٹے سیاہ نقاب کے پیچھے سے آہ کی دبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"بانو۔" آخر کار میں نے اس لمبی خاموشی کو جو ناخوشگوار ہونے لگی تھی، قطع کرتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ گزرے ہوئے زمانہ کی خطاؤں کی تلافی کرنا چاہتی ہیں تو خدا کے لئے اب مجھ کو بہت عرصہ تک کشمکش و پیچ میں نہ رکھئے۔ اور صاف صاف کہہ دیجئے میرا کیا قصور تھا جس کے لئے آپ کے گرامی قدر شوہر نے میری جان تک ضائع کرانے کی کوشش سے دریغ نہ کیا؟"

ہلکی دبی ہوئی کراہٹ کی آواز لیڈی ایکلسٹن کے منہ سے نکلتی سنائی دی۔ اور اندھیرے میں اس کا ہاتھ اس زور سے کانپتا معلوم ہوا کہ ڈر تھا وہ فرش زمین پر نہ گر جائے۔ لیکن جلدی ہی اوسان بحال کر کے وہ تیز جھٹکے دار آواز سے کہنے لگی۔ "جوزف تم اس بارے میں کسی طرح کا سوال مجھ سے نہ پوچھو۔ کیونکہ میں اس مطلب کے لئے تم سے ملنے نہیں آئی۔"

"تو پھر جو کچھ آپ کی تشریف آوری کا مدعا ہو واضح کیجئے۔" میں نے طنز کے ساتھ کہا۔ "یقیناً آپ کسی مدعائے خاص کے لئے ہی اس طرح بے وقت ملنے آئی ہوں گی دل لگی یا تفریح کے لئے نہیں۔"

"خدا نہ کرے۔ میں تم سے ٹھٹھا کرنے کے لئے نہیں آئی۔" اس نے بے تابانہ کہا۔ "سنو جوزف..." لیکن میں نے دیکھا کہ اس تقریر کے دوران میں اس کی آواز جوش سے بے حد بھرائی ہوئی اور الفاظ اس طرح رک رک کر نکلتے تھے۔ گویا اس کے خیالات بدرجہ انتہا الجھے ہوئے تھے۔ اور وہ نہیں جانتی تھی کہ کس طریقہ پر ان کو ظاہر کرے؟ "سنو جوزف!"

اس نے پھر ایک بار کہا "میرے آنجہانی والد... " اتنا کہہ کر وہ پھر ایک بار رُکی، اور بڑے زور سے کانپنے لگی۔ گویا اپنے باپ کے ہولناک قتل کا واقعہ اس کی نظروں کے سامنے پھر گیا۔ "میرے والد تم کو بے حد عزیز رکھتے تھے۔ اور مجھے یقین ہے وہ اگر زندہ رہتے تو تمہیں اس دنیا میں اس طرح بے یار و مددگار نہ رہنے دیتے۔ میرے شوہر نے بُرا کیا کہ اس زمانہ میں تمہیں مسٹر لینوور کے سپرد کر دیا۔ انہیں لازم تھا کہ تمہاری بہتری کا سامان کرتے۔ اور گو والد مرحوم نے ایسی کوئی تحریر نہ چھوڑی تھی جو تمہارے حقوق کو واضح کرنے والی ہوتی۔ تاہم لارڈ ایکلسٹن کو لازم تھا کہ اپنے طور پر تمہارے گذارہ کی کوئی صورت پیدا کر دیتے۔ فی الحقیقت میں نے اس زمانہ میں اور اس کے بعد بھی کئی موقعوں پر اپنے شوہر سے بمنت درخواست کی کہ وہ تمہارے لئے کچھ نہ کچھ کر دے۔ چنانچہ جس زمانہ میں تم انفیلڈ کے رجسٹر شادی کا ورق لے کر لندن میں ہمارے پاس آئے تھے تو پھر ایک بار میں نے تمہارے چلے جانے کے بعد اس کے روبرو بڑا اصرار کیا تھا مگر وہ نہ مانا۔ تیسرا موقعہ وہ تھا جب تم نے بڑی دلیری اور مردانگی سے مجھے جلتی آگ سے نکالا۔ اور میری جان بچانے کے لئے اپنی زندگی تک کو خطرہ میں ڈالنے سے دریغ نہ کیا۔ اس موقعہ پر بھی میں نے تمہارے لئے زوردار سفارش کی تھی۔ اور آج چوتھی مرتبہ صبح کی ملاقات کے بعد میں نے پھر وہی قصہ اپنے شوہر کے روبرو چھیڑا تھا۔ مگر افسوس وہ میری ایک نہیں سنتا۔ اور مجھے اب کی بار بھی اپنی کوششوں میں اتنی ہی ناکامی ہوئی ہے جتنی پیشتر ہوئی تھی۔ پس اب میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ اپنے طور پر اس سچی شکر گذاری کا جو تمہارے احسان کی وجہ سے میرے دل میں ہے عملی ثبوت پیش کروں۔ یہی مقصد تمہیں اس جگہ بلانے کا تھا۔"

"بانو۔ آپ کی عنایتیں مجھ کو زیر بار کر رہی ہیں۔" میں نے سارا حال سننے کے بعد کہا۔ "میں بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میری ایک ناچیز انسانی خدمت کو اس قدر

اہمیت دینا پسند فرمایا۔ لیکن آپ مجھے اس گذارش کے لئے معاف کریں۔ کہ میرے دل میں ایک چھوٹا سا شبہہ اب تک اس بارے میں جاگزیں ہے کہ آپ نے تا حال اپنے فیاضانہ سلوک کی صحیح وجہ بیان نہیں کی۔ بات دراصل کچھ اور ہے جسے آپ دوسرے رنگ میں پیش کر رہی ہیں؟"

"جوزف۔ کیا تم سچ مچ ایسا سمجھتے ہو؟ ... کیا تم واقعی خیال کرتے ہو کہ میرے ظاہر و باطن میں فرق ہے؟" لیڈی ایلسٹن نے لہجۂ غرور میں پوچھا اور میں نے دیکھا کہ اس کی آواز میں ہلکی ملامت کا اثر شامل تھا۔

"میں سو بار معافی مانگتا ہوں کہ میرے الفاظ باعث دل آزاری ثابت ہوئے۔" میں نے جلدی سے کہا: "میرا منشا آپ کے جذبات کو مجروح کرنے کا ہرگز ہرگز نہ تھا۔ میرے لفظوں کا مطلب فقط یہ ہے کہ جو احسانات آپ مجھ پر کر رہی ہیں، یا کرنے کا وعدہ کرتی ہیں ہر چند ان کے متعلق آپ کا عذر یہ ہے کہ میں آپ کے والد کا منظورِ نظر تھا۔ یا میں نے ایک موقعہ پر آپ کی جان بچائی تھی۔ تاہم درحقیقت آپ کی خیر خواہی کی تہ میں کوئی اور بات کام کرتی ہے۔ اپنے عہد ماضی کے تجربہ کی بنا پر میرا خیال یہ ہے کہ آپ اس ذریعہ سے ان تکلیفوں اور دکھوں کی تلافی کرنا چاہتی ہیں جو مختلف اوقات میں مجھے پہنچائے گئے۔ آہ۔ بانو اگر اصل حقیقت یہی ہے تو میں درخواست کرتا ہوں کہ پوری صاف بیانی سے کام لیجیے۔ حقیقتِ حال کو اب زیادہ عرصہ نہ چھپایئے اور صاف صاف کہہ دیجیے کہ کس لئے اور کس مصلحت سے آپ کے عالی قدر شوہر نے بیشتر اس ناہنجار کبرٹے کی وساطت سے مجھے اس قدر تکلیفیں پہنچائی تھیں؟ کیا بات تھی کہ سابق میں میری ناچیز شخصیت کو اس قابل سمجھا گیا کہ اس کو نشانۂ آفات بنایا جائے اور کس لئے اب ان وجوہ کا خاتمہ ہو گیا؟ آخر کوئی تو سبب ہوگا کہ میں ایک خانماں برباد، بے یار و مددگار، محتاج اور گمنام لڑکا آپ کے گرامی قدر شوہر کی نظر

عتاب کا مستوجب ٹھہرا۔ اور اتنا قہر مجھ پر نازل کیا گیا کہ ایک زمانہ میں میری جان تک لینے کی کوشش سے دریغ نہ ہوا۔"

"جوزف" لیڈی ایلسٹن نے جو اب حد درجہ بے چین دکھائی دیتی تھی۔ مضطربانہ کہا۔" خدا کے لئے یہ سوالات مجھ سے نہ پوچھو۔ میں ان کا جواب نہیں دے سکتی... اس بارے میں کسی طرح کے حالات مجھے معلوم نہیں۔ اور اب جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں اُسے کان دے کر سنو۔ ہم کافی دولت مند ہیں۔ اور میرے پاس ذاتی طور پر اتنا روپیہ موجود ہے کہ اپنے شوہر کی لاعلمی میں میں کافی طور پر تمہاری امداد کر سکتی ہوں۔ پس جو ہدایت میں تمہیں کرتی ہوں اس پر عمل کرنے کا وعدہ کرو۔ میں حکماً نہیں ایک خیر خواہ مشفق دوست کی طرح مشورہ دیتی ہوں... بمنت عرض کرتی ہوں!.. کہ تم تک جوڑنے کو آمادہ ہوں... کل سے تم کپتان ریمنڈ کی ملازمت چھوڑ دو۔ اور ایک مرد شریف کی حیثیت اختیار کر کے آزادانہ زندگی بسر کرنا شروع کرو۔ دو سو پونڈ میں فی الحال تمہیں اپنے پاس سے دوں گی۔ اور آئندہ کے لئے میرا سچا وعدہ ہے کہ ہر ششماہی کے بعد لندن کے کسی ساہوکار کی معرفت دو سو پونڈ کی رقم باقاعدہ ہمیشہ ہمیشہ تم کو ملتی رہے گی۔ خواہ تم دنیا کے کسی حصہ میں ہو، یا کوئی کام کرتے ہو۔"

"لیڈی ایلسٹن!" میں نے اس پیش کش سے متعجب ہو کر کہا۔" یقینی طور پر آپ کو بخوبی معلوم ہو گا کہ مجھے عرصہ دراز تک ستم ناروا کا نشانہ بنایا گیا ہے تبھی یہ امداد آپ مجھے دیتی ہیں۔ عقل حیران ہے کہ میں اس کے جواب میں کیا عرض کروں۔ چونکہ آپ اس کشادہ دلی سے پچھلی خطاؤں کی تلافی کرنا چاہتی ہیں، اس لئے کڑے لفظوں کا استعمال مجھے زیب نہیں دیتا۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ جان لینے کے بعد کہ میں اتنی بڑی تلافی کا مستحق سمجھا گیا ہوں میرے دل میں یہ سوال پیدا

ہونا قدرتی تھا کہ کس لئے ... ؟

" سنو جوزف " عالی قدر خاتون نے قطع کلام کر کے زور سے کہا " تمہارے سوالوں کا جواب دینا یا تمہارا استعجاب رفع کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ جو کچھ میں نے اب تک تم سے کہا ہے۔ یقین کرو کہ اس سے زیادہ ایک لفظ تک منہ سے نکالنا میرے لئے ناممکن ہے۔ اگر کسی وجہ سے تم اس خیال کو دل سے نکالنے کے ناقابل ہو کہ اس سے پہلے ہم نے ... میرے شوہر نے تمہارے ساتھ کینہ یا بالغض و عداوت کا سلوک کیا ہے تو کم از کم اتنا تم بھی مانو گے کہ اس وقت میں اپنی سچی دوستی اور ہمدردی پیش کر رہی ہوں۔ تم مجھے اپنا بہی خواہ سمجھو۔ اور میرا کہا مان کر مجھے خوش ہونے کا موقعہ دو۔ اس سے نہ صرف میرے دل کو اطمینان ہو گا، بلکہ تمہاری اپنی بہتری عمل میں آئے گی "

" لیڈی ایلکسٹن " میں نے پھر ایک بار کہا۔ " آپ کا حکم ماننے سے پہلے کچھ عذرات ہیں جو میں اپنی طرف سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یاد ہو گا آپ نے اپنے والد مرحوم کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں میری امداد کے طور پر کچھ کرنا چاہتے تھے۔ کیا آپ کی موجودہ فیاضی کی نسبت مجھے یہ رائے قائم کرنی چاہیئے کہ کچھ روپیہ انہوں نے اپنی زندگی میں میرے لئے وقف کیا تھا۔ جسے آپ کے شوہر نے اپنے پاس رکھ لیا اور بعد ازاں اس ڈر سے کہ اصل حقیقت ظاہر نہ ہو جائے انہوں نے ایک بار مجھے جان سے مروا دینے اور دوسری مرتبہ میری آزادی چھنوا دینے کی کوشش کی ... ؟ "

" جوزف میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے " لیڈی ایلکسٹن نے کہا۔ " کیا تم بھول گئے کہ جب میرے غریب باپ کی موت واقع ہوئی ... " یہ کہتے ہوئے وہ نمایاں طور پر کانپی " تو تم کو ان کے

پاس آئے بہت کم عرصہ گذرا تھا۔۔۔"

"یہ صحیح ہے" میں نے تسلیم کیا "بے شک یہ وجہ آپ کی فیاضانہ امداد کی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کے باوجود۔۔۔ سخت حیران ہوں کہ میں آپ کو کیا جواب دوں ایک طرف چاہتا ہوں کہ آپ کی بیش بہا عنایت کا تہ دل سے شکریہ ادا کروں۔ لیکن دوسری جانب اس کے لئے بھی بے تاب ہوں۔ کہ جو کچھ مجھ پر بیتی ہے۔ اس کی اصل حقیقت معلوم کروں سچ جانئے اگر اس موقعہ پر لیڈی انگلسٹن کے بدلے لارڈ انگلسٹن موجود ہوتے تو میں کبھی ان کو پورا پورا حال بیان کئے بغیر واپس نہ جانے دیتا"

"مگر جوزف۔ میں ایک کمزور عورت ہوں" بیگم نے نرم لہجہ میں بڑے انکسار کے ساتھ کہا "مجھ سے تم کو وہ سلوک نہ کرنا چاہیئے جو تم میرے شوہر کے ساتھ کرتے"

میں اُس کے لفظوں سے متاثر ہو کر جھک جانے کے قریب تھا۔ لیکن کسی فوری خیال سے رُک گیا "بانو" میں نے جی کڑا کر کے فیصلہ کن لہجہ میں کہا "دو ہی باتیں ممکن ہیں۔ یا تو آپ مجھ پر اعتبار کریں۔ پھر میں آپ پر بھروسہ کرنے کو تیار ہوں۔ اس صورت میں جو کچھ آپ کو معلوم ہے صاف صاف کہہ دیں۔ اور میں آپ کی امداد قبول کر کے فوراً اس شہر سے رخصت ہو جاؤں گا۔ بالفرض یہ ناممکن ہو تو پھر میرے لئے اس روپے کو چھونا بھی حرام ہے جسے آپ بعض نامعلوم خطاؤں کی تلافی کے طور پر مجھے پیش کرتی ہیں۔ کیونکہ اس کو قبول کر کے مجھے اپنی باقی ماندہ زندگی گہری تشویش میں بسر کرنی پڑے گی۔ میری حالت اس اندھے کی طرح ہو گی جو اندھیرے میں سر ٹکراتا پھرتا ہو۔ سب حال جانے بغیر آپ کا زر امداد میرے لئے کبھی سامانِ راحت پیدا نہ کر سکے گا۔ نہیں، ہزار درجہ بہتر ہو گا کہ میں اپنی محنت

کی کمائی سے دو سوکھے ٹکڑے کھا کر گذر اوقات کروں۔ مگر آپ کے دیئے ہوئے روپیہ کی مدد سے حاصل کی ہوئی نعمتوں کو دیکھ کر جی نہ للچاؤں۔ کیونکہ پہلی صورت میں جو صبر و سکون میرے دل کو حاصل ہو سکتا ہے وہ آخری حالت میں ناممکن ہے۔"

"جوزف۔ مجھے بالکل امید نہ تھی کہ تمہارے ساتھ ایک معمولی سا معاملہ طے کرنے میں اتنی دقتوں کا سامنا ہوگا" لیڈی ایکلسٹن نے چھپی ہوئی ملامت کے دردناک لہجہ میں کہا "پھر ایک بار کہتی ہوں کہ خدا کے لئے ... میری حالت پہ رحم کھا کے اپنا انکار واپس لو۔ تم نہیں جانتے ہو کس مشکل سے میں فی الحال یہاں آئی ہوں۔ وقت کافی گذر چکا ہے اور میں اب زیادہ عرصہ تک ٹھہر نہیں سکتی۔ سچ جانو اگر معاملہ اتنا ضروری نہ ہوتا تو میں کبھی اس بدلے ہوئے بھیس میں رات کے وقت تنہا یہاں آنے کی جرأت نہ کرتی۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ میرے باہر آنے کا حال میری خادمہ کو بھی معلوم ہے۔ کیونکہ اس کی لاعلمی میں میرے لئے ہوٹل سے باہر آنا عملی طور پہ ناممکن تھا۔ بیشک اس کو معلوم نہیں کہ میں کس مطلب کے لئے آئی ہوں۔ کیونکہ میں اس کو اس معاملہ میں اپنا محرم راز بنانے کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ لیکن سچ پوچھو تو یہ میرے لئے اور بھی بڑی آفت ہے کیونکہ نہ معلوم وہ میری نسبت اپنے جی میں کیا کہتی ہوگی۔ میری عزت تک خطرہ میں ہے اور میں کوئی لفظ اپنے عجیب طرز عمل کی حمایت میں کہنے کی جرأت نہیں کر سکتی تھی۔ خدا کو ہی بہتر معلوم ہے کہ وہ اس راز کو پوشیدہ رکھے گی یا میرے باہر آنے کا حال لارڈ ایکلسٹن سے کہہ دے گی۔ اس طرح جوزف تم بخوبی دیکھ سکتے ہو کہ تمہاری بہتری کے لئے میں نے کتنے خطرے جھیلے اور کتنی عظیم قربانیاں کی ہیں۔ پس میں بار بار تم سے کہتی ہوں کہ میری درخواست رد نہ کرو اور کلمۂ انکار سے میرا دل نہ توڑو۔"

لیڈی ایکلسٹن نے یہ الفاظ کچھ اس طرح کے جوش آمیز اور نیز پُر درد

لہجہ میں کہے تھے کہ میرا دل اس کی باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ میرے استقلال میں فرق آنے لگا۔ دوسری بار قریب تھا کہ میں اس کا کہا مان لیتا۔ لیکن دفعتاً جی کڑا کر کے میں نے کہا "بانو ہر ایک نئی دلیل جو آپ مجھے اپنا ہمخیال بنانے کے لیئے پیش کرتی ہیں، میرے اس یقین کو اور زیادہ مضبوط بناتی ہے کہ آپ ان گہری تکلیفوں اور مصیبتوں سے جو مجھ بدنصیب کو برداشت کرنی پڑیں لاعلم نہیں ہوسکتیں۔ ورنہ کیا ضرورت تھی کہ ان گذرے ہوئے نقصانات کی تلافی کی کوشش میں آپ اپنا آرام حرام کرتے نیک نامی تک کو خطرہ میں ڈالیں۔ پس میرا آخری فیصلہ یہی ہے کہ جب تک آپ پوری کیفیت بیان نہ کریں میں کسی طرح آپ کی امداد قبول کرنے کے لیئے تیار نہیں"

"افسوس! تم کتنے سنگدل اور بے رحم ہو" اس نے مایوس ہو کر کہا "جوزف مجھے ہرگز امید نہ تھی کہ تم میری دل شکنی کرو گے لیکن گو تم فی الحال انکار کیئے جاتے ہو۔ تاہم میرا خیال ہے کہ ابھی تک تم نے کوئی آخری فیصلہ قائم نہیں کیا۔ اس لیئے میں چاہتی ہوں کہ تم کچھ اور وقت لے کر اس سوال کے سارے پہلوؤں پر اچھی طرح غور کر لو۔ اس میں شک نہیں میرا ہر بار ہوٹل سے باہر آنا کئی طرح کے خطرات سے پُر ہے تو بھی میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کر کے اور ہر طرح کے خطروں کا مقابلہ کرتے ہوئے کل دوبارہ تم سے اِسی جگہ ملوں گی۔ وعدہ کرو کہ تم اسی طرح رات کے نو بجے اسی جگہ میرا انتظار کرو گے"

"نہیں بانو" میں نے بصورتِ انکار ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا "آپ کی طرف سے میرے ساتھ کچھ بھی سلوک ہوا ہو، میں اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا کہ آپ میری خاطر اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالیں..."

"اوہ۔ مگر کیا تم نے میری خاطر اپنی زندگی کو خطرہ میں نہ ڈالا تھا" وہ جلدی سے قطع کلام کرتے ہوئے بولی۔ اور میں سمجھ گیا کہ اس کا اشارہ مانچسٹر سکوئر کے

سانحۂ آتش زدگی کی طرف تھا۔" پس میرا فرض ہے کہ تمہارے اس احسان کا بدلہ جس طرح بھی ممکن ہو دوں۔ کل رات اسی طرح ٹھیک نو بجے کے عمل پر یہیں میرا انتظار کرنا۔" اور اس سے پہلے کہ میں دوبارہ انکار کر سکتا وہ تیز چلتی ایک طرف کو رخصت ہو گئی گھپ اندھیرے میں... اس کی صورت اس طرح نظروں سے غائب ہو گئی کہ میرے لئے یہ معلوم کرنا بھی دشوار تھا کہ وہ کس طرف کو گئی ہے۔ حیران و ششدر میں اپنی جگہ پر کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔

ہوٹل کی طرف واپس جاتے ہوئے وہ سارے واقعات جو پیش آئے تھے، پھر ایک مرتبہ میری نظروں کے سامنے سے گذر گئے۔ کئی طرح کے خیالات دل میں پیدا ہوئے تھے مگر میں نہیں چاہتا کہ ان کے ذکر سے اپنی داستان کو ناحق لمبا کروں۔ میرا خیال ہے کہ ناظرین اپنے دل میں بطور خود ان کا بہتر اندازہ کر سکتے ہیں۔

خیر اگلا دن آ گیا اور میں اس بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا کہ مجھے وقت مقررہ پر دوبارہ لیڈی ایگلسٹن سے ملنا چاہیئے یا نہیں۔ خیالات کی کش مکش دن بھر جاری رہی لیکن آخر کار جب رات ہونے لگی تو آنِ واحد میں میرا ارادہ پختہ ہو گیا۔ یعنی میں نے پھر ایک بار اس سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ میں نے سوچا کہ یہی ترکیب لیڈی ایگلسٹن کو عہد ماضی کے پورے حالات بیان کرنے پر اکسانے کی ہو سکتی ہے۔ کیا تعجب کہ میرے ان واقعات کو بھلانے اور ان کو ہمیشہ اپنے دل میں چھپائے رکھنے کے وعدہ کے بعد وہ اس انکار کو جو اب تک اس کی طرف سے ہوتا رہا تھا ترک کر دے۔

"علاوہ بریں" میں نے اپنے دل کو سمجھاتے ہوئے کہا "چونکہ وہ اگلی خطاؤں کی تلافی کا مصمم ارادہ کر چکی ہے اس لئے عین ممکن ہے کہ میری بات مان لے۔ کیونکہ دوسری صورت میں میرے انکار کا یہ نتیجہ ہو گا کہ جو پریشانیاں اب

اس کے دل کو لاحق ہیں - وہ بدستور قائم رہیں گی - اور اس کے لئے وہ یقیناً آمادہ نہیں ہو سکتی "

اسی طرح خیالات کی الجھن میں پھنسا ہوا میں پھر ایک بار آرنو کے ساحل پر اسی جگہ جا پہنچا۔ جہاں شب گذشتہ کو ہماری ملاقات ہوئی تھی - رات کل سے بھی زیادہ تاریک تھی - اور گہری کثیف دھند کی وجہ سے دور و نزدیک کی کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی - کڑاکے کی سردی کے باعث میں نے اپنے اوور کوٹ کے بٹن ٹھوڑی تک بند کر رکھے تھے - مجھے درختوں کے کنج کے پاس پہنچے بہت دیر نہ گذری تھی کہ ایک سیاہ پوش صورت اپنا چہرہ کل کی طرح چھپائے نظر آئی - اس کے ساتھ ہی لیڈی اکلسٹن کی پہچانی ہوئی آواز کہتے سنائی دی -

"خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے "

"مائی لیڈی - میں بے شک آ گیا " میں نے فوراً جواب دیا " لیکن میری درخواست اب بھی وہی ہے جو کل میں نے کی تھی ... "

"جوزف " اس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا " میرے وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے اس لئے اس کو لاحاصل بحث میں ضائع کرنے کی کوشش نہ کرو - آج میرا شوہر باہر بھی نہیں گیا - اور اگرچہ میں اس کو ایک دوست کے پاس بیٹھا ہوا چھوڑ کر آئی ہوں تاہم ممکن ہے وہ کسی ضرورت سے میرے کمرہ میں چلا جائے - اس وقت جب اسے معلوم ہوگا کہ میں ہوٹل میں نہیں ہوں تو ... میرے خدا ! میں نہیں جانتی وہ کیا خیال کرے گا - کیونکہ میرے لئے تمہاری ملاقاتوں کا حال اس کے روبرو بیان کرنا سراسر غیر ممکن ہے ... "

"سراسر - بانو - میں بمنت عرض کرتا ہوں کہ اس معاملہ کا دو ٹوک فیصلہ کیجئے " میں نے جلدی سے کہا " اگر آپ میری درخواست کے مطابق آج بھی پورا

حال بیان کرنے پر آمادہ نہیں ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ نے اپنی راحت و عزت کو ناحق خطرہ میں ڈالا۔"

"خدا کے لئے، جوزف میری بات پسِ پشت نہ ڈالو۔" لیڈی ایکلسٹن نے اس طرح کے دردناک لہجہ میں کہا جو میرے دل پر تیرو نشتر کا کام کرتا تھا۔" میں وعدہ کا روپیہ اپنے ساتھ لیتی آئی ہوں۔ تم اسے قبول کرو۔ اور کل جس طرح بھی ممکن ہو فلارنس سے رخصت ہو جاؤ..."

"کیا اس لئے کہ میری زندگی اب پھر خطرہ میں ہے؟" میں نے ایک فوری خیال کے زیر اثر پوچھا۔" کیا اس اگلی ایذا رسانی کا سلسلہ..."

"نہیں! نہیں! وہ سلسلہ اب جاری نہ ہوگا۔" خاتون نے جواب دیا۔" خدا گواہ ہے کہ آئندہ تمہارے لئے کسی خطرہ کا سامنا بالکل نہیں۔ تمہیں اس کا خیال ہمیشہ کے لئے دل سے نکال دینا چاہیئے۔"

"اس صورت میں لیڈی ایکلسٹن۔" میں نے کسی قدر تلخ لہجہ میں کہا۔" آپ کے الفاظ کا صریح مطلب یہ ہے کہ پیشتر آپ اور آپ کے شوہر نے میرے برخلاف کارروائی کی تھی مگر آئندہ ایسا کرنا نہیں چاہتے۔"

"جوزف۔ کیوں تم میرے برخلاف ایسی بدظنی کرتے ہو؟" اس نے کلفت آمیز لہجہ میں پوچھا۔" بالفرض میرے منہ سے کوئی بے جا لفظ نکلا ہے تو تم کو اپنے طور پر اس سے کوئی غلط نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔ آہ۔ تم نہیں جانتے ہو کہ میں تمہاری وجہ سے کتنی بڑی ذہنی تکلیف برداشت کرتی رہی ہوں۔ اگر اس کا علم تمہیں ہوتا تو ضرور تم میری حالت پر ترس کھاتے۔ مگر رحم خدا! وقت گذرا جاتا ہے کئی کئی طرح کے خطرے مجھے درپیش ہیں۔ مگر اس کے باوجود تم میرا کہا ماننے کو تیار نہیں۔ جوزف کیا تم میرے حال پر رحم نہ کھاؤ گے؟"

"بانو۔ میری بدقسمتی ہے" میں نے جواب دیا۔ "کہ میں حالاتِ پیش آمدہ میں انکار جاری رکھنے پر مجبور رہوں ..."

"اس صورت میں تم مجھے بے حد مایوس کر دو گے" اس نے روندھی ہو کر کہا۔ "دیکھو پھر ایک بار میں بمنت تم سے کہتی ہوں" اور اس کی گری ہوئی آواز میں درد کی گہری جھلک پیدا ہو گئی۔ "مجھ سے اتنی بے رخی نہ برتو۔ تمہارے لئے میرے دکھی دل کو راحت و اطمینان دینے کا صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ میرا کہا مانو۔ ورنہ یاد رکھو کہ میں جو ایک مدت سے اپنے جی کا چین کھو چکی ہوں ... آہ میں نہیں جانتی کہ تمہارے انکار جاری رکھنے کی صورت میں کیا کر گذروں گی۔"

ایک لحظہ پیشتر اس نے اپنی نقاب پیچھے اُلٹ دی تھی۔ اب روبرہنہ ہو کر اس نے دونوں ہاتھ میرے بازوؤں پر رکھے اور اس وقت رات کی گہری تاریکی میں میں یہ دیکھے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کا خوشنما چہرہ لاش کی طرح زرد تھا۔ کچھ اس طرح کی تکلیف و پریشانی اور بے چینی و ذہنی اضطراب کے آثار اس کے چہرہ پر موجود تھے کہ میرا دل بے اختیار اس کی طرف کھنچنے لگا۔ ایک عجیب طرح کا درد جس کی صحیح کیفیت میں ظاہر نہیں کر سکتا میرے سینہ میں اٹھا۔ نئی نئی امنگیں دل میں پیدا ہونی شروع ہوئیں۔ جن کا اثر میرے جسم کے ہر رگ و ریشہ میں پھیلتا معلوم ہوا۔ چپ چاپ وہ میرے منہ کو تکے جاتی تھی۔ مگر اس نگاہِ خاموش میں صدہا دردناک تقریروں کا اثر پنہاں تھا۔ میرا خیال ہے ... نہیں میرا پختہ یقین ہے کہ وہ حالت اگر ایک لحظہ اور رہتی تو میں انکار کی تاب و تواں کھو کر فوراً موم ہو جاتا۔ یعنی اس سے برملا کہہ دیتا کہ بانو آپ کے جی کو چین دینے کے لئے جو کچھ آپ حکم دیں میں کرنے کو تیار ہوں۔ مگر خدا کے لئے اس طرح کی دردناک نظروں سے میری طرف نہ دیکھئے۔ الفاظ میری نوکِ زبان پر آ بھی چکے تھے کہ ناگاہ ایک لمبی صورت اندھیرے سے نکل کر تیز چلتی ہمارے پاس آئی اور اس کے

ساتھ ہی لارڈ ایکلسٹن کے جوش آمیز الفاظ میرے کانوں میں پہنچے جو کہہ رہا تھا "نافرجام عورت۔ کیا اسی لئے تو مجھے دھوکا دے کر آئی تھی کہ اس جگہ غیروں سے مل کر میری عزت کا خون کرے ۔۔۔؟"

وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا مگر لیڈی ایکلسٹن کے منہ سے دبی ہوئی چیخ کی آواز سن کر رک گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے میری طرف غور سے دیکھ کر پہچانا کہ میں کون ہوں۔ اس کے بعد گہری خاموشی چھا گئی۔ جس کے دوران میں لیڈی ایکلسٹن کے تیز سانس کی آواز پرشور سنائی دیتی تھی۔ اس اثنا میں میں اپنے بازو چھاتی پر لپیٹے واقعات کی رفتار دیکھنے کو چپ چاپ کھڑا تھا۔ اور لارڈ ایکلسٹن ان بے معنی لفظوں پر جو حالتِ جوش میں اس کے منہ سے غلط فہمی کے باعث نکلے تھے دل ہی دل میں پشیمان ہو کر پیچ و تاب کھاتا تھا۔

"کلارا!" آخر کار اس نے پولی نرم آواز سے کہا: "کس قدر حالات تم نے اس نوجوان کو بتائے ہیں؟"

"کچھ نہیں!" خاتون نے حالتِ اضطراب میں جواب دیا۔

اطمینان کی لمبی اور گہری آہ ایکلسٹن کے منہ سے نکلی پھر اس نے کہا: "یہ بتاؤ تمہاری اس سے کیا کیا باتیں ہوئی ہیں؟ اور کس لئے تم دوبارہ ہوٹل سے خفیہ طور پر نکل کر اس سے ملنے آئی تھیں؟"

"میں سارا حال صاف صاف کہہ دوں گی" خاتون نے جو اب تک غیر معمولی جوش کی حالت میں تھی اور الفاظ جس کے منہ سے تیز جھٹکوں کے ساتھ نکلتے تھے جواب دیا۔ "میں اس کو وہ زر امداد پیش کرنے کے لئے آئی تھی جس کے متعلق کئی دفعہ پیشتر میں نے خود تم سے کہا تھا ۔۔۔"

"پھر کیا اس نے کہا مانا؟" لارڈ ایکلسٹن نے پوچھا۔

"افسوس نہیں۔ یہ اب تک انکار کر رہا ہے۔"

"کیوں جوزف، کس لئے تم کو انکار ہے؟" لارڈ موصوف نے اب میری طرف مڑ کر دریافت کیا۔

"حضور اس لئے" میں نے سرد لہجہ میں کہا۔ کیونکہ گو تھوڑی دیر پہلے میں لیڈی اکلسٹن کی حالت پر رحم کھا کے نرم ہونے لگا تھا۔ تاہم اب میرا استقلال حالات کی تبدیلی کے ساتھ دوبارہ عود کر آیا تھا۔" اس لئے کہ جب تک پورے حالات مجھ سے بیان نہ کئے جائیں میں کسی طرح کی امداد آپ لوگوں کے ہاتھ سے لینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ مائی لارڈ کئی گہرے اسرار ہیں جن کو آپ یا بیگم صاحبہ اگر چاہیں تو بہ آسانی واضح کر سکتے ہیں۔ چونکہ ان اسرار کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے اس لئے میں ان کے انکشاف کے لئے بے تاب ہوں۔ پس کیا آپ کا فرض نہیں ہے کہ آپ مجھ سے ہر ایک بات صاف صاف بیان کر دیں؟ میں دیکھتا ہوں ضمیر کی بے تابی ابھی سے بیگم صاحبہ کے دل پر اثر کرنے لگی ہے اور وہ وقت دور نہیں کہ خود آپ بھی اس غیبی آواز کو سننے پر مجبور ہوں گے ...."

"بس جوزف بس!" لارڈ اکلسٹن نے قطع کلام کر کے کہا۔ "اس ناخوشگوار سین کا خاتمہ ہونا چاہیئے۔ صاف صاف جواب دو۔ کیا تم اس تجویز کو جو بیگم صاحبہ نے پیش کی ہے منظور کرتے ہو یا نہیں؟"

"نہیں مائی لارڈ۔ جب تک میری درخواست قبول نہ ہو گی میں کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ میرے ساتھ اس قسم کی بدسلوکیاں کی گئی ہیں جن کا میں کسی حال میں مستوجب نہ تھا۔ اور جن کے متعلق میں اب تک یہ جاننے سے قاصر ہوں کہ ان کی تہ میں کونسا بھید مخفی تھا۔ اس حالت میں اگر آپ لوگ واقعی گذشتہ بدسلوکیوں کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے یہ بات واضح کیجیئے کہ کس لئے وہ ساری سختیاں مجھ پر روا رکھی گئیں

پورے حالات جانے بغیر آپ لوگوں سے زرِ امداد قبول کرنا بالکل اس طرح ہے، گویا میں اس معاملہ پر چپ رہنے کے لئے رشوت قبول کر لوں۔ بس میں آپ کی تجویز منظور کرنے سے بزور انکار کرتا ہوں۔ کیونکہ میرا اس زرِ امداد کو قبول کرنا میری پستیٔ اخلاق اور ذلّت کی دلیل ہوگا۔"

"کلارا۔ اب یہاں ٹھہرنا بے سود ہے۔ آؤ چلیں۔" لارڈ ایکلسٹن نے فیصلہ کُن لہجہ میں کہا۔ اور اپنی بیوی کا بازو تھام کر وہ اسے زبردستی ایک طرف کو لے چلا۔ تو بھی اندھیرے میں میں نے اس قدر دیکھا کہ رنج و کلفت کے آثار ہلکی ملامت کے ساتھ ملے ہوئے اس خاتون کی آنکھوں میں موجود تھے۔ ایک آہِ سرد کھینچ کر وہ مجبوراً اس کے ساتھ رخصت ہوگئی۔

اس سے اگلے روز میں نے کپتان ریمنڈ کو لارڈ رنگ ولڈ سے باتیں کرتے سنا تو اُن کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ لارڈ اور لیڈی ایکلسٹن یکایک فلارنس سے رخصت ہو گئے کیونکہ ان کو ایک اشد ضروری کام پر کسی دوسری جگہ جانا تھا۔

باب ۹۴

پسنوجہ کی ایک رات

لیڈی ایکلسٹن سے میری دوسری ملاقات کے بعد اگلا روز تھا کہ میں سہ پہر کی فرصت سے فائدہ حاصل کرکے بازار کی سیر کرنے نکلا۔ حسنِ اتفاق سے میری ملاقات پھر اس اطالوی مردِ شریف سے ہوگئی جس کا حال اس قصّہ کے دوران میں کئی بار آیا ہے یعنی وہ جو بارِ اول دربارِ شاہی کی گیلری میں مجھ سے ملا تھا۔ ہم میں باتیں شروع ہوگئیں

اور اس گفتگو کے دوران میں میرے دوست نے یکایک کہا۔

"کیا وہ نیا واقعہ آپ کے سننے میں آیا۔ جس کا چرچا ہر شخص کی زبان پر ہے؟ .... نہیں! تو سنئے اب کی بار مار کو اوبرٹی نے ایک بہت موٹا شکار پکڑا ہے"۔

"کیا کوئی اور شخص اس کے قابو میں آگیا؟"

"جی، آپ ہی کے ہموطن سیاحوں کی ایک مالدار جماعت... مجھے اس آدمی کا نام کچھ کچھ یاد تھا جو اب کی بار اوبرٹی کے قابو آیا ہے۔ ٹھہریئے میں سوچ کر بتاتا ہوں ... ایزلن... یا ایزلین کچھ اس طرح کا نام تھا..."

"ہیسلیٹن تو نہیں؟" میں نے بدحواسی سے پوچھا۔

"بس بس وہی!"

"خدا کے لئے پورا حال کہئے"۔ میں نے بے تابانہ کہا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سر میتھیو ہیسلیٹن کے پکڑے جانے کی خبر سن کر میرے پیروں تلے سے مٹی نکل گئی۔ اور میرے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ شدت جوش و اضطراب کے باعث میرے دل کی بالکل یہ حالت تھی کہ جی چاہتا تھا اسی وقت سیدھا کوہستان ایپی نائنز کی طرف دوڑنا شروع کر دوں۔

"ٹھہریئے۔ آپ گھبرا کیوں گئے؟" میرے دوست نے بے تابانہ پوچھا۔" میں دیکھتا ہوں اس خبر نے آپ کے جی کو بہت پریشان کر دیا ہے۔ کیا آپ اس آدمی کو پہلے سے جانتے تھے....؟"

"ہاں ہاں۔ پوری طرح جانتا تھا" میں نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا "لیکن پورا حال بتایئے۔ میں ساری کیفیت سننے کو بے تاب ہوں"

"دیکھئے۔ جس قدر حالات مجھے معلوم ہیں وہ میں آپ سے عرض کرتا ہوں" اطالوی نے جو میری بے تابی سے بہت متاثر ہوا تھا کہنا شروع کیا "معلوم ہوتا ہے ایک انجی سفری

گاڑی کوہستان ایپی نائنز سے گذر رہی تھی۔ ایک مرد شریف اور دو خاتونیں اس میں سوار تھیں اور ایک کنیز اور ایک نوکر گاڑی کے باہر بیٹھے تھے۔ چار گھوڑ سوار آ گئے تھے۔ یہ تین یا چار دن پہلے کا ذکر ہے۔ دفعتاً مارکو اوبرتی اور اس کے ساتھیوں نے اس گاڑی کو روک لیا۔ اور گھوڑ سواروں کو حکم دیا کہ جدھران کے سینگ سمائیں چلے جائیں۔ چنانچہ وہ اپنی جان بچا کر اسی وقت رخصت ہو گئے۔ اور گاڑی معہ سواروں کے ڈاکوؤں کے ہاتھ آئی۔ ممکن تھا کہ اس واقعہ کی خبر کئی روز کے بعد پہنچتی۔ لیکن گھوڑ سواروں نے فلارنس واپس آتے ہی سب حال کہہ سنایا اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی۔"

"بس! کیا اسی قدر حالات آپ کو معلوم ہیں؟ یا اس کے سوا کچھ اور بھی؟" میں نے لہجۂ اضطراب میں پوچھا۔

"بس اتنا ہی میرے سننے میں آیا تھا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ بھی آپ کے لئے بے حد تکلیف دہ ہے...."

فقرہ کی تکمیل کا انتظار کئے بغیر میں بگ ٹٹ وہاں سے دوڑا۔ کچھ ایسی بدحواسی مجھ پر سوار تھی کہ میرے اطالوی دوست نے یقیناً سمجھا ہوگا کہ اس کا دماغ چل گیا ہے۔ اور سچ پوچھئے تو اس اطلاع کو پاکر کہ میری عزیز از جان انیبل اپنے رشتہ داروں سمیت ڈاکوؤں کے اس خوفناک طائفہ کے ہاتھ آ گئی ہے۔ مجھ پر حقیقتاً دیوانگی کا اثر طاری ہونے لگا تھا۔ میں سیدھا ہوٹل کی طرف گیا۔ وہیں ڈیوڑھی میں کپتان ریمنڈ کھڑا تھا مگر اپنی اس وقت کی مجنونانہ وحشت میں اس بات کو نظر انداز کر کے کہ وہ میرا آقا ہے اور مجھے ہر طرح اس کا ادب و احترام کرنا چاہیئے۔ میں دوڑتا ہوا اس کے پاس سے نکل گیا اور جس قدر نقدی میرے پاس جمع تھی اس کو لینے سیدھا اپنے کمرہ میں پہنچا کیونکہ میں نے اپنے دل میں اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ یہاں سے سیدھا ایپی نائنز جا کر

انیبل اور اس کے ساتھیوں کو بچانے کے لئے جو کچھ مجھ سے بن آئے گا کروں گا۔ حالتِ جوش میں اس بات کا بعید تر خیال بھی میرے دل میں نہیں آیا کہ میں یکہ وتنہا اس خوفناک خونی جماعت کے مقابلہ میں کیا کر سکوں گا۔ اپنے کمرہ میں جاکر میں نے جھٹ صندوق کھولا۔ اور جس قدر نقدی اس میں بند تھی اسے جیبوں میں ڈالنے لگا۔ میں ابھی اس کام میں مشغول ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور کپتان ریمنڈ داخل ہوا۔

یہ دیکھ کر کہ وہ میری وحشت سے متعجب ہو کر کوئی بات کہنا چاہتا ہے میں نے جلدی سے کہا۔

"بس بس! آپ مجھے روکنے کی کوشش نہ کریں۔"

"جوزف۔ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" کپتان ریمنڈ نے بند دروازہ کے ساتھ لگ کر کھڑے ہونے کے بعد کہا۔ "آج ایک عجیب طرح کی تبدیلی تمہاری حالت میں نظر آتی ہے...."

"خدا کے لئے مجھے نہ روکئے۔ مجھے رخصت ہو جانے دیجئے۔" میں نے لہجۂ پُر جوش میں کہنا شروع کیا۔ "اگر آپ مجھے روکیں گے تو یاد رکھئے آپ کو خطرہ کا سامنا ہو گا۔ میں اس وقت آپے میں نہیں ہوں...."

"یہ تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ تم اس وقت آپے میں نہیں ہو۔" کپتان نے پُرسکون لہجہ میں کہا۔ "بہر حال یہ جاننا میرا فرض ہے کہ کیوں اس قدر وحشت تم پر سوار ہوئی ہے؟"

"وہ اس کو پکڑ کر لے گئے.... وہ ان کی قید میں ہے.... مہربانی سے مجھے جانے دیجئے۔" یہ بے جوڑ فقرے کہتا میں اس طرح دروازہ کی طرف بڑھا گویا کپتان ریمنڈ کو زبردستی ایک طرف ہٹا کر باہر نکل آنا چاہتا تھا۔

"جوزف۔ اتنا جوش میں نہ آؤ۔" میرے آقا نے میرا ایک ہاتھ مضبوط پکڑ کر کہا

"اس شوریدہ سری سے کچھ حاصل نہیں۔ یہ جان لو کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ اور تمہاری بہتری کے خیال سے تم کو سمجھاتا ہوں۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ کوئی خاص واقعہ اس طرح کا پیش آیا ہے جس نے تمہیں نیک و بد پر بھی غور کرنے کے قابل نہیں رہنے دیا۔ ان حالات میں تمہاری اس بے تابی کو میں قابل معافی سمجھ کر نظر انداز کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں بھولا نہیں ہوں کہ ایک بار تم نے بڑی دلیری و پامردی سے میرے دوست کی عزیز بیٹی کو ڈاکوؤں سے چھڑانے میں مدد دی تھی..."

کپتان ریمنڈ کے لفظوں نے میرے جوش میں آئے ہوئے دماغ پر وہی اثر کیا جو متلاطم سمندر کی لہروں پر تیل ڈالنے سے ہوتا ہے۔ یعنی میں سنبھل گیا۔ شرم سے گردن جھکائے وہیں اس کے پہلو میں کھڑا تھا۔ کہ وہ سلسلۂ تقریر جاری رکھ کر پھر مجھ سے کہنے لگا۔

"مگر کچھ ہو اس طرح جوش اضطراب ظاہر کرنے سے کسی خرابی کی اصلاح ممکن نہیں ہوتی۔ البتہ بنا ہوا کام بگڑ ضرور جاتا ہے۔ پس جو اصل حقیقت ہو مجھ سے بیان کر دو اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری راہ میں کسی طرح کی رکاوٹ پیدا کرنے کی بجائے میں حتی الوسع تم کو مدد دوں گا۔"

میرے دل میں بے اختیار اس مرد نیک باطن کے لئے شکر گزاری کا احساس پیدا ہوا۔ جو آقا ہو کر اس قدر نرمی کا اظہار کرتا تھا۔ ساتھ ہی اس بارے میں بھی آنکھیں کھل گئیں کہ ایک اس طرح کی خطرناک مہم کو جیسی مجھ کو در پیش تھی اندھا دھند اختیار کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بے شک بڑی ضرورت اس بات کی تھی کہ سارے پہلو سوچ کر کوئی ایسی تدبیر عمل میں لائی جائے جس سے ان عزیز ہستیوں کی امداد و نجات ممکن ہو جن کی تصویریں میرے دل کی لوح پر کندہ تھیں۔

"معاف کیجئے۔" میں نے انداز ندامت سے کہا "میری طرف سے بہت نازیبا

حرکت ہوئی ۔۔۔"

"کسی معذرت کی حاجت نہیں۔" کپتان ریمنڈ نے کہا۔ "جب آدمی کا دماغ جوش کی حالت میں ہو۔ تو وہ اپنے فعلوں کا مختار نہیں رہتا۔ تاہم یہ بتاؤ صحیح واقعہ کیا ہے؟ اتنا تو بہرحال میں بھی سمجھ رہا ہوں کہ کوئی ایسا آدمی جو تم کو بے حد عزیز تھا پکڑا گیا ہے ۔۔۔"

"جی ہاں۔ خوفناک مارکو اور بی ٹے کے گروہ نے تین ایسے شخصوں کو جن کی ہستی مجھے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہے گرفتار کر لیا۔"

"اور تم بے تحاشا شیر کے منہ میں گھس جانا چاہتے ہو۔" کپتان ریمنڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہاری عالی حوصلگی بے شک قابل تعریف ہے مگر دور اندیشی کے بغیر اس سے کوئی فائدہ ممکن نہیں۔ اس لئے ہوش دار ہو۔ پانچ منٹ کی گفتگو سے یہ خرابی بڑھ نہیں سکتی۔ پس مجھ کو بتاؤ کہ وہ کیا تجویز ہے جو تم نے ان لوگوں کو چھڑانے کے لئے اپنے دل میں سوچی ہے؟"

"صاحب میرا قصد مصمم یہ ہے۔" میں نے لہجۂ استقلال میں جواب دیا۔ "کہ ان شخصوں کو بچانے میں اپنی جان تک لڑا دوں گا۔ یا تو ان کو بچا کر اپنے ساتھ لاؤں گا۔ یا وہیں اپنی جان بھی ضائع کر دوں گا۔ کیونکہ ان کی سلامتی مجھے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہے ۔۔۔ یہ نہ پوچھئے کس لئے ۔۔۔"

"نہیں۔ میں تمہارا بھید معلوم کرنا نہیں چاہتا۔" کپتان ریمنڈ نے شفقت آمیز پیرایہ میں کہا۔ "تاہم دیکھنا یہ ہے کہ اس معاملہ میں میرا مشورہ یا میری امداد تمہارے لئے کہاں تک فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ اس لئے بتاؤ سب سے پہلے تم اس بارے میں کیا کرنا چاہتے ہو؟"

میں نے تھوڑی دیر غور کیا اس کے بعد کہا۔

"میرا ارادہ بھیس بدل کر کوہستان ایبی نائنز میں جانے اور دوبارہ اُس آدمی سے ملنے کا ہے... جس نے..." میں رُک گیا۔ سینیر ولٹیرا کا نام بے خبری میں منہ سے نکلنے کو تھا۔ مگر اپنے کیے ہوئے وعدہ کو یاد کر کے میں نے فوراً اسے ضبط کیا اور کہا۔" وہاں میں دوبارہ اس ڈاکو سے ملوں گا جس نے اگلے موقعہ پر مجھے مدد دی تھی۔"

"مگر عین ممکن ہے کہ وہ لوگ تمہارے بدلے ہوئے بھیس کے باوجود تم کو پہچان لیں۔ یا وہ ڈاکو جس کی امداد پر تم کو بھروسہ ہے اب وہاں موجود نہ ہو۔ یا ہو بھی تو اپنی سلامتی کے خیال سے وہ تمہیں مدد دینے سے ہی انکار کر دے۔" کپتان ریمنڈ نے سمجھایا۔

"بے شک یہ اور ایسے ہی لاتعداد خطرے اور ہیں جن کا سامنا ضرور مجھے کرنا پڑے گا۔" میں نے تسلیم کیا۔" تاہم میں ان سب کے لئے آمادہ و تیار ہوں۔"

"تمہارا یہ کہنا کہ میں اس مہم میں جان تک لڑا دوں گا۔" کپتان ریمنڈ نے فاضلانہ پیرایہ میں کہنا شروع کیا۔"بے شک تمہاری عالی حوصلگی کی دلیل ہے۔ تاہم یاد رکھو ابھی تم نوجوان ہو۔ اس عمر میں اپنی جان ناحق ضائع کرنا..."

"مگر ان عزیزوں کے بغیر جو ڈاکوؤں کی مہلک گرفت میں ہیں۔" میں نے پرجوش لہجہ میں کہنا شروع کیا۔" میری زندگی ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے۔"

"خیر۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارا بھید معلوم کرنے کی کوشش نہ کروں گا۔" کپتان ریمنڈ نے کہا۔" اور میں اس وعدہ کو توڑنا نہیں چاہتا۔ اس کے باوجود یاد رکھو کہ ڈاکوؤں کی آنکھیں بہت تیز ہوتی ہیں۔ تم لاکھ بھیس بدلو۔ عین ممکن ہے وہ تم کو پہچان لیں۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ ایک بار تم کو اچھی طرح دیکھ چکے ہیں۔ آخر وہ

کس طرح کا بھیس سے جو تم اختیار کرنا چاہتے ہو؟"

"میں اس کے متعلق سر دست کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا"۔ میں نے جواب دیا۔ "ایک بار مجھے کوہستان میں پہنچ جانے دیجئے، پھر جیسا موقعہ ہو گا کر لیا جائے گا"۔

"کم از کم تم کو پوری طرح مسلح ہو کر جانا چاہیئے"۔ کپتان ریمنڈ نے کہا۔ "اس مطلب کے لئے میں اپنے پستول تم کو دیتا ہوں۔ میرا اپنا جی تو چاہتا ہے کہ تمہیں اس خطرناک مہم کو اختیار کرنے سے روکوں..."

"آہ۔ اگر آپ نے سچ مچ ایسا کیا تو میں دیوانہ ہو جاؤں گا"۔ میں نے بے تابانہ کہا "اور اس حالت میں عین ممکن ہے کہ میں خودکشی کر بیٹھوں"۔

"محض تمہاری اس مجنونانہ حالت کی وجہ سے میں تمہیں اس خطرناک کام پر جانے کی اجازت دیتا ہوں"۔ کپتان ریمنڈ نے آخر کار کہا۔ "اس کے علاوہ میں دیکھتا ہوں، کہ اب تم معاملہ کے نیک و بد کو اچھی طرح سوچنے کے قابل بھی ہو گئے ہو۔ اس لئے یقیناً کوئی بات ایسی نہ کرو گے جو خطرناک ہو۔ یہ بھی میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس معاملہ کے متعلق کوئی فیصلہ کن تجویز پہلے سے سوچنا غیر ممکن ہے۔ تاہم بتاؤ کیا تم اس کام کو کرنے کے لئے پختہ ارادہ کر چکے ہو؟"

"سرکار میرا ارادہ اتنا مضبوط ہے کہ آزادی کی حالت میں کوئی طاقت مجھے اس کام سے باز نہیں رکھ سکتی"۔

"تو جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں، کہ خدا تمہاری ہمت میں برکت دے۔ میرا اپنا جی تو چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ چلوں..."

"نہ اس کی تکلیف نہ کیجئے"۔ میں نے جلدی سے کہا۔ "کیونکہ جس وقت اپنی جان بچانے کا سوال ہو گا تو دو آدمیوں کے مقابلہ میں ایک اپنی سلامتی کا بہتر سامان

کیا جاسکتا ہے علاوہ بریں وہ ڈاکو جس نے سابق میں مجھے مدد دی تھی ممکن ہے وہ کام جو وہ میرے لئے کر سکتا ہے آپ کے لئے کرنے سے انکار کر دے "

" یہ صحیح ہے " کپتان ریمنڈ نے تسلیم کیا " اور اب تمہارا جوش حتی الوسع ٹھنڈا کرنے کے بعد میں نہیں چاہتا کہ تمہیں زیادہ عرصہ تک روکوں۔ میں نے پرسوں ایک قیمتی گھوڑا خریدا ہے جس کی رفتار آندھی کی طرح تیز ہے۔ تم اسے لے جاؤ۔ میرے پستول کمرہ میں رکھے ہوئے ہیں وہ بھی تمہیں دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ چونکہ اس دنیا کا کوئی کام روپیہ کی مدد کے بغیر نہیں ہوتا اس لئے یہ نقدی بھی جو میں تمہیں دیتا ہوں اپنے پاس رکھو "

یہ کہتے ہوئے اس نے نوٹوں کی ایک تھئی میرے ہاتھ میں دے دی اور مجھے اپنے ساتھ اپنے کمرہ میں لے گیا۔ وہاں اس نے گھنٹی بجا کر ہوٹل کے ایک نوکر کو گھوڑا تیار کر کے لانے کا حکم دیا اور بہانہ یہ کیا کہ مجھے اپنے آدمی کو ایک اشد ضروری کام پر بھیجنا ہے۔

" میں نہیں چاہتا کہ اس خطرناک مہم کا حال اوروں پر ظاہر ہو " اس نے نوکر کے چلے جانے کے بعد کہا۔ " بات اسی وقت تک پوشیدہ رہتی ہے جب تک زبان پر نہ آئے۔ عین ممکن ہے ان ڈاکوؤں کے جاسوس کہیں کہیں موجود ہوں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تمہاری روانگی کی اطلاع پہلے سے ان لوگوں کے کانوں تک پہنچ جائے "

میں نے کپتان ریمنڈ کا اس کے عنایت آمیز مشوروں کے لئے پھر ایک بار شکریہ ادا کیا۔ اور اس کے بعد جب میں پستول باندھ کر چلنے کے لئے تیار ہوا، تو اس نے رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے دوبارہ میری کامیابی کے لئے دعا کی۔ گھوڑے پر سوار ہو کر میں قصبہ لستوجہ کی سڑک پر ہو لیا۔ جس کے بارے میں پیشتر لکھ

جا چکا ہے کہ فلارنس سے قریباً پچیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ راستہ کے حالات بیان کرنا عبث ہے۔ مختصر یہ کہ گو میں پانچ بجے سہ پہر کے وقت فلارنس سے چلا تھا تاہم سڑک کی خرابی اور رات کی تاریکی کی وجہ سے مجھے لپتو جہ تک پہنچتے پہنچتے رات کے نو بج گئے۔

اس جگہ میں نے فیصلہ کیا کہ وہ رات وہیں بسر کر کے دوسرے دن گجردم سفر جاری رکھا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ میرا جی منزل مقصود پر پہنچنے کو بے تاب تھا۔ تاہم گھوڑے کو آرام دینا اور خود بھی آرام حاصل کرنا ضروری تھا۔ علاوہ بریں رات کے اندھیرے میں میں ایک اجنبی آدمی کوہستان ایپی نائنز کے دشوار گذار دروں کو کیونکر عبور کر سکتا تھا۔ فی الحقیقت میری لاعلمی کی یہ حالت تھی کہ مجھے ڈر تھا شاید دن کے وقت بھی ان راستوں کو معلوم نہ کر سکوں جن سے ہو کر میں مس سیکولی کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ رہ گیا راستہ پوچھ پوچھ کر چلنے کا سوال۔ تو یہ اس لئے ناممکن تھا کہ مجھے اس ملک کی زبان میں ذرا سی بھی شُدبُد نہ تھی۔ پس سارے پہلو سوچ کر یہی بہتر معلوم ہوا کہ میں وہ رات لپتو جہ کی اس سرائے میں بسر کروں۔ جہاں آتی دفعہ ٹھہر کر ہم نے گھوڑے تبدیل کئے تھے۔

سرائے دار کا نوکر فرانسیسی زبان اچھی روانی سے بول سکتا تھا۔ اسی کے روبرو میں نے اظہار مدعا کیا۔ گھوڑے کو تھان پر بندھوا کر اور اس کے چارہ کا انتظام کرنے کے بعد میں نے نوکر کو کھانا لانے کا حکم دیا۔

جس وقت وہ کھانے کی چیزوں کو میز پر رکھنے میں مشغول تھا، تو اس نے جیسا کہ اس طبقہ کے نوکروں کی عادت ہے، گفتگو کے خیال سے کہا۔

"کیا آپ انگلستان کے رہنے والے ہیں؟ آپ کی شکل وصورت اور لہجہ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا "میں اسی ملک کا باشندہ ہوں۔" اور پھر اس خیال سے کہ اس نے یہ سوال محض رفع استعجاب کے لئے نہ کیا ہوگا۔ اس سے پوچھا۔ "کیوں، تم کس لئے دریافت کر رہے ہو۔"

"سرکار۔ بات یہ ہے۔" نوکر نے جواب دیا "کہ آپ ہی کے ملک کا ایک آدمی پرسوں سے ہماری سرائے میں بے ہوش پڑا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس طرف آتے ہوئے اسے راہ میں کوئی حادثہ پیش آیا تھا۔ فی الحال یہ کہنا مشکل ہے، کہ وہ کب تک اسی حالت میں رہے گا۔"

"آخر وہ کس قسم کا حادثہ تھا جو اس کو پیش آیا؟"

وہ سفری گاڑی پر فلارنس سے اس طرف کو آرہا تھا۔ کہ یہاں سے قریباً ایک فرسنگ کے فاصلہ پر گاڑی اُلٹ گئی اور اس کے سر میں بھاری چوٹ آئی۔ پہلے تو جب اسے یہاں لائے تو سمجھا گیا تھا کہ اس کا مغز پھٹ گیا ہے۔ لیکن اب ڈاکٹروں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی حالت اتنی خطرناک نہیں۔ وہ صحت یاب تو ہو جائیگا مگر اس میں کئی ہفتے لگیں گے۔ اس وقت وہ گرد و نواح کے حالات سے لاعلم، بالکل بے ہوش پڑا ہے۔ آج ہی ڈاکٹر اور سرائے دار میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اس کے کاغذات کی دیکھ بھال کر کے اس ذریعہ سے اس کا صحیح پتہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ حادثہ کی اطلاع اس کے دوستوں کو دی جا سکے کیونکہ بحالت موجودہ وہ لوگ اس کی لمبی غیر حاضری سے بے حد پریشان ہوں گے۔"

"بے شک بہت اچھا خیال ہے۔" میں نے جواب دیا "بلکہ میری اپنی رائے میں تو ان کاغذات کی دیکھ بھال اب سے بہت پہلے ہو جانی چاہئے تھی۔ یعنی جب وہ یہاں لایا گیا تھا۔"

"آپ کا فرمانا درست ہے۔" نوکر نے مسکراتے ہوئے کہا "لیکن بڑی مصیبت

یہ ہے کہ اس جگہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو انگریزی پڑھ سکتا ہو۔ اسی لئے میں نے یہ سوال آپ سے پوچھا تھا۔ کیونکہ اگر آپ انگریزی جانتے ہیں تو یقیناً اس کام میں مدد دینے سے تامل نہ فرمائیں گے۔"

"جو کچھ میرے امکان میں ہے میں بڑی خوشی سے کرنے کو تیار ہوں" میں نے جواب دیا۔ "عنقریب کھانے سے فارغ ہو کر میں وہ کاغذات دیکھ لوں گا جو اس آدمی کی جیب میں پائے گئے تھے۔ اور یہ معلوم کرنے کے بعد کہ وہ کس مقام کا رہنے والا ہے اس کے دوستوں یا رشتہ داروں کے نام خطوط بھی لکھ دوں گا۔ لیکن تم کو معلوم ہوتا اس آدمی کا نام کیا ہے؟"

"جی بے شک اس کا نام میں نے سنا تھا جو اس کے پروانہ راہ داری پر درج ہے۔ لیکن فی الحال میں اس کو بھول گیا" نوکر نے سوچتے ہوئے کہا۔ "امر واقعہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کے نام جو انگلستان کے رہنے والے ہیں کچھ اس قدر مشکل اور پیچیدہ ہوتے ہیں کہ ان کو یاد رکھنا مشکل ہے۔ مگر آپ کھانے سے فارغ ہو لیجئے اس کے بعد میں سرائے دار کو یہیں آپ کے پاس بلوا دوں گا۔ اور اس معاملہ میں جو کچھ کرنا ضروری ہوگا کر لیا جائے گا۔"

پہلے میرے جی میں آیا تھا کہ اس شخص سے بر سبیل تذکرہ یہ بھی پوچھوں کہ حال ہی میں جن مسافروں کی ایک جماعت ڈاکوؤں کے ہاتھ آئی تھی اس بارے میں کس قدر حالات اس کو معلوم ہیں۔ لیکن پھر اس خیال سے رک گیا کہ مبادا اس ذریعہ سے میری آمد کا مدعا ظاہر ہو کر میری ناکامی کا ذریعہ ثابت ہو۔ پس میں نے چپ رہنا ہی بہتر جانا۔ جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے فکر و تشویش کی موجودہ حالت میں میری بھوک کچھ ایسی تیز نہ تھی پس تھوڑا سا کھانا زہر مار کر کے میز سے اٹھا اور ہاتھ دھو کر فارغ ہوا ہی تھا کہ سرائے کا نوکر ایک پستہ قد سن رسیدہ آدمی کو لے کر کمرہ میں داخل ہوا۔ معلوم ہوا

کہ وہ ڈاکٹر ہے جو زخمی مسافر کا علاج کر رہا ہے۔ یہ شخص بھی نہایت اچھی طرح فرانسیسی بول سکتا تھا۔ چنانچہ وہ مجھے اپنے ساتھ بیمار کے کمرہ میں لے گیا۔ اس جگہ پہنچ کر دیکھا تو ایک نرس بھی موجود تھی۔ اس کے پاس سے گذر کر میں اس مقام کی طرف گیا جہاں زخم خوردہ مسافر ایک آرام دہ چارپائی پر بے سدھ اور بے ہوش پڑا تھا مگر آپ میری اس وقت کی حیرت، پریشانی اور سراسیمگی کا اندازہ کریں جب میں نے دیکھا کہ وہ تو میرا مدّت کا مہربان ماموں لینو ورہے!

چوتھی جلد ختم ہوئی

حادثات کا ایک نیا طوفان ہر قدم پر جوزف ولمٹ کا منتظر تھا

نئے دن —— نئی مصیبتیں —— نئی الجھنیں

آخر ان سب کا انجام کیا ہوا ؟

- لارڈ ایگلسٹن آخر کیوں اس کے درپے آزار تھا ؟
- انیبل ، اس کی ماں اور مسز میتھیو میلیٹن کو جوزف ڈاکوؤں سے رہائی دلا سکا یا نہیں ؟
- ان کی گرفتاری کا کیا راز تھا ؟
- بے ہوش لیونور کے کاغذات کی دیکھ بھال کے بعد جوزف پر کس راز کا انکشاف ہوا ؟
- کیا سینیرا انجلو ولیٹرا نے دوسری بار جوزف کی مدد کی ؟
- کیا جوزف کی ملاقات انیبل سے ہو سکی ؟

اگر آپ ان تمام پرامرار سوالات اور دلچسپ الجھنوں کے جواب تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمانا چاہتے ہیں تو گردش آفاق کی پانچویں جلد طلب فرمائیے ۔ پانچویں جلد میں آپ اس قدر حیرت خیز اور روح فرسا واقعات پائیں گے کہ جن کو پڑھ کر آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے ۔ قیمت صرف چھ روپے ۔

منشی تیرتھ رام فیروز پوری مرحوم کے ترجمہ شدہ جاسوسی ناول

جو ہندوستان اور پاکستان میں یکساں مقبول ہیں

مطلبی دُنیا ایک مظلوم لڑکی کی داستانِ عجیب۔ جسے بچانے کے لئے ایک نوجوان نے اپنی جان تک کی پرواہ نہ کی۔ پولیس اور جاسوسوں سے ٹکر لی۔ بدنامی اٹھائی۔ حوالات میں بند رہا۔ لیکن بعد میں لڑکی نے اس کی قربانیوں کا کیا صلہ دیا؟ اسی سے تو اس دنیا کا مطلبی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ قیمت چار روپے۔

پیلا ہیرا مالی مشکلات سے تنگ آ کر ایک نوجوان کسی یہودی صراف کی دکان پر انگوٹھی گروی رکھنے جاتا ہے مگر دیکھتا ہے کہ دکان کا بڈھا مالک فرش زمین پر مردہ پڑا ہے۔ وہ گھبرا کر باہر آتا ہے تو ایک سپاہی اُسے روک لیتا ہے۔ قاتل کون تھا۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

کارنامہ جات آرسین لوپن ان ہوش رُبا کارناموں کا تذکرہ۔ جو اس مشہور عالم شریف چور کی ہر دلعزیزی کا ذریعہ ثابت ہوئے۔ پان کے ستے کا راز، لوپن کی گرفتاری جیل خانہ سانٹے میں اس کی حراست اور فرار، ملکہ کے ہار کا قصہ اور کالے موتی کی داستان۔ ان میں سے ایک ایک چیز کسی نہایت زبردست ناول سے بھی زیادہ دلکش ہے۔ قیمت تین روپے۔

مصری جادوگر ڈاکٹر نکولا کا پُر اسرار کردار پیش کرنے والے قابل مصنف گئی بوتھی کا ایک اور معرکۃ الآرا ناول۔ ایک نامی مصوّر حالات کی مجبوری

نرائن دت سہگل اینڈ سنز۔ تاجرانِ کتب۔ دہلی

سے ایک مرد پراسرار فہرد س مصری کے زیر اثر آجاتا ہے۔ مصوّر کو ایک ایسی دوا پلائی جاتی ہے کہ مصر کا وہی نقشہ جو اس کے زمانۂ عروج میں تھا اس کی نظروں میں پھر جاتا ہے اس کے بعد کئی طرح کے عجیب اور بعید از فہم واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ پھر وہی مصری جادوگر مصوّر کو آلۂ کار بنا کر یورپ میں پلیگ کے جراثیم داخل کر کے تباہی اور بربادی پھیلاتا ہے۔ آخر ان ہیبت ناکیوں کا مقصد کیا تھا؟ قیمت چار روپے۔

مہرِ خاموشی لندن کا ایک نامی انجینیر پراسرار حالات میں عدم پتہ ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے مکان پر ایک غیر ملکی جوان اور خوبصورت عورت کی لاش پراسرار حالات میں پائی جاتی ہے۔ کیا انجینیر ہی اس عورت کا قاتل تھا؟ یہ عورت کون تھی؟ اور کیوں اس کے مکان پر گئی؟ اگر انجینیر بے گناہ تھا تو عدم پتہ کیوں ہوا؟ اور اصل قاتل کون تھا؟ قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

خونی چکر شہر کے پُر شور ہنگاموں سے اکتا کر قریب کے پُر فضا اور پُر سکون دیہات میں رہائش اختیار کرنے والے ایک مختصر خاندان کی حیرت انگیز داستان۔ یہ مختصر خاندان ایک سن رسیدہ مگر کنواری عورت اور اس کے دو بھتیجوں پر مشتمل ہے۔ پہلے ہی دن اس گھر میں عجیب و حیرت انگیز اور دہشت ناک واقعات گھر کے افراد کے لئے مصیبت پیدا کر دیتے ہیں۔ ہر روز کی ان دہشت ناکیوں میں اضافہ ان کے لئے وبالِ جان بن کر رہ جاتا ہے۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

انمول ہیرا جنوبی امریکہ کا ایک کروڑپتی ۲۵ لاکھ کی مالیت کا ہیرا لے کر جب لندن میں وارد ہوا۔ تو وہ ہیرا عجیب اور پراسرار طریقہ پر غائب ہو گیا عہد حال کے نامور اور بہترین جاسوس اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اس نایاب

ہیرے کی گمشدگی اور بازیابی کے دوران میں جس طرح کے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں حیران کن ہیں۔ قیمت دو روپے۔

زہری بان ایک پُراسرار آدمی وزیر اعظم برطانیہ سے ایک کروڑ پونڈ کی گراں قدر رقم کا مطالبہ کرتا ہے اور ساتھ ہی دھمکی دیتا ہے کہ اگر مطلوبہ رقم اسے وقت مقررہ پر ادا نہ کی گئی تو وہ لندن کی تمام تر آبادی کو صرف ایک ہی رات میں تلف کر دے گا۔ کیا یہ عجیب و غریب مطالبہ منظور کیا گیا؟ اگر نہیں تو اس کا انجام کیا ہوا؟ قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

انقلابِ زندگی برطانیہ کے دفتر خارجہ کا ایک سفیر اور پولیٹکل جاسوس ایک پراسرار حسینہ کی زلفوں کا شکار ہو کر کئی عجیب و پُرپیچ مشکلات اور آفات کا شکار ہوتا ہے۔ خوبی یہ کہ ہیرو فرض کی ادائیگی کے ساتھ محبت کی دیوی کے وصال سے بھی سرشار ہوتا ہے۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

سرابِ زندگی ایک امیر و کبیر نابینا نوجوان ایک حادثہ کا شکار ہو کر ایک خاتون کی تیمار داری میں آجاتا ہے۔ مگر وہیں اس نابینا کی موجودگی میں پراسرار طور پر قتل کی ہولناک واردات ہو جاتی ہے۔ نابینا واردات کے انکشاف کے لئے کمربستہ ہو کر مصیبتوں میں پھنس جاتا ہے۔ کیا ایک اندھا مجرموں کے خوفناک گروہ سے ٹکر لینے میں کامیاب ہوا؟ قیمت تین روپے آٹھ آنے

نرائن دت سہگل اینڈ سنز۔ تاجران کتب دہلی

science & History
by Madame Bernard

17 — English A
19 — Economics
27 — civics A
30 — urdu — A
3 June — English B
7 June — urdu B
10 — civics B
4 June — Economics B

5 4